

شوارف فنونہ

۶

مفتی اعظم دارالافتاء پاکستان



مکتبہ دارالافتاء پاکستان

شواہد نبویہ

27

لِنَقُوِيْ زَيِّقِيْنَ اَهْلَ الْفِتْيَةِ

حضرت العلام نور الدين عبدالرحمن جامي شمس الساعاتي

ترجمہ

بشیر حسین ناظم ایم اے

مقدمہ

علامہ پیرزان اقبال احمد فاروقی ایم اے

ناشر

مکتبہ نبویہ - گنج بخش روڈ لاہور

86886

~~86886~~

۶۵

نام کتاب — شواہد النبوة لتقوية يقين اهل الفتوة
مصنف — حضرت العلامة نور الدین عبد الرحمن جامی
مترجم — بشیر حسین ناظم ایم۔ اے
مقدمہ — پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم۔ اے
کاتب — محمد شریف گل
ضخامت — ۲۳ × ۱۸، ۳۲۲ صفحات
طباعت — آفسٹ، سفید کاغذ
طبع — زاہد بشیر پرنٹرز لاہور
بارچہ بارم.... مارچ ۱۹۸۵ء بمطابق جمادی الثانی ۱۴۰۵ھ
قیمت.... ۳۶/۰۰ روپے

— ناشر —

مرکز ترویج و نشر
گنج بخش روڈ۔ لاہور

محمد اسحاق
بک بائڈنگ
شیش محل روڈ لاہور

ترتیب

۳۸	۲	تورات میں حالاتِ مصطفیٰ	پیش لفظ
۳۹	۵	انبیائے بنی اسرائیل کی زبان پر ذکرِ رسول	جامی - حالات و نگارشات کے آئینے میں
۴۰	۱۷	قدیم کتابوں میں محاسنِ اسلام	آغاز
۴۰	۱۷	حضرت عیسیٰ کے وصی کی شہادت	کلمہ شہادت
۴۲	۲۳	بخت نصر کے خواب کی تعبیر	● مقدمہ - نبی اور رسول کے معانی و متعلقات
۴۳		توراة میں نعتِ رسول	● رکن اول - ولادت، باسعادت سے
۴۴	۲۹	حضور کی نعتِ ولادت سے پانچ سو گھنٹہ سال پہلے	{ پہلے کے تیس شواہد
۴۴	۲۹	راہب کی پیشین گوئی	اللہ کے ہاں رسول اللہ کا نام
۴۴	۲۹	کاہنوں کی زبان میں ذکرِ مصطفیٰ	تورات کی گواہی
۴۵	۳۰	سطیح کی پیشین گوئی	فاران
۴۶	۳۰	حضرت عبدالمطلب کا خواب	کوہِ فاران کے خطیب
۴۷	۳۱	حضرت ابوطالب سے یہودی علماء کی گفتگو	تورات میں ذکرِ مصطفیٰ
۴۷	۳۲	یہودیوں کے ہاں ذکرِ میلادِ رسول	زبور کی شہادت
۴۸	۳۲	حضرت آدم سے حضرت عبد اللہ تک	انجیل کی گواہی
۴۹	۳۲	حضرت عبد اللہ پر معاندینِ رسول کا حملہ	قدیم کتابوں میں ذکرِ حبیب
۵۰	۳۳	نورِ مصطفیٰ حضرت عبد اللہ کی پیشانی میں	حضور کی تصویر یہودی علماء کے پاس
۵۱	۳۳	ولادتِ رسول خدا پر ابلیس کا واویلہ	شاہِ برقل کے پاس انبیاء کی تصاویر
۵۲	۳۸	واقعہ اصحابِ فیل	سکندریہ کی چٹانیں
	۳۸	● رکن دوم - شواہد جو خواجهِ عالمیان کی ولادت کے بعد ظہور میں آئے	آلِ نابل کے لیے دعا

۶۲	۵۵	پائے حضور متام ابراہیمؑ پر	ولادت پاک کی رات
۶۲	۵۶	نجران کے پادری کی گواہی	ستاروں سے جھولی بھر گئی
۶۳	۵۶	حضرت عبدالمطلب کا خراج تحسین	روشنیاں نورِ مصطفیٰ کے سامنے ماند پڑ گئیں
۶۳	۵۷	حضرت ابوطالب کا گھرانہ برکات کا گہوار بن گیا	کعبے میں بت سرنگوں ہو گئے
۶۳	۵۸	سُرگیں آنکھیں اور غنبریں گیسو	حضورِ حلیمہؑ کی گود میں
۶۳	۵۸	بیہ راہب سے گفتگو	قصرِ کسریٰ کے چوہہ بینا رزیں بوس ہو گئے
۶۶	۶۰	نسطور راہب کی تمنائے ایمان	ولادت کی خبر سن کر یہودی بوکھلا اٹھے
۶۶	۶۱	حضورِ مفر شام میں	علیہ سعیدہؑ کی قسمت جاگ اٹھی
۶۷	۶۲	جبریلؑ سا زبانِ رسول کی حیثیت سے	علیہ کا گھر برکات کا گہوار بن گیا
۶۷	۶۲	قصی بن ساعدہ ایادی کا قصہ	جبریلؑ گہوارہ خنبانی کی خدمت پر
۶۷	۶۲	زید بن عمرو کا قصہ	حضورؐ کی اولین سواری
۸۱	۶۳	عبدالکلال بن یغوث الحمیری کا قصہ	بنو سعد کی چراگاہیں سرسبز ہو گئیں
۸۵	۶۳	● رکنِ سوّم - بعثت سے ہجرت تک	ولادت کا سالِ اولین
۸۷	۶۳	قصہ ورقہ بن نوفل	رضاعت کے ایام
۸۷	۶۳	اکثم بن سینفی کا قصہ	شیخِ نذیلِ حنیج پڑا
۸۷	۶۳	ایتہ بن ابی انصلت کا قصہ	حبشہ کے عیسائیوں کی خواہش
۸۹	۶۳	قصہ عشکلان بن ابی العوام	بادل سر پر سایہ کرتے ہیں
۹۱	۶۵	سمج حسنی کا قصہ	شقی صدر کا واقعہ
۹۲	۶۶	اسقف اسکندریہ کا قصہ	کاہن چلا اٹھا
۹۳	۶۶	حضرت سیدنا عمرؓ بن خطاب دامنِ اسلام میں	اسمِ محمدؐ سے پہلے سرنگوں ہو گیا
۹۵	۶۸	شام کے قافلہ میں حضورؐ کی بعثت کے چرچے	چاند گوار سے ہیں کھلونا بن گیا
۹۶	۶۹	کانات ارضی سے ظلمات دور ہو گئیں	حضورِ حضرت آمنہؑ کے ساتھ مدینہ منورہ میں
۹۶	۷۰	ابو جہل لرزہ براندام ہو گیا	شاہِ حبشہ کی زبان پر ذکرِ رسولؐ

۱۱۲	۹۷	دامنِ رحمت میں سیاہ کار	ابو جہل کی مجبوریاں
۱۱۳	۹۸	● رکن چہارم	قصہ زُئیرہ
۱۱۳	۹۸	ہجرت کی پہلی رات	قصہ عقبہ بن ابی لہب
۱۱۳	۹۹	یارِ غار کی جاں نثاری	مسلمان نجاشی کے دربار میں
۱۱۵	۱۰۱	سرکارِ دو جہاں مہمانِ غارِ ثور بنے	حبشہ کے عیسائی علماء دربارِ رسالت میں
۱۱۵		سُراقہ نگاہِ رحمت میں	شبِ معراج کو بیت المقدس
۱۱۶	۱۰۲	اُمِّ معبد کی بکری دودھ دینے لگی	{ کے سفر پر شہادتیں
۱۱۶	۱۰۳	حضورؐ کے ہاتھ کی برکتیں	ابو جہل اونٹ کے منہ میں
۱۱۶	۱۰۳	خشک درخت سرسبز ہو گئے	ابو جہل آگ کے دہانے پر
۱۱۸	۱۰۴	مکہ سے مدینہ منورہ تک	حکمِ عتابِ الہی میں
۱۱۸	۱۰۴	بریدہ علم بردارِ مصطفیٰؐ	اصحابِ کعبہ، ذوالقرنین اور رُوح
۱۱۹	۱۰۴	سلمانِ فارسی صحبتِ حضورؐ میں	معاذین حضورؐ عذاب کے نرسے میں
۱۲۰	۱۰۵	سرکارِ دو عالم نے سلمانِ فارسی کی آزادی	حضورؐ کی نگاہِ غضب
۱۲۰	۱۰۶	کے لیے تین ہزار کھجوریں لگائیں	اہلِ مکہ کے نظام
۱۲۰	۱۰۶	سلمانِ فارسی پر نگاہِ شفقت	بنی ہاشم و رہ ابی شعب میں
۱۲۱	۱۰۷	حضورؐ مدینہ منورہ میں قدم رنجہ فرماتے ہیں	چاند دو ٹکڑے ہو گیا
۱۲۲	۱۰۸	مدینہ کے یہودی آتشِ حسد میں جل اُٹھے	حضرت عروہ کے لیے دُعا نے ایمان
۱۲۲	۱۰۸	ابو عامر حسد کا شکار ہو گیا	جنات کا اسلام قبول کرنا
۱۲۳	۱۰۹	بنی قریظہ کے یہودیوں کا اعترافِ حق	فرشتے در بانی کرتے ہیں
۱۲۳	۱۱۰	بیمار اونٹ شفا یاب ہو گیا	جنات کے حالات سے آگاہی
۱۲۴	۱۱۰	میدانِ بدر متنازع مشرکین کا مقتل بن گیا	جناتِ بعثت اور نزولِ قرآن کی گواہی تھیں
۱۲۴	۱۱۱	تعمہ میں مشرکین کی شکست کی خبریں	بیعتِ رضوان کا ایک واقعہ
۱۲۵	۱۱۲	عقبہ کا حشر	بیتِ گواہی دینے لگے

۱۳۶	۱۲۵	۱۲۵	۱۲۵
۱۳۶	۱۲۵	۱۲۶	۱۲۶
۱۳۶	۱۲۶	۱۲۶	۱۲۶
۱۳۸	۱۲۶	۱۲۶	۱۲۶
۱۳۸	۱۲۶	۱۲۶	۱۲۶
۱۳۹	۱۲۶	۱۲۶	۱۲۶
۱۳۹	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸
۱۳۹	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸
۱۴۰	۱۲۸	۱۲۸	۱۲۸
۱۴۰	۱۲۹	۱۲۹	۱۲۹
۱۴۱	۱۲۹	۱۳۰	۱۳۰
۱۴۱	۱۳۱	۱۳۱	۱۳۱
۱۴۲	۱۳۱	۱۳۱	۱۳۱
۱۴۲	۱۳۲	۱۳۲	۱۳۲
۱۴۲	۱۳۳	۱۳۳	۱۳۳
۱۴۲	۱۳۴	۱۳۴	۱۳۴
۱۴۵	۱۳۵	۱۳۵	۱۳۵
۱۴۵	۱۳۵	۱۳۵	۱۳۵
۱۴۶	۱۳۶	۱۳۶	۱۳۶

۱۶۲	حضرت کعبے کے بت توڑتے ہیں	۱۴۷	رحمت عالمہ مقام مدینہ میں
۱۶۳	بیت اللہ کی چھت پر پہلی اذان	۱۴۷	حضرت علیؓ کی نگاہ میں احترام مصطفیٰؐ
۱۶۵	فاتح حنین میدان کارزار میں	۱۴۸	سرکارِ دو عالم کے بال مریضوں کے لیے باعثِ شفا بن گئے
۱۶۵	فتح مکہ کے دن حضرت عیسیٰ کا ہدیہ نبریک	۱۴۸	سفر مدینہ میں زادراہ میں برکت
۱۶۵	جنگ حنین میں نصرتِ الہی	۱۴۹	شاہانِ وقت کے نام دربار رسالت پیغام
۱۶۶	غزوہ حنین میں حضورؐ کی ثابت قدمی	۱۴۹	سفر رسالت دربارِ برقل میں
۱۶۶	حنین میں کفار منہ کے بل گر پڑے	۱۵۱	شاہِ برقل کا خواب اور اس کی تعبیر
۱۶۶	میدانِ کارزار میں حضورؐ کا دستِ شفا	۱۵۱	دربارِ برقل میں اسلام کی ضیاءِ اشیاں
۱۶۷	گستاخانِ رسولؐ کی عقل ماؤت ہو گئی	۱۵۲	بیتِ اقدس کے بھرتی نے معراج کو
۱۶۷	سفر تبوک میں پانی کے چند پیالے چند بن گئے	۱۵۲	امامتِ رسولؐ کی شہادت دی
۱۶۸	محمدؐ ہے متاعِ عالم ایجاد سے پیارا	۱۵۲	برقلِ اسلام کی طرف
۱۶۹	کھجوروں میں برکت	۱۵۳	حارثِ وانی دمشق کے پاس پیغام رسالت
۱۶۹	وادئِ قرنی کا طوفان	۱۵۳	وان عثمان نے پیغام پر لبیک کہا
۱۶۹	ابوزر غفاریؓ کے لیے حضورؐ کی دعا	۱۵۹	مقامِ خیمہ پر پیوریہ کی زبرخو رانی
۱۷۰	حضورؐ کو ہر چیز کا علم ہوتا ہے	۱۵۹	خیمہ میں ایک ناشق کی شہادت
۱۷۰	منافقین کے جنگِ تبوک میں تاثرات	۱۶۰	سورن اپنے پاؤں آیا
۱۷۱	مقامِ تبوک میں پتھے اُبل پڑے	۱۶۰	سحر کو کے قتل کی سزا
۱۷۱	وادئِ تبوک شاداب ہو گئی	۱۶۱	مسجد کے ستون کی آہ و نغاں
۱۷۱	وادئِ تبوک کے جنات لشکرِ اسلام کی سلامی میں	۱۶۱	جنگِ موند میں خالد بن ولیدؓ سیفِ اللہ بن گئے
۱۷۲	مسلمان اور کافر کی خوراک	۱۶۲	کتنا معاہدہ مدینہ کی خلافتِ درزی پر
۱۷۳	مٹھی بھر کھجوروں میں برکت	۱۶۲	ایک بدری کی نعلی
۱۷۳	اسلامی لشکرِ برقل کے مشاہدے میں	۱۶۳	جا۔ الحق و زبحق اباطل
۱۷۳	خالد بن ولیدؓ و موند الجندل کے معرکہ پر		

۱۸۶	۱۷۲	حضور کو اپنی وفات کا علم تھا	سنگریزوں سے کنویں میں پانی کی کثرت ہو گئی
۱۸۶	۱۷۵	سیدہ فاطمہ الزہراء کو بشارت	سات کھجوریں لشکر کی غذا
۱۸۷	۱۷۶	ملک الموت اجازت طلب کرتا ہے	منافقین کے جنازے سے اجتناب
۱۸۷	۱۷۷	جسم اطہر کی خوشبو	فارس و روم کے خزانوں کی بشارت
۱۸۸	۱۷۷	حضور کو غسل دیا جا رہا ہے	حضور کی دعا سے بارانِ رحمت
۱۸۸	۱۷۸	حضرت علیؑ غسل دیتے ہیں	حضور کے ہاتھ سے چہرے پر نور آ گیا
۱۸۸	۱۷۸	جسد پاک اطہر و مطہر تھا	شراب سے ممانعت
۱۸۸	۱۷۸	حضرت علیؑ کے علم و فضل کا طبع	نجاتی کی وفات
۱۸۸	۱۷۹	غسل میں فرشتے شریک کا رتھے	ارہ کی عاقبت
۱۸۹	۱۷۹	تدفین کے وقت جہان تاریکی میں ڈوب گیا	کعب الاحبار دامنِ اسلام میں
۱۸۹	۱۸۰	اہل بیت کو تسلی دی گئی	مین کا فاسل ترین دامنِ اسلام میں
۱۸۹	۱۸۰	محبوبِ خدا کے بغیر عالم بے نور ہو گیا	جربر کو حضور کی رفا
۱۸۹	۱۸۱	قبر سے بخشش کی ضمانت دی گئی	اسلام خوشحالی و امن کا ضامن بن گیا
۱۹۱	۱۸۲	حضور اکرمؐ کی محبت سے چرپائے بھی محروم نہ تھے	کسریٰ کے خزانے مسلمانوں پر کھل گئے
۱۹۱	۱۸۲	کمالات نبوت پر مزید شواہد و دلائل	فخط ساقِ دعا نے حضور سے دور ہو گئی
۱۹۱	۱۸۲	ہرنی کی فربار درسی	فیروز کا میاب ہو گیا
۱۹۱	۱۸۲	تیر اندازی کی مشق	کنڈہ کا وفد بارگاہِ رسالت میں
۱۹۲	۱۸۳	بھڑیئے کی گواہی	سعد بن ابی وقاص کے لیے حضور کی دعا
۱۹۲	۱۸۳	بھڑیئے پاسبانی کرنے لگے	ایک بچے پر نظرِ رحمت
۱۹۳	۱۸۳	بلا اجازت کھانے کی ممانعت	درخت اپنی جگہ سے چل کر خدمت میں آ گئے
۱۹۳	۱۸۵	اہل بیت کے لیے آتشِ دوزخ	دنیا و عقبیٰ کے خزانے قدموں میں
۱۹۳	۱۸۵	سے بریت کی دعا	مرض الموت حضور کے قدموں میں
۱۹۳	۱۸۵	حضرت زہراءؑ کا لباس	اللہم رفیق الاعلیٰ

۲۱۰	۱۹۴	غیر اللہ کو سجدہ درست نہیں	پانی کی خاصیت بدل گئی
۲۱۱	۱۹۴	پانی میٹھا ہو گیا	بارش میں کپڑے تر نہ ہوئے
۲۱۲	۱۹۴	حنوزک کی خوشبو	ایک یہودی دامن اسلام میں
۲۱۲	۱۹۵	ہاتھ کا درد جاتا رہا	سوکے درخت پھل دینے لگے
۲۱۳	۱۹۶	زانی کا نفسیاتی علاج	راشد کا واقعہ
۲۱۳	۱۹۷	ایک عجیب واقعہ	غسان عامری ایمان لائے
۲۱۳	۱۹۸	دست نبوت کی عظمت	عباس بن مرداس کا بت
۲۱۳	۱۹۸	امت کا پہلا فتنہ گر	حرم بارگاہ رسالت میں
۲۱۵	۲۰۰	انکسار و اخلاص کی قبولیت	دست شہادت
۲۱۵	۲۰۰	شیطان چور کی شکل میں	سواد بن قارب ایمان لاتے ہیں
۲۱۶	۲۰۲	یتیم کا طریقہ	شجر و حجر کی شہادت
۲۱۶	۲۰۲	جدیر کا صبر	حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ کا ایمان
۲۱۸	۲۰۳	ایشیا کی ایک عمدہ مثال	حضورؐ کی دُعا
۲۱۸	۲۰۴	بنی کعب کی غائبانہ دستگیری	کھل گئے گیسو تیرے رحمت کا بادل گھر گیا
۲۱۸	۲۰۵	قضا نماز ادا کرنے کا حکم	تعلب کی دنیا داری
۲۱۹	۲۰۶	منافق کی موت	حنوزک کے ہاتھ سے چہرہ چمک اٹھا
۲۱۹	۲۰۷	شیطان بصورت خار پشت	دعا سے تالیف القلوب
۲۲۰	۲۰۷	خالد بن ولید کا قتل	اعرابی پر شفقت
۲۲۱	۲۰۸	شیطان کنویں پر	درخت خدمت اقدس میں
۲۲۲	۲۰۹	عاشق رسولؐ کی موت	درخت پر وہ کرتے ہیں
۲۲۳	۲۰۸	وانائے کل	اونٹ سجدہ میں
۲۳۴	۲۰۹	● رکن پنجم	ایک فریادی اونٹ کا واقعہ
۲۳۴	۲۱۰	جسم اطہر سے خوشبو آمیز پسینہ	درخت سلام کرتے ہیں

۲۵۲	محمد بن حنفیہ کی پیدائش	۲۲۵	حضرت انس کا رومال
۲۵۲	رجال کی موت کا واقعہ	۲۲۶	ابو رکابہ چت گر گیا
۲۵۵	تیر و پیکان کی آزمائش	۲۲۶	پیدل چلنے میں آپ کی نیزہ رفقاری
۲۵۶	● رکن ششم	۲۲۶	حضور کے لعاب دہن سے کھار پانی بیٹھا ہو گیا
۲۵۶	خرقِ عادت کیا ہے؟	۲۲۷	کنویں سے خوشبو آنے لگی
۲۵۷	امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق ؓ	۲۲۷	نگاہِ رسولؐ کی وسعت
۲۵۸	حضرت ابوبکر صدیق ؓ ایمان لاتے ہیں	۲۲۷	کمالِ فصاحت
۲۵۸	درختِ شہادتِ رسالت دیتے ہیں	۲۲۸	حضور اکرمؐ کے دستِ اقدس کی خیر و برکت
۲۶۱	سرکارِ دو عالم خواب میں تشریف لاتے ہیں	۲۲۸	خون کے پیاسوں کو دُعا میں
۲۶۳	حضرت صدیق ؓ پہلوئے رسولؐ میں	۲۲۹	مہِ نبوت
۲۶۳	مرقدِ رسولؐ سے آواز	۲۲۹	اُمّی و دُقیقہ دان عالم
۲۶۳	حضرت صدیق ؓ کا دستِ خوان	۲۲۹	قرآنِ کریم حضور اکرمؐ کا معجزہ ہے
۲۶۳	حضرت عمر ابن خطابؓ	۲۲۱	قرآنی معجزات
۲۶۵	ساریہ کے لشکر کی رہنمائی	۲۲۲	ابنِ مثنیٰ کا کلامِ الہی کے سامنے اعترافِ عجز
۲۶۶	دیپائے نیل کے نامِ خط	۲۲۲	حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی بشارت
۲۶۶	شہادتِ حضرت عمرؓ	۲۲۶	شہادتِ عثمانؓ کی پیشگوئی
۲۶۸	گراماتِ شیخینؓ	۲۲۶	شہادتِ علیؓ کی پیشگوئی
۲۶۸	گستاخانِ شیخین کی سزائیں	۲۲۸	حضرت طلحہؓ کی شہادت
۲۶۴	حضرت سیدنا عثمانؓ ذوالنورینؓ	۲۲۸	حضرت صدیقہؓ کا مستقبل
۲۶۵	حضرت عثمانؓ کی نگاہِ بصیرت	۲۲۹	حضرت زبیرؓ کی شہادت
۲۶۵	حضرت عثمانؓ کو شہادت کی بشارت	۲۲۹	حضرت عمار بن یاسرؓ کی شہادت
۲۶۵	حضرت عثمانؓ کی دل آزاری	۲۵۱	خوارج کی نشان دہی
۲۶۸	حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ	۲۵۲	ایک نارجی کا نقل

۳۰۰	حضرت حسن اور حضرت امیر معاویہ کے تعلقاً	۲۷۸	خطاب ابوتراب
۳۰۲	کرامات حضرت حسن رضی	۲۷۹	حضرت علی رضی کی علمی بصیرت
۳۰۳	حضرت حسن رضی پر زہر کا اثر	۲۸۰	حضرت علی رضی کی کرامات
۳۰۳	امیر المومنین حضرت حسین رضی اللہ عنہ	۲۸۱	ایک حیرت انگیز واقعہ
۳۰۴	حضرت حسین رضی کشتی کرتے ہیں	۲۸۲	دریاے فرات میں پانی آگیا
۳۰۴	ام المہاجر کا خواب	۲۸۳	جنگ جمل کا ایک واقعہ
۳۰۴	حسین رضی نگاہ رسول میں	۲۸۵	حضرت قنبرہ کی شہادت
۳۰۵	حضرت اقم سلمہ اور خاکِ کربلا	۲۸۶	مقامِ کربلا کی نشان دہی
۳۰۵	شہادتِ حسین رضی کی خبر	۲۸۶	جنگ صفین میں چشمہ آب
۳۰۶	قاتلانِ حسین کا حشر	۲۸۹	حضرت علی رضی وادی جنات میں
۳۰۷	شہادتِ حسین رضی پر اظہارِ غم	۲۹۱	سورج پھراٹنے
۳۰۸	حسین رضی نوکِ سناں پر	۲۹۲	بارگاہِ علی رضی میں ٹھوٹے کی سزا
۳۰۹	آسمانِ راحی بود گرزوں بار و برز میں	۲۹۳	من کنت مولاً فعسى مولاً
۳۰۹	حضرت علی بن حسین رضی	۲۹۴	نعتِ امیر معاویہ اور حضرت علی رضی
۳۰۹	امام زین العابدین بنو امیہ کی قید میں	۲۹۵	حضرت علی رضی کی پیشگوئی
۳۱۱	امام زین العابدین حالتِ وصال میں	۲۹۵	شہادتِ علی رضی اور عبدالرحمن ابن لخم
۳۱۱	امام زین العابدین حالتِ نماز میں	۲۹۷	حضرت علی رضی کا مدفن
۳۱۱	حضرت خضر رضی سے گفتگو	۲۹۷	ہارون الرشید مرقدِ علی رضی پر
۳۱۲	حیواناتِ شہادت دیتے ہیں	۲۹۷	نارجیوں کا بابائے آدم
۳۱۳	حجر الاسود فیصلہ کرتا ہے	۲۹۸	شامِ علی رضی کا حشر
۳۱۵	عبدالملک اور امام زین العابدین	۲۹۹	شامانِ علی رضی کی سزا
۳۱۵	مختار ثقفی کی انتقامی کارروائیاں	۳۰۰	امیر المومنین حضرت حسن رضی اللہ عنہ
۳۱۷	حضرت محمد بن علی بن حسین رضی	۳۰۰	شہیدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۷۹	حضرت عبداللہ بن عمر ابن الخطابؓ	۳۱۸	کرامات حضرت امام باقرؑ
۳۸۰	حضرت عبداللہ ابن عباسؓ	۳۲۶	حضرت امام جعفر بن محمد بن علیؑ
۳۸۱	حضرت عمران بن حصینؓ	۳۲۸	حضرت امام جعفر صادقؑ کی کرامات
۳۸۱	حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمیؓ	۳۳۶	حضرت موسیٰ بن جعفر صادقؑ
۳۸۱	حضرت سلمان فارسیؓ	۳۴۲	حضرت علی بن موسیٰ بن جعفرؑ
۳۸۲	طفیل عمرو الدوسیؓ	۳۴۶	قصیدہ و عہد
۳۸۳	حضرت سعیدؓ	۳۵۲	حضرت محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفرؑ
۳۸۵	حضرت حسان بن ثابتؓ	۳۵۶	کلمات قدسیہ
۳۸۶	حضرت عمرو بن مرتض الجہنیؓ	۳۵۶	آپؐ کی کرامات
۳۸۶	حضرت ابو قریظہؓ	۳۵۸	حضرت سیدنا علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفرؑ
۳۸۷	حضرت انس بن مالک انصاریؓ	۳۵۹	حضرت علی ہادی کے مناقب
۳۸۷	حضرت ثابت بن قیسؓ	۳۶۰	آپؐ کی کرامات
۳۸۸	حضرت تیم الدارمیؓ	۳۶۳	حضرت سیدنا حسین بن علی بن محمد بن علی ابن ابی طالبؑ
۳۸۸	حضرت زید بن خارجهؓ	۳۶۳	آپؐ کی کرامات
۳۸۹	ایک انصاری عورت کا حال	۳۶۶	حضرت سیدنا محمد بن حسین بن علی بن محمد بن علی ابن ابی طالبؑ
۳۸۹	حضرت زایدہ خادمہ سیدنا فاروق اعظمؑ	۳۶۷	آپؐ کی کرامات
۳۹۱	● رکن ہفتم - تابعین، تبع تابعین اور صوفیہ کرامؓ	۳۷۰	حکایت
۳۹۱	حضرت ربیع بن خثعمؓ	۳۷۲	حضرت سیدنا سعید بن زید بن عمر بن نفیلؓ
۳۹۲	ابو مسلم الخولانیؓ	۳۷۵	حضرت عبادہ بن بشرؓ و اسید بن حضیرؓ
۳۹۳	عامر بن عبد قیسؓ	۳۷۵	حضرت عمار بن یاسرؓ
۳۹۵	زادان کندیؓ	۳۷۶	حضرت العلاء بن الحضرمیؓ
۳۹۵	زرارہ بن اوفیؓ	۳۷۷	حضرت سیدنا ابوالامد باہلیؓ
۳۹۵	سعید بن مسیبؓ	۳۷۸	حضرت خالد بن ولیدؓ

۴۰۰	طاؤس بن کیانؓ	۴۹۶	سعید بن جبیرؓ
۴۰۶	سید عبد اللہ مطرؓ	۴۹۸	حضرت اویس قرنیؓ
۴۰۷	کرز بن وبرةؓ	۴۹۹	میمون شیبؓ
۴۰۸	حبیب بن عیسیٰ الحمیؓ	۴۰۱	ہرم ابن جیانؓ
۴۰۸	حضرت سفیان سعید ثوریؓ	۴۰۱	حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ
۴۰۹	حضرت شیبان راعیؓ	۴۰۳	عمر بن عقبہؓ
۴۱۰	حضرت عبد اللہ بن مبارکؓ	۴۰۳	مطرف بن عبد اللہ بن شجرؓ
۴۱۱	حضرت ابو معویۃ الاسودؓ	۴۰۴	محمد بن المنکدرؓ
۴۱۳	● خاتمہ	۴۰۴	عبد اللہ بن ابی جعفرؓ
۴۱۳	دشمنان اسلام کو سزا میں	۴۰۴	ایوب السخنیانؓ
۴۱۴	ظلم کی سزا	۴۰۵	حضرت سالم نہانیؓ
۴۱۶	اہل اعتزال کو سزا میں	۴۰۵	حضرت ابو حلیمہ حبیب بن سالم الراعیؓ
	‡ ‡ ‡	۴۰۶	حسن بصریؓ



پیش لفظ

شواہد النبوت فارسی زبان کے ملک الشعراء اور صاحب طرز ادیب مولانا عبدالرحمن جامی کی شہرہ آفاق تصنیف ہے جس میں انھوں نے بڑے عالمانہ اور فاضلانہ انداز میں سرور کائنات فخر موجودات سرکارِ دو عالم محمد مصطفیٰ علی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور خلفائے راشدین کی پاک و پاکیزہ سیرتوں کے بارے دلی جذباتِ محبت و عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ کتاب مذا زبان و بیان کی چاشنی اور ٹھوس حقائق کی بناء پر ادب عالیہ کا حسین ترین نشری مرقع ہے۔ اس کا تعلق فارسی اور عربی زبانوں سے مزین ہے۔ فارسی زبان کا انداز بڑا دلنریب اور عام فہم ہے جبکہ عربی زبان میں منفرد اسلوب ہوتے ہوئے بھی قدم قدم پر مغلق اور چمپیدہ عبارتیں رکاوٹیں پیدا کرتی نظر آتی ہیں۔

بشیر حسین نانائلم مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے اس بلند پایہ کتاب کا اردو زبان میں پہلی مرتبہ بڑی کاوش اور عرق ریزی سے نہایت دلکش پیرائے میں ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے کیونکہ اس میں دوچار ہی نہیں ان گنت ایسے مقام آتے ہیں جہاں مترجم کے حوصلے پست ہو کر ہمت جواب دے جاتی ہے لیکن اگر مترجم کو ان زبانوں میں دسترن کے ساتھ ساتھ اپنی ذات پر بھی اعتماد ہو تو وہ آسانی سے کتنے راہوں سے گزر کر ساحلِ مراد تک جا پہنچتا ہے۔

جناب بشیر حسین ناظم کی اولین کامیاب کوشش کے پس منظر میں بھی ان کی ذہانت و فطانت کے علاوہ وسیع تنابلی مطالعہ بھی کارفرما ہے۔ اگرچہ انہیں انگریزی، اُردو اور پنجابی زبانوں پر بھی خاص عبور حاصل ہے لیکن بالخصوص عربی اور فارسی زبانوں کی اپنے دور کے جید علماء و فضلاء سے سبقاً سبقاً پڑھنے کی وجہ سے انہوں نے بڑی مہارت اور چابک دستی سے کسی کہنہ مشق مترجم کی طرح اس کتاب کا ترجمہ بڑے سلیس، رواں اور حسین انداز میں کرتے ہوئے اصل زبانوں کی روح کو بھی فنا ہونے سے بچایا ہے۔

یہ کہنا تو شاید غلو کے زمرے میں آجائے کہ ترجمہ شدہ کتاب اصل کے مطابق یا اس سے بڑھ کر ہے، کیونکہ ایک زبان کا مزاج دوسری زبان کے مزاج سے بالکل جداگانہ ہوتا ہے اس لحاظ سے ایک زبان کا اسلوب، جملوں کی بناوٹ اور الفاظ کی نشست و برخاست کو دوسری زبان میں من و عن منتقل کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ البتہ یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ اگر کوئی شخص مولانا جامی کی اصل کتاب سے واقف نہ ہو اور جناب ناظم کی زیر نظر کتاب کو پڑھ لے تو وہ اس کتاب کو ترجمہ شدہ نہیں بلکہ طبع زاد سمجھنے پر مجبور ہوگا۔ موجودہ کتاب کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ فاضل مترجم نے مہارتِ تامر سے کام لیتے ہوئے رواروی میں فارسی اور اردو زبان میں کافی حد تک مماثلت ہونے کی وجہ سے فارسی عبارات کے ان الفاظ کو جو اردو زبان کا "اٹوٹ انگ" بن چکے ہیں حتی الامکان جوں جوں ہی رہنے دیا ہے البتہ عربی حصوں کا ترجمہ کرتے ہوئے کافی جاں سوزی اور جانفشانی سے کام لے کر بڑے سلیقے اور قرینے سے کامیابی حاصل کی ہے۔ اس کے باوجود اس ترجمے کو صرف آخر نہیں کہا جاسکتا۔ یوں بھی "ترجمے میں یہ کبھی نہیں دیکھا جاتا کہ کیا کچھ رہ گیا ہے بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ کیا کچھ آگیا ہے"۔

جناب ناظم اردو و پنجابی کے نامور شاعر اور ادیب کی حیثیت سے علمی و ادبی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں البتہ مترجم کی حیثیت سے یہ ان کی پہلی کامیاب کوشش ہے۔ توقع ہی نہیں بلکہ یقین کامل ہے کہ وہ اس میدان میں بھی اپنی خدا داد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر قارئین کو فارسی اور عربی زبانوں کے دیگر شہ پاروں سے بھی وقتاً فوقتاً روشناس کر دینگے جن کا تاہنوز اردو زبان میں ترجمہ نہیں ہو سکا کیونکہ یہ دینی ہی نہیں ایک لحاظ سے قوی فریضہ بھی ہے۔

کیونکہ اعلیٰ و ارفع کتب کے جاندار اور بہترین ترجمے علم و ادب، زبان اور تہذیب و تمدن کی بھی بہتر خدمت سرانجام دیتے رہتے ہیں۔

میں ناظم صاحب کو اس اعلیٰ پایہ کی قابلِ قدر کوشش پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

ارشاد میر

۱۸ ستمبر ۱۹۷۲ء

(ایڈووکیٹ ہائیکورٹ)

عطا منزل۔ گلی چوہدری نرم الہی میر۔ گوجرانوالہ

جامی

حالات و نگارشات کے آئینے میں
کشتہ اندازِ ملا جلا میم نظم و نثر اور علاجِ حنا میم
شعرب ریز معانی گفتمہ است درشنائے خواجہ گوہر سقتمہ است

”نسخہ کونین را ویساجہ اوست
جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست“ (اقبال)

اہل محبت نے بارگاہ رسالت میں ہر یہ عقیدت و محبت پیش کرنے کے لیے کئی انداز اختیار کیے۔ کسی نے نعت کے گلدستے پیش کیے، کسی نے منقبت کے موتی لٹائے، کوئی تعریف و توصیف کے پھول نچھاور کر تا گیا، کوئی ورود و سلام کی بارشیں برساتا رہا۔ نعت و منقبت کے ہزاروں انداز اور ہر اسلوب پر لاکھوں زبانیں، کروڑوں قلمیں ان اوصافِ جمیلہ کو بیان کرنے میں وقف رہیں۔ مگر یہ

دفتر تمام گشت و بیاباں رسید عمر

ما بچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

نعت کی بے انداز صورتوں میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے واقعات بیان کرنا بھی اہل محبت کی روحانی غذا رہی ہے وہ ان واقعات کو وظیفہ جان بنا کر سناتے گئے وہ ذکر حبیب کے رنگ میں اپنے اندازِ بیان کو زندگی جاوید بخشتے گئے۔

ما ان مدحت محمد ابقالتی لاکن مدحت مقاتلی بمحمد

حیاتِ طیبہ کے واقعات محض سوانحی خاکہ نہیں ہوتے اور نہ آپ کی زندگی کے شب و روز کی تصویر کشی ہوتی ہے حقیقت میں حیاتِ طیبہ قرآن پاک کی عملی تفسیر اور خدا کے کلام کی وہ تصویر ہے جسے خالق کائنات نے اپنے محبوب کی شکل میں کھینچا ہے۔ یہ واقعات انسانی ہدایت کا سرچشمہ ہیں اور روحانی زندگی کی جان ہیں۔ ان ایمان افروز واقعات کو جب کسی عاشقِ رسول کی زبان بیان کرتی ہے تو اس کا اثر

قلب و جگر کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے اور دل ایمان کی ضیاءوں سے معمور ہو جاتا ہے۔ شواہد النبوت ایسے ہی واقعات کا ایک حسین مرقع ہے جسے ایک عاشقِ رسول نے زیرِ نظر کتاب شواہد النبوت کو اپنے آقا و مولا کی بارگاہِ بکس پناہ میں ہدیہ عقیدت بنا کر پیش کیا ہے وہ دنیا سے اسلام کا نامور فرزند اور نویں صدی ہجری کے فارسی ادب کا امام تھا حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت بوقتِ عشاء، ۱۲ شعبان المعظم، ۸۰۷ھ محلہ خر جرد و قصبہ جام علاؤخراسان (ایران) میں ہوئی۔ لقب عماد الدین المعروف بہ نور الدین اسم گرامی عبدالرحمن المتخلص بہ جامی تھا۔

مولد جام و رشحہ فسلم جرد جام شیخ الاسلامی ست
لا جرم در جسدیدہ اشعار بدو معنی تخلص جامی است

والد مکرم مولانا احمد بن محمد التستی والدہ حضرت امام محمد شیبانیؒ کی نواسی تھیں۔ حیاتِ فانی نے ۱۰ سال (لفظ کاس) تک وفا کی اور یوں زندگی کا دورِ جام ۸۰۸ھ محرم الحرام ۸۰۹ھ کو رک گیا۔ موت کے دروازے پر پہنچے تو یہ اشعار زبان پر تھے:

درینا کہ بے مابے روزگار بروید گل و بشفکد نو بہار
بے تیر و دیماہ واردی بہشت بیاید کہ مانجاک باقیم و خشت
مزار پر انوار خیابان بہرات میں (شہر بہرات سے تین میل کے فاصلہ پر ہے) واقع ہے۔
جامی کہ بود نامل جنت مقیم گشت فی روضۃ مخلدۃ ارضنا السماء
کلک قضا نوشت رواں بر در بہشت تارینچہ و من دخلہ کان آمنا



حضرت جامی تحصیلِ علوم کے لیے اپنے والد مکرم کے ساتھ بہرات کے مدرسہ نظامیہ میں داخلہ کے لیے گھر سے نکلے۔ اس عظیم الشان دارالعلوم میں آپ نے وقت کے بااثر ناز اساتذہ کے سامنے

لحکمہ نفحات الانس مرتبہ مولانا رضی الدین عبدالغفور۔ شاگرد رشید حضرت جامیؒ۔ حضرت جامی کے دیوان کا یہ شعر آپ کے سن ولادت کی تصدیق کرتا ہے:

بسال بہشت صد و ہفدہ ز ہجرت نبویؐ کہ زد ز تہ بہ شرب سراوقات جلال
ز آوج قند پرواز گاہ عز و قدم بدیں حنیض ہواں مست کردہ ام پر وبال

زانو نے ادب تہ کیا۔ مولانا جنید اصولی، مولانا خواجہ علی سمرقندی، مولانا شہاب الدین محمد جارجوی سے علوم متداولہ حاصل کیے۔ ہرات سے سمرقند میں قاضی زادہ روم کے درس میں آئے اور اپنی ذہانت اور طبع رسا سے اتنا دکو بڑا متاثر کیا۔ علوم و فنون سے دامن مراد بھرا۔ ان دنوں ہرات اور سمرقند نیا نئے اسلام میں اسلامی علوم کے زبردست مرکز تھے۔ جامی نے ان دونوں مراکز سے نہ صرف علوم و فنون حاصل کیے بلکہ وقت کے ممتاز علما سے اپنی ذہانت اور محنت پر قابل قدر تحسین حاصل کی۔ قاضی روم فرمایا کرتے تھے کہ جب سے شہر سمرقند آباد ہوا ہے مولانا عبد الرحمن جامی جیسا ذہین اور طباع فاضل زمانے کی آنکھ نے نہیں دیکھا۔ آپ نے اسلامی علوم کے تمام شعبوں پر عبور حاصل کر کے فارسی ادب اور شاعری میں کمال حاصل کیا۔ تحصیل علم کے بعد آپ کی قابلیت کی شہرت نے چاروں گز عالم سے خراج تحسین وصول کیا اور سافظ شیراز کے بعد دنیا نے ایران نے آپ جیسا قادر الکلام فارسی شاعر پیدا نہیں کیا۔



حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ (۱۰۷۰ - ۸۹۸ھ) نویں صدی ہجری تاریخ افکار و سیاسیات اسلامی میں کوئی پر شکوہ یا با عظمت دور نہیں مانا جاتا۔ ان دنوں سرزمین ایران دو حصوں میں تقسیم تھی۔ مشرقی ایران تیموری سلاطین کے زیر نگین تھا اور ان سلاطین کا پایہ تخت ہرات اور سمرقند رہا۔ اس خاندان کے حکمران شاہ رخ (۸۱۷ - ۸۵۰ھ)، میرزا ابوالقاسم بابر (۸۵۶ - ۸۹۱ھ) میرزا ابوالسعید گورگانی (۸۶۱ھ - ۹۰۳ھ) اور سلطان حسین بایقرا (۹۰۵ - ۹۹۹ھ) یکے بعد دیگرے علی انظامات پر چھانے رہے۔ حضرت جامی ان تمام حکمرانوں کی نگاہ میں محترم و محترم رہے۔ یہ حکمران آپ کے علم و فضل اور عالی کردار کی ہمیشہ قدر کرتے تھے۔

ایران کا مغربی اور جنوبی حصہ ترکمان بادشاہوں کے زیر اثر رہا۔ ان کا پایہ تخت تبریز تھا جہاں شاہ قراقونیو (۸۲۱ - ۹۰۳ھ)، حسن بیگ (۹۰۱ - ۹۸۳ھ) اور یعقوب بیگ (۹۹۲ - ۱۰۹۶ھ) حکمرانی کرتے رہے۔ یہ حکمران کچھ عرصہ تو امن و استحکام سے حکومت کرتے مگر ایک بادشاہ کی موت پر

لے رشحات از صفی الدین علی بن حسین الواعظا کاشفی - مطبوعہ نوکشتور - ص ۱۳۳، ۱۳۵

حصولِ تخت پر مدتوں جنگ و قتال رہتا۔ حتیٰ کہ تلوار وارثِ تخت کا فیصلہ کر دیتی۔ حضرت جامیؒ کی زندگی کے آخر میں ۲۴ سال سلطان حسین بالیقراء کے دورِ حکومت میں بڑے سکون سے گزرے۔ اس علم دوست بادشاہ نے جامیؒ کی بڑی قدر کی۔ اور حضرت جامیؒ نے اپنے کمالات کا مظاہرہ جس قابلیت سے کیا اسے دنیا نے علم نے تسلیم کیا۔



سیاسی حالات کے ساتھ ساتھ نویں صدی ہجری ایرانی تہذیب و معاشرت میں مذہبی اور اعتقادی تبدیلیاں لاتی رہی۔ یہ خط مختلف نظریاتی کشمکش سے گزرا۔ اہل سنت و جماعت (اشاعرہ) مشرقی ایران پر حاوی رہے۔ اشاعرہ کے حلیل القدر راہنما، علماء اور منکلمین قاضی عضد ایچی، سعد الدین قنجازانی، سید جرجانی جیسے نامور اعتقادی اور نظریاتی تہذیب میں مصروف رہے۔ دوسری طرف شیعوں کا امامیہ فرقہ جسے خواجہ طوسی، علامہ حلبی اور شہید اول جیسے مجتہدین نے مضبوط بنیادوں پر کھڑا کر دیا تھا۔ آذربائیجان کے علاقے میں سرگرم عمل تھا۔ ان نظریات کے اثرات نے خراسان اور دوسرے علاقوں کو بھی متاثر کیا ہوا تھا۔ سلاطین قراقریلوں نے ابتدائی کار میں شیعہ اعتقادات سے بڑی طرح متاثر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تبریز، عراق میں شیعہ معاشرت نے فروغ پایا۔ مغربی ایران کا شہر مشہد، سنروار اور غورستان تو شیعوں کے مضبوط مراکز شمار ہوتے تھے۔ شیعہ سُنی نظریات کے پیروکاروں اور رہنماؤں نے ایران کی مذہبی زندگی کو شیعہ سُنی طبقات میں تقسیم کر دیا تھا حتیٰ کہ شاہ اسمعیل اول کے سیاسی غلبے کے ساتھ شیعہ حکومت کی بنیادیں مضبوط ہو گئیں اور پورا ایران شیعہ عقاید کا گوارا بن گیا۔



حضرت جامیؒ کا زمانہ ان اعتقادی نشیب و فراز سے گزرتا رہا۔ آپ کی نگارشات ایک طرف صحابہ کرامؓ کے فضائل و کمالات کو بڑی جامعیت سے پیش کرتی ہیں دوسری طرف وہ اہلیت اور ائمہ اثنا عشر کے مناقب و محامد کو بیان کرنے میں کسی سخیل سے کام نہیں لیتے تھے۔ اعتقادی طور پر حضرت جامیؒ ایک صحیح العقیدہ سُنی صوفی کی طرح جلوہ گر ہوتے ہیں مگر وہ زیارت کر بلا و مشہد ہیں ہر تن عقیدت و محبت بن کر دنیا نے علم کے سامنے آتے ہیں۔ شیعہ تذکرہ نگاروں نے آج تک

حضرت جامیؒ کے کمالات کا اعتراف صرف اس تعصب میں ڈوب کر نہ کیا کہ وہ صحابہ کرامؓ کے مدحت سرا ہیں لیکن دوسری طرف راست فکر شیعوں نے آپ کی محبت اہل بیت کی روشنی میں آپ کو شیعہ کہنے سے بھی دریغ نہ کیا اور آپ کے کلام کو دل کھول کر خراج عقیدت پیش کیا اور صحابہؓ کی مدح کو تفتیح پر محمول کرتے رہے۔



نویں صدی ہجری نے جہاں ایرانی مسلمانوں میں شیعہ سنی نظریات کو بڑی شدت سے نمایاں کیا ہے وہاں صوفیاء اسلام کے روحانی نظریات اور عقاید کو بھی عوام کے دلوں پر اتارنے میں بڑا حصہ لیا۔ اس صدی کے عقاید تصوف دینا نے اسلام کو متاثر کرتے رہے اور صوفیاء و مشائخ کی تعلیمات نے وقت کے جلیل القدر بادشاہوں کو بھی متاثر کیا۔ ظفر نامہ تیموری اور اس دور کی دوسری تاریخی کتابیں صوفیاء کے کمالات اور کمالات کے تذکرہ سے بھری پڑی دکھائی دیتی ہیں۔ تیموری فاتحین تو مشائخ کی تعلیمات سے اتنے متاثر تھے کہ کسی مہم پر نکلنے تو ان بزرگوں سے دعا یا استمداد ضروری خیال کرتے۔ اگر کسی شہر کو فتح کرتے بلکہ تہ تیغ بھی کرتے تو بقیۃ السیف میں سے اہل اللہ کی تلاش ہوتی اور مزارات اور خانقاہوں پر حاضر ہو کر تسلیم خم کرتے تیمور ہزاروں مشائخ اور مزارات کی زیارت سے بہرہ اندوز ہوا۔ بابا سنگو، شیخ زین العابدین ابو بکر (م ۹۱ھ)، تیمور کی فتوحات کے پیچھے بڑی زبردست روحانی قوتیں تسلیم کی جاتی ہیں۔ تیمور کے دوسرے گورگانی جانشین بھی بزرگان دین کی خانقاہوں کے سامنے سر عقیدت خم کرتے اور جہاں جہاں جاتے ان کی روحانی تعلیمات کو عام کرنے میں فخر محسوس کرتے۔ اس خاندان کی اس عقیدت کیشی کا ایک اثر یہ بھی ہوا کہ صوفیاء نام بھی تصوف کا چولا پہن کر اس پاکیزہ مشن کی بدنامی کا باعث بنتے گئے۔ نویں صدی ہجری میں اگرچہ صوفیاء اسلام ہدایت خلق میں مصروف کار تھے تو دوسری طرف پیشہ ور متصوفین الحاد و بے دینی کے ترجمان بن کر سامنے آئے رہے۔ حروفیہ فرقہ تصوف تو شیعہ عقاید کے وہ لوگ تھے جو مہدی ہونے کے دعویدار بنے زید یہ، اثنا عشریہ، جعفریہ جیسے کئی قسم کے فرقے صوفیاء کی صفوں میں آگئے اور تصوف کے نام پر اپنے عقاید پھیلانے میں مصروف رہے۔ تصوف کا نور بخشیہ ایک ایسا فرقہ تھا جس نے عقاید اہل سنت و جماعت کی روشنی میں مسائل روحانی

کو حل کیا اور وہ سختی سے دین پر پابند رہے۔ آگے چل کر اسی سلسلہ کے ایک فرد کامل خواجہ بہاؤ الدین نقشبند (م ۹۱ھ) نے سلسلہ نقشبندیہ کی بنیاد رکھی۔ آپ کے خلفاء بخارا اور سمرقند سے نکل کر ہرات، خراسان اور برصغیر ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں پہنچ کر عوام کی روحانی تربیت کرنے لگے۔ تیمور خاندان کے سلاطین کی وہ شاخ جو میرزا شاہ رخ اور میرزا ابوسعید سلطان حسین سے آگے بڑھی صوفیاء نقشبندیہ کی عقیدت مند تھی۔ ان بزرگان دین کی خانقاہوں پر ان شہزادوں کی جبین نیاز جھکتی اور ہمہ تن عقیدت بن کر آتے۔ ہمارے مخدوم مولانا عبدالرحمن جامیؒ اسی سلسلہ تصوف کے روحانی فیضان سے دنیا سے تصوف میں آفتاب بن کر چمکے۔



حضرت جامیؒ کی روحانی تربیت میں جن اہل اللہ نے حصہ لیا وہ اپنے دور کے ممتاز صوفیاء میں سے تھے۔ حضرت مولانا سعد الدین کاشغریؒ (م ۸۶۰ھ) وہ پہلے بزرگ ہیں جن کی نگاہ نے حضرت جامیؒ جیسے جوہر کو منتخب فرما کر روحانیت کی دنیا میں روشناس کیا۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار (م ۸۹۵ھ) کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ خواجہ عبید اللہ احرار نے حضرت جامیؒ کو بے حد متاثر کیا۔ وہ حضرت خواجہ احرار کی نگاہ میں اترتے گئے اور روحانیت کی بلندیوں پر اترتے گئے۔ ان دنوں خواجہ موصوف سلاطین تیموریہ کی روحانی تربیت کر رہے تھے۔ حضرت جامیؒ آپ کی خانقاہ میں ہی قیام پذیر ہوئے اور شاہان تیموریہ کے مخدوم و محترم بن گئے۔ وہ ممالک اسلامیہ میں جہاں بھی گئے عقیدت و احترام کی نگاہ سے دیکھے گئے اس منزل سلوک کو طے کرتے ہوئے حضرت جامیؒ کا اعتراف ملاحظہ ہو:

سکہ در شرب و بطا زوند	نوبت آخر بہ بخارا زوند
از خطراں سکہ نشد بہرہ مند	جز دل بے نقش شر نقشبند
تاج بہا بر سر دین او نہاد	تقل ہوا از در دین او کشاد
زد بجاں نوبت شہنشاہی	کو کبہ فقیر عبید اللہی
آئینہ ز حریت فقر آگاہ ہست	خواجہ احرار عبید اللہ است

یہ سلسلہ تصوف نقشبندیہ حضرت جامیؒ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تربیت کا مقصد و مرکز تھا۔ آپ کی

تصانیف اسی سلسلہ روحانیت کی ترجمانی کرتی ہیں۔ آپ کے اشعار میں اسی سلسلہ کی عظمت و حشمت نمایاں ہوتی ہے۔ اگرچہ سارے ایران کو یہ سلسلہ تصوف متاثر نہ کر سکا مگر ترکستان، ہندوستان اور افغانستان میں نقشبندیہ تعلیمات نے اپنے دور رس اثرات مرتب کیے۔ برصغیر پاک و ہند میں اکبری الحاد کو اسی سلسلہ کے ایک فرد کامل حضرت مجدد الف ثانیؒ نے میت و نابود کر دیا۔ جامی سلسلہ نقشبندیہ کے پیروکار ہونے کے باوجود شیخ اکبر حضرت، محی الدین ابن عربیؒ کے فلسفہ وحدت الوجود کے ترجمان ہیں اور نقشبندیہ کے دوسرے مشایخ کے برعکس اس فلسفہ پر پامردی سے کاربند رہے۔ آپ کی ساری شاعری میں وحدت الوجود کا رنگ نمایاں ہے۔



حضرت جامیؒ کی زندگی کا اکثر حصہ شہر بہرات میں گزرا۔ یہ شہر اس زمانہ میں غروس البلاد جہان اور کائنات ارضی کا بعد اوالعلم کہلاتا تھا۔ مشرق و مغرب کی حکومتیں اس شہر کے علم و فضل کو خراج ادا کرتیں۔ جامی کی شخصیت اس وقت کے علما اور صوفیاء دونوں کے لیے ایک انجمن کی حیثیت رکھتی تھی۔ علماء آپ کی تصنیف و تالیف سے استفادہ کرتے اور صوفیاء آپ کے مقصوفاً رشحات و لواحق سے دامن دل بھرتے۔ عنفوان شباب میں شب بیداری کی نعمت سے مدتوں مال مال رہے۔ ایک رات حضرت سعد الملت والدین سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا تو ظاہری علوم کو ترک کر کے بادیہ روحانیت میں قدم رکھا اور حضرت کی مجلس کے لیے وقف ہو گئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں منازل سلوک طے کر گئے۔ ایک رفیق بزرگ نے کتنے تعجب سے کہا: طریق خواجگان قدس سرہ حضرت ایشان را عجب زود بود۔ حضرت جامیؒ جب بہرات کی جامع مسجد کے سخن میں علماء و شعراء کے جھگڑے میں پڑھایا کرتے تو حضرت پرورد مرشد دروانے سے گزرتے تو فرمایا کرتے: کاش یہ نوجوان ہمارے حلقہ میں آجاتے۔ جب حضرت جامیؒ بیعت ہوئے تو آپ نے فرمایا: شاہبازے بچنگ ما افتادہ است۔

رشحات عین الحیات کے مولف نے حضرت سعد الدین کے علاوہ جن بزرگان دین کو

حضرت جامیؒ کا روحانی مربی لکھا ہے۔ ان میں سے حضرت خواجہ محمد پارسا، خواجہ فخر الدین

لورستانیؒ، خواجہ برہان الدین ابونصر پارسا، خواجہ شمس الدین محمد کوسوٹیؒ، مولانا جلال الدین

پورانی، مولانا شمس الدین محمد اسد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی تو صفحہ تا تاریخ پر
درخشاں نظر آتے ہیں۔



بزرگانِ دین کے لیے جہان گردی اور سیاحت اکتسابِ فیض کا ذریعہ سمجھی جاتی ہے۔
حضرت جامی کے سفر بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ آپ زمانہ طفولیت میں جام سے ہرات
آئے تو خواجہ علی سمرقندی نے اپنے درس سے دل و دماغ کو روشن کر دیا۔ جوان سالی میں
ہرات سے سمرقند گئے تو حضرت علاء الدین علی قوشیجی نے نگاہِ فیض سے نوازا۔ پھر حضرت مولانا
سعد الدین کاشغری کا دامن ہاتھ آیا۔ مرو سے ہرات گئے تو حضرت خواجہ عبید اللہ اعزاز کے
دستِ حق پرست پر بیت ہوئے۔ سفر حجاز کو نکلے تو ۸۷۷ھ میں ہمدان، کردستان، بغداد،
کربلا، نجف اشرف، مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، دمشق، حلب اور تبریز سے گزرتے گئے اور
دامنِ مراد میں روحانیت بھرتے گئے۔

دیارِ نبوی میں حاضری حضرت جامی کی روحانی زندگی کے خصوصی واقعات ہیں۔ یہ ہے
اس سفر میں آپ کی وجدانیت اور والہیت کا کوئی ٹھکانا نہ ہوتا۔ آپ پہلی بار ۸۷۷ھ میں
سفر حج کو روانہ ہوئے تو راستہ میں ہر شہر کے حاکم نے آنکھیں فرس راہ کیں۔ استقبال اور
الوداع کی تقاریب دیدنی اور شنیدنی تھیں۔ بغداد پہنچے تو شیعوں کو مجلسِ مناظرہ میں شکستِ فاش
دی۔ روضۃ امام حسین پر جہن ساہوئے وجد میں ٹرپ ٹرپ گئے۔

کردم زودیدہ پائے سوئے مشہد حسین

ہست، این سفر بہ مذہب عشاق فرض عین

واپسی پر بغدادیوں نے بڑی عزت افزائی کی تو بڑا زور وار قصیدہ لکھا جس کا مطلع تھا: یہ

بختا ساقیا بلب شط سر سبو

وز خاطر کم دورت لب دایاں لبسو

بغداد سے روضۃ النبوی کے لیے روانہ ہوئے تو آنکھیں فرس راہ کر دیں: یہ

محل رحلت بہ بندے ساریاں کز شوقیار میکشد ہر دم برویم قطرہ ہائے خون قطار

نعت اشرف حاضر ہوئے تو وجدان ملاحظہ فرمائیں : ۷

اصححت زایراً تک باشعند الخفت بہر شمار مرقد تو نقد جاں بکفت
می بوسم آستانہ قصر جلال تو در دیدہ اشک عذرت تقصیر باسلف
ناجنس را چه حد کہ زندلاف حب تو اور ابود بجانب موہوم خود شفقت

مدینہ پاک کی حاضری کے دوران جامیؒ کا نعتیہ ہدیہ تو آپ کی زندگی کا حاصل ہے، آپ کے عشق کا سرمایہ ہے اور اہل ذوق اسے ہمیشہ سرمایہ آخرت سمجھ کر پڑھتے رہے ہیں۔ جس سوز، گہرائی اور بلند خیالی سے بارگاہ نبوت میں ہدیہ نعت پیش کیا گیا ہے وہ فارسی ادب کا ایک درخشاں باب بن گیا ہے، اور جامیؒ کے مقام نعت کو آج تک کوئی دوسرا قادر الکلام شاعر چھو نہیں سکا۔



جامیؒ ایک عاشق رسولؐ کی حیثیت سے اولیاء نقشبندی میں معروف ہوئے۔ آپ نے

جس والہیت سے بارگاہ رسالت میں ہدیہ نعت پیش کیا ہے اس کا سارے فارسی ادب میں جواب نہیں ملتا۔ وہ وادی بطحا میں پہنچ کر مدینہ، خاک مدینہ، خار مدینہ حتیٰ کہ سنگ مدینہ کو بھی اپنے دل کے قریب پاتے ہیں۔ وہ سرزمین نبیؐ کو جانے والے قافلوں کو سلام کرتے ہیں۔ قافلہ حجاز کے اونٹوں کے ساربان ان کے پیغام رساں ہیں۔ نسیم بہاری کو فریاد پہنچانے کا ذریعہ بناتے ہیں ۷

نسیم جانب بطحا گزر کن ز احوالم محمدؐ را خبر کن

بانگ وصل از قافلہ بر خاست خیزے سارباں! رنخم بنہ بر راحلہ آہنگ رحلت کن رواں

یار مدینہ است ایں حرم کز خاکش آید بجئے جاں یا ساحت باغ ارم یا عرضہ روض الجنان

بکعبہ رفتم وز انجا ہوئے کوئے تو دیدم جمال کعبہ تماشا بیاد روئے تو کردم
وہ عشق رسولؐ میں ڈوب کر نعت رسولؐ لکھتے تھے اور وہ اس فن میں منفرد ہی نہ تھے، امام تھے۔

ویدارِ روضۂ اظہر کے لیے جس جذب و جنون کا حصہ انہیں ملا تھا وہ دوسرے شائخوں کے ہاں کم پایا جاتا ہے۔ وہ گوٹے رسولؐ میں سر کے بل جاتے ہیں۔ ویدہ و دل فرش راہ کرتے ہیں پلکوں سے جا روب کشی کرتے ہیں اور پھر فریاد، التجا، الحاح اور گریہ و فغاں کی حرکت ان کے ہاں پائی جاتی ہے۔ اس سے رحمتِ دو عالم کی گٹھائیں جھوم جھوم جاتی ہیں۔ وہ سرکارِ دو عالم کی محبت کے دامن میں لپٹ کر اپنی بات کہتے ہیں۔

اویمِ طائفی نعلینِ پاکن
شراک از رشتہ جانہائے ماکن



جامی جس جذب و مستی میں بارگاہِ رسولؐ میں حاضر ہوتے ہیں اس میں جنید و بایزید کا ادب بھی ہے اور بلال حبشیؓ کی رقت و الوہیت بھی۔ یہ واقعہ اہل دل کی مجالس میں اکثر سنا گیا۔ حضرت جامی جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہونے گئے تو والیِ مدینہ کو خواب میں حکم دیا گیا کہ میرے عاشق کو شہر کے باہر روک لیا جائے ورنہ جس جذب و کیف میں وہ آ رہا ہے مجھے اس کی ولد ہی کیسے گنبدِ خضرا سے باہر آنا پڑے گا۔ جامی کو کئی بار روکا گیا۔ جوشِ جذب کے فرو ہونے پر اجازت زیارت ملی۔ ایک بار ایک سالارِ کاروان سے "سازش" کی کہ مجھے صندوق میں بند کر کے گنبدِ خضرا پہنچایا جائے۔ میں ہمد والیِ مدینہ کو زیارت ہوئی جو بہ نفسِ نفیس اس کاروانِ عشق و محبت کے استقبال کیسے شہر کے دروازے پر کھڑا تھا جس میں حضرت جامی چھپ کر داخل ہو رہے تھے۔ اونٹ سے سامان اتارا گیا۔ سامانِ عشق و محبت تھا جو جامی کی شخصیت بن کر صندوق میں بند تھا۔ نہایت ادب سے پیغامِ محبوب پہنچایا گیا اور روک دیا گیا۔ کچھ دنوں بعد حاضری ہوئی تو جامی لپٹ لپٹ کر فریاد کرتے رہے:

زمجوری بر آمد جانِ عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم!



مولانا عبد الغفور لاری نے ۵ تصانیف کی فہرست دے کر جامی کے اعداد کے ہم عدد بتایا ہے۔ یہ شہرہ آفاق تصانیف مقبولِ بارگاہِ رسولؐ اور عوامِ ہومیں۔ اشعۃ اللغات، شرح

فصوص الحکم، یوسف زینجا، لوا مع، لوائح، ترجمہ اربعین حدیث، شرح ملا با می، تحفۃ الاحرار،
نفحات الانس، سلسلۃ الذہب، سبحة الابرار، بہارستان، سخنان خواجہ پارسا، اور
شواہد النبوت خصوصیت کے ساتھ مشہور زمانہ ہوئیں۔

زیر نظر کتاب شواہد النبوت فاضل مصنف کا ہدیہ عقیدت ہے جو بارگاہ نبوۃ میں پیش کیا گیا
اس کتاب میں حضرت جامی نے بڑے محبت بھرے انداز میں روایات، حکایات اور شواہد
کو بیان کیا ہے جن سے سرکارِ دو عالم کی سیرت طیبہ کے خدو خال سامنے آتے ہیں۔ وہ بڑے
پیارے ساتھ ان واقعات کو قلمبند کرتے جاتے ہیں جو محبوبِ خدا کی بارگاہ میں پھول بن کر پیش کرنے
کے قابل ہیں۔ وہ دورِ جدید کے سوانح نگاروں کی طرز سے ہٹ کر ان شواہد پر اکتفا کرتے ہیں
جو سے عظمتِ رسولؐ جھکے اور قاری کے دل میں محبت، سول کا جذبہ بیدار رہے۔ اس
کتاب کے سینکڑوں مخطوطے اہل ذوق کی قلموں نے صفحہ قرطاس پر محفوظ کیے اور ہزاروں جلدیں
زیورِ اشاعت سے آراستہ ہو کر فارمین تک پہنچیں۔ مصنف نے اسے مقدمہ، ہفت رکن اور
خاتمہ میں ترتیب دیا ہے اور صفحہ صفحہ پر اہل محبت کے لیے بڑا مواد بکھیر دیا ہے۔



شواہد النبوت کا جامی کی ان تصانیف میں شمار ہوتا ہے جو نو شہ آخرت بنتی ہیں۔ وہ
اپنے موضوع کے اعتبار سے اس ہستی کی حیاتِ طیبہ کا عکسِ جمیل ہے جس کا ذکر قدوسیانِ عرش
کے لیے بھی سرچشمہ نور ہے۔ ادبی اعتبار سے شواہد النبوت فارسی نثر کا ایک مرقع ہے جو اپنی
سادگی، تسلسل بیان اور فصاحت و بلاغت میں ایک یادگار کی حیثیت رکھتی ہے۔ نفحات الانس
کی تصنیف کے وقت جس طرح مصنف علام کے احباب نے بزرگانِ دین کا تذکرہ لکھنے پر آمادہ
کیا تھا۔ شواہد النبوت کے لیے بھی آپ کے دوست امیر علی شیر نوائی اور دیگر احباب نے بڑے
خلوص سے درخواست کی کہ سرکارِ دو عالم کی سیرت پاک، صحابہ اور تابعین کے حالات اور تبع تابعین
سے لے کر صدرِ اول تک کے صوفیہ کے واقعات پر مشتمل ایک کتاب تصنیف کی جائے۔ آپ نے
اس ساری کیفیت کو کتاب کے دباچہ میں تفصیل سے بیان کیا ہے چنانچہ کتاب شواہد النبوت
للقویۃ یقین اہل الفتوۃ کے نام سے ۱۹۵۵ء میں مکمل ہوئی اور مادہ تاریخ ”تمتہ“ سے برآمد ہوتا ہے:

در آن وقت تمام آن دست داد
کہ تممتہ بود تاریخ سال
۸۸۵ھ



شواہد النبوت کا فارسی ایڈیشن آج سے ساٹھ سال پہلے مطبع نوکشور نامی لکھنؤ (بھارت) نے
طبع کرایا۔ اس کے بعد اہل ذوق کی نگاہوں نے برصغیر کے چار سو کو چھان مارا، مگر کتاب کم یابی کی دہائی
سے نکل کر نایابی کے غاروں میں گم ہوتی گئی۔ مکتبہ نبویہ لاہور کے ناظمین نے اس ضرورت کو محسوس کیا کہ
اس کتاب کی افادیت کے پیش نظر اسے اردو لباس میں جلوہ گر ہونا چاہیے، پھر اس اردو لباس کی
نزاکت کا خیال رکھا جانا بھی ضروری تھا جو ہر گوشہ دماغ میں سمٹ بھی جائے اور ہر دامن ذہن پر
موزوں بھی نظر آئے۔ چنانچہ اس اہم کام کے لیے ہمارے فاضل دوست مخدومی جناب بشیر حسین
صاحب ناظم ایم اے (فارسی، پنجابی) نے قلم اٹھایا اور اپنی گونا گوں علمی مصروفیات کے باوجود شب
کو صریحاً مہر سے روشن کرتے گئے اور سرکارِ دو عالم کی حیاتِ طیبہ کے وہ شواہد جو ایک عاشقِ رسول
نے فارسی میں جمع کیے تھے ایک نعتِ خوانِ رسول کے قلم سے اردو میں ڈھلتے گئے۔ الحمد للہ!
ترجمہ، پیرابندی، عنوانات، کتابت، تصحیح اور طباعت کی تمام واویلوں میں سے گزرتا ہوا یہ
کاروانِ شوقِ اہل ذوق کے ہاتھوں میں آ پہنچا۔

ز چشم آستیں بردار و گوہر راتماشاکن

احقر العباد (پیرزادہ) اقبال احمد فاروقی
ایم۔ اے

یکم ستمبر ۱۹۷۴ء



تمام قسم کی حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے نوح و نوحی دینے والے اور
ڈرانے والے رسولوں کو بھیجا تا کہ وہ لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی حجت و برہان ثابت ہوں
اور انہی میں سے اُس نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طریقہ اعتدال
اور جاوہ مستقیم پر لوگوں کی ہدایت کے لئے مخصوص فرمایا اور اس کے حبیب علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے انہیں سیدھے راستوں اور طریقوں پر نبوت صادقہ و عادلہ کے شواہد کی اساس
قائم کی اور اپنی جلالت و رسالت پر دلائل قاطعہ و کاملہ قائم کئے۔ پھر آپ نے رسالت کو
ایک ایسا وسیعہ بنایا جو ہر سعادت و نیک نیتی کی دلیل ہے اور متابعت کا ایسا ذریعہ
کامل ہے جو ہر عبادت کی بنیاد و اساس ہے۔ آپ پر، جملہ انبیاء پر، آپ کی آل پر، تمام
نیکو کار لوگوں پر اُس وقت تک درود و سلام ہوں جب تک کوئی سائل سوال کرے
اور ذکر کرے اور غافل لوگ ذکر سے غفلت برہیں، اور آپ پر نشت سے سلام ہو۔

کلمہ شہادت یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ ارکان اسلام میں سے رکن اول کلمہ شہادت کا
اقرار ہے اور ایمان کی حقیقت کی تصدیق اسی مضمون سے ہوتی ہے اور
یہ تصدیق دو چیزوں پر مشتمل ہے: اول حق سبحانہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور اس کا
گرویدہ ہونا۔ دوم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت و نبوت کا
اقرار اور اس کا گرویدہ ہونا۔ پہلی چیز یعنی وحدانیت حق سبحانہ تعالیٰ اسی حال میں معتبر سمجھی
جانے گی کہ وہ شمع رسالت سے مستنیر ہو کیونکہ اگر فلسفیوں کی طرح عقلی دلائل پر ہی

الکفار لیا جائے اور مشکوٰۃ نبوت کی روشنی وحدانیت کی راہنمائی نہ کرے تو یہ نجات کے لئے

مفید نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ تمام دولت و ثروت کا راز اور تمام سعادت کا سرمایہ نبوت محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اقرار و تصدیق وحدانیت حق سبحانہ تعالیٰ ہے جو مقتضی

ایمان ہے اور اس تصدیق و ایمان کی اصل آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت الیت

حقیقت یہ ہے کہ انسان فطری اور طبعی طور پر مختلف ہوتے ہیں۔ بعض ایسے تھے کہ

جو صرف آپ کے مشاہدہ جمال ظاہری سے (کوئی معجزہ دیکھے بغیر) سعادت ایمان سے

مشرف ہو گئے۔ حضرت عبداللہ ابن ملام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب حضور علیہ السلام

نے مدینہ منورہ میں قدم رنجہ فرمایا تو میں آپ کی زیارت کے لئے مدینہ گیا۔ جب میں نے

آپ کے ببال جہاں آراء کو دیکھا تو مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کا چہرہ اقدس کسی درونگو کا چہرہ

نہیں ہے۔ ایک روز امیر المؤمنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ

ابن سلام سے حضور علیہ السلام کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا: "أَنَا أَعْلَمُ بِهِ مِنْ ابْنِي

یعنی حضور علیہ السلام کی نبوت کی سچائی کا علم مجھے اپنے بیٹے کے احوال سے زیادہ ہے۔"

جناب فاروق اعظم سے فرمایا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" حضرت عبداللہ ابن سلام نے فرمایا:

یہ تو ممکن ہے کہ میرا بیٹا ماں کی خیانت کا ثمرہ ہو لیکن جناب محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان

اقدس اور صدق و راستی میں قطعی کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ یہ سن کر حضرت فاروق اعظم نے

حضرت عبداللہ ابن سلام کی پیشانی کو چوم لیا۔ سبحان اللہ!

حضرت ابو رضیہ تمیمی سے مروی ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی میرے منہ سے نکلا: "یہ اللہ جل جلالہ کے رسول ہیں۔"

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت جامع بن شداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے ایک آدمی جس کا نام

طارق تھا، نے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں اس حال میں دیکھا

کہ میں ان کو پہلے نہیں جانتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا کوئی چیز نیچے کے لئے ہے؟

میں نے عرض کی کہ ہاں جناب یہ اونٹنی برائے فروخت ہے۔ آپ نے قیمت دریافت فرمائی۔

میں نے کہا، وستی خرما۔ آپ نے اونٹنی کی مہار پکڑی اور چل دیے۔ ہم آپ کے جانے کے بعد ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم نے اونٹنی ایک ایسے شخص کے پاس فروخت کر دی ہے جس سے ہم مطلق آشنا نہیں۔ ہمارے ساتھ ایک عورت بھی تھی، کہنے لگی کہ اونٹنی کی صنمان میں ہوں۔ میری نظر نے ایک ایسا بدرِ کامل دیکھا ہے جو ہرگز خیانت نہیں کرے گا۔ جب صبح ہوئی تو ایک شخص کچھ کھجوریں لایا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ کھجوریں کھا لو اور آکر اونٹنی کی قیمت لے جاؤ۔

بعض علمائے اللہ تعالیٰ کے فرمان "يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ" و "لَوْ لَمْ تَمَسَّهُ نَارٌ"

کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال اپنے محبوب سے دی ہے چنانچہ فرمایا۔ قریب ہے کہ حضور کی زیارت ہی آپ کی نبوت پر دلالت کرے۔ اگر حضور تلاوتِ قرآن نہ کرتے ہوں۔ یعنی خاموش بیٹھے ہوں۔ اسی طرح حضرت ابن رواحہ نے کہا ہے "لَوْ لَمْ تَكُنْ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَةٌ لَكَانَ مَنظَرُهُ بَيْنَكَ بِالْخَيْرِ" اگرچہ اس میں روشن نشانیاں نہ بھی ہوں تو پھر بھی آپ تم میں بہتر ہی نظر آئیں گے اور اس جماعت کے حق میں آپ کے معجزات اور آیات کے مشاہدہ کا فائدہ محبت کی تاکید اور زیادتی کشف و یقین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے ایمان کو ان کے ایمانوں سے زیادہ کرو۔

بعض دوسرے لوگ ایسے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت کلی رکھتے تھے لیکن ان کی طبعی عادات اور رسوم و رسوخ کے سبب اس نسبت کی حکمتیں پوشیدہ ہی رہیں۔ لہذا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات، آیات، احوال اور اقوال کے مشاہدہ سے ہی دولتِ ایمان سے مشرف ہو گئے۔ تو ثابت یہ ہوا کہ اس پہلی جماعت کے حق میں آپ کے معجزات و نشانات کا مشاہدہ ان کے تصدیق و ایمان میں فائدہ بخش ہے۔ اور ایمان و تصدیق کی تحقیق کے یقین میں زیادتی کا سبب ہے۔ یہ بات مخفی نہیں رہی کہ دلائل رسالت اور شواہد نبوت کا مشاہدہ کرنے والے تمام سعادت مندوں کی دو جماعتیں تھیں

۱۔ دستِ ایک پیمانہ ہے جو ساٹھ اصواع کے قریب ہوتا ہے۔ ایک صاع دو سو پینتیس تولہ کے برابر ہوتا ہے۔ اس حساب سے ایک دستِ چار من تین سیر کے برابر ہوتا ہے۔ ۲۔ قریب ہے کہ اس کا تیل بغیر آگ کے روشن رہتا ہے۔

اور دونوں جماعتیں ایسے لوگوں پر مشتمل تھیں جو عادل و داد گر تھے اور جن کے قول و فعل پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ ایک جماعت ایسی ہے کہ ان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت و مجانت اس قدر محکم و قوی ہے کہ اگر وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق عالیہ اور شرح اقوال و احوال کے متعلق صدیوں کے بعد بھی سنیں گے، اگرچہ ان کا تعلق معجزات سے نہ ہو تو پھر بھی نبوت (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصدیق کریں گے اور آپ کے لائے ہوئے احکامات پر ایمان لائیں گے اور معجزات کے ثبوت سے ان کے ایمان و تصدیق میں قوت پیدا ہوگی۔

ایک جماعت ایسی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات و تصدیق کے متعلق ہمیشہ سننے کے باوجود بھی دولت تصدیق و ایمان سے بہرہ مند نہیں ہوتی اور تصدیق و ایمان سے بہرہ مندی کے بعد حضور علیہ السلام کے تمام معجزات کا مشاہدہ ان کے یقین کی زیادتی کا موجب بنتا ہے۔ ان میں سے بعض ایسے تھے جن سے صفت مناسبت مٹ چکی تھی اور نور جنسیت ختم ہو چکا تھا۔ ہر چند ان کے سامنے معجزات و آیات پیش کئے گئے لیکن وہ عداوت و عناد اور تکبر و غرور کے رستہ پر ہی گامزن رہے۔ ایسے لوگوں کی مثال قبیلہ قریش کے بڑے بڑے لوگوں کی ہے جو ازہ تکلم آپ سے معجزات طلب کرتے تھے اور مشاہدہ کے بعد یہ کہہ دیتے تھے کہ یہ جادو اور شعبدہ بازی ہے اور اس مشاہدہ سے محض ان کی بدبختی و شومی قسمت ہی میں اضافہ ہوا اور انہی لوگوں سے ملحدوں اور زندیقوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی کہ صدیوں سے معجزات کا انکار کرتی چلی آئی ہے اور تکبر و غرور کی راہ پر چلتی آئی ہے۔ یہ جماعت کلیتہً معجزات بلکہ نبوت کی منکر ہے اور حشر و نشر، روز قیامت، جنت و دوزخ اور حضور علیہ السلام کے لائے ہوئے تمام احکامات پر ایمان نہیں رکھتی۔ ایک دوسری جماعت ہے جس سے منقول ہے کہ وہ حضور کے آیات و معجزات کا ظاہری طور پر اقرار کرتی ہے لیکن تمام معجزات کی تاویل کرتی ہے اور ان معنوں پر عمل پیرا ہوتی ہے جو اس کو معجزہ کی حد سے باہر رکھتے ہیں۔ یہ لوگ معجزات بلکہ خوارقِ عاویض کے کلیتہً منکر ہیں اور طرفہ ما شاہد ہے کہ باوجود کئی انکار لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کرنے

اور حصولِ منفعت کے لئے کرامات و خوارقِ عادات کا دعویٰ کرتے ہیں اور طرح طرح کے مکرو فریب سے اجتناب اور کینے لوگوں کو اپنا معتقد بناتے ہیں ہم اپنے نفسوں کی برائیوں سے اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے اُسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ چونکہ نشانات و معجزات کا مشاہدہ یا ان کا تذکرہ اہل حق و انصاف اور معتد و معتبر حضرات سے سُننا سعادت کی ایک ایسی نسبت ہے جو جوہرِ اصلِ ایمان ہے اور بعض دوسرے حضرات سے نسبت یقین و ایقان کی زیادتی کا باعث ہے اس لئے ضروری ہے کہ علمائے دین اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین کے اقوال و افعال سے مستفید ہونے والوں نے (آپ کی امت پر شفقت اور ترغیب متابعت سنت) شواہدِ نبوت اور دلائل رسالت کے تذکرہ میں کتابیں لکھی ہیں اور ان میں آپ کے تمام احوال و آثار قلمبند کئے ہیں اور جب اس فقیر نے ان میں سے بعض کتب کا مطالعہ کیا تو بہت مسرور ہوا اور ایسی کتب کے مطالعہ کا فائدہ کہ محبت کی غذا اور حسنِ اتباع کی دعوت ہے از خود حاصل ہو گیا۔ لہذا فقیر نے چاہا کہ اس فائدہ سے تمام مسلمان منتفع ہوں خاص کر وہ عزیز جنہیں فقیر سے صدق و خلوص اور محبت و مودت کی نسبت ہے انتفاع کریں۔ اس کتاب سے پہلے ان عزیزوں نے کتابِ نفحات الانس کی تدوین کی استمداد کی تھی جن میں مشایخِ صوفیہ کے احوال و سیر بیان کئے گئے تھے۔ لہذا جو بھی کتابوں میں بکھرا پڑا تھا اسے سہل طبیعت کے لئے ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے اور عام فائدہ کے لئے اس میں فارسی عبارتوں سے اضافہ ہوا اور طلبہ کے لئے مختلف طریقوں سے کئی طرح کی سندیں (اسانید) جمع کر دی گئی ہیں اور یہ کتاب ایسے کمال کی پیروی کی گواہ ہے جو متبعین کو بذریعہ متابعت حاصل ہوتا ہے اور ایسی کرامت و فضیلت جو امت سے ظاہر ہوتی ہیں جو ان کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی قبیل سے ہوتی ہیں کی بھی شہادت دیتی ہے۔ ان حضرات صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب و آل کے بعض احوال و آثار کا ذکر اور تابعین و تبع تابعین سے طبقہ صوفیہ تک کے احوال بھی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے جمع کئے گئے تھے اور

اور انہیں اسی کے ساتھ منضم کر دیا گیا ہے۔

چونکہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت متواتر احادیث کے ذریعہ سے شکل معجزہ اس زاویے تک پہنچ چکا ہے کہ کسی سعادت مند کو اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں چنانچہ یہ تالیف سالکانِ راہِ طریقت جو ان مردانِ اہل حقیقت کی تقویت یقین کے لئے بڑی حد تک اس صورت میں فائدہ بخش ثابت ہو سکتی تھی۔ اگر اس کا نام "شواہد نبوت لتقویت یقین اہل فطرت" رکھا جاتا، اس مجموعہ کی ترتیب ایک مقدمہ سات ارکان اور خاتمہ پر رکھی گئی ہے۔
مقدمہ : در بیان نبی و رسول اور اس سے جو چیز بھی متعلق ہے۔
رکن اول : شواہد و دلائل جو آل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے قبل ظہور میں آئے۔

رکن ثانی : حالات و واقعات جو ولادت سے بعثت تک ظاہر ہوئے۔
رکن ثالث : حالات و واقعات جو بعثت سے ہجرت تک ظاہر ہوئے۔
رکن رابع : حالات و واقعات جو ہجرت سے وصال تک ظاہر ہوئے۔
رکن خامس : حالات و واقعات جن کی خصوصیت اوقات کے سبب سے معلوم نہ ہو سکی۔

رکن ساوس : شواہد و دلائل جو صحابہ کرامؓ و ائمہ اہل بیتؑ سے ظہور میں آئے۔
رکن سابع : تابعین، تبع تابعین اور صوفیہ کرام۔
خاتمہ : دشمنانِ اسلام کو سزا میں۔

86886

69386

مقدمہ

نبی اور رسول کے معانی اور ان کے متعلقات

نبی ایک ایسی ذات سے عبارت ہے جس پر بطریق وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت نازل ہوتی ہے اور اس شریعت سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی عبادت کے کوائف بیان ہوئے ہیں اور جب وہ اس بات پر مامور ہو کہ اس شریعت کو لوگوں تک پہنچائے تو اسے رسول کہتے ہیں۔ فتوحاتِ میجر کے پودھوں باب میں ہے کہ ”نبی وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی شریعت عطا ہوتی ہے جس کا اتباع خود اس پر لازم ہوتا ہے۔ اگر وہ شریعت لے کر دوسرے لوگوں کی طرف مبعوث ہو تو اسے رسول کہتے ہیں اور اولوالعزم رسول وہ ہوتے ہیں جو تبلیغ رسالت کے بعد ان لوگوں سے جہاد و قتال پر مامور ہوتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے اور ان سے بخلاف نبوت و رسالت جہاد و قتال کرتے ہیں کیونکہ نبوت و رسالت میں جہاد و قتال کی شرط نہیں ہوتی۔ ایک وقت تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے اوائل زمانہ میں حضور کو ”وَمَا عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ“ کے الفاظ سے خطاب کیا گیا پھر یہ وقت آیا کہ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ کے الفاظ سے خطاب ہوا لیکن جب آپ جہاد و قتال پر مامور ہوئے تو رب العزت نے فرمایا: **أَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً وَاَقْتُلُوا هُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ**۔

لے اور آپ کا فرض تبلیغ کے سوا اور کچھ نہیں۔

تک فرمادیں گے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے آگیا جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے نکال دے۔

تک تمام مشرکین کو قتل کر دو۔ اور تم جہاں کہیں بھی انہیں پاؤ قتل کر دو۔

معجزہ ایک ایسا فعل ہوتا ہے جو دعویٰ نبوت سے معارض و البتہ ہوتا ہے اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ دعویٰ نبوت سے معارض وابستہ ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ معجزہ اولیاء اللہ کی کرامت اور مردود و مقذور لوگوں کے استدراج کی حد سے باہر ہوتا ہے کیونکہ اولیاء اللہ کی طرف سے دعویٰ نبوت نہیں ہوتا اور اگرچہ اصحاب استدراج سے دعویٰ نبوت تصور کیا جاسکتا ہے لیکن اگر اس دعویٰ کے دوران ان میں سے کسی خرقِ عادت کا صدور ہو بھی جائے تو اس سے سنتہ اللہ کا اجرا نہیں ہوتا۔ اگر بالفرض خرقِ عادت کا صدور ہو جائے تو وہ معارض ہوگا کیونکہ ایسا ہونا ان کے دعویٰ کے خلاف دلیل ہے۔ انبیاء اور رسل علیہم السلام ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔ بعض انبیاء و رسل بفرمان حق تعالیٰ ثلاث الرسل فضلنا بعضهم علی بعض سے افضل۔ لیکن فاضل و مفضول کا عقیدہ مشروع نہیں ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ لا تخیروا بین الانبیاء۔ لیکن ہائیمہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء پر فضیلت از روئے حدیث ثابت ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا اناسید ولد ادم ولا فخر۔ اور حضور سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں اور تمام لوگوں بلکہ جن و انس کے لیے مبعوث ہوئے ہیں اور آپ کے دین کے ظہور سے تمام اویان و مل منسوخ ہو گئے ہیں اور جب سے قرآن آپ پر نازل ہوا ہے تمام سابقہ آسمانی کتابوں کے احکام منسوخ ہو گئے ہیں۔ آپ کی نبوت و رسالت کے کمال نے نبوت و رسالت کے رواہ پر لقطابِ نبوت کی مہر لگا دی اور حضور علیہ السلام کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ اب آپ کی دعوت کے سوا تمام دعوتیں رد کی گئی ہیں جو بھی آپ کے طریقہ متابعت سے روگردانی کرے اور آپ کی شریعت کے احکام کو اپنے آپ پر لازم و واجب نہ جانے وہ شیطان ہے اور دشمنِ رحمان ہے اور اس کا شمار زندیقوں اور نخدوں (اللہ تعالیٰ انہیں

۱۔ یہ رسول ہیں جن نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی۔

۲۔ انبیاء کے درمیان درجہ انتخاب و برگزیدگی قائم نہ کرو۔

۳۔ اللہ میں اور آدم کا سردار ہوں اور یہ بڑائی کی بات نہیں۔

ذیل و خوار کرے) میں ہوگا۔ اگر ان محدود اور زندگیوں سے کسی خرقِ عادت کا ظہور ہو جائے تو یہ منس مکر و فریب ہے نہ کہ کرامت۔

جب فرعون دریائے نیل کے کنارے کنارے چلتا تھا تو دریائے نیل اس کے ساتھ ساتھ چل پڑتا اور جب فرعون کھڑا ہو جاتا تو دریائے نیل بھی رُک جاتا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس میں کرامت کا شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ اس کے پیروکاروں کو یہ بات قدرتِ کلمی اور چشمہ اعجازِ نظر آتی تھی لیکن یہ خدائی تدبیر تھی تاکہ وہ اپنے کفر و انکار میں راسخ تر ہو جاتا اور ایمان قبول کرنے سے دُور ہو جاتا۔

جب عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام آخری زمانہ میں نازل ہوں گے تو ہمارے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق عمل کریں گے اور مروجہ احکام کے تقاضا کے تحت وہ شراب اور خنزیر کو حرام سمجھیں گے اور صلیب کو توڑ پھوڑ دیں گے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ عالم شہادت میں پیغمبرِ آخر الزماں تھے لیکن ماہم غیب میں ان سب سے اول تھے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: كُنْتُ نَبِيًّا وَاَدْمُ بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَيْنِ اور اس حدیث کی تشریح یوں ہے کہ عَمَّا تَقُوذُ الْجَلَالِ وَالْإِنْفِصَالِ ازل ازل میں اپنی شانِ الوہیت بچتا ہیں موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی دوسری چیز موجود نہ تھی۔ اس کے بعد اُس نے اس حال میں بجلی فرمائی کہ درمیان میں کسی وجود کی صورت موجود نہ تھی۔ اگر کوئی صورت ظہور میں آئی تو کئی طور پر تمام اسرار کی جامع اور تمام مماثل سے بے مثل تھی اور وہ صورت معلوم ہے جس کو تعینِ اول یا حقیقتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے تعبیر کرتے ہیں اور تمام موجودات کی حقیقتیں اسی ایک حقیقت کے اجزاء و تفصیل ہیں اور وہ تجلیاں جو صورتوں میں واقع ہوئیں وہ عالم غیب میں منتشر اور منبث ہوئیں۔ مرتبہ ارواح میں اس حقیقتِ اول کی صورتِ وجودی کو جوہرِ مجرد کہیں گے کہ سائر علیہ السلام نے کبھی تو اس جوہرِ مجرد پر عقل کا اطلاق فرمایا ہے، کبھی اسے قلم پر محمول فرمایا اور کبھی اسے رُوح سے تعبیر فرمایا۔ اسی اعتبار سے سرورِ عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْعَقْلَ پہلی چیز جو اللہ نے پیدا کی وہ عقل ہے۔

اول ما خلق الله القلم ، اول ما خلق الله رُوحی او نورى۔

اور یہ بات شک و شبہ سے بالا ہے کہ الفاظ و عبارات مختلف مفاہیم پر مبنی ہوتے ہیں چونکہ مرتبہ اولیت صرف ایک ہی چیز کو حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لیے ان تمام حقائق کا انشاء یہی حقیقت اول ہے جو ایک دوسرے کے اعتبار سے درجہ انتہاء کو پہنچتی ہیں۔ لہذا یہ تمام حقائق جسدِ عنصری میں ظاہر ہوئے نہ نبوت سے متصف ہوئے۔ بخلاف ہمارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب آپ وجود روحانی میں جلوہ گر ہوئے تو آپ کو نبوت بالفعل کا علم اور بشارت دی گئی۔ اور تمام شریعتوں میں آپ کا حکم بذریعہ انبیاء و رسل جو آپ کے نائب تھے جاری و ساری ہوا جیسا کہ عالم شہادت (ظاہری) میں امیر المؤمنین حضرت علیؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ آنحضرتؐ کی نیابت میں من تشریف لے گئے اور احکام مقررہ کی تبلیغ کی۔ اس کے ان کی نبوت کا ثبوت نہیں ملتا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ جو چیزیں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معین کی ہیں اس کا انہوں نے ابلاغ کیا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ تمام شریعتیں حضور علیہ السلام کی شریعتیں ہیں جو آپ کے نائبوں کے ذریعہ خلق خدا تک پہنچی ہیں۔ جب حضور علیہ السلام جسدِ عنصری میں ظاہر ہوئے تو آپ نے سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا اور حقیقت بھی اس کا اقتضا کرتی ہے کیونکہ سابقہ امتوں کا قابلیت و استعداد میں اختلاف شریعتوں کے اختلاف کا مقتضی ہے اور اس پر اجماع امت ہے کہ انبیاء علیہم السلام تمام انسانوں سے افضل ہیں اور کوئی ولی و صدیق ان کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا خواہ کتنا ہی بلند پایہ اور قوی مایہ ہو۔ حضرت بائزید بظامی قدس سرہ نے فرمایا کہ جہاں صدیقین کی انتہا ہوتی ہے وہاں انبیاء کے احوال کی ابتدا ہوتی ہے۔ ابن عطارؒ نے فرمایا ہے کہ مرسلین کے مراتب ادنیٰ، انبیاء کے مراتب اعلیٰ کے ہم پایہ ہوتے ہیں اور انبیاء کے مراتب ادنیٰ، صدیقین کے مراتب اعلیٰ کے ہوتے ہیں اور صدیقین کے مراتب ادنیٰ شہداء کے مراتب اعلیٰ ہوتے ہیں اور شہداء کے مراتب ادنیٰ صالحین کے مراتب اعلیٰ ہوتے ہیں۔

لہ پہلی چیز جو اللہ نے پیدا کی وہ قلم ہے۔ لہ پہلی چیز جو اللہ نے پیدا کی وہ میری روح یا میرا نور ہے۔

اور بعض اولیاء اللہ سے منقول ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہوتی ہے۔ اس کی اساس اس پر ہے کہ نبی ہونے کے لیے دو اسباب ہوتے ہیں: ایک سبب ولایت اور نبوت کا باطن ہے اور دوسرا سبب نبوت ظاہر۔ اور نبی کو ولایت کے سبب سے حق مجذوب سے فیض و عطا پہنچتے ہیں اور نبی از رہ نبوت جو ظاہری ولایت خلق کو فیض پہنچاتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ جس چیز کا رخ حق سبحانہ کی طرف ہو وہ چیز اس سے افضل و اشرف ہوتی ہے جس کا رخ مخلوق کی طرف ہو۔ اور مخلوق کی طرف رخ کا مطلب یہ ہے کہ نبی کی ولایت کی جہت ولی کی نبوت کی جہت سے افضل ہے۔ نہ کہ تابع نبی کی ولایت ظہور نبی کی نبوت سے افضل ہے اور اس جگہ یہ امر لازم نہیں آتا کیونکہ قاصر اس وقت میں مبتدا ہوتا ہے کہ ولی نبی سے اس وجہ سے بہتر ہوتا ہے کہ نبی کو جہت ولایت، ولی کی ولایت سے بروجہ کمال حاصل ہوتی ہے اور مرتبہ نبوت اس پر زیادہ ہوتا ہے۔

بعض اکابر عارفین قدس سرار ہم کا قول ہے: جب تو کسی اہل اللہ سے سنے یا اسکی طرف سے کوئی بات منقول ہو کہ ولایت نبوت سے افضل ہے تو اس کا سوائے اس کے اور کوئی مطلب نہ ہوگا کہ نبی کی ولایت نبوت سے اعلیٰ ہے یا وہ یہ کہے کہ بے شک ولی نبی و رسول پر فوقیت رکھنا ہے تو وہ ایک ایسی ذات واحد کی طرف دلالت کرے گا جو رسول ہو اور اس حیثیت سے وہ ولی اتم ہو ورنہ نبی کا تابع ولی اس سے اعلیٰ نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی ولایت و نبوت کا مجموعی نام نبوت رکھے تو بلاشک اس معنی میں نبوت و ولایت سے افضل و اعلیٰ ہوگی اور نزاع راجح باصطلاح ہوگا۔

اور یہی بات حضرت خواجہ محمد بن علی حکیم ترمذی قدس سرہ کے کلام میں بھی موجود ہے جسکی پیروی میں حضرت سعد الدین حموی بغدادی نے کہا ہے: "انبیاء علیہم السلام کی نہایت اولیاء کی ہدایت ہوتی ہے۔ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ شریعت میں انبیاء کی نہایت اولیاء کی ہدایت ہوتی ہے کیونکہ شریعتیں آخر کار انبیاء کے ذریعہ سے ہی پایہ تکمیل کو پہنچتی ہیں جیسا کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الفاظ سے آخر کار ہمارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا اور ولی جب تک شریعتِ مطہرہ کا بہ نہایت کمال دامن نہ پکڑے وہ استلیم

ولایت میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ چنانچہ شرائط میں جو بیچ کی نہایت کار ہوتی ہے وہ ولی کی ہدایت کار ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص ان احکام کی پیروی کرتا ہے جو مکہ میں نازل ہوئے اور ان احکام کی طرف مٹفت نہیں ہوتا جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئے تو وہ ہرگز درجہ ولایت پر فائز نہیں ہو سکتا بلکہ اگر ان احکام کا انکار کرے تو کافر ہو جائے گا۔ پس ولی کی ولایت کی ابتدا وہ ہے جو شریعت میں نبی کی اتباع کرے۔ ولی اس دعوت کو قبول کرتا ہے اور اس کی متابعت کرتا ہے۔

رکن اول

ولادت باسعادت سے پہلے کے ۳ شواہد

اللہ کے ہاں رسول اللہ کا نام حضرت عباس بن ساریجہ روایت کرتے ہیں کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے
 ہاں میرا نام اس وقت سے خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب آدم علیہ السلام ابھی بے روح
 جسم خاکی میں تھے۔ میں تمہیں ابتداء حال کی خبر دیتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا
 رَبَّنَا وَالْعَشْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَسْتَلُوا عَلَيْهِمُ الْيَتِيمَ الْمَسْدُوقِ هُوں۔ پھر حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام نے میرے متعلق بشارت و خوشخبری یوں دی: يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ
 إِلَيْكُمْ مُصَدِّقٌ لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي
 اسْمُهُ أَحْمَدٌ۔ اور پھر میری والدہ محترمہ کا وہ خواب جس میں انہوں نے دیکھا کہ ان سے
 ایک نور چمکا جس سے انہیں ملک شام کے تمام محلات نظر آ گئے۔ میری آمد کی خبر دیتا ہے۔
 تورات کے سفرِ خامس حصہ دوم میں مرقوم ہے کہ اجہارہ یود میں
 تورات کی گواہی سے ستر آدمی اس بشارت پر جس کا عربی ترجمہ یہ ہے: إِنِّي لَهَيِّئُ
 مَعِيكُمْ نَبِيًّا مِنْ نَبِيِّ إِخْوَتِهِمْ مِثْلَكَ وَأَجْرِي قَوْلِي فِيهِ وَيَقُولُ لَهُمْ مَا أَمْرُهُ
 بِهِ وَالْوَجَلُ الَّذِي لَا يَقْبَلُ قَوْلَ النَّبِيِّ الَّذِي يَشْكَلُكُمْ بِاسْمِي وَإِنِّي أَنْتَقِمُ
 مِنْهُمْ إِنَّهُ" اتفاق کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کیا کہ بے شک
 میں بنی اسرائیل کے لیے ان کے بھائیوں میں سے ہی ایک پیغمبر کھڑا کرنے والا ہوں جو میری

لہ ہمارے پروردگار ان میں ایک عظیم انسان رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں پڑھے۔

مثل ہوگا اور پھر اپنا ظلام اس کی زبان پر جاری کروں گا اور وہ ان سے وہی کچھ کہے گا جس کا میں اسے حکم دوں گا اور جو بھی اس پیغمبر کی باتوں کو جو وہ میرے نام پر کرے گا قبول نہ کرے گا تو اس میں شک نہیں کہ میں اس سے انتقام لوں گا۔ اس آیت سے استدلال کی وجہ یہ ہے کہ وَجِبَ اِيْمَانُ كُوَيْبِ بْنِ مَرْثَدَةَ تاکہ وہ ان دو صفات سے موصوف ہو جائے جو ہمارے پیغمبر عليه الصلوٰۃ والسلام سے مخصوص ہیں۔ پہلی یہ کہ پیغمبر، بنی اسرائیل سے جو یعقوب عليه السلام کے بیٹے ہیں اور ہوگا کیونکہ اخوتهم کی ضمیر بنی اسرائیل پر عائد ہوتی ہے۔ لہذا اسے بنی اہل ہر محل پر محمول کرنا چاہیے اور بنی اہل ہر محل سے ہمارے نبی عليه الصلوٰۃ والسلام کے سوا جو حضرت اسماعیل کے فرزندوں سے ہیں کسی سے بھی نبوت کے نشانات اور علامات ظاہر نہیں ہوئے اور دوسری بات کہ پیغمبر ایسا ہو جو موسیٰ عليه السلام کی طرح صاحب عزم، صاحب شان و شوکت اور صاحب شریعت ہوئے بھی ظاہر ہے کہ موسیٰ عليه السلام کے بعد ہمارے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ کے سوا کوئی ایسا نبی مسبوٹ نہیں ہو جو صاحب شریعت و شوکت ہو۔ اگر ایسا نبی کہ وہ پیغمبر عیسیٰ عليه السلام ہے تو اس کا جواب یوں دوں گا کہ اس سے لفظ بنی اخوتهم مانع ہوتا ہے اور عیسیٰ عليه السلام صاحب شوکت و صاحب شریعت ہیں جیسا کہ انجیل میں حضرت عیسیٰ عليه السلام سے حکایت ہے کہ میں شرع موسیٰ میں تبدیل کرنے کیلئے نہیں آیا بلکہ میں تو اس کی تکمیل کے لیے آیا ہوں۔

تورات کے حصہ انتقام میں یہ آیت مرقوم ہے جس کا عربی ترجمہ یہ ہے:

فاران

جاء الله من بينا و اشرف على سائير و استعين من جبال

فاسان "یہ امر مخفی نہ رہے کہ محی اللہ اور اس کے اشرف و اسقیلان سے مراد ایک ایسے منظر کا ظہور ہے جو اسی نام نامی کے منظر سے ہو سکتا اور وہ طور سینا موسیٰ عليه السلام تھا۔ اور ساعیر شام کے پہاڑوں میں وہ مقام ہے جہاں عیسیٰ عليه السلام اقامت گزیں رہتے تھے۔

اور فاران سے مراد کوہ مکہ ہے جہاں سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا نور طلوع ہوا۔

حضرت جبق عليه السلام کے اس بیان کی تورات نے

کوہ فاران کا حلیب تسمیق کی ہے کہ پروردگار فاران کی پہاڑیوں سے

وقت بیان کے ساتھ آیا تو نام احمد کی تسبیح سے آسمان مہمور ہو گئے اور اس کی امت کا مندرجہ
پرتصرف ایسا ہی ہوگا جیسا خشکی پر۔ وہ ایک ایسی نئی کتاب لے کر آنے کا جس کا تعارف
بیت المقدس کی تقریب کے بعد ہوگا۔

توریت میں ذکرِ مصطفیٰ حضرت شعیب علیہ السلام کے کلام میں ہے کہ میں نے

دوسوار دیکھے جن کے نور سے زمین روشن ہو گئی۔ ان
میں سے ایک نجر سوار تھا اور دوسرا شتر سوار۔ نجر سوار حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے اور شتر سوار
ہمارے پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اسی طرح انہوں نے فرمایا:
"اے قوم میں نے ایک صورتِ نور اُونٹ پر سوار دیکھی ہے جو اپنی ضوفسانی میں چاند سے
مشابہ تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نبی اسرائیل کے نام و صایا میں ہے کہ جلد ہی ایک
نبی تمہارے بھائی بندوں سے آنے کا تم سب اس کی تصدیق کرنا اور اس کی باتوں کو سننا۔
حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا
نام نامی تورات میں بدیں الفاظ موجود تھا: احمد الضحیٰ، نقتال۔ یوکب البعیر و

یلبس لثملۃ و تحتوی بالکسرات۔ سفیدہ علی عاتقہ۔ ضحوک کا معنی یہ ہے کہ ہمیشہ
تبسم نظر آئیں گے اور کریم النفس ہوں گے اور جو بھی ان کے سامنے آنے کا اس سے
ان کی طبیعت منقبض نہ ہوگی اور کبھی ایسا ہوگا کہ تبسم فرماتے ہوئے ان کے آخری دانت
نکل رہے ہوں گے اور حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ فرات میں بھی کرتا ہوں لیکن صرف سچی
بات ہی بیان کرتا ہوں۔ ایک دن حضور علیہ السلام نے ایک بڑھیا سے فرمایا کہ بڑھی عورتیں
جنت میں نہیں جائیں گی۔ یہ سن کر وہ بڑھیا رونے لگی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بڑھی
عورتیں اس وقت تک جنت میں نہیں جائیں گی جب تک باکرہ لڑکیاں نہ ہو جائیں۔ گویا
اس سے حق تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے: فَبِمَا دَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَ لَوْ
كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا انْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ۔ اور قتال کا یہ معنی ہے کہ آپ دشمنان
خدا سے جہاد پر تریں تھے اور سفیدہ علی عاتقہ کے یہ معنی ہیں کہ آپ اپنی شجاعت و
تور کے باعث ہمیشہ تلوار بدوش ہوں گے اور اپنے نفس سے جہاد کریں گے۔ حضرت

امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جس وقت گھمسان کی لڑائی ہوتی تو ہم حضور علیہ السلام کے پاس پناہ گیر ہوتے اس حال میں کہ حضور علیہ السلام دشمنوں سے بالکل قریب ہوتے۔

زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام سے منقول ہے: **الشہادت**
الْبَعَثُ مُقِيمٌ الشَّيْءِ بَعْدَ الْفِتْرِتِ۔ یعنی اسے اللہ قدرت

کے بعد کسی سنت قائم کرنے والے کو مبعوث فرما۔ داؤد علیہ السلام کے بعد کوئی پیغمبر جس نے بعد از قدرت شریعت و سنت تو ریت کو قائم کیا ہو بجز ہمارے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہوا کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام سنت تو ریت کے موافق تھے اور اسے مکمل کرنے والے تھے نہ کہ بعد از قدرت اس کے قائم کرنے والے۔

انجیل میں جناب عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ہے: "میں تمہارے
انجیل میں شہادت پروردگار کی طرف جانے والا ہوں اور فارقلیط آئے گا

جو میرے متعلق سچی شہادت دے گا جیسا کہ میں نے اس کے متعلق سچی شہادت دی ہے اور فارقلیط وہ ہو گا جو ہر شے کے متعلق تفصیل سے بیان کرے گا۔ فارقلیط سے مراد ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور لفظ فارقلیط کا معنی "احمد نزدیک ہے" اور یوحنا کی انجیل کے مطابق اس کا معنی "انسانوں کا قریب ترین دوست" ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے یہ بات نہایت صحت ہم تک پہنچی ہے کہ انہوں نے دین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری دی اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ مژدہ و خوشخبری دی کہ دوران کے بعد ہوں گے۔ پھر جب حواریوں کو یہ مژدہ ملا تو وہ ایمان لے آئے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ
قدیم کتابوں میں ذکرِ حبیب و اسلام کا ذکر پاک قدیم کتابوں میں بدیں الفاظ

لے اصل نسخہ میں "بعد الفطرۃ" ہے جو غلط ہے۔ فترت وہ زمانہ ہوتا ہے جس میں کسی شریعت کا نفاذ نہ ہو۔
 لے فارقلیط اور فارقلیط "PARACLETE" کا معرب ہیں۔ عبرانی میں فارقلیط کا معنی "نہایت تعریف" کیا گیا ہے۔ بائبل نے فارقلیط کا معنی "احمد نزدیک" یا ہے۔

موجود ہے :- وہ بندے ہیں لیکن متوکل و مختار ہیں، تند خو اور سخت طبیعت نہیں رکھتے بازاروں میں چلنے پھرنے والے نہیں ہیں اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ وہ کسی راستے پر گامزن نہیں ہوتے حتیٰ کہ رسومات ناہموار کو ختم کرتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضرت عطاء بن یسار نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے پوچھا کہ تو ریت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف کیسے ہیں۔ انہوں نے فرمایا، جیسے قرآن میں ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (وَحِزْبٌ لِّلْمُتَّبِعِينَ) اے نبی صلی اللہ علیک وسلم ہم نے آپ کو حالات و واقعات عالم کا بچشم خود دیکھنے والا، فردہ رساں، مذاہب الہی سے ڈرانے والا اور امتوں کا طہاء و ماوہی بنا کر بھیجا۔ کوئی بندہ اور رسول نہیں جس کا نام میں نے آپ کے سوا متوکل رکھا ہو۔ آپ ہی وہ ذات ہیں جو تند خو اور سخت طبیعت نہیں، جو بازاروں میں خواہ مخواہ نہیں چلتی پھرتی، جو برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتی بلکہ عفو و پردہ پوشی سے کام لیتی ہے۔ میں نے آپ کو برگز نہیں رو کے رکھا تھا کہ میں نے آپ کو نلت ابراہیم پر کھڑا کیا تاکہ لوگ لا الہ الا اللہ کہیں۔ آپ کی برکت سے میں نے بہروں کے کان کھول دیئے، اندھوں کو آنکھیں عطا کر دیں اور دلوں سے پردے اٹھا دیئے۔ صلی اللہ علیک وسلم۔

حضرت جبرین مطلق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور کی تصویر یہودی علماء کے پاس کتے ہیں کہ جب ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو مجھے قریش کا آپ کو ایند ادینا اچھا نہ لگا۔ مجھے گمان ہوا کہ میں ملک شام کی طرف چلا گیا ہو جب میں ایک صومعہ میں پہنچا تو وہاں کے راہبوں نے اپنے سردار کو میرے آنے کی خبر دی۔ اس نے انہیں حکم دیا کہ تین دن تک میری خاطر تواضع کریں۔ جب تین دن گزر گئے تو انہوں نے سردار سے کہا وہ تو نہیں جانا۔ سردار نے مجھے طلب کیا اور

کہا، "کیا تو اہل حرم سے ہے؟" میں نے کہا: "ہاں!" کہنے لگا: جس شخص نے دعویٰ نبوت کر رکھا ہے اسے جانتے ہو، میں نے کہا: "ہاں!" اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے صومعہ کے اندر لے آیا۔ اس صومعہ میں بہت سی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ کہنے لگا: کیا ان تصویروں میں تجھے پہچن کر مبعوث کی تصویر نظر آتی ہے۔ میں نے نظر دوڑائی تو مجھے وہ تصویر نظر نہ آئی۔ اس کے بعد وہ مجھے ایک بڑے صومعہ میں لے گیا جس میں اس سے بھی زیادہ تصویریں تھیں۔ کہنے لگا: اچھی طرح سے دیکھو کہ ان میں تو ان کی تصویر نہیں۔ جب میں نے بنظر غور دیکھا تو ان میں حضور علیہ السلام کی تصویر دیکھی اور حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کی تصویر بھی دیکھی جنہوں نے آپ کے کندھے کو پکڑا ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تو نے حضرت ابوبکرؓ کی تصویر دیکھی ہے؟ میں نے کہا: "ہاں!" پھر میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اسے نہ بتاؤں گا کہ وہ کون شخص ہے؛ تاکہ معلوم کروں کہ وہ کیا کتا ہے۔ اس نے حضورؐ کے چہرہ اقدس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ان کی تصویر وہ ہے میں نے کہا ہاں۔ میں بھی خدا گواہی دیتا ہوں کہ یہ وہی ہیں۔ اس نے بھی کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ تمہارا ساتھی ہے اور ان کے بعد ان کا خلیفہ ہے۔ پھر اس نے حضرت ابوبکرؓ کی تصویر کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے کہا کہ میں نے کبھی کوئی چیز ایسی نہیں دیکھی جو اس تصویر کی مثل ہو۔ تو وہ بولا: کیا تو ڈرتا ہے کہ وہ لوگ اسے مار نہ ڈالیں۔ میں نے کہا: میرا تو گمان ہے کہ اب تک مکتہ والے آپ کے قتل سے فارغ بھی ہو بیٹھے ہوں گے۔ وہ خدا کی قسم کھا کر بولا: مکتہ والے اسے نہیں بلکہ وہ (آنحضرت) ان لوگوں کو ماریں گے جو آپ کے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں اور بت العزت آپ کو ہر حالت میں ان پر غلبہ عطا فرمائے گا۔

حضرت ہشام بن العاصؓ کہتے ہیں کہ

شاہ ہر قتل کے پاس انبیاء کی تصاویر

امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے اپنی خلافت میں مجھے ایک شخص کے ہمراہ ہر قتل بادشاہ روم کے پاس اس نرض سے بھیجا کہ ہم اسے اسلام پیش کریں۔ جب ہم غوطہ میں پہنچے تو جلد غسانی جو ہر قتل کے امراء میں سے تھا وہاں موجود تھا۔ ہم نے اسے دیکھنا چاہا ہر قتل نے ہمارے پاس ایک پیغام رساں بھیجا اور کہا جو گفتگو چاہو اس سے کرو۔ ہم نے کہا بخدا ہم گفتگو نہیں کرتے مگر وہ ہمیں جلد کے روبرو لائے

وہ بولا۔ جو کہنا چاہتے ہو کہو۔ حضرت ہشام کہتے ہیں کہ میں نے اس سے باتیں کیں اور اُسے اسلام پیش کیا۔ میں نے دیکھا وہ سیاہ لباس زیب تن کیے ہوئے تھا۔ میں نے پوچھا: سیاہ لباس کیوں پہنے ہوئے ہو؟ اس نے کہا، اس لیے کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے جب تک تمہیں ملک شام سے نکال نہ دوں اُسے جہنم سے نہ اتاروں گا۔ میں نے کہا: بخدا جس سرزمین پر ہم بیٹھے ہیں اس پر تو ہم قبضہ کر لیں گے بلکہ تمہارے ملک کا بہت سا حصہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ فتح کر لیں گے، کیونکہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اس کی فتح کی خوشخبری دے دی ہے۔

اس نے کہا: تم وہ قوم نہیں ہو جو اس ملک پر قبضہ کرے بلکہ وہ ایسی قوم ہے صبح کو روزے رکھتے ہیں اور شام کو افطار کرتے ہیں۔ اس کے بعد اُس نے ہمارے روزوں کے متعلق پوچھا۔ ہم نے اسے بتایا تو اس کا رنگ سیاہ ہو گیا۔ پھر کہا: اٹھو۔ ہم اٹھے تو ہمارے ساتھ ایک سفیر روانہ کیا جو ہمیں ہرقل کے پاس لے جائے۔ جب ہم اس کے شہر کے نزدیک پہنچے تو اس پیغام پر نے ہم سے کہا کہ تمہاری سواریوں ایسی سواریاں لوگ اس شہر میں نہیں لاتے۔ اگر چاہو تو تمہیں دوسری سواریوں پر سوار کر دیں۔ ہم نے کہا: نہیں۔ خدا کی قسم انہی سواریوں پر شہر میں داخل ہوں گے۔ ان کی یہ بات بادشاہ تک پہنچی تو ہمیں انہی سواریوں پر تلواہیں حملہ کیے ہوئے شہر میں لے آئے۔ جب وہاں پہنچے تو ہم نے اپنی سواریاں دریچے کے نیچے ٹھہرا دیں۔ بادشاہ ہمیں دیکھ رہا تھا۔ ہم نے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کا ورد کیا تو خدا جانتا ہے دریچہ ہوا سے ہلنے والے کھجور کے درخت کی طرح ہلنے لگا۔ بادشاہ نے ایک گماشتے کے ہاتھوں پیغام بھیجا کہ تمہیں ہمارے سامنے اپنے دین کا اظہار نہ کرنا چاہیے۔ اس کے بعد اندر گئے کی اجازت دی۔ ہم اندر گئے تو وہ سُورٹ کپڑوں میں ملبوس فرش پر بیٹھا تھا وہاں کا ہر ذرہ پھر نریج رنگ کا تھا اور اس کے پاس امراء و اعیان سلطنت کی ایک جماعت بھی تھی۔ جب ہم اُس کے نزدیک پہنچے تو وہ ہنس دینے اور کہنے لگے کہ تمہارا کیا جانا اگر تم ہمیں رواج کے مطابق دُعا و سلام کہتے۔ ہم نے کہا، جو سلام و دعا ہم ایک دوسرے پر بھیجتے تم پر بھیجنا جائز نہیں سمجھتے۔ جس قسم کی دُعا تم ایک دوسرے کو دیتے ہو ہم اسے بھی روا نہیں سمجھتے۔

کہنے لگا: تمہاری دُعا و سلام کس طرح کی ہوتی ہے؟ ہم نے کہا، السلام علیکم۔ کہنے لگا:

اپنے بادشاہ کو کس طرح سلام و دعا کہتے ہو؟ ہم نے کہا: اسی طرح۔ کہنے لگا: وہ تمہیں جواب کس طرح دیتا ہے؟ ہم نے کہا: اسی کلمہ سے۔ پھر کہا: تمہارا سب سے بڑا کلام کون سا ہے؟ ہم نے لا اِلهَ اِلا اللّٰهُ واللّٰهُ اَكْبَرُ کہا تو دیکھ جنبش میں آگیا۔ جب اس نے اپنا سر اٹھایا تو وہ بھی بلنے لگا۔ اس نے پوچھا: جب تم اس کلمہ کو اپنے گھروں میں پڑھتے ہو تو کیا تمہارے گھروں کے دیپکے بھی اسی طرح جنبش کرتے ہیں؟ ہم نے کہا: بخدا ہم نے تو اس جگہ کے سوا ایسا کبھی نہیں دیکھا۔ اس نے کہا: مجھے یہ بات پسند ہے کہ تم جس جگہ اس کلمہ کو پڑھتے وہی جنبش میں آجاتی اور میرے ملک کا کچھ حصہ میرے ہاتھ سے نکل جاتا۔ ہم نے کہا: کیوں؟۔ کہنے لگا: اگر ایسا ہوتا تو یہ نبوت کا تقاضا نہ ہوتا بلکہ محض کسی شخص کا حیلہ و کمزور فریب ہوتا۔ اس کے بعد اس نے مختلف سوالات کیے اور ہم جواب دیتے رہے۔ بعد میں اُس نے ہم سے نماز و روزہ کے متعلق بھی پوچھا تو ہم نے جواب دیا۔ پھر کہا: اٹھو! تمہارے لیے ایک اچھا سا مکان تعمیر کر دیا گیا ہے جہاں بظاہر سبب مہمانی مہیا ہیں۔ چونکہ ہم وہاں تین دن تک قیام پذیر رہے اس لئے وہ ہمیں ہر رات طلب کرتا اور جن چیزوں کے متعلق ہم سے پوچھ چکا تھا دوبارہ پوچھتا اور ہم بھی اعادہ جواب کرتے جاتے۔ پھر اس نے کوئی چیز طلب کی تو ایک چار گوشہ صندوق لایا گیا جو زرد و جاہر سے بھرا ہوا تھا اور اس میں چھوٹے چھوٹے بہت سے خانے تھے۔ ہر خانے کا ایک دروازہ تھا اور ہر دروازے پر ایک ایک تالا تھا۔ اُس نے ایک تالا کھولا اور ایک سیاہ ریشمی کپڑے کا ٹکڑا باہر نکالا۔ اس کو کھولا تو اس پر ایک شخص کی تصویر تھی جس کا رنگ سرخ، آنکھیں کشادہ اور گردن دراز تھی اور ایسی دراز کہ ایسی گردن پہلے نہیں دیکھی تھی۔ لیکن بے ریش تھا اور اس کے گیسوا لیے عمدہ تھے گویا دستِ قدرت نے خود بنایا ہے۔ کہنے لگا: اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہیں۔ کہنے لگا: یہ آدمِ صلوات اللہ علیہ ہیں۔ اس کے بعد دوسرا دروازہ کھولا اور سیاہ پارچہ کا ٹکڑا نکالا تو اس پر ایک سفید رنگ، سرخ چشم اور ایک بڑے سروالے آدمی کی تصویر تھی۔ یہ شخص اپنے محامد و محاسن میں یکتا نظر آتا تھا۔ کہنے لگا: اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: یہ نوح علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھولا اور دوسرا قطعہ سریر سیاہ نکالا تو اس پر ایک ایسے شخص کی تصویر تھی جس کا رنگ نہایت سفید، نہایت عمدہ جسم، پیشانی روشن

کشیدہ رخسار، سفید واڑھی گویا وہ زندہ تھا اور نہس رہا تھا۔ کہنے لگا: اسے پہچانتے ہو، ہم نے کہا، نہیں۔ کہا: یہ ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہ ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھولا اور ایک سیاہ ریشمی کپڑے کا ٹکڑا نکالا تو اس پر ایک سفید رنگ کی تصویر تھی۔ جب ہم نے دیکھا تو یہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر تھی۔ ہم پر گریہ طاری ہو گیا اور تم تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر بیٹھ گئے تو اس نے کہا: تمہیں تمہارے پروردگار کی قسم سچ بتاؤ یہ تمہارے پیغمبر ہیں۔ ہم نے کہا: ہاں یہ ہمارے پیغمبر ہیں جنہیں ہم اب بھی دیکھتے ہیں۔ وہ کچھ دیر ہماری طرف بھی دیکھتا رہا۔ پھر کہا: اس سندوق کا آخری خانہ بھی بے لیکن میں نے تمہیں دکھانے میں غفلت کی ہے کہ تم کیا کہتے ہو۔ بعد ازاں ایک دروازہ کھولا جس میں پہلے کی طرح پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر کی تصویر تھی۔ آخر میں ایک ایسے جوان شخص کی تصویر تھی جس کے محاسن نیک تھے۔ جسم پر بہت سے سیاہ بال تھے۔ خوب صورت چہرہ تھا۔ بادشاہ نے کہا: اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہیں۔ کہا: یہ عیسیٰ ابن مریم صلوٰۃ الرحمن علیہما ہیں۔ پھر ہم نے پوچھا کہ یہ تصویریں کہاں سے آئی ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے حلیوں کے موافق ہیں؟ اور ہمارے رسول علیہ السلام کی تصویر بالکل اُن کے حلیہ کے موافق تھی۔ اس نے کہا: آدم علیہ السلام نے خدا سے درخواست کی تھی کہ اُن کی اولاد سے جتنے نبی ہوں گے اُن کی شکلیں انہیں دکھائے تو خدا نے اُن کی تصویریں اُن کے پاس بھیج دیں اور خزانہ آدم علیہ السلام میں مغرب شمس کے نزدیک تھیں۔ ذوالقرنین علیہ السلام ان تصویروں کو مغرب شمس سے لے آئے اور حضرت دانیال کو دے دیں۔ دانیال علیہ السلام نے ان کی سیاہ کپڑے پر تصویریں بنالیں اور یہ تصویریں دانیال کی تصویر بنے۔ پھر کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے ملک سے نکل جاؤں اور تمہارا ادنیٰ غلام بن کر رہوں، جب مروں تو نیک سلوک کیا جانے اور مجھے واپس لوٹا دیا جائے۔ واپسی پر جب ہم امیر المومنین صدیقی اکبر کے پاس حاضر ہوئے تو ہم نے تمام گفتگو کا اعادہ کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق سُن کر روپڑے اور فرمایا، خداوند تعالیٰ نے اس کے لیے کسی چیز کا ارادہ فرمایا ہے تو جو وہ چاہتا ہے کروے گا۔ پھر فرمایا، ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی تھی کہ تورات و انجیل میں یہود و نصاریٰ آپ کی مدح و نعت پاتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وہ اُسے اپنے ہاں تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

اسکندریہ میں ایک پتھر ملا جس پر یہ تحریر تھی کہ میں وہ شہداء اور بن
اسکندریہ کی چٹانیں عادیوں جس نے بڑے بڑے ستون بنوائے اور ان کے نیچے
ایک شہداء رکھا جسے امت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں نکالے گا۔

آلِ غَالِبِ كَيْ لِي وَعَا
جب اوس بن حارث بن ثعلبہ بن عمر بن عامر بستر مرگ
پر تھا تو اُس کی قوم کے افراد اس کے پاس آئے
اور کہا کہ عالم شباب میں تم نے عروسی نہیں کی اور مالک کے بغیر تیرا کوئی بچہ نہیں۔ لیکن تیرے
بھائی تخرج کے پانچ بیٹے ہیں۔ کہنے لگا: کون مالک پر جاں سپاری کرے۔ وہ خدا جو پتھر
سے آگ پیدا کر سکتا ہے اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ مالک کی نسل کو روز افزوں ترقی
دے۔ اس کے بعد مالک کی طرف رخ کر کے اسے بہت سی منظوم وصیتیں کیں جن کے آخری
دوبیت یہ ہیں:

اِذَا بَعَثَ الْمُبْعُوثُ مِنْ آلِ غَالِبٍ
هٰذَا نَكَاحٌ فَا لْبُعُوْا نَصْرَتُ بِهٖ بِلَادِكُمْ
بِسَلَّةٍ فَيَمَّا بَيْنَ ذَمْرَمٍ وَالْحَجْرُ
بَنِيْ عَامِرٍ السَّعَادَةُ فِي النَّصْرِ

جب مکہ مکرمہ میں جس میں پناہ زمزم اور حجر اسود ہیں آلِ غَالِبِ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
مبعوث ہوں تو اس وقت اس کی مدد و نصرت کے لیے کمر بستہ ہو جانا کیونکہ تمام سعادت
اس کی مدد و نصرت میں ہے۔

تورات میں حالات مصطفیٰ
کعب الاحبار کہتے ہیں کہ میرے والد مجھے توریت
کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ ایک حصہ توریت کو ایک
سندوق میں بند کر کے اُسے تالا لگا رکھا تھا۔ جب میرے والد نے وفات پائی تو میں نے
توریت کے اس ایک جز کو صندوق سے باہر نکالا تو اس میں لکھا تھا آخری زمانہ میں ایک
نبی آئے گا جس کی زلفیں ہوں گی، اپنے ہاتھ پاؤں دھوئے گا۔ (وضو کیا کرے گا) کہ میں
پشکا باندھے گا۔ اس کی جائے پیدائش مکہ معظمہ ہوگی اور ہجرت گاہ مدینہ منورہ ہوگی۔ اس کی
امت اللہ تعالیٰ کی تدبیر کرنے والی ہوگی اور ہر حال میں تمہیں تسبیح پروردگار کرے گی۔
یورینہ بندی پر پہنچ کر اللہ کی بڑائی بیان کرے گی اور جب اُس کی امت کے افراد قیامت کے

دن قروں سے اٹھیں گے تو وضو کی برکت سے اُن کے ہاتھ پاؤں پُر نور اور روشن ہوں گے۔

انبیائے بنی اسرائیل کی زبان پر ذکرِ رسول یسعیا جو انبیائے بنی اسرائیل ہیں تھے

وحی کی کہ اپنی قوم میں تبلیغ کرتا کہ میں اپنی رُوح سے تیری زبان میں وضاحت و روانی پیدا کروں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور تہلیل و تہلیل بیان کی اور فرمایا، اے آسمان بگوش ہوش سن لے اور اے کوہ و زمین خاموش ہو جاؤ اور میرے ہم آواز بن جاؤ کیونکہ خداوند تعالیٰ چاہتا ہے کہ بنی اسرائیل جنہیں اس نے اپنی نعمتوں سے پالا اور جہاں میں برگزیدگی بخشی اور اپنے انعام و اکرام کے لیے مخصوص فرمایا۔ اس کے بعد رب العزت کے حکم سے حضرت یسعیا کی زبان پر کتاب آمیز کلمات جاری ہو گئے۔ اختتامیہ جملے یہ تھے؛ ہیں اس روز سے جس دن سے میں نے زمین و آسمان پیدا کیے یہ مقدر کر چکا ہوں کہ نبوت بنی اسرائیل کے سوا کسی اور کو دے دوں اور اُن سے ملک و حکومت بھی واپس لے لی گئی اور بھڑ بھڑا چرانے والی جماعت کو اُس کا محل ٹھہراؤں گا اور ایک ایسی جماعت کو عزت و توقیر بخشوں گا جو چشمِ عالم میں خوار ہوگی اور ایک ایسی جماعت کو طاقت بخشوں گا جو ضعیف و نزار ہوگی اور ایک ایسے طائفہ کو دولت و ثروت سے نوازوں گا جو فقیر و نامراد ہوگا اور اُن میں سے ایک ایسا پیغمبر مبعوث کروں گا جو بہروں کو مان عطا کرے گا، اندھوں کو آنکھیں عطا کرے گا اور دلوں کے پردے اُٹار دے گا۔ اس کا مقام پیدائش متہ معظمہ ہوگا اور اس کی ہجرت گاہ مدینہ منورہ ہوگی اور اس کا ملک شام ہوگا۔ وہ بندہ متوکل و برگزیدہ ہوگا۔ بدی کا بدلہ بدی سے نہ دے گا بلکہ عفو و درگزر سے کام لے گا۔ مومنوں پر رحم و کریم ہوگا۔ جانوروں پر بوجھ کی زیادتی دیکھ کر افسوس و گریہ کرے گا اور پورہ عورتوں اور یتیموں کو آنکھیں شفقت میں لے گا۔ پہلو میں جلتا ہوا چراغ (دل) تو بچھ سکتا ہے مگر اس کے دامن کی ہوا سے جلا ہوا چراغ نہیں بجھے گا اور اگر بانس کی خشک لکڑی کو آپ زیر قدم رکھیں گے تو اس میں سے آواز نہیں آئے گی۔ اس کی اہل بیت سے سابقین، صدیقین، شہداء اور صالحین ہوں گے اور اس کے بعد اس کی امت تخی و صداقت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرے گی۔ امر معروف اور نہی منکر کا حکم دے گی۔ نماز و زکوٰۃ ادا کرے گی اور ایفادِ عہد کرے گی اور جس

چیز کا میں نے آواز کیا ہے اُسی پر ختم کروں گا اور یہ سب کچھ اُن کے لیے میرے فضل و عنایت سے ہے اور میں جسے چاہوں ہر چاہوں مطا کروں۔ میں ہی فضل عظیم والا ہوں۔

مطرف بن ماکث کہتے ہیں: جب حضرت

قدیم کتابوں میں محاسنِ اسلام فاروقِ اعظمؓ کی خلافت میں تشریح ہوا

تو مالِ ثنیت میں ایک صندوق بھی ملا اس میں ایک کتاب تھی۔ ہمارے ہمراہ ایک عیسائی جس کا نام نعیم تھا، کہنے لگا: یہ کتاب میرے ہاتھ فروخت کرو۔ ہم نے کہا: یہ صحیفہ آسمانی ٹھوڑا ہی ہے۔ وہ بولا کیوں نہیں؟ میں نے کتاب نیچنے سے ذرا کراہت محسوس کی اور صندوق

سمیت وہ اُسے دے دی۔ کچھ عرصہ بعد جب میں بیت المقدس گیا تو وہاں ایک سوار دیکھا جس کی شکل نعیم سے ملتی جلتی تھی میں نے اُسے بلایا اور پوچھا تو نعیم ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں

نے کہا ابھی نصرانی ہی ہو۔ کہنے لگا میں تو حلیف ہو چکا ہوں۔ میں اس کے ساتھ کعب الاحبار کی موافقت میں بیت المقدس واپس چلا گیا۔ جب یہودیوں کے سرداروں نے نعیم اور کعب کے

آنے کی خبر سنی تو وہ ان کے پاس آئے۔ کعب نے وہ کتاب انہیں دی تاکہ وہ اُسے پڑھیں۔ ایک قاری پڑھتا تھا۔ جب آخری سطروں پر پہنچا تو وہ غصہ میں آگئے۔ کتاب کو زمین پر پھینک

دیا۔ اس پر نعیم کو بھی غصہ آگیا اور کتاب اٹھا کر کہنے لگے: یہ کتاب قدیم ہے۔ جب تک تم اُسے نہ پڑھو گے ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ جب انہوں نے آخری سطریں پڑھیں تو یہ

مضمون تھا: وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبِلُ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ جو اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کرے گا تو اس کی کوئی چیز قبول نہیں ہوگی

اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔ اسی روز اجبار یہود میں سے بائیس آدمی مسلمان ہوئے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے انہیں بہت سے تحائف اور عطیات دیئے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت عیسیٰؑ کے وصی کی شہادت فرماتے ہیں کہ جنگِ قادسیہ کے دوران

میں حضرت سعد بن ابی وقاص کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خط لکھا کہ آپؓ نضله بن معاویہ انصاری کو سلوان میں بھیج دیں۔ حضرت سعدؓ نے انہیں بھیج دیا۔ جب حضرت نضله بن معاویہ انصاری

نے علوان کے مضافات پر حملہ کیا تو بہت سے قیدی اور مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ ظہر کی نماز کرنے کے لیے آپ نے ایک پہاڑ کے دامن میں اقامت کی۔ جب نماز کے لیے اذان کے دوران میں اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو پہاڑ سے آواز آئی، اے تفضلہ! تو نے بڑے کی بڑائی بیان کی۔ جب انہوں نے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ کہا تو آواز آئی۔ اے تفضلہ! تو نے زبان سے کلمہ اخلاص نکالا ہے جب اشہد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا تو آواز آئی: هو الذی بشرنی بعیسیٰ ابن مریم وعلیٰ راس امتہ الی یوم القیامہ۔ جب حی علی الصلوٰۃ کہا تو آواز آئی: طوبیٰ لمن مشی الیہا واطب الیہا۔ جب حی علی الفلاح کہا تو آواز آئی: قد افلح من اجاب۔ جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو آواز آئی، اے تفضلہ! تو نے کلمہ اخلاص ادا کیا ہے۔

جب وہ اذان سے فارغ ہوئے تو کتے لگا: اللہ تم پر رحم و کرم فرمائے، تو کون ہے۔ جب تو نے اپنی آواز ہمیں سنوادی ہے تو اپنی شکل بھی دکھا دے کیونکہ ہم بھی بندگانِ خدا اور اس کے رسول کی امت ہیں اور حضرت عمر ابن الخطاب کی جماعت ہیں۔ اس کے بعد پہاڑ میں اچانک شگاف آیا اور اس میں سے ایک بہت بڑا سر نکلا جس پر سفید بال اور پرلے شمشینی کا کپڑا تھا۔ وہ بولا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ انہوں نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کے بعد پوچھا: تو کون ہے؟ کہنے لگا: میں رزیب بن برہملی بنہ نیکوکار حضرت عیسیٰ بن مریم صلوٰۃ اللہ علیہما کا ونسی ہوں۔ انہوں نے مجھے اس پہاڑ پر بٹھا رکھا ہے اور اس وقت تک میری زندگی کے لیے دعا کی ہے جب وہ آسمان سے نیچے آئیں۔ خنزیر کو قتل کریں اور صلیب کو توڑ کر عیسائیوں کے بہتان اور افتراء سے بریت کا اظہار کریں۔ پھر اس نے کہا: جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات نہیں ہوئی میرا سلام حضرت عمرؓ کو پہنچا دیئے اور ان سے کہنے کہ اے عمرؓ! وقارب فقد رنا الامر۔ اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں کہیں اور نائب ہو گیا۔ حضرت تفضلہؓ نے یہ واقعہ حضرت سعدؓ کو لکھا اور حضرت سعدؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو جوابی خط لکھا کہ مہاجرین و انصار کی جماعت کے ساتھ اس پہاڑ پر جائیے۔ اگر اسے وہاں پاؤ تو اس سے میرا سلام کہیں کیونکہ سفید مالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصیتوں میں سے کوئی ایک اس پہاڑ میں اقامت گزین ہے۔ حضرت سعدؓ چار ہزار مہاجر و انصار کی معیت میں چالیس روز تک اس پہاڑ پر رہے۔ ہر نماز کے وقت اذان کہتے مگر کوئی جواب نہ آتا۔

نخت نصر کی خواب کی تعبیر

کعب الاحبار کہتے ہیں کہ نخت نصر نے بنی اسرائیل کے

قتل و غارت کے بعد ایک نہایت ڈراؤنا خواب دیکھا لیکن اُسے بھول گیا۔ کابنوں اور ساتروں کو بلا کر خواب اور تعبیر خواب دریافت کی۔ انہوں نے کہا: تم اپنی خواب بتاؤ تاکہ اس کی تعبیر کریں۔ وہ غصہ میں آ کر کہنے لگا: میں نے تمہاری مدد میں تک اس لیے تربیت کی ہے کہ تم خواب اور اس کی تعبیر سے عاجز رہو۔ میں تمہیں تین دن کی ملت دیتا ہوں تاکہ تم میرے خواب کی تعبیر بیان کر سکو ورنہ تمہیں قتل کر دوں گا۔ کابنوں اور ساتروں کے قتل کی خبر مشہور ہو گئی۔ ان دنوں حضرت دانیال علیہ السلام نخت نصر کی قید میں تھے۔ انہوں نے ایک کفنے والے کو کہا: کیا تو مجھے بادشاہ کے سامنے لے جا سکتا ہے میں اس کی خواب اور تعبیر بتاتا ہوں۔ کفنے والے نے نخت نصر کو بتلایا۔ اس نے حضرت دانیال کو اپنے ماں بلایا۔ لیکن حضرت دانیال نے اسے اس کی قوم کی عادت کے مطابق سجدہ نہ کیا۔ نخت نصر نے اپنے دربار سے تمام آدمیوں کو باہر نکل جانے کا حکم دیا۔ پھر حضرت دانیال سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: تو نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا۔ انہوں نے کہا: میرا خدا ہے جس نے مجھے اس شرط پر علم تعبیر عطا کیا ہے کہ میں غیر خدا کو سجدہ نہ کروں۔ مجھے ڈرتا تھا کہ سجدہ کرنے کی صورت میں میرا علم سلب نہ کر لیا جائے اور میں تمہارے خواب کی تعبیر سے عہدہ برآ نہ ہو سکوں اور تو مجھے قتل کر دے۔ میں نے یہی بہتر خیال کیا کہ میرا ترک سجدہ تیرے اُن رنج و الم کو جن میں تو مبتلا ہے سہل ہوگا۔ لہذا میں نے اپنی اور تیری خاطر سجدہ ترک کر دیا ہے۔ نخت نصر نے کہا: میرا اب تجھ سے زیادہ کوئی معتقد نہیں جس نے خدا کے لیے ایفاء عہد کیا ہے اور میرے نزدیک سب سے اچھے انسان وہی ہیں جو خدا کے لیے ایفاء عہد کرتے ہیں۔ پھر کہا: میرے خواب کی تعبیر جانتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! تو نے ایک بہت بڑا بت دیکھا ہے جس کی آنکھ سونے کی، کمر چاندی کی، چوڑا تانبے کے، پنڈلیاں لوبے کی اور دونوں سرین کے درمیان پٹھ کی بڑی مٹی کی بنی ہوئی تھی۔ جب تو نے انہیں غور سے دیکھا تو اُن کی ساخت کی خوبی نے تجھے حیران کر دیا۔ اچانک آسمان سے ایک پتھر گرا جو اس کے سر کے درمیانی حصے پر لگا جس سے شدید ضرب لگی۔ یہاں تک کہ وہ پس کر آنا ہو گیا۔ سونا، چاندی، تانبا، لوہا اور مٹی اس طرح

باہم پوست ہو گئے کہ ایک اندازے کے مطابق انہیں تمام جن و انسان مل کر علیحدہ علیحدہ نہیں کر سکتے تھے اور اگر ہوا چلتی تو وہ بکھر کر رہ جاتے۔ پھر تو نے دیکھا کہ وہ پتھر جو آسمان سے گرا تھا اس نے اوپر اٹھنا شروع کر دیا اور برخواست کے ساتھ ساتھ بڑا ہوتا گیا یہاں تک کہ اس نے تمام زمین کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ پھر ایسا ہوا کہ تجھے زمین و آسمان اور اس پتھر کے علاوہ کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ نجات نصر پولا بالکل درست ہے اب اس کی تعبیر بھی بتائیے۔ حضرت وانیال نے فرمایا کہ "بہت مختلف اقوام کا تھا۔ سونا وہ قوم ہے جسے ٹو جانتا ہے اور چاندی وہ قوم ہے جس کا تیرا بیٹا تیرے بعد بادشاہ بنے گا لیکن تاجے کا اطلاق اہل روم پر ہوتا ہے اور روم سے مراد ملک فارس ہے اور مٹی سے مراد وہ دو عورتیں ہیں جو روم اور فارس کی ملکہ نہیں گی۔ اور وہ پتھر جس نے سب کو پاش پاش کر دیا وہ دین ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا اور رب العرش عرب سے ایک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث فرمائے گا جو تمام ادیان کو منسوخ کر دے گا اور تمام زمین پر قبضہ کر لے گا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

تورات میں نعتِ رسول جب بنی اسرائیل نجات نصر کے قہر و غصہ سے ڈر کر

منتشر ہو گئے تو ان میں سے حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد کی ایک ایسی جماعت تھی جس نے ہمارے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و منقبت اپنی کتابوں میں پڑھی تھی۔ انہیں پتہ چل گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور عرب کے اس گاؤں میں ہوگا جہاں کھجوروں کے درخت کثرت سے ہوں گے۔ انہوں نے غلطہ شام کو خیر باد کہا۔ شام اور یمن کے درمیان جتنے قبضے واقع تھے انہیں دیکھتے جاتے تھے لیکن سوائے شرب کے کھجوروں کے درخت کسی میں بھی نظر نہ آئے لہذا وہ وہیں اقامت گزریں ہو گئے۔ اس اُقت پر کہ زیارت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوں اور ان کی اتباع کریں۔ لیکن انہیں اس یقین و ایمان کے ساتھ حضور کی بعثت سے پہلے ہی موت آگئی۔ انہوں نے اپنی اولاد کو وصیت کر دی کہ حضور علیہ السلام پر ایمان لائیں اور آپ کی متابعت کریں لیکن بدقسمتی سے ان کے بعض فرزند حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پانے اور انہیں پہچاننے کے باوجود بھی ایمان نہ لائے۔

حضرت کی نعت و لالت سے مبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان
پانچ سو ساٹھ سال پہلے پانسو ساٹھ سال کا واقعہ ہے۔ اہل تورات و
 انجیل سے ذکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا تھا۔ اس لیے اپنے خطبوں میں وہ آپ کے
 صفات و محاسن بیان کرتا رہتا تھا۔ اس کے کلام میں سے یہ بیت بہت مشہور ہے: ۵

عَلَى غَفْلَةٍ يَأْتِي النَّبِيَّ مُحَمَّدٌ

فَخَبَرَ اخْبَاراً صَدُوقًا خَبِيرًا

جب لوگ غفلت و جہود میں ہوں گے تو نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں گے
 جن کے صادق و خیر ہونے کی خبر سابقہ کتابوں نے دی ہے۔

راہب کی پیش گوئی ابن عدی بن ربیعہ سے جس کا نام محمد تھا لوگوں
 نے پوچھا کہ تیرے والد نے تیرا نام محمد کیسے رکھا؟

اُس نے کہا، میں نے بھی اپنے والد سے یہ پوچھا تھا۔ اس نے کہا کہ چار آدمی مل کر ملک
 شام کے سفر پر روانہ ہوئے جن میں سے میں ایک تھا۔ ہم ایک صومعہ کے نزدیک ٹھہرے،
 اور ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے۔ راہب نے باہر دیکھا تو کہنے لگا: تمہاری زبان اس
 شہر کی نہیں۔ ہم نے کہا: ہاں۔ ہم تو قوم عرب سے تعلق رکھتے ہیں۔ کہنے لگا بہت جلد تمہارے
 درمیان ایک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوگا تم بہت جلد اس کی طرف رجوع کرنا اور اس سے
 اپنا بہرہ سعادت حاصل کرنا تاکہ تم راہِ راست پر آ جاؤ۔ وہ خاتم النبیین اور سید المرسلین ہے۔
 ہم نے پوچھا، اس کا نام کیا ہوگا؟ کہا: محمد۔ جب ہم واپس آئے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں
 لڑکے عطا کیے اور ہم سب نے ان کا نام محمد رکھا۔

کاہنوں کی زبان میں ذکر مصطفیٰ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ
 سیح غسانی ایک ایسا کاہن ہوا ہے

جس کا اپنی تمام اولاد میں شیل پیدا نہیں ہوا۔ اس کے بدن میں سوائے سر کی کھوپڑی اور ہاتھ

سوائے کان، اسیجوں اور ضربوں کے ہاں روحانیات میں مکہ رکھنے والے کو کہتے ہیں۔

نی متحیلے کے کوئی بڑی اور پٹھے نہ تھے اور اس کی زبان کے سوا کوئی عضو بدن متحرک نہ تھا۔ اس کے لیے کھجور کے پتوں اور شاخوں کا ایک تخت بنا ہوا تھا جس میں پانچ سے لے کر بائیس تک چھوٹے چھوٹے ایسے سوراخ تھے جیسے کپڑے میں ہوتے ہیں۔ اُسے اس تخت پر بٹھا کر جہاں چاہتے لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ اسے مکہ معظمہ لائے تو قریش میں سے چار آدمی تھامنے لے کر اُسے دیکھنے کے لیے آئے۔ انہوں نے تھامنے کو اور اپنے حسبِ نسب کو اس سے پرستیدہ رکھا اور کسی دوسرے قبیلے سے اپنی نسبت ظاہر کر دی۔ اس نے کہا تم اس قبیلہ سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ تمہارا تعلق قریش سے ہے۔ انہوں نے اپنے مخالف اس کے سامنے پیش کیے اور اس سے مستقبل کی باتیں پوچھنے لگے۔ اُس نے بہت سی باتیں بنائیں۔ آخر کار کہا کہ عبد المناف کی پشت سے ایک ایسا جوان پیدا ہو گا جو از خود پڑھا لکھا ہو گا۔ بتوں کو سہ لگون کر کے خدائے واحد کی عبادت و بندگی کرے گا۔ اُس کے خلفاء ہوں گے۔ پھر ان خلفاء کی نشانیاں تفصیل سے بتائیں اور اس طرح جو جو بادشاہوں کے بعد ہونے والا ہے خبر دی جن کی تفصیل بڑی کتابوں میں موجود ہے۔

سطح کی پیش گوئی عین کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے خواب دیکھا جس سے بہت سہم گیا۔ اس نے روحانی عاملوں اور منجموں کو طلب کیا اور اُن سے اپنا خواب اور اس کی تعبیر پوچھی۔ وہ کہنے لگے: اے بادشاہ! اپنا خواب بیان کر تا کہ ہم اس کی تعبیر بیان کریں۔ بادشاہ نے کہا: میں یہ پتا بتاؤں کہ میرا خواب بھی تم ہی بیان کرو تا کہ میرے دل کو کچھ اطمینان ہو۔ انہوں نے کہا: یہ کام ہم نہیں کر سکتے۔ ایسا کام تو سطح غسانی اور شتی کر سکتے ہیں۔ بادشاہ نے سطح سمیت تمام نجومیوں کو بلا بھیجا۔ سب سے پہلے سطح آیا اور بادشاہ کا خواب بیان کیا۔ کہنے لگا: تو نے یہ دیکھا ہے کہ کوئی چیز اکھ کی طرح جلی ہوئی اندھیرے سے باہر نکلی ہے اور اُسے سب نے کھایا ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ تیری سلطنت پر ہمیشہ والے غالب ہو جائیں گے۔ بادشاہ نے کہا: کب ہوں گے؟ سطح کہنے لگا: ساٹھ یا تتر سال کے بعد۔ بادشاہ نے کہا: کیا اُن کی سلطنت ہمیشہ رہے گی؟ اس نے کہا: نہیں سیف زئی بن انہیں بھگا دے گا۔ بادشاہ نے پوچھا: کیا ابن زئی کے خاندان میں سلطنت

ہمیشہ رہے گی۔ اس نے کہا: نہیں، اسے ایک ایسا پیغمبر ختم کر دے گا جو مبعوث ہو نیا ہے اس نے کہا: کس قوم سے ہوگا۔ اس نے بتایا کہ وہ غالب بن لوی کی اولاد سے ہوگا اور اس کی قوم میں بادشاہی رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔ اس نے کہا: کیا دنیا کی بھی اخیر ہوگی؟ کئے لگا، ہاں، ایک دن ایسا آئے گا جس میں اولین و آخرین زمانے کے نیک اور بدکار لوگ جمع ہوں گے اور اپنے اپنے اعمال کی مناسب جزا اور سزا پائیں گے۔ جب سطحِ غسانی بادشاہ سے رخصت ہو کر باہر آیا تو شتی بادشاہ کے پاس چلا گیا جس نے وہی باتیں بتائیں جو سطح نے بتانی تھیں۔ جب بادشاہ اُن سے سوال و جواب کے بعد فارغ ہوا تو اہل خانہ کو عراق میں بھیج دیا اور فارس کے بادشاہوں سے یہ سفارش کی کہ اُس کے خاندان کے افراد کو حیرہ میں قیام کی اجازت دی جائے۔ نعمان بن منذر اس شاہِ مین کی اولاد میں سے تھے۔

حضرت عبدالمطلب کا خواب
عبدالمطلب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجر

میں قریش کے ایک روحانی عامل کے پاس آیا۔ جونہی اس نے میری بدلی ہوئی حالت دیکھی تو کئے لگا: ہمارے مزار کو آج کیا ہوا ہے کہ اس کا چہرہ متغیر نظر آتا ہے، شاید کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ میں نے کہا: کل میں حجر میں تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ایسا درخت میرے ماتھے پر ہے جس کا سر آسمان سے لگتا تھا اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی تھیں۔ کوئی روشنی اس سے زیادہ روشن نہ تھی۔ اُس کی روشنی آفتاب کے نور سے ستر گنا زیادہ تھی۔ تمام عرب و عجم اس کی طرف سجدہ ریز تھے۔ ہر لمحہ اُس کی جسامت اور روشنی اور بلندی بڑھتی جا رہی تھی کبھی وہ چھپ جاتا تھا اور کبھی چمکنے لگ جاتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ قریش کی ایک اور جماعت نے اُس کی شاخوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ پھر میں نے قریش کی ایک اور جماعت کو دیکھا جو اسے کاٹ دینا چاہتی تھی لیکن وہ جونہی اس کے نزدیک آتے انہیں کارکنانِ قضاء قدرتیچھے ہٹا دیتے۔ ایک ایسا نوجوان جس سے خوب صورت میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا انہیں گدیوں سے پکڑ کر تیچھے بھینچ رہا تھا گویا اُن کی جڑیں اکھاڑ رہا تھا۔ میں نے اپنا حصہ لینے کے لیے اپنا ہاتھ اٹھایا اور کہا کہ یہ کس کے لیے ہے۔ اس نوجوان نے جواب دیا اُن کے لیے ہے جنہوں نے اسے

تجھ سے پہلے مضبوطی سے پکڑ لیا ہے۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ پھر عبدالمطلب کہتے ہیں جب میں نے اپنا یہ خواب نجومیوں اور روحانی عاملوں کو سنا یا تو ان کے چہرے متعجب ہو گئے۔ کہنے لگے: اگر تیرا یہ خواب سچا ہے تو تیرے ہاں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جس کے زیر نگین مشرق و مغرب ہوں گے اور تمام انسان اس کے مطیع و فرماں بردار ہوں گے۔ پھر انہوں نے ابو طالب کی طرف اشارہ کر کے کہا شاید یہ تیرا لڑکا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور فرمایا تو ابو طالب اس بات کو ویرا دہرا کر بیان کرتے اور کہتے تھے: بخدا وہ درخت ابوالقاسم امین ہے۔ ان سے کہا گیا کہ ایمان کیوں نہیں لاتے تو کہنے لگے: لوگوں کی گالیوں سے ڈرتا ہوں اور غار محسوس کرتا ہوں۔

ایک دفعہ ابو طالب حضرت ابو طالب سے یہودی علما کی گفتگو میں کی طرف گئے

جمنے تھے۔ یہودیوں کے ایک عالم نے ان سے پوچھا: تم کس قوم سے تعلق رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا: قیش سے۔ پھر پوچھا: کس قبیلے سے ہو۔ انہوں نے جواب دیا: قبیلہ بنی ہاشم سے۔ اس نے کہا کہ مجھے اس بات کی اجازت دیجئے کہ میں آپ کے جسم کے دو اعضاء کو دیکھ لوں۔ انہوں نے کہا ہاں تو دیکھ لے مگر شرط یہ ہے کہ وہ ستر نہ ہو۔ یہودی نے کہا میں صرف تمہاری ناک اور دونوں ہاتھ دیکھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے اجازت دے دی۔ جب اس نے آپ کی ناک اور دونوں ہتھیلیاں دیکھیں تو کہنے لگا: تمہارے ایک ہاتھ میں بادشاہی ہے اور دوسرے میں نبوت و پیغمبری۔ مگر یہ چیزیں اس وقت تک پائیے گی کہیں کو نہیں پہنچ سکتیں جب تک تم بنی زہرہ میں عروسی نہ کرو۔ پھر پوچھا: اے عبدالمطلب! تو نے شادی کی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ یہودی نے کہا جاؤ اور بنی زہرہ میں شادی کرو۔ عبدالمطلب یمن سے واپس آئے تو ہالہ بنت امیب جو بنی زہرہ سے تھیں رشتہ ازدواج قائم کیا۔

خارجہ بن عبد اللہ بن کعب بن ماکہ
یہودیوں کے ذکر میلاد رسول نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ

ہماری قوم کے چند بزرگوں نے بیان کیا کہ ہم مکہ مکرمہ میں بغرض عمرہ جا رہے تھے کہ ایک یہودی تجارت کے بہانے ہمارے ساتھ ہو گیا۔ جب ہم مکہ پہنچے تو اس یہودی نے عبدالمطلب کو دیکھ کر کہا کہ ہم نے اپنی کتابوں میں جن میں تبدل و تغیر کا شائبہ تک نہیں یہ چیز نکلی ہے کہ اس شخص کی نسل سے ایک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوگا جو خود اور اس کی قوم ہمیں قومِ عاد کی طرح قتل کرے گی۔

حضرت آدم سے چونکہ آدم علیہ السلام انسانِ اول تھے اور تمام افراد جو آپ کی اولاد تھے آپ کی صلب میں ذرات کی صورت میں مجموعی طور پر مندرج تھے ان ذرات میں سے جو حضرت عبد اللہ تک صورت میں مجموعی طور پر مندرج تھے ان ذرات میں سے جو حضرت جناب محمد علیہ الصلوٰۃ کے جسمِ عنصری کا تھا وہ ایک نورِ عظیم کی شکل میں حضرت آدم کی پیشانی میں چمکتا تھا پھر وہ صلبِ آدم سے حضرت حوا علیہا السلام کے رحم میں منتقل ہوا وہاں سے پھر شیت علیہ السلام کی صلب میں، اور اسی طرح پاک و مقدس لوگوں کے اصلا ب سے نیک و بارسا بیبوں کے ارحام میں منتقل ہوتا رہا۔ پھر ان پاک ارحام سے نیک و پارسا اصلا ب میں آتا رہا اور وہ نورِ پیشانی و درپیشانی منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عبد اللہ بن عبدالمطلب تک نوبت پہنچی۔ جب وہ جزو نسل ان کی صلب میں ودیعت ہو گیا اور اس نور نے ان کی پیشانی سے چمکنا شروع کیا تو آپ اتنے حسین و جمیل نظر آنے لگے کہ قریش کی تمام عورتیں آپ پر فریفتہ و شیفتہ ہو گئیں اور شادی کی درخواست کرنے لگیں۔ لیکن وہ دولت حضرت آمنہ بنت وہب بن عبدالمناٹ کو نصیب ہوئی، جس کا ذکر آگے ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

کہتے ہیں کہ شام میں یہودیوں کے پاس سفید صوف کا بنا حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا خون آلود جبہ تھا جس کے متعلق انہوں نے اپنی کتابوں میں پڑھ رکھا تھا کہ اس سے قطرہ قطرہ خون گرتا رہے گا اور جب سفید ہو جائے گا تو اس وقت حضرت عبد اللہ بن عبدالمطلب جو جناب محمد رسول اللہ کے والد ہوں گے، کی ولادت ہوگی۔ جب وہ ولادت نکلتا تھا تو ان کو تحقیق کی رو سے حضرت عبد اللہ کی ولادت کا علم ہو گیا۔ ابھی یہ چند عادات ہی ظاہر ہوئی تھیں کہ قریش کی ایک جماعت تجارت کی غرض سے شام میں گئی

اجبار یہود ان سے حضرت عبداللہ کے متعلق پوچھتے تھے اور یہ لوگ حضرت عبداللہ کے حسن و جمال کی تعریف کرتے تھے اور اس نور کا ذکر کرتے تھے جو ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ اجبار یہود کہتے وہ نور عبداللہ کا نہیں ہے بلکہ وہ تو محمد بن عبداللہ کا نور ہے جو ان کی صلب سے پیدا ہوں گے اور بتوں کو توڑیں گے۔ جب قریش مکہ ان کی زبان سے ایسی باتیں سنتے تو علامات امارات جن کا وہ مشاہدہ کر چکے تھے کے سبب کہتے رب کعبہ کی قسم ہے اجبار یہود سچ کہتے ہیں۔

جب یہود کو یہ تحقیق یہ معلوم ہو گیا
حضرت عبداللہ پر مہماندین رسول کا حملہ کہ حضرت عبداللہ پیدا ہو چکے ہیں

تو اجبار یہود اور ان کے خاندان کے ستر آدمیوں نے باہم عہد کیا کہ مکہ جا کر جب تک حضرت عبداللہ کو قتل نہ کر دیں واپس نہ آئیں گے۔ چنانچہ رات کو وہ سفر میں رہتے اور صبح کو چھپ رہتے۔ مضافات مکہ میں پہنچ کر موقع کے منتظر رہنے لگے۔ ہر وقت فرصت نگاہ رکھتے۔ چنانچہ ایک دن انہوں نے حضرت عبداللہ کو صحرا سے مکہ میں شکار کھیلتے دیکھ لیا فوراً انہیں ہلاک کرنے کے ارادے سے دوڑے۔ وہب بن عبدمناف کو خبر ہوئی تو عربوں کی ایک جمعیت لے کر حرکت میں آگئے۔ کہنے لگے اس بات کو ہم کیسے روا رکھ سکتے ہیں کہ اشراف قریش میں سے کوئی آدمی اجبار یہود کی ذمت پر ہلاک ہو، چنانچہ اپنے مطیع و منقاد لوگوں کی ایک جماعت لے کر حضرت عبداللہ کو چھڑانے کے لیے دوڑے۔ دیکھا کہ آسمان سے ایک جماعت اتری ہے جو اہل زمین سے مشابہ نہیں تھی اور یہود کی اس جماعت کے دفع و قتل میں سعی بلیغ کر رہی تھی۔ وہب نے دیکھا تو فوراً گھرا کر اپنی بیوی بترہ کو حضرت عبداللہ سے اپنی لڑکی آمنہؓ کے نکاح کی پیش کش کے لیے بھیجا۔

جب بترہ عبدالمطلب کے پاس گئیں تو غرض و غایت بیان کی۔ عبدالمطلب نے اسے قبول کر لیا اور کہا کہ جس لڑکی کے نکاح کے لیے تم آئی ہو عبداللہ کے سوا اس کا نکاح کسی سے مناسب نہیں۔ چنانچہ اسی جاہی میں حضرت آمنہؓ جو زمان قریش میں عفت و جمال کے لحاظ

لے وہب جناب باشم کے بھائی اور حضرت عبداللہ کی بیوی حضرت آمنہؓ کے والد تھے۔

سردار تھیں کا نکاح حضرت عبداللہ سے ہو گیا۔

نورِ مصطفیٰ حضرت عبداللہ کی پیشانی میں جب حضرت آمنہؓ کا نکاح

مدت تک وہ نورِ حضرت عبداللہ کی پیشانی میں درخشاں رہا اور اس نور کے اوصاف شام کے اطراف و اکناف میں شہرت تا مہر پانگے تو شاہِ شام کی لڑکی مسامۃ فاطمہ جو اپنے حسن و جمال اور حشمت و جلال میں یکتا تھی اس نور سے اقتباس کرنے کے لیے مکہ آئی اور اپنے حشم و خدم اور لونڈیوں کی ایک جماعت کے ہمراہ بیت اللہ کے قرب و جوار میں ٹھہر گئی اور چند روز کے بعد حضرت عبداللہ سے ملاقات کی۔ اُن کی پیشانی میں نورِ مصطفیٰ دیکھا تو اس کے عشق سے مجبور ہو کر اپنے چہرہ سے پردہ اٹھا کر حضرت عبداللہ سے نکاح کے لیے استدعا کی حضرت عبداللہ نے جب اس کا حُسن و جمال کامل اور شوق غالب دیکھا تو اس کی استدعا کو قبول کر لیا لیکن ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ یہ کام میرے والد محترم حضرت عبدالمطلب کے مشورہ کے بغیر نہیں ہو سکتا فاطمہ نے بھی اس بات کو پسند کیا۔ جب حضرت عبداللہ رات کو گھر واپس آئے تو حضرت آمنہؓ سے خواہش مجامعت پیدا ہوئی نتیجتاً وہ جز و نسلِ محمدی آپ کی صلب سے حضرت آمنہؓ کے رحم میں منتقل ہو گیا اور وہ نورِ حضرت عبداللہ کی پیشانی سے نانب ہو گیا۔ صبح ہوئی تو حضرت عبداللہ نے فاطمہ شامیہ کا قصہ حضرت عبدالمطلب سے بیان کیا آپ نے رضا مندی ظاہر کر دی۔ حضرت عبداللہ فاطمہ کے پاس آئے تاکہ اپنے والد کی رضا مندی سے اسے اطلاع دیں۔ فاطمہ کو وہ نور ان کی پیشانی میں نظر نہ آیا تو اُن کے دل سے دُور ساں آہ نکلی پھر کہا اے عبداللہ وہ نور جو تیری پیشانی میں مجھے محسوس ہوتا تھا اس کا اقتباس کسی اور نے کر لیا ہے اور وہ گو بر جو تیرے وجود کے صدف میں ہیں نے دیکھا تھا کوئی اور اڑا لے گیا ہے۔ چلتے بنے کہ اب تجھ سے مجھے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا میری خواہش کا ستارہ ڈوب گیا ہے اور میری آرزو کی چنگاری بجھ گئی ہے۔ یہ کہہ کر وہ بے نیل مراد و مرام اپنے وطن مایوف اور مسکن مانوس کو واپس چلی گئی۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے یہ واقعہ یوں بیان فرمایا ہے کہ جس وقت عبدالمطلب

حضرت عبداللہ کو نکاح کے لیے لیے جارہے تھے تو وہ ایک روحانی عاملہ جس کا نام فاطمہ خشمیہ تھا، کے پاس سے گزرے۔ اس نے حضرت عبداللہ میں نور نبوت کا مشاہدہ کیا اور کہنے لگی اے عبداللہ اگر تم مجھ سے اسی وقت مجامعت کرو میں تمہیں ایک سو اونٹ دوں گی۔ حضرت عبداللہ نے جواب دیا اگر بطریق حرام چاہتی ہے تو مجھے منظور نہیں۔ اور اگر بطریق حلال چاہتی ہے تو میرے واپس آنے تک انتظار کرو۔ کیونکہ مجھے اس میں کچھ اندیشہ ہے۔ جب حضرت عبداللہ کا نکاح حضرت آمنہؓ سے ہو گیا تو تین دن کے قیام کے بعد دونوں باپ بیٹا اسی جگہ سے گزرے، اچانک انھیں فاطمہ خشمیہ کا خیال آیا اور اسے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس کے پاس گئے تو وہ کہنے لگی اے جوان! تو نے یہاں سے جانے کے بعد لیا کیا؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا، میرے والد نے حضرت آمنہ بنت وہب کا نکاح میرے ساتھ کر دیا اور میں ان کے ساتھ تین روز تک رہا ہوں۔ وہ بولی، خدا کی قسم! میں بدکار عورت نہیں ہوں۔ بات یہ تھی کہ میں نے تیری پیشانی میں ایک نور دیکھا تھا اور مجھ میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ نور مجھ میں منتقل ہو جائے لیکن خدا نے جس کی طرف چاہا منتقل کر دیا۔

ولادتِ رسولِ خدا پر ابلیس کا وادِیلا

جب نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم میں منتقل ہوا تو روئے زمین کے تمام بتوں نے اپنے سر نیوڑا لیے اور تمام شیاطین اپنے کام سے دست کش ہو گئے۔ ملائکہ نے تختِ ابلیس کو سرنگوں کر کے سمندر میں پھینک دیا اور چالیس روز تک اُسے سزا دیتے رہے۔ آخر کار وہاں سے بھاگ کر وہ جبل بوقیس پر آ کر اس طرح شور مچائے اور فریاد و غوغا کرنے لگا کہ اس کی تمام ذریت جمع ہو گئی۔ کہنے لگا تم پر سخت افسوس ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ متولد ہو گئے۔ یاد رکھو اس کے بعد لات و عزیمت اور تمام بتوں کی عبادت باطل ہو جائے گی اور دنیا نور توحید سے در ہو جائے گی اور اسی طرح عرب کے تمام قبائل اور قریش کے تمام کاہن اپنی صنعت کاری (دُبت تراشی) سے ناوم و شرمندہ ہو گئے اور کہانت کا علم ان سے سلب کر لیا گیا۔ اسی رات زمین و آسمان سے یہ صدا آنے لگی کہ اس نبی آخر الزماں کی آمد کا

وقت قریب آگیا ہے جس نے نو ماہ سے یمن و برکت سے بطن آمنہؑ کو منور کیا ہے اور انہیں کسی قسم کا رنج و الم نہیں پہنچا۔ ولادت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بتاریخ ۱۲ ربیع الاول بروز پیر، واقعہ فیل سے پچیس دن بعد ہوئی۔ ابرہہ بن اشترم بیت اللہ شریف (اللہ تعالیٰ اس کی مکرم و تشریف کو زیادہ کرے) کی تخریب کے لیے آیا تھا۔ یہ نو شیروان عادل کا زمانہ تھا جو حضورؐ کی ولادت کے بعد ۲۲ سال تک زندہ رہا۔

واقعہ اصحاب فیل یہ واقعہ یوں ہوا کہ ابرہہ نجاشی کے قتل سے یمن میں مقیم ہو گیا تھا اور یمن کی حکومت کے امور کے بندوبست

میں یہیں ٹھہرا رہا اور صنعاء میں ایک معبد کی بنیاد ڈالی جس کا نام قلیس رکھا۔ اس نے نجاشی کو لکھا کہ میں نے بادشاہ کے نام پر ایک معبد کی بنیاد ڈالی ہے جس کی عہد اول پر مثال نہیں ملتی۔ میری یہ خواہش ہے کہ کعبہ عرب کو یہاں پٹا دو اور کسی کو کہیں جانے کی اجازت نہ دو۔ جونہی یہ بات اہل عرب میں شہرت یاب ہوئی تو عرب کے قبائل سے ایک شخص عصیت کی بناء پر معبد قلیس میں آیا اور وہاں بول و براز کے لیے بیٹھ گیا اور بعض کہتے ہیں کہ عربوں نے اسے آگ لگا دی۔ معبد قلیس کی عمارت جو کٹری کی بنی ہوئی تھی لیکن اسے سونے سے جڑاؤ کر دیا گیا تھا، کو آگ لگ گئی اور تمام کی تمام جل گئی۔ ابرہہ نے غضب ناک ہو کر قسم کھائی کہ وہ خانہ کعبہ کو تباہ کر دے گا۔ چنانچہ حبشہ سے لشکر لے کر باہر آیا۔ اس کے ساتھ مختلف روایتوں کے مطابق ایک یا دس ہزار ہاتھی تھے۔ جب نزدیک پہنچے تو عبدالمطلب نے (تہامین) وادی مکہ کا تیسرا حصہ مال پیش کیا تاکہ وہ واپس چلے جائیں۔ انہوں نے یہ مال قبول نہ کیا، سوار ہو کر چلے، ہاتھی آگے آگے تھے۔ انہوں نے ہر چند ہاتھی کو حرم شریف کی طرف سلاخیں مار کر ہانکا لیکن وہ نہ چلا، اور جب دوسری طرف چلاتے تو وہاں دو اے بناتا۔ وہ عاجز آگئے تو انہوں نے چند آدمی جیسے جو حضرت عبدالمطلب کے اونٹ پکڑ لائے عبدالمطلب اونٹ لینے کے لیے ابرہہ کے پاس گئے۔ جب ابرہہ نے انہیں دیکھا تو اس پر مصیبت طاری ہو گئی۔ اس نے پوچھا، یہ کون ہے؟ وہ کہنے لگے کہ یہ تہامی سردار ہے اس نے عبدالمطلب کا استقبال کیا اور تخت پر اپنے ساتھ بٹھایا اور پوچھا کہ آپ کیا

چاہتے ہیں؟ عبدالمطلب کہنے لگے کہ کچھ سواروں نے میرے اونٹ پکڑ لیے ہیں ان سے کہئے وہ واپس کر دیں۔ اس نے کہا: "اے سردارِ قریش! میں تو اس گھر کو جس سے تمہاری عزت و شرف وابستہ ہے تباہ کرنے آیا ہوں۔ تجھے اس گھر کی کوئی فکر نہیں اور اونٹوں کا تقاضا کر رہے ہو؟ عبدالمطلب نے کہا: اونٹ میرے میں اور گھر میرے خدا کا ہے۔ وہ سب طاقت ور ہے اور اپنے گھر کی حفاظت خود کر سکتا ہے۔ عبدالمطلب اونٹوں کو لے کر واپس لوٹے تو اسی وقت خانہ کعبہ کے دروازے کی زنجیر پکڑ کر دُعا و مناجات میں مشغول ہو گئے اچانک ان کی نظر آسمان پر اٹھی۔ انہوں نے ایسے پرندے دیکھے جو کبھی دیکھنے میں نہ آئے تھے۔ ہر پرندے کی چونچ میں چنے سے چھوٹا اور مونگ کی وال کے دانے سے بڑا پتھر تھا۔ ان پرندوں کے پنجوں میں بھی دو دو پتھر تھے جن پر کافر کا نام لکھا ہوا تھا۔ جب وہ پتھر کافروں کے سروں پر گرتے تو انہیں پیرتے ہوئے نکل جاتے اور وہ ہلاک ہو جاتے۔ اگر کوئی کافر گھوڑے پر سوار ہوتا تو اس کے گھوڑے کو چیرتا ہوا نکل جاتا اور راکب و مرکب دونوں کو تباہ کر دیتا۔ اس منظر کو دیکھ کر کافر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن وہ پرندے ان کا تعاقب کرتے رہے اور انہیں ہلاک کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ابرہہ نہایت بُری حالت میں ہلاک ہوا۔ اس کا وزیر نجاشی کے دار الخلافہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور اسے تمام قصہ سنایا۔ نجاشی نے اس سے پوچھا شروع کیا کہ وہ پرندے کیسے تھے جنہوں نے اتنے جنگجو آدمیوں کو ہلاک کر دیا۔ وزیر نے اوپر دیکھا تو ایک پرندہ اس کے سر کے گرد تھا، اشارہ کر کے کہنے لگا: اے بادشاہ! وہ پرندے اس طرح کے تھے۔ اسی وقت پرندے نے اس کے سر پر پتھر دے مارا اور وہ دیکھتے دیکھتے نجاشی کے سامنے ہلاک ہو گیا۔ یہ سب حضور علیہ السلام کے زمانہ اقدس کے قریب ہونے کی اور آپ کی نبوت کی علامات تھیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ اُن سنگریزوں میں سے بہت سے حضرت اُمّ ہانی کے گھر میں تھے جن سے ہم بچپن میں کھیل کرتے تھے۔ جب اس واقعہ کے بعد بچپن روز گزر گئے تو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت سے حضرت عیسیٰ تک چھ سو بیس سال کی مدت ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے

لے کر حضرت داؤد علیہ السلام تک بارہ سو سال کی مدت ہے اور حضرت داؤد سے حضرت
 موسیٰ علیہ السلام تک پانسو سال کی مدت ہے اور حضرت موسیٰ سے لے کر حضرت ابراہیم تک
 سات سو تتر سال کی مدت ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام تک
 چودہ سو سال کی مدت ہے اور طوفان سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک بارہ سو چالیس
 سال۔ اس طرح تمام مدت پانچ ہزار سات سو چالیس سال ہوتی ہے۔

رکن دوم

۳ شواہد جو خواجہ عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے بعد ظہور میں آئے

ولادت پاک کی رات حضرت سیدہ آمنہؓ فرماتی ہیں کہ میں حضورؐ کی ولادت کے وقت گھر میں اکیلی تھی۔ جبکہ المطلب طوافِ کعبہ میں مصروف تھی

اور حضرت عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے چار مہینے پہلے مدینہ میں فوت ہو چکے تھے اور وہیں مدفون ہوئے۔ جو نہی میں نے اوپر دھیان کیا تو دیکھا کہ کوئی بہت بڑی شہ چھت کی راہ سے گھر میں آ رہی ہے اس سے مجھ پر ایک بہت سی چھاگٹی تو مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے کہ ایک سفید پرندے نے اپنے پر مجھ پر ملے ہیں اور وہ خوف و ہراس زائل ہو گیا۔ پھر اس نے مجھے کوئی سفید رنگ کی پینے کی چیز دی جو میں سمجھتی ہوں کہ دودھ تھا۔ میں چونکہ پیاسی تھی اس لیے میں نے اس شربت سے چند گھونٹ پی لیے، پھر میں نے دراز قامت اور خوب صورت عورتیں دیکھیں جو عبدالمناف کی بیٹیوں سے ملتی جلتی تھیں۔ وہ میرے ارد گرد جمع ہو گئیں اور میرا حال احوال پوچھنے لگیں۔ پھر میں نے ایک ریشمی کپڑا زمین سے کھان تک آویزاں دیکھا۔ میں نے کسی کو کہتے ہوئے سنا کہ اسے پکڑ لو۔ جو نہی میری آنکھوں سے حجاب اٹھا تو میں نے زمین کے مشرق و مغرب دیکھ لیے۔ پھر میں نے تین جھنڈے دیکھے، ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں، تیسرا بائیں کعبہ پر بلند تھا۔ بعد ازاں بہت سی عورتیں میرے ارد گرد جمع ہو گئیں۔ جب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے تو آپ سر بسجود ہو گئے اور اپنی ایک انگلی آسمان کی طرف اٹھائی۔ اس کے بعد بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا جس کے باعث حضور علیہ السلام آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ میں نے سنا کہ منادی کہہ رہا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام عالم کی سیر کرانی گئی ہے

تاکہ تمام مخلوق آپ کی صفات، آپ کی صورت اور اسم گرامی سے آشنا ہو جائے۔ یہ بادل صرف ایک لمحہ کے لیے منور رہا۔ میں نے محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ ایسے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے جو دودھ سے زیادہ سفید اور حریر پر نیاں سے زیادہ نرم تھا۔ پھر ایک بادل پہلے سے بڑا آیا۔ اس میں میں نے انسانوں، گھوڑوں کی آوازیں سُنیں۔ میں سُن رہی تھی کہ منادی کہہ رہا تھا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام جن و انس اور چاندوں پرندوں کو زیارت کرائی گئی پھر آپ کو آدم علیہ السلام کی صفوت و بزرگی، نوح علیہ السلام کی رقت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سی آزمائش حضرت اسماعیل کی زبان، یوسف علیہ السلام کا جمال، یعقوب علیہ السلام کا بُشرہ، داؤد علیہ السلام کی صورت، ایوب علیہ السلام کا سبر، یحییٰ علیہ السلام کا زہد اور عیسیٰ علیہ السلام کی سخاوت عطا ہوئیں۔ یہ بادل بھی نہ ف ایک لمحہ کے لیے ہی روشن ہوا۔

تساروں سے جھولی بھری گئی حضرت عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے وقت حضرت سیدہ آمنہ کے ہاں حاضر تھی۔ اس رات مجھے ہر چیز آفتاب کی مانند روشن نظر آتی تھی۔ تساروں کو میں نے دیکھا تو یوں معلوم ہوتے تھے جیسے میری طرف چلے آ رہے ہیں۔

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کہتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے وقت سامنے ماند پڑ گئیں حضرت آمنہؓ کی عمدہ و معاونہ میں تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا نور چراغ کی روشنی کو مات کر رہا تھا۔ میں نے اس رات دس علامات کا مشاہدہ کیا۔ اول یہ کہ جب حضور پیدا ہوئے تو سب سے پہلے سجدہ ریز ہوئے۔ دوم جب سجدے سے سر اٹھایا تو فصیح و بلیغ زبان میں لا اِلهَ اِلَّا اللهُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللهُ علیہ وسلم کہا۔ سوم: میں نے گھر کو آپ کے چہرہ انور کے نور سے روشن و منور دیکھا۔ چہارم: میں نے چاہا کہ میں آپ کو نہلاؤں لیکن ہاتھ نے آواز دی اے صفیہ! اپنے آپ کو زحمت نہ دے کیونکہ تم نے اپنے محبوب کو پاک صاف پیدا کیا ہے۔ پنجم: پھر جب میں نے

یہ معلوم کرنا چاہا کہ لڑکی ہے یا لڑکا۔ تو میں نے دیکھا کہ حضورِ مغمون اور نائف بریدہ پیدا ہوئے ہیں۔ ششم: جب میں نے چاہا کہ آپ کو کسی کپڑے میں لپیٹوں تو آپ کی پشت پر میں نے مہرِ نبوت دیکھی اور آپ کے کندھے کے درمیان دیکھا تو وہاں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ لکھا ہوا تھا۔

حضرت عبدالمطلب کا بیان ہے کہ حضور
کعبے میں بت سرنگوں ہو گئے
 علیہ السلام کی ولادت کے وقت

طوافِ کعبہ میں مصروف تھا۔ جب ادھی رات گزری تو میں نے خانہ کعبہ کو بمقامِ ابراہیم کی طرف سجدہ اور اللہ اکبر کی آوازیں بلند کرتے دیکھا اور کہتے سنا کہ اب مجھے مشرکوں کی نجاستوں اور زمانہِ جہالت کی ناپاکیوں سے پاک و صاف کر دیا گیا ہے۔ پھر اس میں تمام بت جھک گئے ہیں نے جبل کی طرف دیکھا جو سب سے بڑا بت تھا تو وہ بھی اوندھے منہ ایک پتھر پر پڑا ہوا تھا اور منادی نے یہ صدا دی کہ حضرت آمنہؓ کے بطن سے **محمد** پیدا ہو چکے ہیں۔ اس وقت میں صفا پہاڑ پر چلا گیا۔ صفا پہاڑ کو میں نے پُرخونادیکھا۔ مجھے ایسا نظر آتا تھا گویا تمام پرندے اور بادل مکہ پر سایہ کرنے آئے ہیں۔ پھر میں حضرت آمنہؓ کے گھر کی طرف آیا۔ دروازہ

بند تھا۔ میں نے کہا دروازہ کھولو۔ حضرت آمنہؓ نے کہا اباجان! محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا: لاؤ ذرا دیکھوں تو۔ کہنے لگیں: اجازت نہیں۔ پھر میں نے کہا: اے آمنہ! اس نیچے کو تین دن تک کسی کو مت دکھانا۔ یہ کہہ کر میں نے تلوار سونتی اور گھر سے باہر چلا گیا۔ میں نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جو تلوار سونتے ہوئے تھا اور چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے تھا، کہنے لگا: اے عبدالمطلب! واپس جاتا کہ ملائکہ، مقررین اور تمام علیین کے رہنے والے تیرے نیچے کی زیارت سے فارغ ہوں۔ اس سے میرے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ میں اسی حالت میں باہر آ گیا تاکہ قریش کو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کی خبر دوں لیکن میری زبان ایک ہفتہ تک بند ہو گئی اور میں کسی سے بات نہ کر سکا۔

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا:
حضورِ حلیمہ کی گود میں کیا طیور و سحاب حضور علیہ السلام کی رضاعت میں
 ایک دوسرے سے جھکڑا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! انسانوں کے سوا تمام خلقِ خدا
 عز و جل اس میں جھکڑتی تھی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے
 تو آواز آئی: اے گروہِ مخلوق! محمد بن عبد اللہ پیدا ہو گئے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہے وہ پستان
 جس سے آپ دودھ پیئیں۔ اس پر تمام مخلوق میں نزاع پیدا ہو گیا۔ آخر آواز آئی کہ جھکڑے
 سے باز آ جاؤ کیونکہ حق تعالیٰ نے آپ کی رضاعت بھی کسی انسان کے مقدر کر دی ہے۔ جب
 تین دن گزرے تو حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق ثویبہ جو ابو لہب کی لونڈی تھی
 حضرت حلیمہ کے آنے تک آپ کو دودھ پلانے پر متعین رہی۔ اس کے چار ماہ بعد
 حضرت حلیمہ آئیں۔

قصر کسری کے چودہ بیمار ز میں بوس ہو گئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
 ولادت کی شب کسری
 بادشاہ ایران کا محل جنبش کھا گیا۔ اس کے چودہ کنگرے گر گئے اور آتشکدہ فارس جو ہزار سال
 سے فروزاں تھا اور اس مدت میں کبھی نہ بجھا، ٹھنڈا ہو گیا۔ دریا سٹے سا وہ خشک ہو گیا۔ ایک
 مُوبد نے جو مجوسوں سے زیادہ عالم تھا خواب دیکھا کہ کچھ بے مہار و سرکش اونٹ عربی گھوڑوں کو
 مار رہے ہیں تا آنکہ جب تک چلے گئے اور پھر مختلف شہروں میں بکھر گئے۔ کسری محل کی جنبش اور
 چودہ کنگروں کے گرنے سے سہم گیا۔ اگرچہ آپے میں رہا لیکن اطمینان خاطر جاتا رہا۔ صبح ہوئی تو
 بے قرار ہو گیا۔ تخت پر بیٹھے ہی وہ تمام ماجرا اپنے ذہنوں اور داناؤں کو کہہ سُنایا۔ ابھی
 قصہ تمام نہیں ہوا تھا کہ آتش کدہ فارس کے بجھنے کی خبر مل گئی جس سے بادشاہ کی فرماندگی اور
 بڑھ گئی۔ اسی وقت مُوبد مُوبدان نے اپنی خواب کا تذکرہ بادشاہ سے کیا۔ بادشاہ پوچھنے لگا:
 آ مُوبد مُوبدان! یہ کیا ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا: یہ ایک ایسا حادثہ ہے جو نواحی عرب میں
 واقع ہوا ہے۔ کسری نے نعمان بن منذر کو لکھا کہ دانا و عاقل آدمی سے اس کے متعلق پوچھئے۔
 اس نے عبد المسیح غسانی کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا جس نے اس سے رونا ہونے والے

واقعہ سے متعلق پوچھا۔ اس نے کہا اس کا علم تو میرے چچا سطیح غسانی کو ہے۔ بادشاہ نے کہا: جاؤ اسے پوچھو۔ عبدالسیح گیا تو دیکھا وہ بستر مرگ پر تھا۔ اسے سلام کیا اس نے جواب نہ دیا۔ اس نے شعر کہنے شروع کر دیئے۔ جب سطیح نے اس کا شعر سنا تو آنکھ کھولی اور کہا: کیا تجھے بادشاہ ایران بھیجا ہے۔ دیکھو جنبش ایوان کسری محل کے کنگروں کا گرنا، موبد موبدان کا خواب دیکھنا، آشکرہ فارس کا ٹھنڈا ہونا، دریائے ساوہ کا خشک ہونا، یہ سب محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے نشانات ہیں اور اس بات کی علامات ہیں کہ وہ اس سرزمین پر قبضہ کر لیں گے۔ اب صرف چودہ ایرانی بادشاہ حکومت کریں گے پھر ان کی حکومت ختم ہو جائے گی۔ جب عبدالسیح نے کسری کو یہ بات بتائی تو کہنے لگا: جتنا عرصہ چودہ بادشاہ حکومت کریں گے بے حاصل و لا حاصل ہوگا۔ چنانچہ دس بادشاہ صرف چار سال تک حکومت کر سکے۔ پہلا نوشیرواں اور چار دوسرے۔ حضرت سیدنا امیر المومنین عثمان بن عفان کی خلافت تک۔

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے کہ بادشاہ ایران نے جبلہ کے کنارے ایک محل کی بنیاد رکھی تو اس پر اس قدر مال و دولت صرف کی کہ صرف خدا ہی جانتا ہے۔ ایک دن اس کے محل کے درمیان ایک شگاف پڑ گیا، وہ بنا جو اس نے رکھی تھی پانی بہا کر لے گیا، اس وقت اس کے پاس تین سو ساٹھ جادوگر، نجومی اور روحانی عامل تھے۔ ان میں عرب کا ایک شخص نائب نامی تھا۔ اسے کہانت میں بڑی دسترس تھی اور جو وہ کہتا اس میں بہت کم غلطی ہوتی۔ بادشاہ نے ان کا ایک گروہ جمع کیا اور کہا میرا محل ٹوٹ گیا ہے اور اس کی اساس و بنیاد خراب ہو گئی ہے۔ اس بارے میں کچھ غور کرو کہ یہ کیوں ہوا ہے۔ یہ سن کر وہ سب اس کے سامنے سے اٹھ آئے تاکہ اس مسئلہ پر غور و فکر کریں۔ ان پر ان کے سحر و جادو اور کہانت کی تمام راہیں بند ہو گئیں۔ نائب اسی تاریک رات میں بالائی پشتہ پر گیا اور آسمان کے کناروں پر نظر ماری اور دیکھا کہ حجاز کی جانب سے بجلی چمکی اور مشرق تک پہنچ گئی۔ جب صبح ہوئی تو اس نے دیکھا کہ اس کے قدموں کے نیچے سبزہ ہی سبزہ تھا۔ اس نے دل ہی دل میں کہا، میں نے جو بھی دیکھا ہے سچ ہے لیکن حجاز سے ایک ایسے بادشاہ کا ظہور ہوگا جو تمام مشرق کو محیط کر لے گا اور دنیا میں فراخی و کشادگی پیدا کرے گا۔ جب تمام کابن و شعبہ باز اور نجومی ایک جگہ اکٹھے ہوئے تو یہ اتفاق رائے سے کہنے لگے کہ کوئی پیغمبر علیہ السلام

پیدا ہوا ہے یا ہوگا جس کے قبضہ میں ملک کسری چلا جائے گا لیکن یہ تمام ماجرا اس کے سامنے پیش نہیں کیا جاسکتا کیونکہ وہ ہم سب کو قتل کر ڈالے گا۔ وہ اس کے پاس آنے اور کہا کہ محل میں شکست و ریخت اور بناؤ و جلہ میں اس وجہ سے خرابی واقع ہوگئی تھی کہ بنیاد رکھنے کے وقت پسند و ناپسند میں غلطی ہوئی تھی۔ ہم وقت پسند کرتے ہیں تاکہ اب بنیاد میں خرابی پیدا نہ ہو۔ انہوں نے وقت پسند کیا اور دوسری دفعہ بنا رکھی گئی۔ جب محل مکمل ہوا تو اس نے تمام اعیان سلطنت کے ساتھ اس میں ایک جشن رچایا، وجہ میں زور سے طغیانی آئی محل کی تمام بنیاد خراب ہوگئی۔ بادشاہ کو پانی سے نیم مڑہ باہر نکالا گیا۔ بادشاہ نے نجومیوں اور کاہنوں پر نہایت سختی کی اور بعض کو قتل کر دیا باقیوں نے کہا چونکہ ہم سے پہلے کاہنوں اور نجومیوں سے خطا ہوگئی تھی اس لیے ہم سے بھی خطا واقع ہوگئی ہے۔ بادشاہ نے ایک دفعہ اور محل کی بنیاد رکھی۔ جب وہ مکمل ہوا تو خائف و ترساں اس پر پاؤں رکھا لیکن وہ بنیادیں جل گئیں۔ اور پھر اسے نیم مڑہ حالت میں پانی سے باہر نکالا گیا۔ بادشاہ نے ان تمام کے قتل کا حکم دیا تو کہنے لگے: سچی بات یہ ہے کہ ایک پیغمبر مبعوث ہو چکا ہے یا ہوگا جو تیری سلطنت کے زوال کا باعث ہوگا۔ جب بادشاہ نے یہ سنا تو وجہ کے کنارے محل کی بنیاد رکھنے سے باز آگیا۔

ولادت کی خبر سن کر یہودی بوکھلا اٹھے

ط جس رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ہوئی مکہ میں ایک یہودی ساکن تھا وہ قریش کی مجلس میں آکر پوچھنے لگا: کیا پیر کو تمہارے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا: ہمیں کچھ پتہ نہیں۔ وہ کہنے لگا: اگر تم میں سے ہوگزارا تو پروا نہیں پیر کو اس امت کا پیغمبر پیدا ہوا ہے۔ اگر تم میں سے نہیں ہوا تو فلسطین میں ہوگا جس کے کندھوں کے درمیان پسند بال ہوں گے۔ متواتر دو رات تک دودھ نہیں پئے گا کیونکہ کوئی بدروح اس کے منہ میں انگلی ڈال کر اسے دودھ پینے سے باز رکھتی ہے۔ قریش اس مجلس سے ادھر ادھر ہوتے ہی حیرانی کی حالت میں اپنے اپنے گھروں کو گئے۔ انہیں پتہ چلا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کو خدا نے تعالیٰ نے مینا عطا کیا ہے اور اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا ہے۔ قریش نے یہ قصہ یہودی کو سنایا تو وہ نصرت آمنہ کے گھر آیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان وہ علامات

دیکھیں تو بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو کہا: خدا کی قسم بنی اسرائیل سے نبوت رخصت ہو کر قریش کی طرف آگئی ہے۔ پھر کیا تمہیں اس کی ولادت سے خوشی ہو رہی ہے۔ وہ سجداتم پر ایسا غلبہ اور سختی کرے گا کہ مشرق و مغرب کے لوگ جان لیں گے۔

علیہ السلام کی قسمت جاگ اٹھی

علیہ السلام کی قسمت جاگ اٹھی چند عورتوں کے ساتھ قریش کے نپتے لانے کیلئے مکر روانہ ہوئی تو میرا شوہر بھی میرے ساتھ تھا۔ ہمارے پاس ایک گدھی اور ایک اونٹنی تھی جو دودھ نہیں دیتی تھی۔ اس سال سخت قحط کی وجہ سے لوگ بے حال تھے۔ میرے پستانوں میں اتنا دودھ بھی نہ تھا جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رضاعی بھائی حضرت حمزہ میرے ہو سکتے۔ ان کے رونے سے میری راتوں کی نیند جاتی رہتی۔ جب میں گدھی میں پہنچی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دینے لگے۔ میں نے نادانی کے باعث یوں کہہ دیا کہ دایہ کے احسان کا بدلہ چکانے کیلئے باپ کا موجود ہونا ضروری ہے اور آپ کے والد محترم وصال کر چکے ہیں۔ اسی دوران میں تمام دوسری دایہوں نے نپتے حاصل کر لیے اور کوئی اور بچہ بڑے گھرانے کا باقی نہ رہا۔ مجھے بغیر کسی بچے کے واپس جانے سے شرم محسوس ہوئی۔ میں نے آپ کو قبول کر لیا۔ حضرت آمنہؓ نے مجھ سے کہا کہ مجھے یہ ہاتھ نے صد آدمی سے کہ اپنے نپتے کے لیے دایہ کا انتخاب بنی سعد سے کرنا جو آل ذویب سے ہو۔ حضرت علیہ السلام کہتی ہیں میں نے کہا میں بنی سعد سے ہوں اور میرے باپ کا نام ذویب بن اور میرا شوہر ابو ذویب ہے۔ حضرت آمنہؓ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے اندر لے گئیں۔ میں نے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک صوف کے کپڑے میں لپیٹا ہوا دیکھا۔ آپ سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی اور آپ کے چہرہ انور سے نیک بختی و سعادت کے آثار روشن تھے۔ آپ سبز کپڑے پر سوار تھے میں نے اپنے پستان آپ کے منہ پر رکھے تو آپ نے آنکھیں کھولیں۔ میں نے دیکھا کہ حضورؐ کی آنکھوں سے ایک نور عرش عظیم کی طرف گیا۔ میں نے آگے بڑھ کر آپ کے چہرہ پر چوم لیا اور حضرت آمنہؓ سے آپ کو اوجھل کر دیا۔ پھر میں نے آپ کو اٹھایا اور آپ کو دایاں پستان دیا جو آپ نے چومنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد میں نے دایاں پستان آپ کے دہان مبارک میں ڈالا تو آپ نے اسے نہ پیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت ہی تعالیٰ نے

حضور کو بذریعہ اہام عدل و انصاف کرنے کی ہدایت فرمائی تھی کہ ایک پستان میں آپ کے ایک ساتھی کا حصہ ہے اسی باعث آپ نے بائیں پستان کو چھوڑ دیا۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں: میں دایاں پستان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیتی تھی اور بائیں اپنے بیٹے حمزہ کو۔ اور حمزہ آپ سے پہلے کبھی دودھ نہ پیتے تھے۔

حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حلیمہ کا گھر رکابٹ کا گوارہ بن گیا اور حضرت حمزہ دونوں کو دودھ پلاتی تھی لیکن پھر بھی میرے پستان دودھ سے بھر رہے تھے اور میری بے شیر اونٹنی شیر دار ہو گئی۔ ہمارے گھر کا ہر برتن دودھ سے بھر گیا۔ میرا شوہر کہنے لگا: اے حلیمہ! ہمارے گھر میں برکت ہی برکت آگئی ہے اور شاید حق تعالیٰ نے ہم پر اپنی عنایات کا اظہار کیا ہے اور یہ تمام برکت اس سعادت مند بچے کے باعث ہے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں جب میں محمد جبریل گوارہ جنبانی کی خدمت پر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے گھر لے گئی تو میں نے مکتہ میں تین راتیں قیام کیا۔ تیسری رات میں نے دیکھا کہ ایک شخص سبز لباس میں بلبو س کے اور اس کی پیشانی سے زچمک رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ہانے بیٹھ کر آپ کو بوسہ دے رہا ہے۔ میں نے اس واقعہ سے اپنے شوہر کو آگاہ کر دیا۔ وہ بولے: اے حلیمہ اس راز کو میں نہیں جانتا مگر اتنا معلوم ہے کہ ہم سے زیادہ سعادت مند ہو کر کوئی بھی اپنے وطن واپس نہیں جائے گا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں کہ جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضور کی اولین سواری میں اپنی گدھی پر سوار ہوئی اور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے آگے بٹھایا۔ میں نے دیکھا وہ گدھی تین دفعہ کعبہ کی طرف سجدہ ریز ہوئی۔ پھر سر اٹھایا اور تمام سواریوں سے آگے نکل گئی اور اس طرح دوڑی جا رہی تھی کہ تمام سواریاں پیچھے رہ گئیں۔ میری ساتھیوں نے کہا: اے حلیمہ اپنی سواری کی لگام کھینچ کر رکھو۔ کیا یہ وہی سواری ہے جو ہزار حیلوں کے باوجود اپنی بگت نہیں مٹتی تھی؟ میں نے کہا مجھے یقین ہے یہ سب کچھ اس بچے کی برکت کی وجہ

حضرت حلیمہؓ یہ بھی کہتی ہیں کہ بنی سعد کی
 بنو سعد کی چراگاہیں سرسبز ہو گئیں کسی بھی منزل گاہ میں ہم نہ اترے
 کیونکہ وہاں سبزہ نظر نہ آتا تھا اور نہ ہی کچھ شگفتگی و تروتازگی ہی تھی۔ لیکن میرے جانوروں کو
 حق تعالیٰ نے یہ برکت دی کہ تمام بکریوں کے تھن دُودھ سے بھر گئے۔ یہاں تک کہ بنی سعد کے تمام
 لوگ اپنے چرواہوں پر ناراضی کا اظہار کرنے لگے کہ ابو ذویب کی بکریاں کیوں موٹی تازی ہو رہی ہیں
 اور ہماری بکریاں کمزور و لاغر ہوتی جا رہی ہیں حالانکہ تم بھی وہیں چراتے ہو جہاں ابو ذویب
 چراتے ہیں۔

اسی طرح حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں جب آپ کے نزدیک
 ولادت کا سالِ اولین ہو کر کوئی بات کرنے لگتے تو سب سے عجب چیز

یہ ہوتی کہ ایک آواز اُٹھتی اور آپ اللہ اکبر اللہ اکبر الحمد للہ رب العالمین کہتے۔
 اتنی طرح کہتے ہیں کہ تیب ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دو ماہ کے بونے لڑکوں کی طرف سرین کے
 بل چلتے۔ اور تیب پانچ ماہ کے بونے تو اٹھ کر چلنے لگے۔ جب چھ ماہ کے بونے تو تیز تیز چلنے لگے
 اور تیب سات ماہ کے بونے تو جدمر چاہتے خوشی سے چلے جاتے۔ اور جب آٹھ ماہ کے بونے
 تو گفتگو کا مفہوم ہی سمجھ میں آتا تھا لیکن نو ماہ کی عمر شریف میں فصیح گفتگو کرنے لگے۔ اور جب
 دس ماہ کے بونے تو لڑکوں کے ساتھ تیر اندازی کیا کرتے تھے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت حلیمہؓ کا بیان ہے کہ میں رضاعت کے دوران میں آپ کی
 رضاعت کے ایام عادت شریف سے بہت آرام میں تھی۔ آپ نے سرگز کسی چیز

پر پیشاب نہ کیا جسے مجھے دھونا پڑا ہو بلکہ ہر روز و شب وقت مقرر پر ایک بار پیشاب کیا کرتے تھے
 دوسرے دن جب تک وہ وقت نہ ہوتا آپ پیشاب نہ کرتے۔

حضرت حلیمہؓ کا ہی بیان ہے کہ جب ہم نماز سے باہر آئے تو
 شیخ ہذیل چیخ پڑا ہم ایک حوض پر ٹھہر گئے۔ اسی جگہ شیخ ہذیل بھی موجود تھا۔

میری ساتھیوں نے کہا وہ عجیب و غریب باتیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ سے تھیں

کہی ہیں اس سے پوچھو۔ میں نے پوچھا: اسے شیخ! اس بچے کی والدہ محترمہ نے کہا تھا کہ اس کی ولادت کے وقت مجھ سے ایک نوزکلا جس سے تمام چیزیں منور ہو گئیں۔ جب حضور زین پر تشریف لائے تو آپ نے مٹھی بھر مٹی اٹھا کر اپنا سر انور اوپر اٹھایا اور پھر اپنا چہرہ انور آسمان کی طرف کیا۔ شیخ نبیل نے شور مچا دیا کہ اسے آلِ نبیل! اس بچے کو ہلاک کر دو کہ یہ تمام رُوئے زمین کا مالک بن جائے گا اور آسمان سے کسی حکم کا منتظر ہے۔

حضرت حلیمہ مزید فرماتی ہیں: جب محمد

حبشہ کے عیسائیوں کی خواہش صلی اللہ علیہ وسلم دو سال کے ہوئے اور آپ کی واپسی کا وقت آیا۔ میں آپ کو آپ کی والدہ محترمہ کے پاس لے گئی تاکہ ان کے سپرد کر دوں لیکن میں یہ نہیں چاہتی تھی کہ یہ خیر و برکت ہم سے جدا ہو۔ ہم نے کہا ہم نے کسی بچے کو اس بچے سے زیادہ بابرکت نہیں دیکھا اور مکہ کی گرمی اور وبائے ہمیں خطرہ ہے اس لیے آپ حضور کو دوبارہ ہمارے حوالے کر دیں۔ جناب آمنہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر ہمارے سپرد کر دیا اور ایک سال تک حضور پیر ہمارے پاس رہے۔ ایک دن ہم حبشہ کے عیسائیوں کے پاس سے گزرے انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا پھر آپ کی طرف تیز تیز نظروں سے دیکھنے لگے اور اپنے کاموں کو چھوڑ کر آپ کے متعلق پوچھ گچھ کرنے لگے۔ انہوں نے آپ کے دونوں کندھوں کے متعلق کچھ تاہل کیا اور آپ کی آنکھوں کی سُرخی کو دیکھا۔ پھر مجھ سے پوچھا: کیا تیرے اس بچے کو آنکھوں میں درد ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے کہا: جتنا مال لینا چاہتی ہو لے لو۔ تمہارے ہزار ہا احسان ہم لینے کو تیار ہیں۔ یہ بچہ ہمیں دے دو تاکہ ہم اسے حبشہ میں لے جائیں کیونکہ اس کی شان بہت بلند ہوگی ہم نے اپنی کتابوں میں اس طرح لکھا پایا ہے کہ ایک ایسا پیغمبر باقی ہے جس کا مقام پیدائش مکہ میں ہوگا اور ہر خیال ہے وہ تشریف لے آیا ہے یا تشریف لانے کے نزدیک ہے۔ حضرت حلیمہ کہتی ہیں مجھے ان سے بہت خوف آیا اور وہاں سے آدھی رات کے وقت چل پڑی۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں: جب محمد علیہ السلام

بادل سر پر سایہ کرتے ہیں تین سال کے ہوئے تو آپ نے اپنے رضاعی

بھائیوں کے ساتھ مکہ کی چراگاہ میں جانے کی خواہش کی۔ چنانچہ آپ ہر روز عصا ہاتھ میں لے کر

اپنے بھائیوں کے ساتھ نہایت شاداں و فرحاں چراگاہ میں جاتے اور بہ نہایت خوشی واپس آتے۔ ایک دن بہت گرم ہوا چل رہی تھی۔ مجھے افسوس ہوا کہ آپ اس تشویشناک موسم میں باہر جانیں گے تو آپ کی رضاعی بہن حضرت شیماؓ بولیں: اُمی جان! غم نہ کیجئے جب میں آپ کے ساتھ جا رہی تھی تو میں نے برکان کے درمیان ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو آپ کے سر پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ آپ جس طرف جاتے وہ آپ کے ساتھ ساتھ اسی طرف ہولیتا۔

حضرت حلیمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن آپ بکریوں کی چراگاہ

شق الصدر کا واقعہ میں تشریف لے گئے تو آپ کے بھائی حمزہؓ دوپہر کے وقت چراگاہ سے روتے ہوئے گھر آنے اور کہنے لگے: اے اُمی! میرے قریشی بھائی کی فکر کرو۔ مجھے تو اس کا ملنا اب دشوار نظر آ رہا ہے۔ میں نے کہا: قصہ کیا ہے؟ وہ بوسے، جب ہم کھیل رہے تھے تو ایک شخص آپ کو اچک کر پہاڑ پر لے گیا اور آپ کے شکم مبارک کو چاک کر دیا۔ حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں کہ جب میں نے سنا میں ابو ذؤبیب کے ہوا وہاں پہنچی ہر نے آپ کو پہاڑ پر آسمان کی طرف چہرہ کیے ہوئے دیکھا۔ میں نے اس کے قریب ہو کر اسے بوسہ دیا اور کہا: اے میری جان کیسے ہو اور کون تیرے درپے آزار ہے۔ آپ سلی التذلیعہ و سلم نے فرمایا: جب میں اپنے بھائیوں کے ساتھ کھیل رہا تھا تو تین آدمی آئے ایک کے ہاتھ میں نوٹا تھا، دوسرے کے ہاتھ میں چاندی کی طشتری تھی جو سفید برف سے پُر تھی۔ وہ مجھے میرے بھائیوں کے درمیان سے اٹھا کر پہاڑ پر لے گئے۔ ایک نے نہایت شفقت سے مجھے سٹلایا اور میرا سینہ ناف تک چاک کیا۔ میں نے دیکھا مجھے کوئی تعلق نہیں ہوئی تھی۔ اس نے میرا دل اندر سے نکالا پھر اسے چیر کر اس سے سیاہ خون نکالا اور اسے باہر پھینک دیا اور پھر کہا کہ یہ آپ کے اندر خراب مادہ تھا جو ہم نے نکال دیا اور اب آپ شیطان کے دوسرے بالکل محفوظ و مصنون ہو گئے ہیں پھر میرے دل کو واپس رکھ دیا اور اس پر نور کی مہر لگا دی۔ مجھے اس مہر کی سردی کا احساس اب تک ریشیوں اور پٹھوں میں ہوتا ہے۔ تیسرا آدمی اُٹھا اور پہلے دونوں سے کہنے لگا آپ چلے جائیں کیونکہ تم نے اپنا کام کر لیا ہے۔ پھر تیسرے سے قریب آیا اور میرے سینہ کے شکاف پر ہاتھ رکھا جس سے زخم مندمل ہو گیا۔ پھر ان میں سے دو آدمی آپس میں کہنے لگے کہ آپ کو اور آپ کی اُمت کے دس

افراد کو مرتبہ اعلیٰ دو۔ میں نے کہا میں تو اور بھی لوں گا۔ پھر اس نے کہا اچھا! آپ کی اُمت کے سوا افراد کو اعلیٰ مرتبہ سے نوازو۔ پھر میں نے کہا میں تو اور لوں گا۔ اس نے کہا چلو آپ کی اُمت کے ایک ہزار افراد کو نعمت سے نوازو۔ میں نے پھر کہا میں اور لوں گا۔ وہ بولا چھوڑیئے۔ آپ تو پھر سبھی اور فرماتے جائیں گے اگر آپ کی تمام اُمت کو نوازا جائے۔ پھر ایک شخص نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بٹھا دیا۔ بعد ازاں تینوں نے میرے سر اور پیشانی کو بوسہ دیا اور کہا: اے حبیبِ خدا آپ خائف و ترساں نہ ہوں۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ بارگاہِ رب العزت سے آپ کو کیا کیا سعادتیں اور کرامتیں عطا ہونے والی ہیں۔ آپ کی بصیرتِ چشم ہر لحظہ فزوں سے فزوں تر ہو جائیگی۔ پھر وہ آسمان کی طرف پرواز کر گئے اور آسمان کی پنہائیوں میں غائب ہو گئے۔

حضرت حلیمہؓ نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب میں نے ان احوال کا مشاہدہ **کاہن چلا اٹھا** کیا اور اس کا ذکر کسی آدمی سے کیا تو کہنے لگے کسی کاہن کے پاس لے جانا چاہیے کہ ان پر کسی جن کا سایہ ہے۔ میں آپ کو کاہن کے پاس لے گئی اور تمام صورت حال سے اسے آگاہ کر دیا۔ وہ کاہن اسی وقت اپنی جگہ سے اٹھا اور حضور کو اپنے سینہ سے لگا کر کہنے لگا اسے آلِ عرب! آؤ جو بلا تم پر نازل ہونے والی ہے اس کا وقت قریب آ گیا ہے اُسے دور کرو اس بچے کو مار ڈالو۔ اگر اسے چھوڑ دو گے اور جو ان ہو گیا تو لازماً تمہارے دین کوتاہ و بالا کر دے گا اور ایسے دین کی تبلیغ کرے گا جو نہ دیکھنے اور نہ سننے میں آیا ہو گا۔ حضرت حلیمہؓ کہتی ہیں جب میں نے اس کے یہ کلمات سُنے تو میں نے حضور علیہ السلام کو اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا اور کاہن سے کہا: شاید تم دیوانے ہو گئے ہو۔ تمہیں کسی کاہن کے پاس لے جانا چاہیے تاکہ تجھے تعویذ دے۔ اگر میں جانتی کہ تو اس قسم کی بچو اس کرے گا تو ہرگز تیرے پاس نہ آتی۔ میں تو اپنے لال کو بغرض قتل کسی کے حوالے نہیں کرتی۔ خدا کرے تیرے گھر کوئی لڑکا پیدا ہو جو تجھے قتل کر دے۔ پھر میں آپ کو لے کر واپس گھر آ گئی۔

اسمِ محمدؐ سے سہیل سترنگوں ہو گیا پھر حضرت حلیمہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب میں نے ان حالات کا مشاہدہ کیا تو میں نے آپ کو متحہ واپس لے جانے کا عزم کر لیا تاکہ میں امانت سے عمدہ برآ ہو سکوں۔ جب میں عازمِ متحہ ہوئی تو منادی کو

یہ کہتے ہوئے سنا: "اے سرزمینِ بطنجا تجھے مبارک ہو کہ آج نورِ یقینِ حسن و جمالِ دین، کمالِ بندگی و اقبال اور عزت و جلالِ تیری طرف لوٹ رہا ہے اور اب ابد الابد تک تمام آلام و مصائب اور کفر و ظلمت مٹ جائیں گے۔"

میں اپنی گدھی پر سوار ہوئی اور آپ کو متھلے گئی راستے میں میں نے ایک جماعت دیکھی جس کے پاس حضور علیہ السلام کو بٹھا دیا اور کسی کام کے لیے ایک طرف چلی گئی۔ اچانک ایک خوفناک آواز سنانی دی اور میں جلدی سے حضور علیہ السلام کی طرف لوٹی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نظر نہ آئے۔ میں نے پوچھا لوگو! یہاں میرا بچہ تھا کہاں گیا؟ انہوں نے پوچھا کون سا بچہ۔ میں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ، جسے میں اس کے دادا کے سپرد کرنے کے لیے لائی تھی۔ کسی نے آپ کا پتہ نہ دیا۔ میں ان کو چھوڑ کر نالہ و فریاد کرتی اور ہائے ہائے محمد کہتی ہوئی ادھر ادھر پھر رہی تھی کہ مجھ سے ایک ضعیف و ناتواں آدمی نے کہا کہ اے سعید! میں تجھے ایک ایسی ہستی بتاؤں جو تجھے تیرے بچے کا پتہ بتائے، واپس بھی کرادے؟ میں نے کہا تیرے قربان جاؤں وہ کون سی ہستی ہے؟ وہ کہنے لگا وہ ہستی مہل ہے۔ میں نے اس کو بڑھے کے لیے بدعا کی اور کہا شب بے تجھے پتہ نہیں کہ حضور کی ولادت کی شب تمام بتوں اور خاص کر مہل پر کیا گزری؟ وہ کہنے لگا اے سعید یہ تو پاگل ہو گئی ہے۔ میں ابھی مہل کے پاس جاتا ہوں اور اُس سے درخواست کرتا ہوں کہ تیرا بچہ تجھے دلا دے۔ وہ گیا اور سات بار مہل کے گرد گھوما اور اس کے سر پر بوسہ دیا اور کہا: اے میرے آقا! قریش تیرے لطف و کرم سے ہمیشہ فیضیاب ہوتے رہے ہیں اس کو زور و ناتواں سعید کا بچہ مستدم ہو گیا ہے۔ جب وہ محمد (ص) کا لفظ زبان پر لایا، مہل اور تمام بت زمین پر سرنگوں ہو گئے اور کہنے لگے اے بڑھے! ہماری ہلاکت محمد (ص) کے ہاتھ پر مقدر ہو چکی ہے۔ وہ بوڑھا لرزہ بر اندام واپس آ گیا اور کہا کہ اے سعید! تیرے بیٹے کا پروردگار اسے ضائع نہیں ہونے دے گا، حیران نہ ہو اور اسے خاموشی سے تلاش کر۔ حلیمہ بیان کرتی ہیں میں بہت ڈر گئی۔ عبد المطلب کے پاس جانے سے پہلے حضور کے گم ہونے کی خبر انہیں مل چکی تھی۔ میں نے انہیں تمام قصہ سنا دیا۔ ان کو یہ گمان ہوا کہ شاید قریش نے کچھ فریب کاری کی ہے۔ آپ نے تلوار سونت لی اور باوا زبلند" اے آلِ ناس" کہا۔

ان کے سامنے جمع ہو گئے اور پھر ان سے مل کر آپ کو ڈھونڈنے لگ گئے۔ لیکن کسی جگہ آپ کا نشان نہ ملا۔ حضرت عبدالمطلب نے ان تمام کو رخصت کر دیا۔ اکیلے حرمِ مکہ میں آئے۔ سات بار طواف کر کے بارگاہِ ایزدی میں دُعا کی کہ بارالہنا! محمد کو لوٹا دے۔ اسی وقت زمین و آسمان سے ہاتف نے نداوی کہ اب محمد کا پروردگار اسے ضائع نہیں ہونے دے گا۔ عبدالمطلب نے پوچھا: اے ہاتف! محمد کہاں ہیں؟ آواز آئی، وادیِ تہامہ میں فلاں درخت کے پاس ہیں۔ عبدالمطلب جلدی سے ادھر ہوئے۔ راستہ میں ورثہ بن نوفل مل گئے اور دونوں اس جگہ پہنچ گئے انہوں نے آپ کو ایک درخت کے نیچے ٹہنی سے کھیلتا ہوا پایا۔ عبدالمطلب بولے: میرے بیٹے میں تیرا دادا ہوں۔ انہوں نے آپ کو گھوڑے پر بٹھایا اور مکہ لے آئے۔ اور اس کے بعد علیہ کو بہت سے انعام و اکرام کے ساتھ اپنے قبیلے میں لے آئے۔ امیرالمومنین حضرت عباسؓ نے حضورؐ کی بعض مدحتوں اور مناقبتوں میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

من قبلہا طبت فی ظلالِ روفی

مستورعِ حسینِ عفیفِ الروف

حضرت امیرالمومنین عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
چاند گہوارے میں کھلونا بن گیا

آپ کے دین کی دعوت اس وقت مل گئی تھی جب آپ گہوارے میں تھے اور چاند سے باتیں کیا کرتے تھے۔ جب آپ گہوارے میں چاند کو جس طرف بھی انگلی کا اشارہ کرتے وہ اسی طرف جھک جاتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہیں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ مجھے رونے سے منع کرتا۔ اور جس وقت چاند تحت العرش سجدہ کرتا تو اس کی آواز مجھے سنائی دیتی تھی"

(اعلیٰ حضرت مولانا شاہ حافظ قاری عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں صاحب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ بریلوی اسی واقعہ کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں:

چاند جھک جا ماجدہ انگلی اٹھاتے مصطفیٰ

کیا اشاروں پر اٹھاتا کھلونا نور کا

حضرت آمنہؓ کے ساتھ مدینہ پاک میں جب حضرت آمنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ لے گئیں تو

آپ کی خدمت گزاروں کے لیے حضرت اُمّ ایمن تھیں جو آپ کے ساتھ ایک ماہ تک رہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ شریف تشریف لے گئے تو وہ باتیں جو اقامت کے دوران ہیں بونی تھیں یاد کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن ایک یہودی مجھے غور سے دیکھنے لگا اور پھر کہنے لگا: اسے لڑکے اتیرا نام کیا ہے؟ میں نے کہا: احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر اس نے میری پیٹھ پر نظر ماری تو میں نے اسے کتے بونے سنا: یہ اس امت کے پیغمبر ہیں۔ پھر میرے احوال پوچھنے لگا اور لوگوں کو بھی بتانے لگا۔ میری امی اس واقعہ سے ڈر گئیں اور ہم مدینہ سے نکل آئے۔ حضرت اُمّ ایمن فرماتی ہیں جب ہم مدینہ منورہ میں مقیم تھے تو ایک دن دوپہر کے وقت دو یہودی آئے اور کہا احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو باہر لائیں۔ میں آپ کو باہر لاتی تو وہ آپ کو تیز تیز نظروں سے دیکھنے لگے۔ پھر انہوں نے آپ کی پشت مبارک کو غور سے دیکھا۔ پھر ایک دوسرے سے کہنے لگا: یہ اس امت کے پیغمبر علیہ السلام ہیں اور یہ شہر آپ کا دارالہجرت ہوگا اور بہت جلد ہوگا اور اس شہر میں قتل و غارت بہت ہوں گے۔

اور جب واپسی کے وقت موضع ابواء جو مکہ مکرمہ اور حضرت آمنہ عالم نزع میں مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے، پہنچے تو حضرت

آمنہ بیمار ہو گئیں۔ حضور علیہ السلام آپ کے سر ہانے بیٹھے ہوئے تھے اچانک آپ کی والدہ بے ہوش ہو گئیں۔ جب ہوش آیا تو اپنا چہرہ حضور علیہ السلام کی طرف کر کے فرمانے لگیں:

بارك الله فيك من عنلامي

ان صبح ما انصرت في المنام

نانت مبعوث ابى الانامى

من عند ذى الجلال والاكرام

اس کے بعد فرمایا:

كل من عليهما فان - برزخه ميرزده ہے۔ اور نئی چیز پرانی ہونے والی ہے۔ اگر

میں فوت ہو جاؤں تو میرا ذکر ہمیشہ زندہ رہے گا کیونکہ میں نے ایک پاکیزہ فطرت ہستی کو جنم دیا ہے اور ایک نیک بخت یادگار چھوڑی ہے۔ جب آپ فوت ہو گئیں تو جنوں کے نوحہ کرنے کی آوازیں آتی تھیں۔ وہ ان الفاظ میں نوحہ کرتے تھے کہ

یٰبکی الفتاہ السیرۃ المدینہ
نروجة عبد اللہ و القرینہ
مأم نبی اللہ و السکینہ
وصاحب المنبر بالمدينة

شاہِ حش کی زبان پر ذکرِ رسول ^۴ جب سیف بن ذی بزن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد حشہ غالب آیا اور وہاں اس کی

سلطنت قائم ہو گئی تو عبد المطلب و ہب بن عبد المطلب اور قریش کے تمام سرکردہ افراد اُسے مبارک باد دینے کے لیے یمن میں نمنعا گئے اور اجازت لے کر اندر گئے تو عبد المطلب اس کے نزدیک بیٹھ گئے اور بات چیت کے لیے اجازت چاہی۔ عبد المطلب نے نہایت فصیح و بلیغ انداز میں دعا و ثنا اور مبارک باد دی۔ بادشاہ کو یہ انداز بہت اچھا لگا تو پوچھا، آپ کون ہیں؟

عبد المطلب کہنے لگے، میں ہاشم کا بیٹا ہوں۔ بادشاہ نے ان کو اپنے پاس بلایا اور تمام شرفائے قریش کی تعظیم و عزت کی اور انہیں دار الضیافت میں لے گیا اور ان کی شایان شان دو کمرے مختص کر دیئے وہاں ایک ماہ تک رہے انہوں نے اس کو دیکھا نہ واپس جانے کی رخصت چاہی۔ ایک ماہ کے بعد اسے ان کا حال پوچھنے کی سوجھی۔ ایک آدمی کو عبد المطلب کے پاس بھیجا

تاکہ اسے بلالائے۔ وہ گئے تو اس نے انہیں خلوت میں اپنے سامنے بٹھایا اور کہا، اسے عبد المطلب! میں تجھے اپنے علم کے مطابق کچھ بتاتا ہوں۔ اگر تیری جگہ کوئی اور ہوتا تو میں اس سے ہرگز نہ کہتا لیکن چونکہ اس چیز کے معدن ہو اس لیے میں تمہیں صرف مطلع کرتا ہوں تمہیں چاہیے کہ اسے پوشیدہ ہی رکھو جب اس کے ظاہر کرنے کا وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ہر شخص پر ظاہر کر دے گا پھر کہا ہم نے کتابِ مکنون اور علمِ مخزون میں ایک بہت بڑی خبر پائی ہے جس میں تمہاری اور تمام مخلوق کی خیریت و عافیت ہے اور وہ خبر یہ ہے کہ ایک لڑکا تمہارے یعنی مکہ مکرمہ میں

یا تو پیدا ہو چکا ہے یا ہونے والا ہے جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا اور اس کے والدین انتقال کر جائیں گے اور چچا اور دادا اس کی کنالت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اسے رسول بنا کر بھیجے گا اور ہمیں اس کا مددگار اور معاون بنائے گا۔ وہ اپنے دوستوں کو عزیز رکھے گا۔ دشمنوں کو نزدیک نہ آنے دے گا۔ اس کے بعد وہ اپنے دوستوں کی ہر طرح معاونت کرے گا اور جسے بھی چاہے گا اچھی چیزوں کا مالک بنا دے گا۔ اس کے سبب سے آتش کفر بجھ جائے گی۔ ہر شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کا طریقہ اختیار کرے گا۔ شیاعین مرجوم و مقہور ہو جائیں گے اور بتوں کی پرستش بند ہو جائیگی اور وہ ٹوٹ بھوٹ جائیں گے۔ آپ کا فرمانِ قولِ فیصل ہو گا یعنی حق و باطل میں تفاوت پیدا کرے گا۔ آپ کا حکم سزا پادل ہو گا اور امر بالمعروف میں کامل ہو گا اور خود اس پر عمل پیرا ہو گا اور نبی عن المنکر کرے گا اور خود اس سے گریز کرے گا۔ جب عبدالمطلب نے یہ باتیں سُنیں تو دعاً و شفاء کے بعد کہا: اے بادشاہ! اس راز کو ذرا کھل کر بیان کرو۔ ابن ذی بزن نے اس عظیم ہستی کی قسم کھانی اور کہا: اسے عبدالمطلب! آپ اس کے بلاشبہ دادا ہیں۔ جب عبدالمطلب نے سنا تو فوراً سجدہ ریز ہوئے۔ ابن ذی بزن نے کہا: اے جان برادر! آپ کا دل مطمئن ہو اور آپ کا کام ترقی پذیر ہو۔ کیا تجھے کچھ پتہ چلا ہے کہ وہ کون ہے۔ انہوں نے کہا میں سمجھ گیا۔ وہ میرا ایک لائق و فائق بیٹا تھا جس سے میں نے اپنے خاندان کی ایک لڑکی سے نکاح کیا۔ اُن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام میں نے محمد رکھا۔ اس کے ماں باپ وفات پا گئے ہیں اور میں اس کا چچا اس کی تربیت کرتے ہیں۔ ابن ذی بزن بولا: جو بھی میں نے تمہیں کہا ہے اس بیسے کہا ہے کہ تم اس کے حالات یہودیوں سے پوشیدہ رکھو کیونکہ وہ اس کے دشمن ہیں لیکن حق تعالیٰ اُن کو آپ پر غالب نہ ہونے دے گا اور دیکھیے یہ باتیں اپنے ہر ایموں کو بھی نہ بتائیے کیونکہ ان کے مکرو فریب سے بھی میں ڈرتا ہوں مبادا حضور علیہ السلام کی وجہ سے تمہیں اُن پر سیادت و سرداری حاصل ہو جائے تو وہ یا اُن کے بچے حضور کو ہلاک کر دیں۔ پھر کہا اگر مجھے پتہ چل جائے کہ اُن کی ولادت سے پہلے مجھے موت نہ آئے گی تو میں ہر طرح سواریا پیادہ شرب جاتا اور اُسے اپنا دارالملك بناتا اور آپ کی معاونت و نصرت پر کمر بستہ ہو جاتا کیونکہ میں نے سابقہ علوم کی کتب ناطقہ میں پڑھا ہے کہ آپ کا دارالملك مدینہ منورہ ہو گا اور اسی جگہ آپ کا سلسلہ کار مستحکم ہو گا اور اسی شہر سے آپ کے

اعوان و انصار اٹھیں گے اور آپ کا مدفن بھی وہیں ہوگا ورنہ ان پر مصائب کے طوفان سے ڈرتا اور آپ کے حال سے دوسروں کو آگاہ کرتا اور عرب کو آپ کا مطیع و منقاد بناتا۔ لیکن ایک حقیقت تم پر واضح کر دوں تم سے کوئی تقصیر نہ ہوگی یعنی تم اپنے فرائض سے اچھی طرح عہدہ برآ ہو گے۔ بعد ازیں قریش کے ہر فرد کو دس دس غلام، دس دس کنیزیں، دو دو چادریں، سو سو اونٹ اور پانچ پانچ رطل سونا، دس دس رطل پاندی اور عنبر سے بھرے ہوئے برتن دیئے۔ اور عبدالمطلب کو ان تمام کے برابر چیزیں دیں اور کہا آئندہ سال بھی آئیے گا لیکن وہ خود اسی سال مر گیا۔ اس کے بعد عبدالمطلب قریش سے کہا کرتے مجھ سے نہ بڑھا کرو کیونکہ بادشاہ کی عطا اس نسبت بزرگی و شرف سے کم تر ہے جو مجھے میرے فرزندوں سے ہے۔ جب ابوطالب سے ان فرزندوں کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ ان کے نام ظاہر نہ کرتے۔

ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بچوں کے ساتھ کھیل پائے حضور مقام ابراہیم پر رہے تھے کہ بنی مدلج کے چند آدمیوں نے آپ کو دیکھ لیا انہوں نے آپ کو اپنی طرف بلایا۔ پھر آپ کے قدموں کے نشانات کو دیکھتے دیکھتے حضرت عبدالمطلب کے ہاں پہنچ گئے۔ دیکھا کہ حضرت عبدالمطلب آپ کو گود میں لیے بیٹھے ہیں۔ پوچھنے لگے: یہ بچہ کس کا ہے۔ انہوں نے کہا میرا ہے۔ انہوں نے کہا اس کی اچھی طرح حفاظت کرو کیوں کہ سوائے اس کے کسی آدمی کے پاؤں کا نشان مقام ابراہیم کے نشان پا کے مشابہ تھیں۔

ایک دن عبدالمطلب حجرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور **نجران کے پادری کی گواہی** نجران کا پادری بھی جو ان کا دوست تھا ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا کہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے آخری پیغمبر علیہ السلام کی صفات جمیلہ ہماری کتابوں میں موجود ہیں۔ اس کی ولادت کا زمانہ یہی ہے۔ ابھی یہ بات کرنے بھی نہ پایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں آ گئے۔ پادری نے آپ کو دیکھا اور خاص کر آپ کی چشم زنت، پشت مبارک اور قدم ہایوں کو احتیاط سے دیکھا۔ پھر کہا میں نے جس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے وہ یہی ہیں۔ یہ کس کے فرزند ہیں؟ جناب عبدالمطلب بولے وہ میرے بیٹے کا بیٹا ہے۔ ابھی وہ شکر ماور ہیں ہی تھے کہ ان کے والد کی وفات واقعہ ہو گئی۔ حضرت

عبدالطلب نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اپنے بھائی کے بیٹے کی حفاظت کرنا۔

حضرت عبدالطلب کا خراج تحسین حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب

فرش بنایا گیا اور ان کے احترام و تعظیم کے لیے وہاں ایک آدمی متعین رہتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن کے عالم میں اس پر آکر بیٹھنے لگتے تو آپ کے چچے آپ کو اجازت نہ دیتے۔ جناب عبدالطلب فرماتے تھے: میرے نپتے کو بلاؤ خدا کی قسم وہ بڑی نشان والا ہے۔ یعنی میرے نپتے کو جہاں چاہے بیٹھنے کی اجازت ہے کیونکہ اس کے درمیش ایک بہت بڑا کام ہے۔ اور مجھے یوں لگتا ہے کسی دن وہ تمہارا سردار ہوگا اور وہ نور جو اس کی جبین پاک میں ہے، سید و سردار کے سوا کسی کی پیشانی میں نہیں ہو سکتا۔ پھر جناب عبدالطلب نے حضرت ابوطالب کی طرف دیکھا جو حضرت عبد اللہ کے بھائی تھے۔ اور کہا اے ابوطالب! اس نپتے کو ایک کا عظیم درمیش ہے اس کی نگہبانی کیجئے تاکہ اسے کوئی مکروہ چیز نہ چھو لے۔ جناب عبدالطلب حضور کو اپنے شانوں پر بٹھا کر طوائف کعبہ کرتے اور جب ان کو پتہ چلتا کہ یہ بتوں کو بڑا جانتے ہیں تو آپ کو بتوں کے سامنے رکھ دیتے۔ جب جناب عبدالطلب بیاسی سال کے ہوئے یا بروایت دیگر ایک سو دس سال کے ہونے تو وفات پا گئے اور حضرت ابوطالب نے جناب عبدالطلب کی وصیت کے مطابق آپ کی تربیت کی اور یہی اشہر ترین روایت ہے۔

جناب عبدالطلب کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی کفالت جناب ابوطالب کے سپرد ہوئی۔

اس وقت آپ کی عمر شریف آٹھ سال تھی۔

جناب ابوطالب آپ سے بڑی محبت کرتے۔ جب جناب ابوطالب کے اہل و عیال تنہا

کھانا کھاتے تو میر نہ ہوتے اور جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھاتے تو سب میر ہوجاتے

لہذا جناب ابوطالب جب بھی اہل و عیال کے ساتھ کھانا کھانے لگتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کو ساتھ بٹھا لیتے۔ پھر کھانا کھاتے تو نام میر ہونے اور کھانا بچ بھی رہتا۔ اگر دودھ پینے

لگتے تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیتے اور اس کے بعد جناب ابوطالب اور ان کے

اہل و عیال دودھ پیتے۔ دودھ کی مقدار اتنی ہوتی کہ اسے پینے والوں میں سے کوئی ایک اکید پی سکتا تھا۔ دودھ بچ رہتا تو جناب ابوطالب کہتے: اسے بیٹا! یہ سب تیری ہی برکت ہے۔

سر مکیں آنکھیں اور عنبریں گلیسو جب حضور علیہ السلام صبح کو نیند سے بیدار مجلس کو اپنے جمال جہاں آراء سے آراستہ کرتے تو اس وقت ان سب کے بال بکھرے ہوتے ہوئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوئے عنبرین بغیر کنگھی کے آراستہ ہوتے اور بغیر سرمہ ڈالنے چشم عالم بین سر مکیں ہوتیں۔

بکیرہ راہب سے گفتگو جب رسول اکرم ۱۲ سال کی عمر کے ہوئے تو حضرت ابوطالب نے شام کی طرف سفر کا ارادہ کیا۔ رسول اکرم پر ان کی مفارقت، شوارزری، حضور نے فرمایا: علم من! مجھے یہاں کس کے افتخار پر چھوڑ دے ہو میرے والدین اور شفقت کرنے والے چل بے ہیں۔ آپ مجھے کس کے سپرد کریں گے؟ یہ سن کر جناب ابوطالب کو رقت آگئی تو انہوں نے آپ کو اپنے ساتھ لے جانے کی قسم کھائی۔ جناب ابوطالب کے بھائی بہن آکر کئے لنگے کہ حضور تو ابھی نپتے ہیں یہ سفر کے متحمل کیسے ہو سکتے ہیں۔ جناب ابوطالب کو ان کی باتوں سے تردد پیدا ہوا تو دل میں آیا کہ آپ کو ساتھ نہ لے جائیں۔ ایک دن انہوں نے رسول اکرم کو تنہائی میں روتے دیکھا۔ آپ سے رٹنے کا سبب پوچھا تو رسول اکرم خاموش ہو گئے۔ ابوطالب کئے لنگے، شاید آپ جدائی کے خیال سے رو رہے ہیں۔ حضور نے فرمایا: ہاں۔ جناب ابوطالب نے پھر قسم کھائی کہ آئندہ آپ سے جدا نہ ہوں گا۔ وہ آپ کو اپنے ساتھ لے گئے اور ہمیشہ آپ کے نقیب مال رہے۔ آپ شام کے ایک قصبہ جسے بصری کہتے ہیں پہنچے۔ وہاں بکیرہ نامی ایک راہب تھا جو علم و فضل میں ممتاز حیثیت کا مالک تھا اس کے پاس سے عموماً قافلے گزرا کرتے لیکن وہ کسی کی طرف التفات نہ کرتا مگر اس سال جب اہل قافلہ بصری قصبہ کے نزدیک پہنچے تو بکیرہ نے دیکھا کہ اس قافلہ میں ایک ایسی ہستی ہے جس پر سفید بادل سایہ لگن ہے اور جدھر جدھر وہ جاتی ہے وہ بھی ساتھ ساتھ جاتا ہے اور جب وہ ہستی کسی درخت کے نیچے ٹھہرتی ہے تو وہ بادل بھی اس پر ٹھہر جاتا ہے۔

اور اس درخت کی شاخیں بھی اس کی طرف جھک جاتی ہیں تاکہ آپ کے سر پر سایہ کر دیں۔ جب بچہ نے یہ منظر دیکھا تو اس نے اہل قافلہ کو کھانے کی دعوت دی۔ اس دعوت میں قافلہ کے ہر خورد و کلاں نے شرکت کی مگر حضور تشریف نہ لائے۔ بچہ کے اصرار پر عارث بن عبدالمطلب نے کہا کہ یہ تو احسان و مروت سے عاری بات ہے کہ ہم تو دعوت کھائیں اور حضور وہیں بیٹھے رہیں جب بچہ نے حضور کا نام سنا تو حضور کے احصار کے لیے تعجیل سے کام لیا۔ عارث عمر رسول کو بلانے کے لیے بھیجا اور خود دیکھتا رہا۔ جب آپ درخت کے سایہ سے باہر آئے تو سفید بادل بھی آپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ نزدیک پہنچے تو بچہ آپ کی تعظیم و تکریم کے لیے اٹھ بیٹھا اور آپ کو تیز تیز لگا ہوں سے دیکھنے لگا۔ اس نے ان تمام علامات و نشانات کا مشاہدہ کیا جو وہ کتب سابقہ میں پڑھ چکا تھا۔ لوگ کھانے سے فارغ ہوئے اور ادھر ادھر چلے گئے تو بچہ آپ کے نزدیک آکر کھنے لگا: اسے لڑکے تھے لات و عزیمی کی قسم جو پوچھوں سچ بتائیے گا۔ قسم کھانے کے سلسلے میں اس نے قریش کی تقلید کی تھی لیکن نبی اکرمؐ نے فرمایا: دیکھو مجھے لات و عزیمی کی قسم نہ دو کیونکہ میرے نزدیک لات و عزیمی سے بڑھ کر کوئی چیز قابلِ قہر و غضب نہیں۔ پھر بچہ نے کہا: اچھا تجھے خدا کی قسم جو کچھ پوچھوں گا سچ بتاؤ گے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا: جو چاہتے ہو پوچھو۔ بچہ نے اپنے خواب بیداری اور تمام احوال و واقعات کے متعلق پوچھا۔ رسول اکرمؐ نے شافی و کافی جواب دیا۔ بچہ نے جو کچھ بھی آپ کی صفات اور علامات سابقہ کتابوں میں پڑھی تھیں ان کی تصدیق ہو گئی۔ پھر اس نے چاہا کہ مہر نبوت کا مشاہدہ کرے لیکن رسول اکرمؐ اپنے شانہ مبارک سے کپڑا نہیں اٹھاتے تھے۔ جناب ابوطالب کے کہنے پر کپڑا اٹھایا تو مہر نبوت کی وہی صفات جو اس نے آسمانی کتابوں میں پڑھی تھیں، مشاہدہ کیں اور اسے بوسہ دیا۔ پھر زار و قطار روتے ہوئے جناب ابوطالب سے پوچھا: اس بچے کی آپ سے کیا نسبت ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ میرا بیٹا ہے۔ بچہ کہنے لگا: یہ تیرا بیٹا نہیں۔ یہ امر ضروری ہے کہ اس کے والدین زندہ نہ ہوں۔ ابوطالب کہنے لگے: یہ میرا بھتیجا ہے۔ بچہ بولا: یہ درست ہے۔ پھر بچہ نے کہا: ان کی آنکھوں کی سُرخی کبھی دور ہوتی ہے یا نہیں؟ ابوطالب نے جواب دیا: نہیں۔ بچہ نے کہا: یہ بھی سچ ہے۔ بعد ازاں جناب ابوطالب سے

کہا کہ یہ اس امت کا پیغمبر ہوگا اسے جلد از جلد واپس لے جاؤ اور یہودیوں سے اس کی کڑی حفاظت کرنا کیونکہ جو مجھے پتہ ہے انہیں پتہ مل جائے تو ان کو مار ڈالنے کا قصد کر لیں گے۔ ہم اس لڑکے کے متعلق اچھی طرح عہد و پیمانہ لیا گیا ہے۔ جناب ابوطالب نے پوچھا: تم سے یہ عہد و پیمانہ کس نے لیا تھا؟ بحیرہ ہنس کر کہنے لگا: اللہ تعالیٰ نے۔ یہ عہد و پیمانہ انجیل میں موجود اس طرح ابوطالب اس سفر سے مکہ میں واپس آنے۔ اگر وہ آپ کو سفر میں اپنے ساتھ نہ لے جاتے اور آپ کی جدائی کا صدمہ محسوس نہ کرتے تو خود بھی اس سفر سے محروم ہی رہتے۔

حبیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا
نسٹورار اہب کی تمنائے ایمان سال کی عمر شریف میں حضرت خدیجہ الکبریٰ

سے نکاح ہوا تو آپ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے غلام میسرہ کے ساتھ شام میں بسلسلہ تجارت گئے۔ قصبہ بصری میں پہنچے تو ایک درخت کے نیچے جو نسٹورار اہب کے نزدیک تھا، ٹھہرے۔ نسٹورار میسرہ کو پہچانتا تھا ان سے پوچھنے لگا: یہ کون ہیں جو اس درخت کے نیچے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ حضرت میسرہ نے کہا: یہ شرفائے قریش اور سادات بنی ہاشم ہیں سے ہیں۔ نسٹورار کہنے لگا: سچی بات تو یہ ہے کہ اس درخت کے نیچے سوائے پیغمبر کے اور کوئی نہیں ٹھہرا ہوا پھر پوچھا: کیا ان کی آنکھ میں سُرخی ہے جو کسی درد کی وجہ سے نہیں اور ہمیشہ رہتی ہے۔ میسرہ نے کہا: ہاں ہے۔ نسٹورار نے قسم کھائی کہ وہ پیغمبرِ آخر الزماں ہیں اور خاتم الانبیاء ہیں۔ کاش کہ میں ان کی بعثت کے وقت زندہ ہو کر ملتِ اسلام میں داخل ہو کر ان کی متابعت کرتا۔

شام کے اس سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خرید
حضور سفرِ شام میں فروخت کے دوران ایک شخص کا اختلاف پیدا ہو گیا۔

اس شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اگر آپ سچے ہیں تو لات و عزتی کی قسم کھائیے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں لات و عزتی کی قسم ہرگز نہیں کھاؤں گا کیونکہ ان سے بڑھ کر کوئی چیز میری دشمن نہیں۔ پھر اس نے پوچھا: کیا آپ اہل حرم سے تعلق رکھتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاں میں جواب دیا۔ اس آدمی نے حضرت میسرہ سے تنہائی میں بات کی اور کہا: بخدا یہ تمہارے ساتھ رسولِ خدا ہیں۔ پھر اہب کے کہنے پر اس شخص نے آپ کی

عزت و احترام میں کوئی کمی نہ آنے دی اور آپ کے مراقبہ احوال میں زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا۔

اس سفر سے واپسی پر جب

جبرائیلؑ ساربانِ رسولؐ کی حیثیت سے مرکزِ نظر ان میں پہنچے تو سیدنا

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کا روانہ میں تھے جنہوں نے میسرہ سے کہا کہ قافلہ کے

آنے کی خوشی کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام کو حضرت خدیجہ کے پاس بھیج دو۔ میسرہ نے یہ بات

منظور کر لی۔ جب آپ کو روانہ کیا تو ابو جہل کہنے لگا: اسے میسرہ! یہ تو ابھی بچے ہیں کہیں ایسا

نہ ہو کہ راہ بھول جائیں۔ کسی دوسرے شخص کو بھیجو۔ حضرت میسرہ نے کہا: کیا ہوا عمر میں چھوٹے

ہیں عقل میں تو بڑے ہیں۔ چنانچہ آپ روانہ ہوئے۔ ابھی تھوڑا سفر ہی طے کیا تھا کہ آپ کو

اونٹ پر نیند آگئی اور اونٹ اپنی راہ سے بھٹک گیا۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت جبریل

علیہ السلام کو حکم دیا کہ اونٹ کی مہار پکڑ کر اُسے سیدھے راستہ پر ڈال دے اور تین دن کی

مسافت ایک دن میں طے ہو جائے۔ حضرت جبریل نے ایسا ہی کیا۔ اس واقعہ سے حق سبحانہ

تعالیٰ کے ارشاد وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ کی طرف اشارہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے

حضرت میسرہ کا خط حضرت خدیجہ کو پہنچایا اور اسی دن واپس چلے گئے۔ جب قافلہ کے نزدیک

پہنچے تو ابو جہل دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا: اسے میسرہ! میری بات تو نے سنی ان سنی

کردی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم راہ بھول کر اب واپس آگئے ہیں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت میسرہ ٹمگئیں ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ میں

پہنچ کر حضرت خدیجہ کا خط دیا۔ میسرہ نے ابو جہل سے کہا: معلوم ہوتا ہے راہ تو بھول گیا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی غلطی نہیں ہو سکتی۔ اس پر ابو جہل نادم و شرمندہ ہو گیا۔ کہنے لگا:

میں اس خط کو معتبر نہیں سمجھتا کیونکہ دنوں کی مسافت ایک روز میں طے کرنا محال ہے۔ میں

اپنے غلام کو بھیجتا ہوں لیکن غلام کی فرستادگی اس کی شرمندگی و ندامت میں زیادتی کا موجب بنی۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: جب ایاد کا وفد

قصی بن ساعدہ ایادی کا قصہ میرے پاس آیا تو میں نے اُن سے پوچھا

تم میں سے کوئی تمسی بن ساعدہ ایادی کو جانتا ہے؟ انہوں نے کہا: اسے حبیبِ خدا صلی اللہ

علیک وسلم سب اُسے جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اس کا کیا حال ہے؟ کہنے لگے: وہ تو اشغال کر گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: کبھی کوئی دن تھا جب وہ عکاظ کے بازار میں سُرخ رنگ کے اُونٹ پر بیٹھا ہوا خطبہ دیتا تھا اور نہایت عمدہ پسند و نصح دیتا تھا جو اللہ تعالیٰ کی توجیہ اور اس کے ایمان کی دلالت کرتے تھے۔ وہ چند اشعار بھی پڑھا کرتا تھا جو اس وقت زبان پر نہیں آ رہے۔ یہ سن کر ایک شخص اُٹھا اور کہنے لگا: اے رسولِ خدا صلی اللہ علیک وسلم میں نے وہ اشعار سنے ہوئے ہیں۔ اگر میں معصیت کا شکار نہ ہوں تو پڑھ کر سناؤں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

الشعر کلام فحسنہ حسن وقبحہ قبح۔

”شعر ایسا کلام ہے جس کی اچھائی اور برائی برائی ہوتی ہے۔“

پھر اس نے کہا میں نے اس سے یہ اشعار سنے ہیں:

فی الذاہبین الاقلین من القرون لنا بصائر،

لما سرت ایت موارد اللہ موت لیس لہا مصادر،

ورایت قومی نحوہا بسعی الاکابر والاصغر،

لما یرجع الماضی الا دلا من الباقین غابرا،

ابقیت انی لا مجادلۃ حیث صادر القوم صائر،

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو قطیفی بن ساعدہ کے

ایمان کی علامات و امارات کو اور زیادہ کرے۔ ان میں سے ایک آدمی اٹھا اور کہنے لگا: اے

محبوبِ خدا! ایک دن میں اپنے گھاؤں کے پہاڑ پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک وادی میں

بہت سے پرندے اور درندے جمع ہیں۔ اور قطیفی بن ساعدہ ہاتھ میں عصا پکڑے ہوئے کھڑا ہے

اور یہ کہتا ہے کہ رب العرش کی قسم میں کسی طاقت ور کو کسی کزور سے پھلے پانی نہیں پینے دوں گا

اے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس خدا نے واحد کی قسم ہے جس نے آپ کو مخلوق کی ہدایت

اور رہنمائی کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ہر طاقت ور درندہ اور پرندہ پیچھے ہٹ کر

کھڑا ہو گیا اور کزور دانا تو اس جانور اور پرندے سے پانی پینے لگے۔ جب وحوش و طیور وہاں سے

چلے گئے تو میں اس کے پاس گیا تو وہ دونوں کے درمیان کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا کیسی نماز پڑھ رہے ہو؟ جس سے عرب لوگ نا آشنا ہیں۔ کہنے لگا: یہ وہ نماز ہے جو میں رب العرش کے لیے پڑھتا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا: کیا آسمانوں کے لیے لات و عزری کے سوا بھی کوئی خدا ہے؟ وہ لرزہ بر اندام ہو گیا۔ اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور کہا یہاں سے چلے جاؤ۔ آسمانوں کا ایک عظیم الشان خالق ہے جس نے انہیں پیدا کیا ان میں ستارے سجائے چاند سے زینت بخشی اور سورج سے روشن کیا۔ بعد ازاں میں نے اس سے پوچھا کہ آسمان کی اس جگہ پرستش کیوں کرتے ہو کہنے لگا ان قبروں والے دونوں میرے دوست تھے۔ مجھے اس جگہ کا انتظار ہے جس جگہ وہ آگئے ہیں۔ اور موت کے بعد میں بھی یہیں آنے والا ہوں۔ پھر کہا کہ جلد ہی تمہیں اس طرف سے تمہارا حق ملنے والا ہے اور اس نے مکہ معظمہ کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے پوچھا: وہ کس قسم کا حق ہوگا تو اس نے یہ شعر پڑھا:

رجل من ولد لوی بن غالب یدعوکم

الی کلمۃ الاخلاص و عیش الابد (ونعیم لا ینفذ فاجیئ)

پھر کہا اگر میں اس کے ظہور تک جیسا رہتا تو پہلا آدمی میں ہوتا جو اس پر ایمان لاتا اور اس کی بیعت کرنے میں پہل کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ تو نے کہا ہے بہت اچھا ہے۔ قضی بن ساعدہ نابینا تھے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انہیں نابینا ٹھائے گا۔ ایک اور روایت میں اس طرح آیا ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا: میرا اونٹ گم ہو گیا تو میں اس کی تلاش میں کوہ و بیابان میں مارا مارا پھرنے لگا۔ رات کے وقت میں ایک خطرناک مقام پر ٹھہرا۔ صبح کے وقت ہاتھ نے یہ دعا وہی سے

یا ایہا الراقد فی الیل الاحم قد بعث اللہ نبیا فی الحرم

من ہاشم آل الوفاء والکرم بجلو و جنات التیاجی والہیم

میں نے ادھر ادھر دیکھا لیکن مجھے کوئی دکھائی نہ دیا۔ میں نے پکار کر کہا: اے

یا ایہا الہاتف فی داج الظلم اھلا و سھلابک من طیف الم

بین ہدایک اللہ فی الحن حکم ما الذی تدعو الیہم یفتنم

ناگاہ آواز آئی کہ کون کہہ رہا ہے:

”ظہر النور وبعث الله محمداً بالطور صاحب النجيب الاحمر والوجه
الاجر والعاجب القمروالطرف الاحور“

اس کے بعد پھر کہا: ست

”الحمد لله الذي لم يخلق الخلق عبث

ولم يخلقنا سدى من بعد عيسى واكتوت

ارسل فينا احمداً خير نبى قد بعث

صلى الله عليه ما حجب له سر كذب وحت

صبح بُوتی تو میں اپنے اونٹ کو فراموش کر کے وہاں سے چل پڑا۔ اچانک ایک مقام پر
پہنچ کر میں نے دیکھا کہ قنسی بن ساعدہ ایک درخت کے نیچے ہاتھ میں عصا پکڑے ہوئے بیٹھا ہے
اور وہ عصا پتھر پر مار مار کر رجز پڑھ رہا ہے۔ میں نے اس کے قریب جا کر اسے سلام کیا۔

اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے اس جگہ پانی کا ایک چشمہ دیکھا اور وہ قبروں کے درمیان ایک
مسجد دیکھی وہاں دو بڑے خمیر بھی تھے جو اپنا آچھ اس کے جسم سے سُس کر رہے تھے اور اس سے تبرک
حاصل کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک پانی پینے کے لیے چشمے کی طرف چل دیا۔ دوسرا اس کے
پیچھے پیچھے ہو لیا۔ قنسی بن ساعدہ نے اسے چھڑی مار کر کہا ابھی ٹھہرو جو پھلے گیا ہے اسے واپس
آنے دو۔ جب پہلا شیر واپس آیا تو دوسرا چلا گیا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا یہ قبریں کن کی ہیں؟
کہنے لگا: میرے دو بھائی تھے جو اس جگہ خدائے واحد کی عبادت و پرستش کیا کرتے تھے اور کبھی
کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔ یہ ان کی قبریں ہیں اور اس انتظار میں ہوں کہ انہی
سے جا ملوں۔

زید بن عمرو کا قصہ
زید بن عمرو اور ورقہ بن نوفل نے طلبِ دین میں سفر اختیار کیے

وہ موصل کے ایک راہب کے پاس پہنچے اور ورقہ نے عیسائی
مذہب اختیار کر لیا لیکن زید پر عیسائیت اثر انداز نہ ہو سکی۔ لہذا اس نے دینِ مسیحی قبول نہ کیا۔
وہاں سے چل کر ایک اور راہب کے پاس گئے جس نے ان سے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟

انہوں نے کہا: حرم شریف سے، جس کی اساس و بنیاد حضرت ابراہیمؑ نے رکھی تھی۔ وہ کتنے لگا: یہاں کیسے آئے ہو؟ اس نے کہا: طلبِ دین کے لیے۔ راہب بولا: فوراً واپس چلے جاؤ جس کی تجھے تلاش ہے اس کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اس کی بعثت تمہاری سرزمین سے ہی ہوگی۔ اس راہب کے بہت سے اشعار توحید و تمجید باری تعالیٰ اور ایمان روز قیامت پر مشتمل ہیں یہ راہب حضور علیہ السلام کے ظہور سے قبل قتل کیا گیا۔ سعید بن زید بن عمر بن نفیل سے روایت ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ آپ بروزِ حشر ایک امت واحدہ کی قیادت میں تشریف لائیں گے۔

عبد کلال بن یغوث الحمیری کا قصہ امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن مسجد قبلہ میں

ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ نے اپنا چہرہ اقدس ہماری طرف کیا اور دیکھا کہ ایک اعرابی شترسوار سر پر سیاہ عمامہ اور تلوار گلے میں حائل کر کے منہ سر بانٹھے پہاڑ سے نیچے آ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: جو میں دیکھتا ہوں دیکھ رہے ہو؟ ہم نے عرض کی: اے رسول خدا صلی اللہ علیک وسلم آپ دانا تر ہیں۔ آپ نے فرمایا: اعرابی قلعہ کوہ سے نیچے آ رہا ہے ممکن ہے عبد اللہ خفاف ہو۔ ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات پوری بھی نہ کی تھی کہ وہ مسجد کے دروازہ پر پہنچ گیا۔ اپنے اونٹ کو باندھا اور آستین نشاں اور دامن کشاں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت کی مبارک باد دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لافص الله فاك ولا اذل اباك۔ پھر اس نے حضور علیہ السلام سے بات کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت بخشی۔ کتنے لگا: اے رسول خدا صلی اللہ علیک وسلم ہم اپنی قوم کے چند افراد حضرموت کے سفر کو چلے۔ رات چاندنی تھی اور ہم چاند کی روشنی میں راستہ بھول گئے۔ اچانک چاند چھپ گیا اور ہم ایک پُرخطر وادی میں پہنچ گئے اور وہیں ٹھہر گئے۔ ابھی پوری طرح منزل بھی نہ کی تھی کہ اچانک ایک شور و شین اٹھا۔ یہ شور و غوغا اونٹوں اور بکریوں کی آوازوں، گھڑوں کی ہنہناہٹ، عورتوں کی فریاد، بچوں کی گریہ زاری اور کتوں کے بھونکنے سے پیدا ہوا تھا۔ اچانک ہاتف نے آواز دی: "باسک الله الیامہ"۔ بخدا قیامت نزدیک آگئی ہے۔ اور ایک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوا ہے جو تمام بتوں کو توڑ دیگا

اور اوبانِ باطلہ کو معطل کر دے گا۔ سعید و نیک بخت وہی شخص ہے جو آپ کی متابعت کرے۔ اور بد بخت وہ ہے جو آپ کی مخالفت میں سعی و کوشش کرے۔ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے تم کون ہو؟ کہنے لگا: میں تکلانِ جن ہوں میں نے اس سے پوچھا کہ یہ آواز جن کیسی تھیں۔ کہنے لگا: یہ جن لوگ ہیں جو بغیر قریش پر ایمان لے آئے ہیں۔ اس کے بعد سلسلہ کلام منقطع ہو گیا۔ صبح ہوئی تو ہم صحرا میں آئے۔ سفر کے دوران میں ہم نے ایک شخص کو دور سے دیکھا میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم ٹھہرو۔ میں جا کر دیکھتا ہوں وہ کون ہے؟ میں گھوڑے پر سوار ہو کر، تلوار گلے میں حائل کئے اس کی طرف چلا۔ میں نے ایک خمیدہ کمر بڑھا زمین کھودتے دیکھا۔ جب اس نے میرے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنی تو اس نے اپنا سر اٹھایا۔ مجھ پر ایک ہیبت طاری ہو گئی۔ میں نے قرآن کریم کی آیات سے تعوذ کیا (اعوذ باللہ پڑھی) اور حضور پر صلوة و سلام بھیجا۔ پھر میں نے کہا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے ہم مسافر ہیں اور راستہ بھول گئے ہیں ہمیں پناہ دیکھئے یا کچھ مشروبات جن سے ہماری پیاس بجھے یا رہنمائی کیجئے۔ اس نے کہا: میرا کوئی گھریا سا ٹبان نہیں جن میں تمہیں پناہ دوں اور نہ ہی میرے پاس دودھ یا پانی ہے جو تمہیں پلا سکوں۔ وہ راہ جو تمہیں واپس ہے اس پر پہاڑ کے فلاں غار سے چلے جاؤ۔ پھر میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے کہا: میں عبد کلال بن یعقوب الحمیری ہوں۔ میں نے کہا: تمہاری قوم کا کیا بنا؟ کہنے لگا: کئی ہزار سال سے اس کی کوئی خبر نہیں۔ میں قبیلہ بنی مازن میں ٹھہرا ہوا ہوں جن میں ایک بوڑھا ہے۔ جو کہتا ہے میری فرزندہ سو برس ہے اس نے مجھے خبر دی ہے کہ اس دادی میں قوم عاد کا ایک دریا تھا جو اب بند ہو گیا ہے اور اب میں تین سو سال سے زمین کھود رہا ہوں تاکہ اس دریا کو ڈھونڈ نکالوں لیکن اس کا کوئی نشان نہیں ملا۔ ہاں ایک تختی ملی ہے جس پر کچھ لکھا ہوا ہے۔ کیا تو پڑھ سکتا ہے؟ میں نے کہا: ہاں لائیے۔ اس نے مجھے ایک لوح دی جس پر قوم عاد کی مذمت میں دو اشعار لکھے ہوئے تھے اور لوح ثانی پر صالح علیہ السلام کی قوم کی مذمت کے بارے میں کچھ لکھا تھا اور کئی اشعار بھی تھے۔ لوح سوم پر بھی کچھ اسی طرح لکھا تھا۔ بعد ازاں اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے ایک ایسی جگہ لے گیا جہاں سرخ سونے کا ایک تخت رکھا ہوا تھا۔ اس پر ایک شخص بیٹھا تھا جس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا تھا کہ میں شداد بن عادہ ستونوں والا ہوں۔ میں ہزار سال تک گیا۔ میں نے ہزار شہروں کی

بنیاد رکھی اور میں نے ایک ہزار کنواری لڑکیوں سے صحبت کی ہے۔ میں ایک ہزار خزانے کا مالک تھا میں نے کئی ہزار لشکروں کو شکست دی۔ میں نے مشرق و مغرب پر حکومت کی لیکن میرے لیے دنیا باقی نہ رہی نہ میں دنیا کے لیے باقی رہا۔ سب کو چاہیے کہ میرے بعد کوئی بھی دنیا کے لیے مغرور نہ ہو۔

اس کے بعد وہ میرا ہاتھ پکڑ کر ایک دوسری جگہ لے گیا جہاں چاندی کا ایک تخت رکھا ہوا تھا جس پر ایک لونڈی برپشت بیٹی ہوئی تھی۔ اس کی پیشانی پر لکھا تھا کہ میں ضبغہ شداد بن عاد کی رڑکی ہوں جس نے مجھ پر دست درازی کی ہے

دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو

پھر وہ مجھے ایک پتھر کی طرف لے گیا جس کے نیچے سے اس نے ایک صحیفہ نکالا اور کہا اسے پڑھو۔ اس میں یہ عبارت تھی:

..... "اذا ظہر النبی القمر علی الحبیل الاحمر یدعوا الی العزیز الاکبر

فلیس البلاد لمن خالفه ببلاد ولا یودیہ جیل واذ خرجوا من الارض
تھامہ کانہ بدر تجلی علی غمامہ ان قال صدق وان سکت وفق ینذل
لہ الملوک ویوضع لہ الشوک"

بعد ازیں وہ واپس جانے کے لیے اٹھا۔ میں پھر اس کے ساتھ ہویا۔ میں نے کہا: تجھے اس ہستی کی قسم ہے جس نے ہمیں یہاں جمع کیا ہے۔ بتا تجھے سامانِ خورد و نوش کہاں سے میسر آتا ہے؟ کتنے لگاؤ گھاس کھاتا ہوں اور بارش کا پانی پیتا ہوں۔ پھر میں نے اسے الوداع کہا اور چلا آیا۔ میں دو سال تک حضرت موت میں اقامت گزیر رہا۔ آتی دفعہ میں نے دیکھا کہ وہاں کی زمین سرسبز و شاداب ہے اور اس میں نہر پر رہی ہے۔ وہاں ایک قبر بنی ہوئی ہے اور بہت سی عورتیں اس کے ارد گرد بیٹھی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ عبدالکلال بن لیث کا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا: وہ تو انتقال کر گئے ہیں۔ یہ انہی کی قبر ہے۔ میں نے گھوڑے سے نیچے اتر کر اس کی قبر کی زیارت کی جس کے نعیند پر یہ لکھا تھا:

ما نزلت احفر بئرها عاد جاهدا
 حتى بلغ الفقر بعد اياس
 وكشف عن مآته كان مذاقته
 عسل مصفى لذة للسناس
 وقضيت نجى بعد ذلك ولم اتم
 وجعان اخواني فقتل منواس
 وثويت بين جنادل و صفائح
 اصل التراب محاسنى والمداس

جب میں نے یہ اشعار پڑھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رونے لگے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ
 بہ کلال بن یغوث بن سرج پر رحمت کرے اس کا حشر امت واحد کے ساتھ ہوگا۔

رکن سوم

بعثت سے ہجرت تک

قصہ ورقہ بن نوفل جب آیام وحی اور وقت نزول جبرئیل علیہ السلام نزدیک ہوا تو حضور علیہ السلام مکہ سے باہر جایا کرتے۔ جس پتھر کے نزدیک سے گزرتا ہوا اس میں سے "السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم" کی آوازیں آتیں۔ آپ ادھر ادھر دیکھتے مگر کوئی شے نظر نہ آتی۔ صبح بخاری میں روایت ہے کہ ابتداء میں جناب محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو سچی خوابیں آتیں جو نور صبح کی طرح روشن ہوتیں۔ بعد ازاں حضور علیہ السلام خلوت دوست میں رہتے اور بہت سی راتیں غار حرا میں عبادت الہی میں گزارتے۔ جب واپس گھر تشریف لاتے تو حضرت خدیجہ آپ کے لیے چند روز کا کھانا تیار کر دیتیں جسے آپ اپنے ساتھ لے جاتے۔

آپ رمضان المبارک کے مہینہ میں غار حرا میں تیکہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی ہاتھ میں سیاہ رنگ کی چادر لے کر آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: پڑھیے حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں تو پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے سیاہ چادر میرے سر پر ڈال دی جس کا سرور مجھ میں اس طرح سراپت کر گیا کہ میں نے خیال کیا بس اب وقت ارتحال ہے۔ اس نے سیاہ

جناب ورقہ بن نوفل حضرت خدیجہ کے چچا زاد بھائی تھے۔ یہ مسیحی مذہب کے پیروکار ہو گئے اور تقسیماً تمام کتب آسمانی کے علوم سے واقف تھے۔ نزول وحی کے بعد جب حضرت خدیجہ حضور علیہ السلام کو ان کے پاس لے گئیں تو انہوں نے آپ کی نبوت کی تصدیق کی۔

چادر کو میرے سر سے اٹھایا اور کہا: پڑھیے۔ میں نے کہا: میں تو پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے دوبارہ سیاہ چادر کو میرے سر پر ڈالا جس سے مجھ پر پہلی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ پھر چادر اٹھا کر کہا:

”اقراء باسم ربك الذی خلق ۰ خلق الانسان من علق ۰ اقراء وربك

الاکرم الذی علم بالقلم ۰ علم الانسان ما لم يعلم۔

بعد ازاں وہ کھڑا ہو گیا اور میں نے جو کچھ اس سے سنا تھا میرے دل پر مسطور ہو گیا۔ مجھے خطرہ تھا کہ شاید مجھے شعر و جنوں سے نسبت دی جا رہی ہے اور میرے نزدیک شاعر و مجنونوں سے بڑھ کر کوئی شخص معوض نہ تھا۔ میں اپنے آپ کو کسی قلعہ کوہ سے گرا دینا چاہتا تھا۔ میں پہاڑ پر چڑھتا تو مجھے آسمان سے آوازیں سنائی دیتیں کہ اے محمد صلی اللہ علیک وسلم آپ رسول خدا ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔ جب میں آسمان کی طرف دیکھتا تو جبرائیل علیہ السلام کو انسانی شکل میں پاتا جو افق آسمان پر اپنے دونوں قدم رکھ کر کہتے: اے محمد صلی اللہ علیک وسلم آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔ پھر میں راہ میں ہی کھڑا ہو جاتا اور اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے گرانے کا ارادہ ترک کر دیتا۔ میں آسمان کی جس طرف بھی نظر اٹھاتا اس صورت کو اپنے ساتھ ہی پاتا۔ میں مغرب کی نماز کے وقت تک اسی حیرت میں تھا کہ حضرت خدیجہؓ نے مجھے بلا بھیجنے کے لیے کچھ آدمی ارسال کر دیئے۔ جب بعض آدمی میرے پاس پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام غائب ہو گئے۔ میں حضرت خدیجہؓ کے پاس آیا تو مجھ پر لرزہ اور کپکپی طاری تھی۔ میں نے حضرت خدیجہؓ کے زانو پر سر رکھ کر اپنا تمام واقعہ سنا دیا۔ میں خائف و ترساں تھا کہ کہیں کاہن نہ بن جاؤں لیکن حضرت خدیجہؓ نے کہا: معاذ اللہ! حضرت سق سجانہ آپ کی بھلائی چاہتا ہے۔ مجھے ایسا آپ پیغمبر و رسول ہوں گے۔ پھر حضرت خدیجہؓ اٹھیں اور آپ کو ورقہ بن نوفل جو آپ کے چچا زاد تھے کے پاس لے گئیں۔ یہ کتب سابقہ کے عالم تھے۔ حضرت خدیجہؓ نے حضور علیہ السلام کے احوال و واقعات ان سے کہہ دیئے۔ ورقہ بن نوفل بولے: خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر یہ بات سچی ہے تو محمد کریم علیہ السلام اس امت کے پیغمبر ہیں، اور یہ وہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ پھر ورقہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف کعبہ کرتے دیکھا تو کہا: اے میرے بیٹے! تو نے جو کچھ دیکھا ہے مجھے ذرا پھر سے بتا۔ جب

آپ نے اسے بتایا تو ورقہ بن نوفل نے قسم کھا کر کہا کہ آپ پر اسی طرح ناموس اکبر نازل ہوگی اور آپ اس امت کے پیغمبر ہیں۔ آپ کو اپنی قوم سے آزار پہنچے گا۔ وہ آپ کو وطن سے نکال دیگی۔ ایک جماعت کو آپ کی مدد و نصرت کی توفیق ہوگی۔ اور اگر میری عمر نے وفا کی تو میں بہر حال داسے درمے قدمے سٹخنے آپ کی حمایت کروں گا۔ پھر اس نے آپ کے سر کی مانگ پر بوسہ دیا اور حضور ۴؎ بر اطمینان خاطر حضرت خدیجہؓ کے ہاں چلے گئے۔

اکثم بن صیفی کا قصہ جب اسے حضور علیہ السلام کے مبعوث ہونے کی خبر ملی تو اس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے کی خواہش پیدا ہوئی اسکی قوم کے چند افراد آکر اسے کہنے لگے تو ہماری قوم کا بزرگ و سردار بے مہمیں ذیل نہ کیجئے۔ اس پر اس نے دو آدمیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تاکہ وہ آپ کے نسب و اخلاق و اقوال سے متعلق معلومات حاصل کریں۔ جب وہ واپس آئے تو اپنی معلومات اسے بہم پہنچائیں اس نے اپنی قوم کو سب سے پہلے ایمان لانے کی وصیت کی کیونکہ اس کی نظر میں شریفین آدمی وہی تھا جو آپ پر پہلے ایمان لائے۔ اس کے بعد وہ تھوڑی مدت کے بعد وفات پا گیا۔

امیہ بن ابی الصلت کا قصہ حضرت ابوسفیانؓ سے روایت ہے کہ امیہ بن ابی الصلت مجھ سے عقبہ بن ربیعہ کے اخلاق و احوال کے متعلق پوچھا کرتا تھا، میں اسے جواب دیا کرتا تھا وہ میرے جواب کو بہت پسند کیا کرتا تھا۔ جب اس نے اُس کی عمر پوچھی تو میں نے کہا وہ عمر رسیدہ ہے۔ اس نے کہا خاموش ہو جاؤ میں تمہیں اس کا بھید بتاتا ہوں۔ ہم نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ ہماری سرزمین سے ایک پیغمبر مبعوث ہوگا اور مجھے یقین تھا کہ وہ میں ہوں گا جو نبی میں نے اہل علم حضرات سے اس باب سے میں گفتگو کی تو پتہ چلا کہ وہ پیغمبر عبد مناف سے ہوں گے۔ میں نے بنی عبد مناف میں نظر کی تو عقبہ بن ربیعہ کے موافق کسی کو اس لائق نہ پایا۔ جب اُن نے یہ کہا کہ وہ عمر رسیدہ ہے تو مجھے معلوم ہو گیا کہ جو شخص چالیس سال کی عمر سے تجاوز کر گیا ہے اور ابھی مبعوث نہیں ہوا وہ پیغمبر نہیں ہو سکتا جب یہ بات زبان زدِ خاص و عام ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے۔ میں تجارت کی غرض سے مکہ میں جا یا کرتا تھا میں امیہ بن ابی الصلت کے پاس جا کر

ازراہ مذاق کہنے لگا کہ جس پیغمبر کا تجھے انتظار تھا، مبعوث ہو گیا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ برحق ہے اور سچ کہتا ہے اس کی متابعت کرو۔ میں نے کہا تم اس کی متابعت کیوں نہیں کرتے؟ کہنے لگا: مجھے اپنے قبیلہ سے شرم آتی ہے کیونکہ میں ان سے ہمیشہ ہی کہا کرتا تھا کہ وہ پیغمبر نہیں ہوں گا لیکن اب نظریہ آتا ہے کہ میں بنی عبدمناف کے ایک لڑکے کی متابعت کروں گا اور اسے ابوسفیان! مجھے یہ بھی نظر آتا ہے کہ اگر تو اس کی مخالفت کرے گا تو تیری گردن میں بکری کی طرح رستی ڈال کر اُس کے سامنے لے آئیں گے اور وہ تمہارے خلاف جیسا چاہے گا حکم دے گا۔

کہتے ہیں کہ امیر بن ابی انصلت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کا قصیدہ پڑھا۔ ابتداً میں زمین و آسمان کے اوصاف بیان کیے۔ پھر تمام انبیاء علیہم السلام کے حالات بیان کیے قصیدہ کے اختتام پر حضورؐ کی مدحت سرائی کی جس میں آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔ حضورؐ نے اسے سورہ ظہ پڑھ کر سنائی وہ بولا کہ میں گواہی دیتا ہوں یہ بشر کا کلام نہیں ہے۔ لیکن میں اپنے بھائی بندوں کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تجھے نیکی دے مجھ پر ایمان لے آ اور صراطِ مستقیم اختیار کر۔ وہ کہنے لگا جناب میں جلدی واپس آتا ہوں۔ پھر وہ گھوڑے پر سوار ہو کر جتنی جلدی ہو سکتا تھا شام پہنچا۔ ایک گرجے میں جہاں بہت سے راہب مشغول عبادت تھے ان سے صورتِ حال بیان کی۔ ان میں ایک نے کہا کہ جس کے متعلق تم نے یہ گفتگو کی ہے اُسے دیکھ کر پہچان سکتے ہو؟ اس نے کہا: "ہاں"۔ وہ راہب (یا پادری) اسے اپنے گھر لے گیا جس کی دیواروں پر انبیاء کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ اس نے اُمیتہ کو اندر لے جا کر ایک ایک تصویر دکھائی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دیکھی تو اُمیتہ نے کہا: یہ ہیں وہ راہب۔ بولا: اللہ تجھے نیکی دے، جلدی سے واپس چلے جاؤ اور اس پر ایمان لے لو کیونکہ وہی رسولِ خدا ہے اور خاتم النبیین ہے۔ جب وہ سرزمینِ حجاز میں پہنچا تو غزوہ بدر واقع ہو چکا تھا اور جس میں قریش کے بہت سے سردار مارے گئے۔ اس نے کہا: اگر حضور پیغمبر ہوتے تو اپنی قوم کے اشراف کو نہ مارتے۔ پھر اس نے بدر میں ہلاک ہوئیوں کے لیے مرثیہ لکھا اور طائف کی طرف چلا گیا۔ کچھ عرصہ وہاں رہا۔ ایک دن اسے خواب آیا کہ اس کی بہن اس کے سامنے ہے اور گھر کی چھت میں شکاف پڑ گیا ہے اور دو

سفید پرندے اندر آگئے ہیں ان میں کا ایک اس کے پیٹ پر بیٹھ گیا اور اس کے پیٹ سے کپڑا اٹھا دیا۔ دوسرے سے کہنے لگا کچھ سنا ہے تو نے؟ اس نے کہا: نہیں۔ وہ بولا اللہ تعالیٰ اسے دُور کرے۔ پھر اس کا کپڑا درست کر کے دونوں چلے گئے اور گھر کی چھت بند ہو گئی۔

اس کی بہن نے اسے جگایا اور اس نے اسے تمام خواب والا حال سنایا وہ کہنے لگا: میری بھلائی کے لیے آئے تھے لیکن مجھ سے رُوگردانی کر گئے۔ اس واقعہ کے بعد امیہ الجضع کے ہاں چلا گیا اور ان کی مدحت و ستائش پر لگ گیا۔ اسے پرندوں کی زبان آتی تھی ایک دن الجضع کے ساتھ شراب نوشی میں راغب تھا کہ وہاں ایک کوتا آ کر کائیں کائیں کرنے لگا۔ امیہ کا رنگ اڑنے لگا۔ وہ پوچھنے لگے تجھے کیا ہوا؟ کہنے لگا: جو کچھ یہ کوتا کہتا ہے اگر سچ ہے تو میں شراب اپنے آپ تک پہنچنے سے پہلے مرجاؤں گا۔ انہوں نے اسے جھوٹا ثابت کرنے کیلئے اسے جلدی سے شراب دے دی۔ جو نہی شراب اس کے ساتھ والے آدمی کے پاس پہنچی تو امیہ زمین پر گر پڑا۔ انہوں نے اسے کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ کچھ دیر بعد کپڑا اٹھایا تو اسے مُردہ پایا۔ اس کی نبض بند ہو چکی تھی۔ مرنے کے وقت اس کی زبان پر مندرجہ ذیل اشعار تھے:

کل عیش و ان تطاول دھراً صارمّة الی ان یسزولا
لیتنی کنت قبل ما قد بدّ علی فی قیلال الجبال انزعی لوعولا

حضرت عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام

قصہ عشکلان بن ابی العوالم کی بعثت سے قبل میں تجارت کے ارادہ سے مین گیا اور عشکلان بن ابی العوالم کے ہاں ٹھہرا۔ وہ ایک ضعیف و ناتواں شخص تھا۔ میں جب بھی مین جاتا اسے مل کر آتا اور وہ ہر بار مجھ سے پوچھتا: کیا تمہارے اندر کوئی ایسی شخصیت پیدا ہوئی ہے جسے شرف و بزرگی حاصل ہوئی ہو یا اس نے تمہارے دین کی مخالفت کی ہو؟ میں نفی میں جواب دیتا۔ اس دفعہ جب میں اس کے ہاں ٹھہرا تو وہ پہلے سے زیادہ خستہ و ناتواں ہو چکا تھا اور کان بھی برسے ہو چکے تھے۔ اس کے لڑکے اس کے پاس حاضر تھے جو اسے پکڑ کر بٹھاتے تھے۔ اس نے مجھ سے کہا: اپنا نسب بیان کرو۔ میں نے کہا: میں عبدالرحمن بن عوف بن عبد عوف بن الحارث بن زہرہ ہوں۔ اس نے کہا اس پر تجھے اپنی بشارت دیتا ہوں

جو تجارت سے زیادہ بہتر ہوگی۔ خداوند تعالیٰ نے تمہاری قوم سے کچھلے مہینے ایک پیغمبر مبعوث فرمایا ہے اور اسے تمام مخلوق پر فضیلت بخشی اور اس پر کتاب نازل فرمائی ہے۔ وہ بتوں کی پرستش سے منع کرتا ہے۔ اسلام کی دعوت دیتا ہے۔ سچ کہتا ہے اور باطل سے منع رکھتا ہے۔ میں نے پوچھا، وہ کس قبیلہ سے ہے؟ اس نے کہا: بنی ہاشم سے۔ اور تم اس کے احوال کا مشاہدہ کرتے ہو۔ اے عبدالرحمن! فارغ ہو کر فوراً واپس جاؤ اور اس سے دستِ موافقت پڑھاؤ۔ اسے صادق سمجھو، اس کی مدد و نصرت کرو۔ اور یہ چند بیات میری طرف سے اسے پہنچا دینا:

اشهد بالله ذی المعالی و فائق التلیل بالصباح

اشهد بالله ربّ موسیٰ انک امرسلت بالبطاح

فکن شفیعاً ابی ملیک یدعو الیہ ابی الصلاح

ترجمہ: "میں بلندیوں والے اللہ کی گواہی دیتا ہوں جو رات کو صبح سے پیدا

کرنے والا ہے۔ میں ربّ موسیٰ کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ بے شک بظہا والوں

کی طرف رسول ہو کر آئے ہیں تو آپ میرے شفیع بھی اس بادشاہ کے سامنے

ہو جائیے جو مخلوق کو اصلاح کی طرف دعوت دیتا ہے۔"

حضرت عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ مجھ سے جس قدر جلدی ہوا اپنے کام کاج سے فارغ ہوا اور واپس آگیا۔ جب تک پہنچا تو میں نے حضرت ابو بکرؓ سے ملاقات کر کے حمیری کی باتیں انہیں سنائیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: ہاں پروردگار نے جناب محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر مخلوق کی طرف بھیجا ہے۔ تم ان کے پاس جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حضرت خدیجہؓ کے گھر تھے۔ میں وہاں گیا اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ اجازت ملی تو میں اندر چلا گیا۔ مجھے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا: میں ایسا چہرہ دیکھتا ہوں جس سے مجھے بھلائی کی امید ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کون ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم؟ فرمایا: وہ جس نے عمل بدیہ کیا ہے یا جس کا تو پیغام لایا ہے۔ یعنی وہ حمیری ہے جس میں مومنوں کے خواص ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں میں اسی وقت ایمان لے آیا اور اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمد رسول اللہ کہا۔ حمیری کے اشعار حضور علیہ السلام کے سامنے پڑھے اور

جو اس نے کہا تھا اس سے بھی حضور کو اطلاع دی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:
 رب مومن بی و مادر آبی و مصدق بی و ماشہد زمانی او لذیک حَقًّا اَخوانی۔
 ترجمہ :- ہو سکتا ہے وہ مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لانے والا ہو اور میرا زمانہ دیکھے بغیر
 میری تصدیق کرنے والا ہو، یہی میرے حقیقی بھائی بند ہیں۔

سمجھ جسنی کا قصہ **وسلم کی معیت میں مکہ سے باہر کوہ صفا پر آئے تو مشرکین**
 مکہ بھی وہاں جمع تھے ابو جہل بھی ان میں آ شامل ہوا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اے معشر قریش!
 لا الہ الا اللہ کہو۔ ولید بن مغیرہ نے ابو جہل سے کہا اگر چاہو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آج
 شرمندہ کروں۔ ابو جہل نے اسے قسم دی اور کہا، ضروری ایسا کرو۔ ولید نے بت کو اپنے گلے سے
 لگا لیا اور حضور علیہ السلام کی طرف منہ کر کے کہنے لگا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرا یہ دعویٰ ہے
 کہ تیرا خدا شترگ سے بھی قریب ہے۔ اب دیکھو میرا خدا میری گردن پر ہے۔ تیرا خدا کہاں ہے جسے
 میں دیکھ سکوں۔ اس کے بعد ولید نے بت کو اپنی جگر رکھ دیا۔ تمام قریش نے بت کو سجدہ کیا اور
 اس کے پاس دعائیں مانگنے لگے کہ اے ہمارے خدا، اے ہمارے سروار! محمد (صلی اللہ
 علیہ وسلم) کو شہید کرنے میں ہماری مدد نصرت فرما۔ اچانک اس نے چند اشعار حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کی مذمت، اسلام کی مذمت اور اہل اسلام کی مذمت میں پڑھنے شروع کر دیئے جنہو
 واپس تشریف لے آئے۔ حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے
 بولیا اور میں نے حضور سے کہا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان جو کچھ بت نے
 کہا ہے آپ نے سنا ہے؟ فرمایا: ہاں اے ابن مسعود! یہ شیطان ہے جو بت کے اندر گھس
 جاتا ہے اور انسانوں کو انبیاء کے قتل پر برا نیچتہ کرتا ہے اور کوئی شیطان انبیاء علیہم السلام
 پر زبان طعن و لعن و راز نہیں کرتا مگر وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کرنا ہو۔ دو تین بعد ہم رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک کوئی آکر کہنے لگا: السلام علیک یا محمد! ہم
 نے اس کا کلام تو سنا لیکن وہ نظر نہ آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تو کوئی آسمانی مخلوق ہے۔
 اس نے کہا: نہیں۔ پھر پوچھا: کیا تو جنوں میں سے ہے؟ کہا: ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے پوچھا: کس لیے آئے ہو؟ اس نے جواب دیا، کل میں غائب تھا مجھے پتہ چلا کہ ولید نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے میں اس کی تلاش میں تھا تاکہ وہ مجھے صفا کے نزدیک کہیں سنا جائے اور اس کا اپنی تلوار سے کام تمام کر دوں اور آپ کو اس سے رہائی دلاؤں۔ اسے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اکل صبح اپنے اصحاب کے ساتھ صفا میں تشریف لائے تاکہ آپ کو وہ چیز سناؤں جس سے آپ شادمان ہو جائیں۔ حضور نے اس سے اس کا نام پوچھا تو کہنے لگا: میرا نام سمج ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگرچہ ہو تو تمہارا اچھا سا نام رکھ دوں۔ کہنے لگا: اے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تیرا نام عبد اللہ رکھ دیا ہے۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود کہتے ہیں: ہمارے لیے ایسی کوئی رات طویل نہ گزری۔ صبح ہوئی تو ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام صفا میں گئے۔ مشرکین متحہ بھی وہاں جمع تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آکر فرمانے لگے: اے گروہ قریش! لا الہ الا اللہ کہو۔ یہ سن کر قریش اٹھے اور بت کے سامنے سجدہ ریز ہوئے اور نہایت تضرع و زاری کرنے لگے۔ حضور کو یہ گمان ہوا کہ شاید آج بھی ویسی ہی آوازیں آئیں گی جیسی پہلے آتی تھیں لیکن اس بت سے یوں آواز آئی ہے

انا عبد اللہ و ابن الیصر

انا قلت ذی الفجی مسعرا

جب مشرکین نے یہ آواز سنی تو بت کو برا بھلا کہنے لگے اور کہا ہم نے صفا پر کسی خدا کو تجھ سے بڑھ کر نہیں پوجا۔ شاید محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جادو تجھ پر چل گیا ہے۔ کل تو نے ان کی خدمت کی اور آج مدح و ثناء کرتے ہو۔ انہوں نے اس بت کو زمین پر دے مارا اور توڑ پھوڑ کے رکھ دیا۔ بعد ازیں انہوں نے حضور علیہ السلام پر دست درازی کر کے آپ کی جبین مبارک کو خون آلود کر دیا۔ اچانک ایک بڑھا آدمی نمودار ہوا جس کے ہاتھ میں عصا اور سنان تھے بولا: اے مشرک قریش! میں نے سنا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بہت طاقت ور ہیں۔ مجھے ان کے نزدیک لے جائیے تاکہ میں ان کے شکم پر یہ ڈنڈا دے ماروں۔ جونہی اس نے عصا کو اٹھایا اس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ملعون کے شر سے محفوظ رہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ نے بیان کیا ہے کہ میں حضور
استفت اسکندریہ کا قصہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانہ میں طائف
 کے تجارتوں کی ایک جماعت کے ہمراہ اسکندریہ گیا۔ وہاں ایک بڑا پادری تھا جو ہر وقت
 عبادت میں مشغول رہتا۔ لوگ اپنے مریضوں کو اس کے پاس لے جایا کرتے تھے اور شفا یاب
 ہونے کے لیے اس سے دعائیں منگاتے تھے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا انبیاء علیہم السلام
 میں سے کوئی پیغمبر باقی رہ گیا ہے؟ کہنے لگا: ہاں ایک باقی ہے اور وہی خاتم الانبیاء ہوگا۔
 اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان تھوڑا ہی زمانہ ہوگا، وہ زیادہ دراز قامت ہوگا نہ کوتاہ۔
 زیادہ سفید ہوگا نہ سیاہ۔ اس کی آنکھوں میں سُرخی ہوگی اور سر کے بال لمبے ہوں گے، اور
 شمشیر کبف ہوگا اور جس کے بھی سامنے آئے گا اس سے خائف و ترساں نہ ہوگا۔ اپنے
 نفس سے جہاد کرے گا اور اس کے اصحابی اس پر جانیں قربان کر دیں گے اور اسے اپنے ماں باپ
 اور اولاد سے زیادہ عزیز رکھیں گے وہ سرزمین قرطہ سے باہر آئے گا۔ ایک حرم سے دوسرے
 حرم میں رحلت و مہاجرت کرے گا۔ اس کی سرزمین ترقی و دوق صحرا ہوگی۔ اس میں گھاس نہیں
 اُگے گی۔ وہ دین ابراہیم کی متابعت کرے گا۔ مغیرہ بن شعبہ نے کہا: ان کی صفات ذرا اور
 تفصیل سے بیان کیجئے۔ کہنے لگا: وہ کمر میں پٹکا باندھے گا۔ ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوا
 لیکن وہ تمام انسانوں کے لیے مبعوث ہوں گے۔ تمام روئے زمین اُن کی مسجد ہوگی۔ جب پانی
 میسر نہ ہوگا تو تیمم کر کے نماز ادا کریگا۔ حضرت مغیرہ کہتے ہیں اس کے بعد میں اسکندریہ کے ہر
 گرجے میں گیا اور ہر پادری سے جناب محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف حمیدہ کے
 متعلق پوچھا اور ان کے ہر جواب کو یاد رکھا۔ مدینہ شریف میں مراجعت کے بعد تمام واقعات
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور ان
 واقعات کو اپنے صحابہ کو سنانے کے لیے پسند فرمایا۔ چنانچہ میں چند روز تک کئی لوگوں کو آپ کی
 خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعات سناتا رہا۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دامن اسلام میں بیان کرتے ہیں کہ میں

ابو جہل اور شییبہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ابو جہل نے اٹھ کر خطبہ دیا اور کہا: اے گروہ قریش! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے خداؤں کو گالیاں دیتے ہیں اور تمہیں احمقوں اور نادانوں سے نسبت دیتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ تمہارے باپ دادا دوزخی ہیں۔ اور گدھوں کی طرح ان کے جسم متورم ہوں گے۔ اس لیے جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرے گا اسے سواونٹ سُرخ رنگ کے، سواونٹ سیاہ رنگ کے، ایک ہزار اوقیہ چاندی دوں گا۔ یہ سن کر میں اٹھا اور کہا: اے ابوالحکم! تو جو کہتا ہے سچ ہے۔ اس نے کہا: ہاں معجل ہے غیر معجل نہیں۔ میں نے لات و عزیمی کی قسم کھا کر کہا: میں یہ کام کروں گا۔ ابو جہل نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے خانہ کعبہ میں لے آیا۔ جہل کو مجھ پر گواہ بنایا کیونکہ جہل ان کا سب سے بڑا بُت تھا۔ اور جب بھی کسی سفر پر جاتے یا صلح و جنگ یا پیش قدمی کرتے تو اس کے سامنے جاتے اور اس سے مشورہ کرتے اور اسے گواہ بناتے۔ میں شمشیر جمائل کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے چل پڑا۔ آخر ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک بچھڑے کو ذبح کر رہے تھے میں اس جگہ کھڑا ہو گیا تاکہ ان کی کارکردگی کا مشاہدہ و معائنہ کروں۔ اس بچھڑے سے یہ آواز سنائی دی کہ اس شخص کی بہتری و فتح مسندی کے لیے یہ بہترین کام ہے جو فصیح و بلیغ زبان میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور مستند صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی دعوت دے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ خطاب مجھ سے ہی ہو رہا ہے۔ پھر میں ایک ایک بکری کے پاس سے گزرا تو اس سے بھی وہی آواز آئی جو بچھڑے سے آئی تھی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا: بخدا اس سے مراد سوائے میرے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہاں سے چل کر میں ایک بُت کے پاس آیا جسے ضماؤ کہتے ہیں اس میں سے ہاتھ نے یہ آواز دی ہے

ترك الضماد وكان يعبد واحداً	بعد الصلوة على النبي محمداً
ان لذی ورت النبوة والهدی	بعد ابن مریم من قریش مہتدی
سیقول من عبد الضماد ومثله	لیت الضماد ومثله کم لعیداً
فاصبر ابا حفص فانک اتراً	یا یتک عز غیر غزبتی عسراً
لا تعجلن فان نامک دینہ	حقاً یقیناً باللسان وبالسیداً

اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ ان باتوں کا مصداق میں ہوں۔ میں اپنی بہن کے گھر آیا ، وہاں جناب بن الارث اور ان کا شوہر موجود تھے۔ جب انہوں نے مجھے شمشیر جمائل کیے ہوئے دیکھا تو ڈر گئے۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں۔ جناب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر! اللہ تجھے نیکی و سعادت بخشنے اسلام لے آؤ۔ یہ سن کر میں نے پانی مانگا اور وضو کر کے حضور علیہ السلام کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا وہ حضرت ارقم بن ارقم کے گھر تشریف فرما ہیں۔ میں وہاں گیا اور دروازہ پر دستک دی۔ حضرت سیدنا حمزہؓ باہر تشریف لائے۔ انہوں نے جب مجھے شمشیر جمائل کیے ہوئے دیکھا تو مجھ پر برس پڑے۔ حضرت سیدنا امیر حمزہؓ کی شخصیت بڑی پُر وقار اور با رعب تھی۔ میں نے بھی انہیں لکارا۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو میرے آنے کا سبب پوچھا۔ پھر فرمایا: اے عمر! میری دعا تیرے حق میں مستجاب ہو چکی ہے تو اسلام لے آ۔ میں نے اسی وقت اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد انک مرسل اللہ کہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ بہت مسرور ہوئے اور اس آیت کا نزول ہوا: یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا: حضورؐ باہر آئیے۔ بخدا اب مشرکین بڑے پر غالب نہیں آسکتے۔ پھر عجم ابن ارقمؓ کے مکان سے باہر آئے میں نے تکبیر کہی جسے تمام مشرکوں نے سنا اور حضور علیہ السلام نے طواف کعبہ کیا۔ اس کے بعد میں مشرکوں سے ایک ایک کے ساتھ لڑتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کر دیا۔

سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ

شام کے قافلہ میں حضورؐ کی بعثت کے چرچے عنہ نے بیان کیا کہ میں

ایک قافلے کے ساتھ شام کی طرف گیا۔ صبح کے وقت ایک جگہ آرام کرنے کے لیے ٹھہر گئے۔ اچانک زمین و آسمان کے درمیان کھڑا ایک سوار نظر آیا جو کہہ رہا تھا اے سونے والو! جاگو۔ سونے کا وقت نہیں ہے احمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اور تمام جن مردود و مطرود ہو گئے ہیں۔ میں ڈر گیا حالانکہ میں بہت دلیر تھا۔ جب ہم اپنے گھروں کو واپس آئے تو سنا کہ مکتبہ میں اس بات پر اختلاف پیدا ہو گیا ہے کہ نبی عبدالمطلب سے رسول پیدا ہوا ہے اور اس کا

نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

عمر بن مرث الجبئی نے بیان کیا ہے کہ میں زمانہ جہالت میں
 کائنات ارضی سے حج کی غرض سے متو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ کعبہ سے
 ظلمات دور ہو گئیں ایک نور نکلا ہے۔ جب میں نے شرب کے پہاڑوں پر نظر
 ماری تو اس نور سے یہ آواز آرہی تھی، انفضت الظلماء و سطع الضیاء بعث خاتم
 الانبیاء۔ ظلمت و تیرگی چھٹ گئی، روشنی پھیل گئی اور خاتم الانبیاء مبعوث ہو گئے۔
 بڑھ گئی تیری ضیاء اندھیر عالم سے گھٹا
 کھل گیا گیسو تیرا رحمت کا بادل گھر گیا

بعد ازاں ایک اور نور ظاہر ہوا جس کی روشنی میں مجھے حیرہ اور مدائن کے محل نظر آ گئے۔ اس نور
 سے یہ آواز آتی تھی ”ظہر الاسلام، کسرت الاصلام، وصلت الیہ السلام“۔
 اسلام ظاہر ہو گیا، بت ٹوٹ گئے اور بیگانے شہر و شکر ہو گئے۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مگر سے کو جھکا
 تیری ہیبت تھی کہ برت تھر تھرا کر گر گیا

میں ڈرتے ڈرتے خواب سے بیدار ہوا اور اپنی قوم سے کہا، بخدا قریش کے درمیان کوئی نئی چیز
 ظہور میں آنے والی ہے۔ جب میں اپنے گاؤں گیا تو پتہ چلا کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم نام کا کوئی
 شخص مبعوث ہوا ہے۔ میں اس کے پاس آیا اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا، کہ سنایا اور دولت
 اسلام سے بہرہ ور ہوا۔

ابو جہل لرزہ بر اندام ہو گیا ایک آدمی مگر معظمہ میں آیا جس نے کچھ جانور ابو جہل کے
 مال مٹول کی۔ ایک دن وہ قریش کی مجلس میں آیا اور کہنے لگا: میں غریب آدمی ہوں۔ ابو جہل نے
 مجھ سے جانور خریدے ہیں لیکن قیمت ادا نہیں کر رہا۔ کوئی ہے جو میرے پیسے دلائے۔ اس وقت
 حضور علیہ السلام کہیں نزدیک ہی تشریف فرما تھے، قریش نے ازراہ مسخر اس شخص کو حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کی طرف بھیج دیا تاکہ وہ اپنا کام ان سے کروالے۔ اس نے حضور کی خدمت میں آکر تمام

ہاجرا سنا یا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور فرمایا، آؤ تجھے تیرا حق ملے کر دوں۔ قریش نے دو آدمی ان کے پیچھے بھیجے تاکہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے ابو جہل کے دروازے پر دستک دی۔ ابو جہل بولا: کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔ باہر آؤ۔ ابو جہل نے دروازہ کھولا تو اس کا رنگ فق ہو گیا اور جسم پر لرزد طاری ہو گیا۔ حضور نے فرمایا: اسے اس کا حق دو۔ ابو جہل بولا: ابھی دیتا ہوں۔ حضور نے فرمایا: دیکھو جب تک اس کا حق اُسے نہ مل جائے میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ ابو جہل جلدی سے اندر گیا اور اس کا حق لے کر باہر آ گیا اور اُسے دے دیا۔ حضور تشریف لے گئے تو وہ باہلی (باہل) کا رہنے والا قریش کی مجلس میں آیا اور حضور علیہ السلام کی تعریف کرنے لگا اور کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنہوں نے اس ظالم سے میرا حق دلوایا ہے۔ پھر ان آدمیوں نے بھی یہی قصہ آسنا یا ابو جہل بھی ان کے پیچھے پیچھے چلا آیا اور کہنے لگا: جس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے دروازے پر دستک دی تو میرا دل دہل گیا۔ میں باہر آیا تو دیکھا کہ میرے سر پر ایک بست بڑا اونٹ منہ کھولے ہوئے کھڑا ہے۔ اگر میں ایک لمحہ بھی ادا نہ کرتا تو وہ میرا سر کچل دیتا۔ قریش بولے: لو یہاں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جادو اثر کر گیا ہے۔

اسی طرح بنی اسد میں سے ایک اونٹ بیچنے کے لیے لایا۔ ابو جہل کی مجبوریوں

حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اُس اسدی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اپنا حال سنا یا۔ حضور نے پوچھا: تمہارے اونٹ کدھر ہیں؟ وہ بولا: بازار میں ہیں حضور بازار آنے اور اس کے اونٹوں کو اس کی مرضی سے خریدا اور پھر دونوں کو بیچ دیا اور قیمت ادا کر لی۔ ابو جہل کہیں پاس ہی بیٹھا ہوا تھا اُسے دم مارنے کی مجال نہ ہوئی۔ پھر حضور علیہ السلام ابو جہل کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: اے چچا اب یہاں معاملہ نہ کرنا ورنہ تجھے ایک ایسی چیز لاسحق ہو جائے گی جس سے کوئی چیز مکروہ نہ ہوگی۔ ابو جہل نے کہا: اے محمد! میں ایسا معاملہ نہیں کروں گا۔ مشرکین ابو جہل سے کہنے لگے: اے ابوالحکم! تو محمد کے ہاتھوں سے ذلیل ہوا ہے شاید تُو نے اس کی متابعت کر لی یا تجھ پر کوئی خوف نہ ہو گیا تھا۔ ابو جہل بولا: میں اُس کے

دین کی برگزمتا بعت نہ کروں گا۔ لیکن میں نے چند آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف اور چند بائیں طرف کھڑے دیکھے جن کے ہاتھوں میں نیزے تھے اور مجھ پر حملہ کر رہے تھے۔ میں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کرتا تو مجھے ہلاک کر دیتے۔ قریش نے کہا: یہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جادو کا اثر ہے۔

جب حضرت ذنیرہؓ نے اسلام قبول کیا تو آپؐ نابینا ہو گئے۔ ابو جہل بولا: قصہ ذنیرہ یہ لات و عزنی کی کارکردگی ہے۔ حضرت ذنیرہؓ نے کہا: لات و عزنی عبادت کرنے اور نہ کرنے والے دونوں سے آگاہ نہیں۔ یہ تو محض تقدیر الہی ہے۔ میرا پروردگار مجھے بینا کرنے پر قادر ہے۔ اسی رات ان کی آنکھیں بینا ہو گئیں لیکن کورول قریشی نے اسے بھی حضور علیہ السلام کے جادو پر ہی محمول کیا۔

حضرت خدیجہؓ نے اپنی زندگی میں ہی حضرت زینب کا نکاح اپنے بھانجے ابوالعاص سے کر دیا تھا۔ اور حضورؐ نے رقیہ یا تم کلثوم کا نکاح عقبہ بن ابی لہب سے کر دیا۔ جب حضور علیہ السلام اور کفار کے درمیان ٹھن گئی تو کفار نے حضور علیہ السلام کے دامادوں سے کہا کہ تم دختران رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو طلاق دے دو۔ تم انہیں چھوڑ دو تو قریش کی لڑکیوں میں سے جسے تم چاہو گے، مل جائے گی۔ ابوالعاصؓ نے کہا: میں تو اپنی زوجہ سے کسی حال میں بھی جدا ہونے کے لیے تیار نہیں کیونکہ قریش کی کوئی عورت میری بیوی کا مقابلہ نہیں سکتی حضور علیہ السلام نے ان کے اس اقدام پر تحسین فرمائی۔ لیکن عقبہ نے کہا: اگر سعید بن العاص کی لڑکی میرے حوالے کی جائے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو طلاق دے دوں گا۔ قریش نے سعید بن العاص کی لڑکی کا نکاح اس سے کر دیا۔ وہ بد بخت حضور علیہ السلام کی دختر نیک اختر کے ہاں آٹھ روز حضور کے پاس آیا اور کہنے لگا یہ آپ کا داماد ذنی فتنہ ذنی و کان قاب قوسین او ادنیٰ پر ایمان نہیں رکھتا۔ پھر اس بد بخت نے حضور علیہ السلام کی طرف ٹھوکا اور حضور علیہ السلام کی صاحبزادی کو طلاق دے کر نہایت بُری باتیں کرتا ہوا واپس چلا گیا۔ حضور علیہ السلام نے اس کے لیے دعا کی اور فرمایا: اے اللہ! اس پر اپنے گناہوں میں سے ایک گناہ مستط کر دے۔

اس وقت حضرت ابوطالب وہیں تھے۔ انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! اب اس بددعا سے تو کس طرح بچ سکتا ہے؟۔ بعض کہتے ہیں کہ ابوطالب غمگین ہو گئے اور حضور علیہ السلام سے آکر کہا: آپ کو اس بددعا سے کیا فائدہ؟ عقبہ نے اپنے باپ کو یہ ماجرا سنایا تو اسے بھی سخت رنج ہوا۔ اس کے بعد دونوں باپ بیٹا تجارت کی غرض سے مکہ شام میں گئے اور ایک جگہ ٹھہرے جہاں ایک راہب نے انہیں بتایا کہ اس جگہ بہت سے درندے رہتے ہیں۔ ابوطالب نے اپنے ساتھیوں سے مددگاری و امداد کی درخواست کی کیونکہ اسے پتہ تھا کہ حضور کی بددعا سے وہ محفوظ نہیں رہ سکتا۔ انہوں نے تمام سامان کو ایک دوسرے پر رکھ دیا اور عقبہ کو اس پر سلا دیا۔ اور خود اس کے گرداگرد سو گئے۔ آدھی رات کے وقت ایک شیر آیا اور ہر ایک کو سونگھتا ہوا سامان پر چڑھ گیا اور ایک ہی پنجہ سے عقبہ کی آنکھیں نکال دیں۔ عقبہ نے شور مچایا اور جان مالک دوزخ کے سپرد کر دی۔ حضرت حسان بن ثابتؓ نے اس واقعہ کو اپنے ایک قصیدہ میں نظم کیا ہے۔

مسلمان نجاشی دوسری بار جب صحابہؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو ان میں بیسی مرد اور اکتیس عورتیں شامل تھیں اور شاہ حبشہ کے دربار میں ان کے ساتھ حضرت جعفر طیار اور حضرت سلمہؓ بھی تھے۔ حضرت سلمہؓ نے بیان کیا ہے کہ ہم نے وہاں قیام کیا تو نہایت اچھے طریقے سے اپنے دین کا اظہار کیا اور اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ جب ہماری فراغت و رفا بہت کی خبر کفار مکہ کو پہنچی قریش بالاتفاق عمرو العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو نجاشی شاہ حبشہ اور اس کے سرداروں کی طرف تحفے تحائف دے کر بھیجا۔ جب یہ دونوں وہاں پہنچے اور تحفے تحائف پیش کیے اور مذہبی پیشواؤں سے گفتگو کی کہ چند بے وقوف نوجوانوں نے اپنے دین سے جدائی اختیار کر لی ہے اور بادشاہ کے دین کی متابعت بھی ترک کر دی ہے۔ ان کے آباء و خویشاوندوں نے ہمیں انہیں واپس لانے کے لیے بھیجا ہے۔ راہب نے کہا: تم صورت حال بادشاہ کے سامنے بیان کرو تاکہ تم تمہاری مدد کریں۔ مذہبی پیشوا نے بادشاہ سے کہا: یہ دو آدمی ان ماجروں کے متعلق بہتر جانتے ہیں اس لیے ان کو ان کے حوالے کر دینا چاہئے۔ بادشاہ کو اس پر سخت غصہ آیا، کہا صرف اس بات پر میں ان کو بلاتا ہوں اور حقیقت حال پوچھتا ہوں۔ اگر حقیقت اسی طرح ہوئی جس طرح

ان آدمیوں نے کہا ہے تو میں ان مہاجروں کو ان کے سپرد کروں گا اور اگر بات اس کے برخلاف ہوئی تو میں ان کی رعایت نہ کروں گا۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نجاشی نے اپنے بڑے بڑے پادریوں کو جمع کیا جنہوں نے نجاشی کے آگے پیچھے کتابیں رکھ دیں۔ پھر نجاشی نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو طلب کیا۔ حضرت جعفر طیار صحابہ کو لے کر وہاں آ گئے۔ تمام پادری اٹھ کھڑے ہوئے سب نے حضرت جعفر طیار کا استقبال کیا اور نجاشی بھی تعظیم بجالایا اور طفت ہو کر حال احوال پوچھنے لگا۔ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اسے بادشاہ ازمانہ جاہلیت میں ہم وہ لوگ تھے جو تہوں کی پرستش کیا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، جو اکیلتے تھے اور طرح طرح کے بُرے کام کرتے تھے حتیٰ سبباً اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہماری ہی قوم سے ہم پر ایک پیغمبر مبعوث فرمایا ہے جو کمال حسب و نسب سے موصوف ہے اور دُور امانت و دیانت سے معروف ہے۔ ہمیں اس نے توحید باری تعالیٰ کی دعوت دی ہے۔ حتیٰ کہ ہم نے اس کی عبادت کرنا شروع کر دی اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ ہم نماز قائم کرتے ہیں اور صداقت کا طریقہ پیش نظر رکھتے ہیں۔ ہم اپنے وعدوں کو ایفا کرتے ہیں۔ اور ایگی امانت میں اور صلہ رحمی میں کوشش و سعی کرتے ہیں۔ ہم اس پر ایمان بھی لے آئے اور اس کی متابعت بھی کی۔ لوگ ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور معاندانہ طریقوں سے ہمیں کفر و شرک کی طرف رجوع کرنے پر مجبور کرنے لگے۔ جب ہم میں طاقت برداشت نہ رہی تو ہم یہاں آ کر پناہ گزیں ہوئے تاکہ ان کے ظلم و ستم سے محفوظ رہیں۔

نجاشی نے حضرت جعفر طیارؓ سے چند آیات کی تلاوت کے لیے کہا۔ انہوں نے کہنے لگے: سے آواز تلاوت کیا۔ چند آیات سن کر نجاشی زار و قطار رونے لگا یہاں تک کہ اس کی داڑھی کے بال نر ہو گئے۔ مذہبی پیشوا جو دربار میں موجود تھے بھی الحان و زاری کرنے لگے۔ ان کی گریہ و زاری سے کتابیں جھیک گئیں۔ نجاشی بولا، خدا کی قسم یہ نور بھی اسی مشکوٰۃ سے ہے جس سے نور موسیٰ تھا۔ اور ان دونوں کا ایک ہی سرچشمہ ہے۔ پھر نجاشی نے ان دونوں سفیروں سے کہا میں ان لوگوں کو تمہارے سپرد نہیں کر سکتا۔ جب دونوں دربار نجاشی سے باہر آئے تو عمر و العاص نے کہا: میں اسی آیت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایسی چیز مسلط کرتا ہوں جو ان کی دیواریں ہلا دے۔ عبد اللہ بن ربیعہ

نے کہا: اے عمرو! ایسا نہ کرو اگرچہ وہ ہمارے مخالفین ہیں لیکن خویشاوندی اور صلہ رحمی کا بھی
 وصیان رہے۔ عمرو العاص نے ایک نہ سنی اور سیدھا نجاشی کے دربار میں پہنچا اور کہا: اے
 بادشاہ! اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بندہ کہتے ہیں۔ نجاشی نے حضرت
 جعفر طیارؓ کو تمام صحابہ کے ہمراہ دربار میں طلب کیا اور پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
 بارے میں کیا کہتے ہو۔ حضرت جعفر طیارؓ بولے: ہم وہی کہتے ہیں جو حق سبحانہ تعالیٰ کہتا ہے۔ وہ
 کلمۃ اللہ ہیں اور روح اللہ ہیں جو مریم میں اتقا کر گئی۔ نجاشی کو یقین ہو گیا کہ یہ فرمانِ خداوندی ہی ہے
 وہ قسم کھا کر بولا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی یہی کہتے ہیں جو تم کہتے ہو آپ جائیں اور اس ملک میں بہ آرام
 رہیں۔ آپ پر کوئی بھی تعرض نہیں ہوگا۔ پھر بادشاہ نے کہا: ان کے تحفے واپس کر دو ان کی ہمیں کوئی
 ضرورت نہیں ہے۔ اندریں حالات یہ دونوں سفیر نجاشی کے دربار سے ذلیل و خوار ہو کر نکلے۔ بادشاہ
 نے ان کے تحائف رو کر دیئے اور وہاں کے لوگوں نے انہیں مہنوعض سمجھا اور حضرت جعفرؓ اور دیگر
 صحابہؓ وہاں نہایت ہی خوشحال طریقے سے اقامت گزیر رہے۔

نجاشی سے پادریوں نے مکہ جانے
 جلسہ کے عیسائی علماء و دربار رسالت میں کی اجازت طلب کی۔ مگر پہنچے

تو انہوں نے حضورؐ کو مقام ابراہیم کے نزدیک تشریف فرما پایا۔ وہ بھی حضور علیہ السلام کے
 سامنے بیٹھ گئے اور ایک پادری جس کا نام طاہر تھا حضور علیہ السلام سے پوچھنے لگا: کیا آپ ہی
 اپنے آپ کو رسولِ خدا کہتے ہیں؟ حضورؐ نے فرمایا: ہاں۔ طاہر نے کہا: مخلوق کے متعلق تمہارا کیا
 خیال ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: مخلوق خدا کی شریک نہیں ہو سکتی۔ بعد ازاں آپ نے
 قرآن کریم کی چند آیات پڑھیں جنہیں سن کر وہ روئے اور ان کی داڑھی کے بال تر ہو گئے۔ طاہر نے
 کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔ اس کے باقی ساتھیوں
 نے بھی ایسا ہی کہا اور آپ کی تصدیق کی۔ جب یہ پادری حضور علیہ السلام کی خدمت سے اٹھے تو
 ابو جہل امیر بن خلف قریش کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر کہنے لگا: خدا اس آدمی کو برباد
 کرے جس نے تمہیں یہاں طلبِ دید کے لیے بھیجا۔ تم تو یہاں اس آدمی کو صرف دیکھنے کے لیے
 آئے تھے لیکن تمہاری عقل انہی گئی گزری ہے کہ اس کی مجلس میں بیٹھتے ہی اپنے دین چھوڑ

پرگشتہ ہو گئے اور تم نے اس کی ہر بات کی تصدیق کر دی وہ دو سال سے یہ دعویٰ کر رہا ہے۔ لیکن ہم میں سے کوئی بھی اس کا گرویدہ نہیں ہوا، صرف چند بے عقل بے ہودہ لڑکے اور فقیر و نادار انسان اس پر ایمان لائے ہیں۔ پادری کہنے لگے کہ تم پر سلامتی ہو۔ ہم کسی کے حق کو ضائع نہیں کرتے اور جابلوں کے کہنے پر وہ سچائی جو روشن ہو چکی ہے اس سے سرتابی نہیں کر سکتے۔ بعد ازاں ان پادریوں نے احکام شریعت اور قرآن کریم پیکھا اور زیور اسلام سے آراستہ ہو کر اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔

شبِ معراج کو بیت المقدس کے سفر پر شہادتیں

جب حضورؐ نے نبوت معراج جس میں یہ مذکور تھا کہ میں راتوں رات مسجد اقصیٰ پہنچا۔ نص قرآنی سے ثابت ہے۔ قریش سے بیان کیا تو قریش یہ سمجھے کہ حضور کے وہاں پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہذا انہوں نے بیت المقدس کے اوصاف پوچھے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے سرزمین بیت المقدس کو حضور کے سامنے لا کر رکھ دیا اور انہوں نے جو کچھ پوچھا حضور نے اس کا جواب شافی دیا۔ قریش نے انہی دنوں ایک قافلہ ملک شام کو بھیجا ہوا تھا آپؐ سے اس کے متعلق پوچھنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا: قافلہ ابھی راہ میں ہے۔ اور فرمایا: گزرتے وقت میں نے فلاں شخص کو اونٹ پر بیٹھے ہوئے ٹھٹھرتا ہوا دیکھا جس نے اپنے غلام سے کبل مانگا۔ میں پیاس سے تھکا تو میں نے ان کے برتن سے پانی بھی پیا اور ایک آدمی کی کوئی چیز کم ہو گئی تھی جب ہم وہاں پہنچے تو اس کی گم کردہ چیز مل گئی۔ اور قافلہ والوں کے اونٹ ہمارے براق سے ڈر کر بھاگے اور ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ اگر اہل قافلہ کے کچھ دن ان کے ڈھونڈنے میں ضائع نہ ہوئے تو وہ فلاں روز طلوع آفتاب کے وقت یہاں پہنچیں گے۔ قریش ان خبروں سے متعجب ہو گئے اور اس وقت کا انتظار کرنے لگے جب وہ وقت آیا تو قریش دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک گروہ سورج کی طرف دیکھنے لگا اور دوسرا قافلہ کی راہ دیکھنے لگا۔ اچانک ایک گروہ سے آواز آئی کہ یہ لو قافلہ پہنچ گیا۔ دوسرا گروہ پکارا کہ لو سورج طلوع ہو گیا۔ وہ سب کے سب قافلے کے استقبال کے لیے گئے، اور کبل مانگنے، پانی پینے، اونٹوں کے منتشر ہونے اور گم کردہ چیز کے پانے کے متعلق پوچھنے لگے ہر ایک نے اسی کی تصدیق کی جو حضور نے فرمایا تھا لیکن ان کے دلوں پر جو تالے لگے ہوئے تھے

دو نہ کھل سکے۔ اور ان کے دلوں میں دشمنی، غرور و تکبر اور انکار کا جذبہ مبالغہ کی حد تک فراوان ہو گیا۔

ایک دن ابو جہل اپنے ساتھیوں سے بحث و تکرار
ابو جہل اونٹ کے منہ میں کے بعد کہنے لگا: ہم تو اس شخص کے افعال سے

معذور ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم اگر آج کے بعد اسے ایسے ہی نماز ادا کرتا ہوا دیکھوں گا تو اس کا سر پتھر سے پھوڑ دوں گا تاکہ اس کے شر سے چھٹکارا حاصل کر لوں اس وقت اگر تم نے میری مدد نصرت نہ کی تو میں تمہیں گاتم نے مجھے دشمنوں کے سپرد کر دیا۔ تمام مشرکین نے اسے قسم کھا کر یقین دلایا اے ابوالحکم ہم تیری مدد نصرت سے ہرگز دست کش نہ ہوں گے اور تجھے دشمنوں کے حوالے نہیں کریں گے۔ صبح ہوئی تو حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے وہ ملعون ہاتھوں میں پتھر لیے حضور کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ حضور نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو وہ حضور کے نزدیک پہنچا لیکن اس کے مکروہ چہرے کا رنگ بدلنا شروع ہو گیا اور واپس جھاگ گیا۔ قریش نے پوچھا: اے ابوالحکم! کیا ہوا؟ کہنے لگا: خدا کی قسم اس کی دائیں طرف ایک اونٹ ہے جو آنا بلا قد ہے کہ میں نے کبھی اتنی بلند کوبان والا اونٹ نہیں دیکھا وہ مجھ پر حملہ آور ہو گیا۔ وہ آنا تندخو اور تیز دانتوں والا تھا کہ میں نے ایسا کبھی نہیں سنا۔ اگر وہ میرے نزدیک آجاتا تو مجھے یقیناً ہلاک کر دیتا۔ پھر اس نے "لَوْ دَنَا مِنْهُ لَا خَذَا" کے الفاظ کہے جن کا مطلب کہ اگر وہ اس کے نزدیک ہوتا تو وہ اسے یقیناً پکڑ لیتا حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے اس بات سے مطلع کر دیا۔

ایک دن اسی ملعون نے قریش سے کہا کہ محمد صلی اللہ
ابو جہل آگ کے دہانے پر علیہ وسلم ہر روز تمہارے سامنے نماز پڑھتا ہے۔

کہنے لگے: ہاں۔ ابو جہل نے کہا کہ مجھے قسم ہے اگر اب میں اسے اس حال میں پاؤں گا تو اس کی گردن اپنے پاؤں سے روند دوں گا۔ قریش نے کہا: جاؤ وہ وہاں نماز پڑھ رہا ہے۔ ابو جہل گیا تو رتے سے ہی اپنے چہرے سے کوئی چیز ہٹاتے ہوئے واپس چلا آیا۔ قریش نے پوچھا: اے ابوالحکم! کیا ہوا ہے؟ کہنے لگا: کیا بتاؤں میں نے اپنے اور اس کے درمیان ایک آتشیں خندق دیکھی ہے۔ اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل کیا: اِسْرَابِيتِ الَّذِي

تھی عبدا اذا صلی۔ الی آخر سورہ۔ کیا تم نے نہیں دیکھا جو ایک بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم بن ابوالعاص کے حکم عتاب الہی میں پاس سے گزرے حکم آپ کے پیچھے پیچھے ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فوراً نبوت سے نازیبا حرکات کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ایسا ہی ہو جا۔ اسی جگہ اس کے جسم پر ریشہ طاری ہو گیا اور زباں سے ہل نہ سکا۔

ایک دن قریش اس بات پر اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح متفق ہو گئے کہ کسی دن دو آدمیوں کو اجبار یہود کے پاس بھیج کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کا پتہ چلائیں۔ جب اجبار یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سنے تو سمجھ گئے کہ حضور کس بات کی دعوت دیتے ہیں انہوں نے ان دو آدمیوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ حضور سے تین چیزوں کے متعلق سوال کریں کہ قصہ اصحاب کہف، قصہ ذوالقرنین اور روح کیا ہیں؟ اگر ان تین سوالوں کا جواب دے دے تو سمجھے کہ وہ نبی مرسل ہے۔ اس کی اتباع کرو۔ اگر ان کا جواب نہ دے سکے تو وہ دروغ گو ہے پھر جو چاہا ہو اس سے کر گزرو۔ جب قریش نے یہ سوالات پوچھے تو حضور نے فرمایا: میں کل بتاؤں گا۔ حضور نے ان شاء اللہ نہ کہا۔ دس دن تک وحی منقطع رہی۔ قریش بہت خوش ہوئے حضور کو یہ بات بڑی شاق گزری۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام سورہ کہف لے کر آئے جو ان کے جوابات پر مشتمل تھی۔ حضور علیہ السلام نے وہ سورہ ان پر پڑھی۔ انہوں نے سنی ان سنی کر دی اور کفر پر ہی اڑے رہے۔

اسود بن مطلب، عاص بن وائل، معاندین حضور عذاب کے نرنے میں ولید بن مغیرہ اور ابن اللہاطہ حضور علیہ السلام کے تمسخر میں حد سے بڑھ گئے تو ایک دن جبریل علیہ السلام آپ کے پہلو میں آکر کھڑے ہو گئے۔ یہ تینوں طواف کعبہ میں مصروف تھے۔ ولید بن مغیرہ جبریل علیہ السلام کے پاس سے گزرا۔ جبریل علیہ السلام نے ولید بن مغیرہ کے اس ہاتھ کی طرف جو تیر سے مجروح

ہو کر مندمل ہو گیا ہوا تھا اشارہ کیا تو اس سے خون بہنے لگا اور وہیں ہلاک ہو گیا۔ بعد ازاں ماس بن وائل کے پاس سے گزرے۔ اس کے ہاتھ پر بھی کانٹے کی وجہ سے زخم آیا ہوا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے اسے دیکھا تو وہ زخم تازہ ہو گیا۔ اور وہ بھی وہیں ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد اسود بن عبد المطلب کے پاس جا کر ایک سبز پتہ اس کے منہ پر رکھ دیا جس سے وہ اندھا ہو گیا۔ بعد ازاں ابن الطاملہ کے پاس گئے۔ اس کے سر کی طرف اشارہ کیا تو اس کے دماغ سے بھیجا بہنے لگا۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرمائی: انا کفیناک المستہزئین۔ یعنی تمہارے آپ سے استہزاء کرنے والوں کا کام تمام کر دیا۔

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے خوف سے باہر حضور کی نگاہ غضب چلے آئے۔ آپ نے دور سے کوئی سیاہ چیز دیکھی، نزدیک پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ اونٹوں کا کلمہ تھا۔ حضور ان اونٹوں کے گلے میں آکر بیٹھ گئے۔ اونٹ بھاگنا شروع ہو گئے اور ابو شرواں جو اونٹوں کا چرواہا تھا اونٹوں کے ارد گرد دیکھنے لگا۔ لیکن اسے کوئی چیز نظر نہ آئی۔ جب اونٹوں کے حلقے میں آیا تو حضور صلعم کو دیکھا۔ کئے لگا تو کون سے جو میرے اونٹوں کو لیے جا رہا ہے۔ حضور نے فرمایا: ڈرو مت۔ میں تو یہاں آرام کرنے کے لیے آیا ہوں۔ اس نے پھر پوچھا: تو کون ہے۔ حضور نے فرمایا: ڈرو مت میں ایک ایسا آدمی ہوں جو یہ چاہتا ہے کہ تیرے اونٹوں سے پیار کرے۔ ابو شرواں کہنے لگا: مجھے تو تم وہ شخص نظر آتے ہو جسے لوگ کہتے ہیں کہ اس نے دعویٰ پیغمبری کیا ہے۔ حضور نے فرمایا: میں تجھے لا الہ الا اللہ وان محمداً عبدہ ورسولہ کی دعوت دیتا ہوں۔ ابو شرواں بولا: میرے اونٹوں کے حلقے سے باہر نکل جائیے کیونکہ جن اونٹوں میں تو ہو گا وہ فلاح نہ پائیں گے۔ رسول اللہ صلعم کو اس نے اونٹوں کے حلقے سے باہر نکال دیا۔ حضور صلعم نے اس کے لیے بدیں الفاظ دعا کی: اطل بقاہ وشفاء۔ اسے اللہ اس کی بقاد وشفاء کو معطل کر دے۔ وہ بہت بوڑھا ہو گیا۔ موت کی آرزو کرنے لگا۔ لوگ کہتے تھے کہ کیا تجھے تیری بلاکت نظر نہیں آتی جو حضور علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے ہے۔ اس نے کہا: ممکن ہے کہ میں ہلاک ہو جاؤں۔ ظہور اسلام ہوا تو میں حضور صلعم کی خدمت میں آیا اور ایمان لے آیا۔ آپ نے میرے لیے دعائے خیر کی۔ میری

بخشش کے لیے اتفقاً کیا۔ لیکن پہلی دعا سبقت لے چکی تھی۔

اہل مکہ کے مظالم ایک دن اہل مکہ نے حضور پر بہت ستم توڑا۔ حضور کا چہرہ انور خون آلود ہو گیا۔ آپ ایک جگہ بہت افسردہ بیٹھے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام

آئے۔ ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے، اس درخت کو اپنی طرف بلائیے۔ حضور

صلعم نے اس درخت کو بلایا تو وہ دوڑتا ہوا آیا اور حضور علیہ السلام کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

پھر حضور نے اسے حکم دیا کہ واپس اپنی جگہ چلے جاؤ۔ جو نہی وہ اپنی جگہ پر پہنچا تو فرمایا: یہی مستحسن چیز ہے۔

جب قریش مکہ حضرت ابوطالب کی حمایت کی وجہ سے

بنو ہاشم و ذرہ ابی شعب میں حضور سے بحث و تکرار میں اور لڑنے جھگڑنے میں

عاجز آگئے تو انہوں نے مل کر ایک عہد نامہ تحریر کیا۔ انہوں نے خدا کے نام پر حلف اٹھایا کہ

وہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے آئندہ قطع رحمی کر لیں گے۔ نہ ان کا رشتہ لیں گے نہ ان کو

رشتہ دیں گے۔ نہ ان سے کوئی چیز خریدیں گے اور نہ انہیں کوئی چیز دیں گے اور نہ ہی ان سے

کلام کریں گے۔ یہ عہد نامہ کپڑے میں لپیٹ کر سر پہ کیا گیا اور دیوار کعبہ پر لٹکا دیا گیا۔ جب

ابوطالب کو پتہ چلا تو تمام بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ہمراہ شعب ابوطالب میں جو دو

پھاڑوں کے درمیان تھا، مقیم ہو گئے اور تین سال تک وہیں شب بسر کی۔ کسی نے بھی ان سے

اپنی نسبت کا احساس کرتے ہوئے بھلائی نہ کی صرف ابوالعاص بن ربیع جو حضور صلعم کے

داماد تھے کبھی کبھی رات کے وقت گندم اور جو بھریں وہاں لے جاتے حضور نے ان کے اس

کارِ خیر کی تعریف کی اور اسے سراہا۔ جب ان کی حالت تنگ ہو گئی اور قریش کی سختی انتہا کو

پہنچ گئی تو حق سبحانہ تعالیٰ نے عہد نامہ قریش پر کسی جاندار چیز کو مسلط کر دیا جس نے سوائے

خدا کے نام کے تمام تخریب کو تلف کر دیا۔ حضور صلعم کو پتہ چلا تو آپ نے اپنے چچا ابوطالب کو

مطلع کر دیا۔ ابوطالب تمام بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے ساتھ عمدہ لباس زیب تن کیے

مکہ معظمہ میں آگئے اور قریش میں آکر بیٹھ گئے۔ قریش نے ان کا احترام و اکرام کیا۔

ابوطالب نے کہا: اے گروہ قریش! ہم تمہارے پاس ایک کام کے لیے آئے ہیں۔

امید ہے کہ تم اس میں عدل و انصاف سے کام لو گے۔ کہنے لگے ہم احسان کریں گے۔ ابوطالب

نے کہا کہ محمد صلعم نے مجھے بتایا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے تمہارے مہد نامے پر ایک ایسے جاندار کو مسلط کر دیا ہے جس نے سوائے خدا کے نام کے اس میں کچھ نہیں چھوڑا اور صلعم رحمی اور ظلم و ستم سے متعلق ہر چیز کو کھا گیا ہے۔ میں نے کبھی بھی اس سے جھوٹ نہیں سنا۔ اسے دیکھو اگر درست ہے تو خوفِ خدا کرو اور اس ناپسندیدہ طریق کار سے باز آ جاؤ۔ اگر وہ جھوٹ کتا ہے تو میں اسے تمہارے حوالے کر دوں گا اور اس کی حمایت سے دست کش ہو جاؤں گا۔ پھر تم جو چاہو کرنا۔ قریش بولے: اسے ابو طالب ایہ اچھا خیال ہے۔ انہوں نے ایک شخص کو وہ مہد نامہ لانے کے لیے بھیجا۔ جب اسے کھولا گیا تو اس میں "باسمک اللہم" کے سوا کوئی چیز باقی نہ تھی۔ حضرت ابو طالب نے ان کی مذمت و ملامت کی۔ وہ سب خاموش ہو گئے۔ کچھ کہہ نہ سکے اور اس مہد نامہ سے منحرف ہو گئے۔ بعد ازاں حضور صلعم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس درہ سے باہر آئے اور قریش مدت تک آپ سے صلح پر کار بند رہے۔

مشرکین تکہ حضور کے پاس آ کر کہنے لگے کہ اگر تو اس دعویٰ میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا سچا ہے تو چاند کو دو ٹکڑے کہہ دے۔ حضور نے فرمایا: اگر کر دوں تو کیا ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ یہ چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔ حضور نے اپنی پروردگار سے درخواست کی کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں۔ تو وہ ہو گیا۔ اس کا ایک حصہ کوہِ ابو قیس اور دوسرا حصہ اس پہاڑ سے گزرا جس پر حضور صلعم پکار رہے تھے کہ اے فلاں، اے فلاں! دیکھو۔ جب ان بد بختوں نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا تو کہا کہ محمد صلعم نے ہم پر جا دو کر دیا۔ پھر کہنے لگے: اگر ادھر ادھر سے آنے والا کوئی مسافر یہ کہہ دے کہ اس نے بھی اس کا مشاہدہ کیا ہے تو یہ سچ ہوگا ورنہ شعبہ بازی اور جھوٹ۔ انہوں نے جس مسافرت بھی پوچھا اس نے اس کی تصدیق کی کہ ہم نے ایسا ہی دیکھا ہے جیسے تم نے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ بن عبد زید کو دیکھ کر رکانہ دامنِ اسلام میں فرمایا اب تمہارا ایمان لانے کا وقت نزدیک آن پہنچا ہے۔ چاہو تو معجزہ دکھاؤں۔ رکانہ کہنے لگے: ہاں، اس درخت کے آدھے حصے کو بلائیے تاکہ یہاں آجائے۔ حضور علیہ السلام نے درخت کے نصف حصہ کو بلایا۔ وہ درخت دو

تھے ہو گیا۔ ایک حصہ حضور علیہ السلام کی طرف چلا آیا۔ بعد ازاں حضور علیہ السلام نے حکم دیا واپس چلے جاؤ۔ وہ واپس چلا گیا اور نصف حصے سے متصل ہو گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس رخسار کو دیکھا جس کا محل اتصال بٹے تاکے کی طرح دکھائی دیتا تھا۔ رکانہ نے اسے دیکھا تو کہنے لگا میں اسے نہیں جانتا۔ میں آپ سے کشتی لڑوں گا۔ اگر آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو نصف بکریاں آپ کی ہوں گی۔ حضور علیہ السلام نے اسے سٹخ دیا تو اس نے دوسری دفعہ کشتی کے لیے خواہش کی حضور نے دوسری بار بھی اسے پچھاڑ دیا۔ پھر حضور علیہ السلام سے کہنے لگا قریش سے آپ کیا کہیں گے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا میں یہ کہوں گا کہ میں نے رکانہ کو پچھاڑ دیا ہے اور نصف بکریاں لے لی ہیں۔ رکانہ بولا: ایسے نہ کہئے مجھے سنتِ خفت کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ یہ کہتے کہ اس نے مجھے بکریاں دے دیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں جھوٹ کیوں بولوں۔ رکانہ بولا: آپ تو جھوٹ برگز نہیں بولتے۔ یہ کہا اور مسلمان ہو گیا۔

حضرت عمر کے لیے دعائے ایمان
ایک رات جناب محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
پس الفاظ دعا مانگی:

لَتَمَّتْ أَعْرَابُ الْإِسْلَامِ بِأَحَبِّ التَّرَجُّبَيْنِ إِلَيْكَ يَا عَمْرُؤَ ابْنَ الْخَطَّابِ أَوْ بَابِي
جہل ابن ہشام۔ اے اللہ اسلام کو دو آدمیوں میں سے جسے تو پیارا سمجھتا ہے عزت دے
حضرت عمر ابن خطاب سے یا ابو جہل بن ہشام سے۔ صبح ہوئی تو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ
عند حاضر خدمت ہو کر اسلام لے آئے۔

جنات کا اسلام قبول کرنا
ایک شب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وادئی نخلہ میں نماز تہجد
نصیبین کے ساتھ جن آپ کے پاس سے گزرے اور قرآن کریم سنا۔ بعد ازاں نصیبین سے
ایک اور جنوں کی جماعت حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس وقت حضور صلی اللہ
علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ حضور نے فرمایا: تم میں سے ایک ایسا انسان
جس کے دل میں ذرہ بھر بھی کینہ نہ ہو میرے ساتھ چلے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اٹھے اور حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے نبید سے بھرے ہوئے لوٹے کو پانی سے بھرا ہوا خیال کر کے ساتھ

لے گئے۔ حضور علیہ السلام مکہ معظمہ سے باہر ایک اونچی جگہ پر آئے اور ایک خط کھینچ کر حضرت عبداللہ بن مسعود سے فرمایا کہ اس خط سے باہر نہ آنا اور کسی چیز سے ڈرنا مت۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ میں اس خط کے درمیان میں بیٹھا رہا اور دور سے مجلس کو دیکھتا رہا۔ جب حضور علیہ السلام اہل مجلس کے نزدیک پہنچے تو وہ احتراماً کھڑے ہو گئے اور آپ کی خدمت بجالائے۔ حضور علیہ السلام صبح تک ان کے پاس رہے۔ پھر میرے پاس آئے اور فرمایا: اسے عبداللہ بن مسعود! تم یہاں بہت دیر بیٹھے ہو۔ میں نے عرض کی: حضور! کیوں نہ بیٹھوں۔ آپ کے حکم کی اتباع سعادت و ایرین ہے۔ پھر ان افراد میں سے دو آدمی آپ کے پاس آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہاری ضروریات کو پورا کر دیا ہے۔ اب کس لئے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کی: ہم آپ کے چھپے نماز پڑھنے کے لیے آئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استنساہ فرمایا کہ تمہارے پاس پانی ہے۔ میں نے عرض کیا: حضور! کھجور کی تیز ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: کھجور پاک ہوتی ہے اور پانی بھی پاک ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے وضو کیا اور نماز ادا کی اور واپس آ گئے۔ میں نے پوچھا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کون ہیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: یہ نصیبین کے جن ہیں جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے ان میں ایک چیز پر اختلاف پیدا ہو گیا تھا جس کا میں نے فیصلہ کیا ہے۔ انہوں نے زاد و توشہ طلب کیا تو میں نے ہڈیاں ان کا توشہ اور گوبر ان کا چارہ مقرر کیا۔ میں نے ان کی سواریاں واپس کر دیں اور بعد ازاں ہڈیوں اور گوبر سے استنجاہ کرنا منع کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ فرشتے درباری کرتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے بطاح مکہ میں باہر لے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وہاں بلایا اور میرے ارد گرد دائرہ کھینچ دیا اور فرمایا کہ اس دائرہ سے باہر نہ نکلتا۔ تمہارے پاس آدمی آئیں گے ان سے بات نہ کرنا اور وہ جی تجھ سے بات نہیں کریں گے۔ یہ کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور میں وہاں بیٹھا رہا۔ اچانک میں نے آدمیوں کو آتے دیکھا۔ میرے نزدیک آتے تو دائرہ میں داخل ہونے بغیر حضور علیہ السلام کی طرف چلے جاتے۔ اسی رات گزری تو حضور علیہ السلام واپس تشریف لائے اور میرے زانو

پر سر انور رکھ کر سو گئے۔ اچانک میری نظر ایسے آدمیوں پر پڑی جو لباس فاخرہ میں ملبوس تھے اور حسن و جمال و خوبی میں بے مثال تھے۔ اُن میں سے بعض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر پہنے بیٹھ گئے اور بعض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کی طرف۔ پھر ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے کہنے لگے، "ایسا غلام جو اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے کسی کو بھی عطا نہ ہوگا۔ ان کی آنکھیں سر رہی ہیں لیکن دل بیدار ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ نے محل بنوایا۔ اس میں دسترخوان بچھایا اور پھر لوگوں کو دعوتِ خورد و نوش دی جس کو اس نے اجازت بخشی وہی اس کے ماکول و مشروب سے مستفیض ہو سکا اور جس کو اجازت نہ ملی وہ ہدفِ عذاب و عتاب بنا۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔ آپ نے پوچھا جو وہ کہہ گئے ہیں تو نے سنا ہے یا کچھ پتہ چلا وہ کون ہے؟ میں نے کہا، اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم دانا تر ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: وہ فرشتے تھے جو انہوں نے مثال دی ہے وہ یوں ہے کہ خدا تعالیٰ نے بہشت پیدا کیا اور انسانوں کو وہاں آنے کی دعوت دی، جسے اس نے چاہا بہشت میں داخل ہونے دیا اور جسے اجازت نہ بخشی وہ معذب و معاتب ہوا۔"

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ جنات کے حالات سے آگاہی
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بیتہ الجن قرآن سننے تو آپ ان کے حال سے کیسے آگاہ ہو جاتے۔ آپ (مسروق) نے ایک صحابی سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنوں کے احوال سے ایک درخت اطلاع کرتا تھا۔

حضرت ذباب بن عارض رضی
 جنات بہشت اور نزول قرآن کی گواہی دیتے ہیں فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں میرے پاس ایک بُت تھا جسے میں پوجا کرتا تھا۔ میرا ایک جن بھی دوست تھا جو عرب کی خبریں مین میں لیجا کرتا تھا۔ ایک دن میں اپنے بُت کے سامنے سویا ہوا تھا کہ اچانک اس جن نے آواز دی: یا ذباب یا ذباب اسمع العجايب بعث محمدًا لکتاب بدعوا بمکة فلا یحاب وهو صادق غیر کذاب۔ "اے ذباب! عجیب و غریب باتیں

محمد علیہ السلام قرآن کریم لے کر مبعوث ہوئے ہیں جو اہل مکہ کو حق کی دعوت دیتے ہیں لیکن اہل مکہ سے قبول نہیں کرتے۔ جناب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً پتے ہیں کاذب نہیں ہیں۔

حضرت ذباب کہتے ہیں کہ اس وقت مجھے سخت تعجب ہوا۔ میں نے باہر نکل کر اپنی قوم سے بات کی تو اچانک ایک آنے والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر دی۔ میں نے اپنے بت کو پاش پاش کر دیا اور اونٹ پر سوار ہو کر حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ جب میں نے آپ کو دیکھا تو ایسی ذات کو دیکھا جس کا ٹیل میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا تھا۔ گویا کہ آپ کی جبین مبارک سے نور چمک رہا تھا۔ میں آپ کے نزدیک پہنچا تو آپ نے فرمایا: یہاں کیسے آئے ہو اسے ذباب؟ میں نے عرض کی: حضور آپ کے ارشاد کی تعمیل کے لیے آیا ہوں۔ آپ نے مجھے اس جن اور بت کا تمام قصہ سنایا۔ میں نے اُشہد انک رسول اللہ کہا تو آپ نے فرمایا، پہلے اُشہد ان لا الہ الا اللہ کہو، پھر اُشہد انک رسول اللہ کہنا۔ میں نے مندرجہ ذیل چند اشعار کہے:

ولما رأیت اللہ اظہر دیتہ	احببت رسول اللہ عین سمانی
تبع رسول اللہ اذا جاد بالہدی	وخلقت اصنامی بد اسر الہسوا
ستودہ علیہا شدہ وترکھا	کان لمریکن فی الدھر ذو حدتہ
فن مبلغ سعد العنیرہ اتنی	شربت الذی یبقی باخر فانی

بیعتِ رضوان کا ایک واقعہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ

بیعتِ رضوان کے وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: یدخل کل من بائع تحت الشجرة الجنة الا صاحب الجمل الاحمر۔ سُرُخ اونٹ والے کے سوا ہر وہ جس نے درخت کے نیچے بیعت کی جنت میں داخل ہوگا۔ یہ سن کر ہم اُسے دیکھنے کے لیے گئے۔ ہم نے ایک آدمی دیکھا جس کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔ میں نے اسے بیعت کے لیے کہا۔ کہنے لگا: اگر میرا اونٹ مل جائے تو میں اسے بیعت سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔

حضرت ماذن بن العنویہ روایت کرتے ہیں کہ ہماری قوم کا
بُت گواہی دینے لگے ایک بُت تھا جسے ہم پوجتے تھے۔ ایک دن ہم نے اس کے

قریب قربانی کی تو اس میں سے آواز آئی: یا ماذن اسمع لیسرظہر خیر و بطن شریعت
النبی و من مضر بدین اللہ الا کبر فذبح نجیباً من حجر تسلر من حریقہ۔

میں ان الفاظ کو سن کر خائف ہو گیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا: کوئی نہایت اہم واقعہ
ہونے والا ہے۔ چند دن بعد ہم نے پھر قربانی کی تو اس میں سے آواز آئی: اقبل الی و اقبل لیسع
مالا یحبل هذا نبی مرسل بو حی منزل فامن بہ کی تعدل عن جسر شعلہا و قودھا
بالجندل۔

میں نے اس سے اندازہ کیا کہ اس خبر میں میری بہتری ہے۔ چند دنوں کے بعد میرے
پاس ایک شخص آیا میں نے اس سے پوچھا تو کہنے لگا: مکہ میں احمد نامی قریش میں سے ظاہر
ہوا ہے۔ جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے یہی کہتا ہے: "اجیبوا داعی اللہ" اللہ کی
طرف دعوت دینے والے کو قبول کرو۔

حضرت ماذن کہتے ہیں میں نے دل ہی دل میں کہا بخدا یہ وہی کچھ ہے جو میں نے بُت سے
سنا تھا۔ میں نے اُٹھ کر بُت کو پاش پاش کر دیا اور اپنی اونٹنی پر بیٹھ کر حضور علیہ السلام کی خدمت
میں حاضر ہوا تاکہ میں اپنی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ جوڑ کر اسلام لے آؤں۔

پھر حضرت ماذن نے کہا کہ میں ایک ایسا شخص تھا جسے
دامنِ رحمت میں سیاہ کار گانا سننے کا بے حد شوق تھا۔ شرابِ مبالغہ کی حد تک
پیتا تھا۔ فاحشہ عورتوں سے میل ملاپ رکھتا تھا۔ یہ کئی سالوں تک قحط کا نشانہ بنا رہا۔ حتیٰ کہ
میرے مال و اسباب تباہ ہو گئے اور میرا بچہ بھی کوئی نہ رہا۔ میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت
میں عرض کی حضور دعا فرمائیے کہ حق سبحانہ تعالیٰ میری حرص و آرزو کو ختم کر دے، اور عورتوں سے
میل ملاپ کی خواہش میرے دل سے دور کر دے اور میری زمین میں بارش برسائے۔ حضور نے
درخواست قبول کی اور یہ دعا فرمائی:

اللہم ابدلہ بالطرب قرآۃ القرآن وبالحرَام الحلال وبالخمر و باشمیہ و

بالعهد عقد الفرج واتهم بالحياء وهب له ولداً۔

حضرت مازن کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے مسجد بنو امی جس میں عبادت کیا کرتے تھے جو ستم رسیدہ بھی وہاں آکر تین دن تک عبادت کر کے دعا کرتا تو ظالم دعا کے بعد فوراً ہلاک ہو جاتا۔ یا وہ کوڑھی ہو جاتا۔ اسی لیے اس مسجد کو مبرہن کہتے ہیں۔

رکن چہارم

اس رکن میں ہجرت سے لے کر حضور علیہ السلام کے وفات تک کے واقعات و حالات ہیں۔ حصہ اول میں ایک سو اکتالیس شواہد ہیں اور حصہ دوم میں اٹھانوے شواہد ہیں۔

— حصہ اول —

ہجرت کی پہلی رات جب حضور علیہ السلام کو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا تو یہ آپ کی بخت کا چودھواں سال تھا۔ شب ہجرت کو کفار نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ جو نبی آپ استراحت فرمائیں آپ کے گھر گھس کر آپ کو شہید کر دیا جائے۔ رات کے اندھیرے میں بہت آدمیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور انتظار کرنے لگے کہ آپ سو جائیں تو حملہ کر دیں۔ اسی رات سورہ یسین شریف نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور باہر تشریف لائے اور "وجعلنا من بین ایدیہم سداً ومن خلفہم سداً" پڑھ کر مٹی ان رذیلوں پر پھینک دی اور ان کی صفوں سے اس طرح نکل گئے کہ کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ ایک شخص جو ان احوال کا مشاہدہ کر رہا تھا کہنے لگا، اے حرام نصیبو! کیا تمہیں محسوس صلی اللہ علیہ وسلم آتے ہوئے نظر نہیں آئے۔ یہ سن کر وہ سب کے سب اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبرؓ کی پار غار کی جاں نثاری معیت میں غار ثور میں جو جبل ثور میں ہے پہنچے تو حضرت ابو بکر نے غار کے اندر پہلے جانے کی اجازت طلب کی تاکہ ہر تکلیف وہ چیز کا جائزہ لے لیں۔

غار میں داخل ہوئے تو ہر سوراخ جو انھیں نظر آیا اس میں اپنی انگلی سے ٹوٹتے جاتے۔ جب ایک بڑا سوراخ آیا تو اس پر اپنے پاؤں کی ایڑی رکھ دی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے اپنی چادر بچاڑ کر ہر سوراخ کو بند کر دیا۔ جب کپڑا ختم ہو گیا تو آپ نے بڑے سوراخ پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ مگر بشومی قسمت آپ کو سانپ نے ڈس لیا۔ آپ نے آنحضرتؐ کو آواز دی کہ میں نے جب گدہ درست کر لی ہے۔ آنحضرتؐ اندر تشریف لائے اور آرام کرنے لگے۔ لیکن حضرت ابو بکر سانپ کے کاٹنے سے سخت تشویش میں تھے۔ صبح ہوتے ہی آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کے پاؤں کو متورم پایا تو فرمایا: اے ابو بکر! یہ کیا ہوا ہے؟ حضرت ابو بکر نے عرض کی: حضور! سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا۔ عرض کی: یا رسول اللہ! میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کی نیند کو پریشان کروں۔ آنحضرتؐ نے اپنا دستِ رحمت حضرت ابو بکر کے جسم پر پھیرا تو دردِ درم غائب ہو گیا۔

سرکارِ دو جہاں مہمانِ غارِ ثور بنے
جب آنحضرتؐ حضرت ابو بکرؓ کی رفاقت میں
غارِ ثور میں جلوہ فرما ہوئے تو اس رات غار کے
منہ پر ایک درخت اُگ آیا۔ ایک مکڑی نے غار کے منہ پر جالاقن دیا۔ دو جنگلی کبوتروں نے ...
درخت کی ٹہنیوں پر گھونسل بنا یا، انڈے دیئے۔ جب مشرکین منہ کو آنحضرتؐ
صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کا علم ہوا تو منہ کے برقبیلہ کے لوگ ہاتھ میں لاٹھیاں اور تیرکمان
پکڑے آپ کے تعاقب میں نکلے حتیٰ کہ غار سے صرف بائیس گز پیچھے رہ گئے۔ بعض روایتوں کے
مطابق پچاس گز کا فاصلہ تھا۔ مشرکین نے ایک نوجوان کو غار میں جانے کے لیے کہا۔ وہ جو منہ
غار کے منہ پر پہنچا تو فوراً واپس چلا آیا اور آکر کہنے لگا کہ غار کے منہ پر جنگلی کبوتروں کے انڈے
دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں۔ جب حضور علیہ السلام
کو پتہ چلا کہ کفار کبوتروں کی وجہ سے غار کے اندر نہیں آسکے تو حضورؐ ان کے حق میں دعا کی۔ اللہ
تعالیٰ نے انہیں حرم شریف میں مقام بخشا جہاں ان کی نسل بڑھ گئی۔

سراقہ نگاہِ رحمت میں آگیا
بنی مدیج کا رئیس سراقہ بیان کرتا ہے کہ میں اپنی قوم میں
بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور آکر کہنے لگا: میں نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دوست کو دیکھا ہے مجھے اس کی صداقت پر یقین تھا لیکن میں نے دانستہ طور پر کہا کہ وہ نہیں کوئی دوسرے آدمی ہوں گے جو کسی چیز کی تلاش میں ہوں گے میں نے اس وقت گھر جا کر اپنی کینز سے گھوڑا تیار کرنے کو کہا۔ پھر میں اس پر نیزہ لے کر سوار ہو گیا اور رواں دواں آنحضرت کے قریب پہنچ گیا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تلاوت قرآن حکیم کرتے ہوئے سنا دیئے۔ آنحضرت پیچھے نہیں دیکھتے تھے لیکن حضرت ابو بکر بار بار مڑ کر دیکھے جاتے تھے۔ میں قریب پہنچا تو میرے گھوڑے کے پاؤں ریت میں دھسنے لگے حتیٰ کہ میں رانوں تک زمین میں دھنس گیا۔ میں نے بلند آواز سے کہا: کہیں آپ نے میرے لیے بدعا تو نہیں کر دی۔ میرے لیے دعا کیجئے تاکہ میں خلاصی پاؤں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے تعاقب و تلاش میں جو بھی آئے گا میں اُسے واپس کر دوں گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دعا فرمائی۔ مجھے رستگاری نصیب ہوئی اور میں لوٹ آیا اور جو بھی آپ کے پیچھے جاتا اُسے میں لوٹا دیتا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ سداقہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جب آپ میری بکریوں کے نزدیک پہنچیں تو جتنی چاہیں لے لیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: "ہم مشرکوں کی چیزیں نہیں لیا کرتے۔"

دورانِ سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ معبد کے اُمّ معبد کی بکری دودھ دینے لگی خیمے میں پہنچے۔ اُمّ معبد حضور کو پہچانتی نہیں تھیں۔ آپ نے اس سے پوچھا تمہارے پاس دودھ ہے؟ کہا: نہیں! میری بکریاں باہر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ دیکھا تو ایک بکری کھڑی تھی۔ دریافت فرمایا: یہ بکری کیسی ہے؟ اُمّ معبد بولیں: بہت ضعیف و ناتواں ہے بکریوں کے ساتھ باہر نہیں جاسکتی۔ آنحضرت نے فرمایا: اگر اجازت دو تو اسے دودھ لوں۔ وہ بولی: بخدا یہ تو بے شیر ہے آگے آپ مختار ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس بکری کو اپنے پاس بلایا اور اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا۔ پھر برتن لائے۔ آپ نے اس قدر دودھ دیا کہ وہ برتن بھر گیا اور اس سے تمام ساتھیوں نے سیر ہو کر پیا۔ ایک برتن اُمّ معبد کو بھر کر دیا اور دوستوں کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔

اتم معبد کنتی ہیں کہ یہ متبرک بکری ہمارے پاس حضرت سیدنا حضور کے ہاتھ کی برکات فاروق اعظم کے زمانہ تک رہی۔ ہم اس سے صبح و شام دودھ دوہتے تھے حالانکہ عرب کے سب قبیلے اس سال دودھ سے محروم رہے۔

زمخشری نے کتاب ربیع الا برار میں ام معبد کی خالہ زاد خشک درخت سرسبز ہو گئے بہن ہند سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے میرے خیمہ میں آرام فرمایا تھا۔ جب بیدار ہوئے تو پانی مانگا اور ہاتھ دھوئے۔ کھلی کر کے پانی خیمہ کے پاس ہی ایک درخت کی جڑ پر پھینک دیا۔ صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ وہاں ایک سرسبز و تنسار درخت اگا ہوا ہے اور پھل سے لدا ہوا ہے جس سے خوشبو آرہی ہے۔ اس کا پھل شہد سے زیادہ میٹھا تھا جسے اگر بھوکا کھاتا تو سیر ہو جاتا۔ اگر پیاسا کھاتا تو اس کی تشنگی دور ہو جاتی۔ اگر بیمار کھاتا تو شفا یاب ہو جاتا۔ جو بھڑ بکری اس کے پتے کھاتی پُرشیر ہو جاتی۔ ہم نے اس درخت کا نام مبارک رکھا تھا۔ لوگ دور دور سے ہمارے پاس بیماروں کو لے کر آتے جو اس کا پھل کھاتے شفا یاب ہو جاتے۔

ایک دن ہم نے دیکھا اس کے تمام پتے خزاں دیدہ ہو کر زمین پر آگرے ہیں ہمیں بہت دکھ ہوا۔ ناگاہ آنحضرت کے انتقال کی خبر ملی۔ اس واقعہ کے تیس سال بعد ہم نے دیکھا کہ اس کے تنے سے ٹہنیوں تک لائٹے ہی کائٹے ہیں اور پھل جھڑ گئے ہیں۔ اسی دن ہمیں سیدنا علیؑ کی شہادت کی خبر ملی۔ اس کے بعد پھر اسے پھل نہیں لگاتا ہم ہم اس کے پتوں سے نفع اندوز ہوتے رہے۔ ایک دن ہم اٹھے تو اس کے تنے سے خون بہ رہا تھا۔ اس کے پتے مرجھا گئے تھے ہم بہت محزون و غمگین ہو گئے۔ ناگاہ سیدنا امام حسینؑ کی شہادت کی خبر ملی۔ اس کے بعد وہ درخت سوکھ گیا اور گر گیا۔ زمخشری نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا ہے۔ یہ قصہ بکری کے قصہ کی طرح مشہور نہیں ہوا۔

زمخشری: اصل نام ابوالقاسم محمد جبار اللہ زمخشری ہے۔ معتزلہ ہونے کے باوجود حضورؐ کی امت کے علمی چراغوں میں سے ہیں۔ تفسیر کشاف آپ کی مشہور و معروف تالیف ہے جو اسرار و رموز علیہ اوزکات قدہ سے مملو ہے۔

مکہ سے مدینہ منورہ تک نہ ہو سکی اور وہ سوچنے لگے آپ کس طرف تشریف لے گئے ہیں

اپنا مکہ کوہ ابوبیس سے یوں آواز آئی: ہ

جُزَاءُ اللّٰهِ خَيْرًا وَالْجِزَاءُ بِكُنْهٖ رَافِقِيْنَ قَالَا خَيْمَهُ اَمَّ مَعْبِد

هُمَا رَجُلًا بِالْحَقِّ وَاشْتَرَا قَدِ افْلَحَ مِنْ اُمَّتِيْ رَفِيْقٍ مَّحْتَدٍ

ان اشعار کے سننے سے انہیں یقین ہو گیا کہ آپ مدینہ طیبہ کی طرف چلے گئے ہیں۔

بریدہ علمبردار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشر سواروں کے ہمراہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کو ملا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بریدہ کا نام سنا تو دیکھ کر فرمایا: "برو امرنا"۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ قبیلہ اسلم سے ہے تو فرمایا: "سلمانا"۔ بریدہ نے آپ سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں محمد بن عبد اللہ ہوں۔ اس نے اسی وقت اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہد انک محمد عبدہ و رسولہ پڑھا۔ اس کے ساتھی بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

صبح ہوتے ہی بریدہ نے عرض کیا کہ آنحضرت کو جھنڈے کے بغیر مدینہ منورہ میں داخل نہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس نے اپنی دستار کو نیزہ پر باندھ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے چل پڑا۔ حقیقی کہ مدینہ منورہ میں آگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریدہ سے فرمایا: تم میرے بعد ولایت خراسان میں ایسے ہی شہر میں جانا جسے ذوالقرنین نے آباد کیا تھا۔ اس شہر کا نام مرو ہے۔ تمہارا وصال اسی شہر میں ہوگا۔ قیامت کے دن اہل مشرق کا نور ان کا قائد ہوگا۔

چنانچہ آنحضرت نے جس طرح فرمایا تھا ویسا ہو کر رہا۔ بریدہ ایک جنگلی مہم پر گئے تو مرو میں قیام کیا اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ محدثین کا خیال ہے کہ شہروں کے متعلق اکثر احادیث کی صحت محل نظر ہے مگر حدیث بریدہ صحیح ہے۔ ان کی قبر حکم بن عمرو غفاری کے مزار کے پاس ہی ہے جو ایک حلیل القدر صحابی تھے۔ وہ مرو کے قاضی رہے ہیں۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پچاس سال بعد انتقال کیا اور بریدہ ساٹھ ہجری میں واصل بقی ہوئے۔

حضرت سلمان فارسیؓ اسلام لانے سے
سلمان فارسی صحبتِ رسول اللہؐ میں پہلے مختلف دینی و مذہبی راہنماؤں کے

پاس آتے جاتے رہے۔ ہر مذہبی رہنما انہیں وصیت کیا کرتا کہ میرے بعد فلاں کے پاس جانا۔
یہ بھی پوچھ لیا کرتے کہ ان کی زندگی کے بعد کس کے پاس رہنا چاہئے۔ جب آپ نے آخری راہب
سے پوچھا کہ اب مجھے کس کی خدمت میں رہنا ہوگا تو اس نے کہا کہ اب دنیا میں ایسا کوئی شخص
نظر نہیں آتا جس کی صحبت میں تمہیں امن و سلامتی نصیب ہو۔ ہاں! عنقریب نبی آخر الزماں

صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لارہے ہیں جو دینِ ابراہیمی پر ہوں گے۔ ان کی ہجرت گاہ ایسا مقام
ہوگا جو دو پہاڑوں کے درمیان واقع ہوگا اور اس میں کھجور کے درخت کثرت سے پائے جائیں گے

نبی آخر الزماں کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی۔ آپ ہدیہ قبول کریں گے صدقہ
نہیں کھائیں گے۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے اس نصیحت کو پیش نظر رکھا اور مکہ عرب کی طرف

رُخ کیا۔ جو نہی وہ مدینہ پہنچے تو آنحضرتؐ ہجرت کر کے قبا میں تشریف لاپکے تھے۔ سلمان آپ کی
خدمت میں کچھ چیزیں لے کر حاضر ہوئے اور حضور علیہ السلام سے عرض کیا: یہ صدقہ ہے حضور قبول

فرمائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا: تم کھا لو۔ لیکن خود نہ کھایا۔ حضرت
سلمان نے دل میں کہا ایک نشانی تو پوری ہو گئی ہے۔ سلمان کہتے ہیں: بعد ازاں میں صحابہ کی

جماعت میں مل گیا۔ جب آپ قبا سے مدینہ تشریف لائے تو میں کچھ چیزیں لے کر حاضر خدمت
ہوا اور عرض کی: حضور! یہ ہدیہ ہے قبول فرمائیے۔ آپ نے صحابہ سے مل کر کھا لیا۔ میں نے

اپنے آپ سے کہا دو ملائیں پوری ہو گئی ہیں۔ اس کے بعد میں آپ کی خدمت میں اس دن
حاضر ہوا جب آپ جنت البقیع میں ایک صحابی کا جنازہ پڑھنے کے لیے تشریف لے گئے تھے

آپ کے کندھوں پر وشالہ تھا جسے آپ چادر اور ازار کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔ میں
آپ کے پیچھے پیچھے ہوا۔ جب کپڑے کا دامن ایک طرف ہوا تو میں نے مہرِ نبوت کو ویسے

ہی پایا جیسے مجھے بتایا گیا تھا۔ میں جذبات سے اس قدر مغلوب ہوا کہ بے اختیار مہرِ نبوت کو
بڑھ کر چوم لیا اور رونے لگا۔ آپ نے مجھے اپنے پاس بلا لیا۔ میں نے اپنی ساری سرگزشت

حضور علیہ السلام کو سنائی۔ آپ نے اسے پسند فرمایا۔ صحابہ نے بھی میری سرگزشت سنی۔

سردارِ دو عالم نے سلمان فارسی کی جناب سلمان فارسیؓ ایک یہودی کے
 آزادی کے لیے تین ہزار کھجوریں لگائیں انہیں فرمایا اپنے آقا کو کہ تمہیں
 آزاد کر دے۔ حضرت سلمان نے اپنے آقا سے بہت مدت سماجت کی کہ انہیں آزاد کر دے
 لیکن اس نے آزادی کی شرط یہ رکھی کہ وہ تین ہزار کھجوروں کے پودے اس طرح لگائیں کہ ایک بھی
 پودا ضائع نہ ہو چالیس اوقیہ چاندی اور چار ہزار درہم نقد ادا کرو حضور علیہ السلام نے صحابہ کو فرمایا کہ وہ اپنے
 بھائی کی آزادی میں اس کی مدد کریں۔ ہر صحابی نے اپنے مقدور کے مطابق مدد کی۔ حتیٰ کہ
 تین ہزار کھجوروں کے درخت جمع کر دیئے گئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جب درخت
 لگانے لگو تو مجھے بلالینا۔ حضور علیہ السلام نے وہ پودے اپنے دستِ اقدس سے لگائے۔ حضرت
 سلمان نے فرمایا: قسم ہے اس خدا نے لم یزل کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے
 کہ ان پودوں میں سے ایک پودا بھی ضائع نہ ہوا۔ اس کے بعد ایک صحابی حاضر ہوئے جنہوں
 نے حضور کی خدمت میں مرغی کے انڈے کے برابر وزن کا سونا پیش کیا اور بتایا کہ یہ کان سے ملا
 سب نے حضرت سلمان کو بلایا اور فرمایا: یہ لے جاؤ اور اپنی قیمت ادا کر آؤ۔ سلمان نے عرض
 کی: حضور اس سے قیمت پوری نہیں ہو سکے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور نے سونے
 پر اپنی زبان پھیر کر فرمایا: لے جاؤ پورا ترے گا۔ سلمان کہتے ہیں: جب تو لایا تو اس کی قیمت
 چار ہزار درہم سے ذرہ بھر کم و بیش نہ ہوئی۔

سلمان فارسیؓ پر نگاہِ شفقت
 جب حضرت سلمان فارسی ایمان لانے کے لیے
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
 تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا مدعا معلوم نہ ہوا۔ ایک ترجمان کو بلایا گیا۔ ترجمانی کے لیے
 ایک یہودی تاجر ملا جو عربی فارسی دونوں زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔ سلمان نے آنحضرت کی تعریف
 تو صیف کرتے گئے اور یہودیوں کی مذمت۔ مگر یہودی ترجمان نے آپ کے محامد و محاسن کو سب و
 شتم میں بدل کر کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص آپ کو گالیاں دیتا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا: یہ
 فارس سے آیا ہے اسے کیا تکلیف پہنچی ہے جو مجھے گالیاں دیتا ہے۔ اسی وقت حضرت جبرائیلؑ

اور حضرت سلمانؓ کی گفتگو کا ترجمہ عربی میں کیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے سارا ترجمہ یہودیوں کو سنایا۔ یہودی سٹپٹا کر کہنے لگا: جب آپ فارسی ترجمہ جانتے تھے تو مجھے کیوں ترجمان بنایا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے آگاہ کر دیا ہے۔ یہودی فوراً کہہ اٹھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشتر ازیں میں آپ پر طرح طرح کے اتہام و بہتان باندھتا تھا مگر اب میرا ایمان ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد انک محمد مرسل اللہ۔

آنحضرتؐ نے جبرائیل علیہ السلام کو کہا کہ سلمانؓ کو عربی زبان سکھلا دی جائے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ انھیں حکم دیں کہ وہ اپنی آنکھوں کو بند کر کے سُنہ کھلا رکھیں۔ جونہی آنحضرتؐ نے آپ کے مُنہ میں لعابِ دہن ڈالا تو آپ سے عربی میں گفتگو کرنے لگے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل
حضور مدینہ منورہ میں قدم رنجہ فرماتے ہیں ہوئے تو آپ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار تھے
 آپ جس بھی محلہ یا گلی میں جاتے لوگ آپ کی اونٹنی کو پچڑتے تاکہ آپ انہی کے گھر قیام فرمائیں۔ مگر
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے
 اونٹنی چلتے چلتے اس جگہ جاؤ گی جس جگہ اب مسجد نبوی ہے۔ اس جگہ اونٹ بیٹھا کرتے تھے۔ یہ جگہ مدینہ
 کے دو تیم لڑکوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی۔ پھر اونٹنی نے دائیں بائیں نظر کی اور اُٹھ کر تھوڑی
 دُور ہو گئی۔ حضور علیہ السلام نے اس کی مہار کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ چنانچہ جہاں پہلے بیٹھی تھی وہیں بیٹھ گئی
 حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کا استقبال کیا۔ آں حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم اترے تو وہ اونٹنی کا سامان گھر لے گئے۔ پھر ان دونوں تیم بچوں کو راضی کر کے
 اونٹنی کی قرار گاہ کو مسجد بنا دیا۔ جب حضور علیہ السلام نے مدینہ منورہ کو اپنے قدمِ مہمیت لزوم سے
 شرف بخشا تو عورتیں اور بچے یہ اشعار پڑھ رہے تھے:۔

طلع البدر علينا من ثنیات الوداع

وجب شکر علینا ما دعی للہ داع

حضرت انسؓ کی روایت کے مطابق بنی نجاہ کی کینزیں گھروں سے باہر نکل آئیں اور دف

بجا بجا کر یہ شعر پڑھتی تھیں:۔

نحن جوار من بنی افتخار
ماحتبنا محمداً من جبار

حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا
مدینہ کے یہودی آشس حد میں جل اٹھے کہتی ہیں میں اپنے باپ کی چہیتی
بیٹی تھی۔ جب میں کبھی اپنے والد حسنی بن اخطب کے پاس جاتی تو وہ مجھے گود میں اٹھالیتے اور
پیار کرنے لگتے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کی خبر پہنچی تو میرے والد
اور چچا دونوں صبح ہونے سے پہلے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینے لٹنے کے لیے گئے غروب
آفتاب کے وقت گھر لوٹے۔ تھکاوٹ کی وجہ سے آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ میں جب حسبِ عادت
ان کے پاس گئی تو کسی نے میری طرف توجہ نہ کی کیونکہ وہ نہایت غضبناک حالت میں تھے۔ میں
نے سنا کہ میرے چچا ابویاسر بن اخطب نے میرے باپ سے کہا: کیا یہ وہی ہے؟ میرے باپ
نے جواب دیا: ہاں وہی ہے۔ میرے چچا نے پوچھا: کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ اور تصدیق
کرتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ اب بتاؤ تمہارے دل میں کیا ہے؟ میرے باپ نے کہا: میں
اس کا دشمن رہوں گا۔

عمارة بن خزیمہ کہتے ہیں کہ اوس و خزرج میں کوئی شخص ایسا
ابو عامر حسد کا شکار ہو گیا نہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو عامر سے زیادہ مداح ہو
اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ یہودی علماء کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا تھا اور ان کی زبان سے آخر الزماں نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سنا کرتا تھا اسے خبر تھی آپ کی ہجرت گاہ مدینہ منورہ ہوگی۔ ابو عامر
دین کی تلاش میں شام گیا اور آنحضرت کے یہود و نصاریٰ سے وہی اوصاف سنے جو مدینہ منورہ
میں سن چکا تھا۔ جب مدینہ منورہ واپس آیا تو رہبانیت اختیار کر کے شہینہ پہن لیا اور دعویٰ یہ
کرتا تھا کہ میں ملتِ ابراہیمی پر ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منتظر ہوں۔ آنحضرت نے
مکہ میں رسالت کا اعلان فرمایا تو وہاں نہ گیا۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو حسد و بغض کے
باعث نفاق کا شکار ہو گیا۔ آنحضرت کے پاس آکر پوچھنے لگا: آپ کیا نشان لائے ہیں حضور
علیہ السلام نے فرمایا، میں ملتِ ابراہیمی پر پیدا ہوا ہوں۔ ابو عامر کہنے لگا: ملتِ ابراہیمی کو

غیروں سے ملا لائے ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں اسے روشن تر اور پاکیزہ تر کر کے یہاں لایا ہوں۔ مجھے بناؤ تو سہی اب تمہارے کامیوں اور اجبار کی وہ باتیں کہاں گئیں جو میرے اوصاف میں کیا کرتے تھے۔ ابو عامر کہنے لگا: مگر آپ وہ تو نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: تم جھوٹ کہتے ہو۔ ابو عامر کہنے لگا: جھوٹے کو خدا نے تنہا مسافر بنا کر گھر سے نکال دیا ہے۔ اس جملہ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرنا چاہتا تھا آنحضرت نے فرمایا: ہاں جھوٹے کو خداوند تعالیٰ ایسا ہی کرے گا۔ چنانچہ وہ بد بخت ابو عامر مکہ چلا گیا اور مشرکین مکہ کا تابع ہو گیا۔ فتح مکہ کے بعد طائف چلا گیا۔ جب اہل طائف حلقہ گروش اسلام ہوئے تو وہ شام چلا گیا۔ اور محرومی و تنہائی اور مسافری کی حالت میں مر گیا۔

ابن ہبیبان جو شام کے یہودیوں میں سے تھا بنو قریظہ کے یہودیوں کا اعتراف حق ظہور اسلام سے قبل مدینہ منورہ میں آ کر قیام پذیر ہوا اور بنی قریظہ میں رہنے لگا۔ اسی قبیلہ کے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے ابن ہبیبان ایسا عبادت گزار کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جب کبھی قحط سالی ہوتی تو ہم بارش کے لیے اس کے پاس جاتے۔ وہ ہمیں صدقہ کا حکم دیتا۔ خدا کی قسم ہم اس کی نصیحت پر عمل پیرا ہونے کے بعد کبھی بھی بارش سے محروم نہ ہوتے۔ جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے یہودیوں کو مخاطب کر کے کہا: تمہیں پتہ ہے کہ ایک زرخیز ملک شام کو چھوڑ کر اس قحط زدہ علاقے میں کیوں رہتا ہوں۔ کہنے لگے اللہ بہتر جانتا ہے۔ کہنے لگا میں یہاں نبی آخر الزماں کی آمد کا منتظر ہوں۔ اس کی بعثت کا وقت بہت قریب ہے تمہارا شہر اس کی ہجرت گاہ ہوگا۔ میں عمر بھر انتظار کرتا رہا۔ مجھے امید تھی کہ زندگی میں ملاقات ہو جائے گی اور اس کی اتباع کروں گا لیکن افسوس یہ نہ ہوسکا۔ تم پر فرض ہے اس وقت کو ضائع نہ کرنا۔ وہ اپنے مخالفین کو بزدل و شمشیر زیر کرے گا تم دوسروں کی بہ نسبت ایمان لانے میں سبقت کرنا اور اس کی راہ میں حائل نہ ہونا۔ کیونکہ وہ خدا کی طرف سے مامور ہوگا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا تو نوجوانوں کی ایک جماعت نے کہا: واللہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بعض کہنے لگے نہیں یہ نہیں ہیں مگر چند لوگ قلعہ سے نیچے اترے اور دامن اسلام میں پناہ لی اور ان کا جان و مال امن و امان میں رہا۔

رفاعت بن رافع کا بیان ہے کہ میں اپنے بھائی خلاد
 بیمار اُونٹ شفا یاب ہو گیا بن رافع کے ساتھ جنگ بدر میں ایک اُونٹ پر
 سوار تھا۔ جب ہم میدان بدر میں پہنچے تو ہمارا اُونٹ بیمار ہو گیا۔ میرے بھائی نے منت مانی، اے
 خدا اگر اس جنگ میں فتح ہو تو دینہ پہنچ کر اس اُونٹ قربان کروں گا۔ اچانک رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے اور ہمیں دیکھ کر رُک گئے۔ پانی منگوا کر دینو فرمایا اور
 نکلی کی۔ اور فرمایا: اُونٹ کا منہ کھولو۔ ہم نے منہ کھولا تو آپ نے اُونٹ کے منہ میں وضو کا مستعمل
 پانی انڈیل دیا۔ پھر اس کے سر، گردن، کوبان اور روم پر چھینٹے مارے اور ہمیں سوار ہونے کو
 کہا۔ وہ اُونٹ ہمیں اٹھا کر خوب دوڑنے لگا۔ جونہی ہم بدر سے لوٹے تو میرے بھائی
 نے اُونٹ ذبح کر کے غرباء میں تقسیم کیا۔

میدان بدر میں جنگ شروع ہونے سے
 میدان بدر ممتاز مشرکین کا قتل بن گیا پہلے ہی حضور علیہ السلام نے ان جگہوں کی
 نشان دہی فرمادی تھی جہاں بیشتر کفار کا قتل مقدر ہو چکا تھا۔ آپ نے ہاتھ کے اشارے
 سے فرمایا یہاں فلاں ہلاک ہوگا، یہاں فلاں قتل ہوگا۔ آپ نے جن جن مقامات کی نشان دہی
 کی تھی انہیں پر مقتولین کی لاشیں دیکھی گئیں۔ امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم نے کہا، خدا کی
 قسم اللہ نے اپنے رسول کو حق پر بھیجا ہے۔ جو خط اور لیکر میں کھینچی گئی تھیں ان سے سرمو تجاوز نہ ہوا
 حضرت علیؑ فرماتے ہیں: جب ہم مدینہ پہنچے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان بدر کی
 خبر دریافت کی یعنی کون کہاں قتل ہوا ہے۔

جب مشرکین مکہ میدان بدر میں پہنچے تو ان کے
 مکہ میں مشرکین کی شکست کی خبریں نوجوانوں کی ایک جماعت پیچھے رہ گئی اور
 وہ مکہ میں چاندنی رات میں شعر گوئی و شعر بازی کرتے رہے اچانک انہیں ایک آواز
 سنائی دی کہ کوئی شخص نزدیکی ہو کر شعر پڑھ رہا ہے جس کا مضمون اہل اسلام کی فتح و ظفر مندی
 پر مشتمل تھا۔ جب نوجوانوں نے اس آواز کا پیچھا کیا تو کچھ نشان نہ ملا۔ وہ بہت دہشت زدہ
 ہوئے۔ مقام حجر پر واپس آئے تو ایک جماعت سے صورت حال دریافت کرنے لگے مگر

ایک روز بعد جب مشرکین مکہ کو شکست ہوئی تو اس خبر کی تصدیق ہو گئی۔
 عقبہ بن ابی معین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے وقت
 عقبہ کا حشر یہ اشعار باواز بلند پڑھے :۔

یا سراکب الناقة القصویٰ ہاجرنا عما قلیل نوافی ، اکب الفرس
 اعلیٰ رمحی فیکم ثم ایسلہ والسیف باخذ منکم کل ملتبس
 جو نہی یہ اشعار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے تو آپ نے فرمایا : اللہم اکیہہ وبمنخرہ
 واسرعہ۔ میدان بدر میں اس کا گھوڑا سرکش ہو گیا اور ایک صحابی نے اسے گرفتار کر کے خدمت
 اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے۔

بدر کے فاتحین پر اللہ کی رحمتیں حضور علیہ السلام جنگ بدر میں تین سو سے زیادہ
 افراد لے کر گئے۔ اتنی ہی تعداد حضرت طلوت کے
 ساتھیوں کی تھی۔ آپ کے وہاں مبارک سے یہ دعا نکلے :

اللہم انہم حفات فاحملہم اللہم انہم عرات فاکسہم ، اللہم
 انہم جیاء فاشبعہم۔

جو صحابہ کرام جنگ میں شامل ہوئے ان میں سے خالی ہاتھ کوئی بھی واپس نہ آیا۔ ہر ایک کو
 ایک یا دو دو اونٹ ملے۔ ہر ایک لباس میں ملبوس ہو کر آیا اور کسی کو جھوک کی شکایت نہ رہی۔
 جنگ بدر سے ایک دن قبل حضور
 میدان بدر میں دونوں شکروں کی کیفیت علیہ السلام کے مجاہدوں پر نیند کا

پرسکون غلبہ طاری ہو گیا۔ کوئی مجاہد بھی نیند سے بیدار نہ ہو سکا۔ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
 کہ میری نیند کا یہ عالم تھا کہ میں نے بارہا کوشش کی اٹھ بیٹھوں مگر نیند مجھے پھر سلا دیتی تھی۔ یہی
 حالت دوسرے صحابہ کرام کی تھی۔ سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ میں مدہوشی کے عالم میں اپنی
 ٹھوڑی چھاتی پر رکھے بے ہوش پڑا رہا۔ جب ذرا ہوش آیا تو دوسری طرف جا پڑا۔ وراقہ
 بن رافع کہتے ہیں مجھے اس قدر گہری نیند آئی کہ احتلام ہو گیا اور علی الصبح میں نے غسل کیا۔ ادھر
 مشرکین مکہ پر ایک خوف کا عالم طاری تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر اور

ابن مسعود رضی اللہ عنہما کورات کے وقت صورتِ حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ انہوں نے
 آکر بتایا کہ مشرکین پر اس قدر غوغا ہے کہ اگر ان کا گھوڑا مہننا ہے اسے منہ پر مارتے ہیں۔

میدان بدر میں نصرتِ ایزدی
 میدان بدر میں ملائکہ نصرتِ خداوندی کی شکل میں
 ظاہر ہوئے۔ امیر المؤمنین حضرت علیؑ کا بیان ہے

کہ میں بدر کے کنویں سے پانی لا رہا تھا کہ ہوا کا ایک ایسا شدید جھونکا آیا کہ ایسا جھونکا میں نے
 کبھی بھی محسوس نہیں کیا۔ کچھ دیر بعد پھر ایک جھونکا آیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے چار جھونکے آئے

یہ وہ اصل چار جلیل القدر ملائکہ کی آمد تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیلؑ، حضرت

عزرائیلؑ ایک ایک ہزار فرشتوں کا لشکر لے کر آنحضرت کے خیمے کے دائیں طرف صفت کشیدہ

ہوئے۔ یہ حضرت ابوجبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام تھا۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام میری دائیں جانب

کھڑے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ایک انصاری نوجوان جناب محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور بتانے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں میدان

کارزار میں ایک کافر کے پیچھے دوڑا ابھی وہ میری تلوار کی زود سے باہر ہی تھا کہ اس کے سر پر

ایک تازیانے کی آواز آئی۔ جس نے گھوڑے کو یہ چابک مارا تھا اس کی بائیں میرے کانوں کو

سنائی دیں۔ جس کافر کا میں تعاقب کر رہا تھا میرے سامنے منہ کے بل گرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا یہ ملائکہ آسمان کی امداد تھی۔ میدان بدر میں ابو نزہہؓ تین سر قلم کر کے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظفرت بمینک۔

یہ تیرے دائیں ہاتھ والے کی مدد کا نتیجہ ہے۔ ابو نزہہؓ نے کہا یا رسول اللہ! دو آدمیوں کو میں نے

قتل کیا ہے مگر تیرے کو ایک خوبصورت و سفید شکل آدمی نے قتل کیا اور میں نے سر کو اٹھا لیا۔

جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بھی ملائکہ آسمان کی مدد نصرت تھی۔ بہت سے

صحابہ نے بتایا کہ ہم کسی کافر کو قتل کرنے کے لیے تلوار سونپتے تھے کہ اس کا سر ہمارے وار سے

پہلے ہی تن سے جدا ہو جاتا تھا۔

میدانِ بدر سے شکست کھا کر جب ابو سفیان
میدانِ کارزار میں ملائکہ کے حملے میں حرب مٹو پہنچے تو ابولہب نے اس سے
احوال و واقعات جنگ دریافت کیے۔ اس نے بتایا کہ دشمنوں کے پاس اس قدر ہتھیار تھے
کہ جہاں چاہتے مارتے تھے۔ اس کے باوجود ہم نے ایسے اشخاص کو بھی دیکھا جن کے چہرے سفید
اور ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور زمین و آسمان کے درمیان اڑتے دکھائی دیتے تھے۔ ان سے
ہم کسی صورت میں بھی مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے بنی غفار سے ایک آدمی نے بتایا کہ میں اور میرا چچا زار
بھائی بدر کے ایک ریت کے ٹیلے پر کھڑے دیکھ رہے تھے۔ ہمارا ارادہ تھا کہ جو بھی فتحیاب ہو
اس سے مل کر لوٹ میں حصہ لیں کیونکہ ابھی تک ہم نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اچانک بادل کا
ایک ٹکڑا اٹھکا اور ہم نے گھوڑوں کی آواز سنی۔ اچانک آواز آئی: اے خیروم آگے بڑھو! خیروم
حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے۔ میرا چچا زار بھائی یہ سمیت ناک آواز سننے ہی
وہیں ڈھیر ہو گیا۔ میں بھی قریب الگ تھا مگر بچ نکلا۔

جنگِ بدر میں ابو السیئر نے کعب بن عمرو اور امیر المومنین نے
بدر میں فرشتے مشرکین کو حضرت عباسؓ کو گرفتار کیا۔ کعب وراپست تمدانسان تھے
قیدی بناتے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے اتنے
بلند قامت انسانوں کو کیسے گرفتار کر لیا؟ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
گرفتاری کے وقت ایک ایسا آدمی میرا مددگار بنا جسے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا اور اس کے
بعد بھی مجھے دکھائی نہیں دیا مگر اس کی بیعت ناقابل بیان تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: تمہارا مددگار ایک ملکِ کرم تھا۔

جب حضرت عباسؓ
حضرت عباسؓ قیدی کی حیثیت سے بارگاہِ نبوت میں گرفتار ہو کر آئے
تو ان کے پاس بیس اوقیہ سونا تھا جسے وہ مشرکین کے خرچ اخراجات کے لیے کرائے تھے
کیونکہ حضرت عباسؓ ان دو آدمیوں میں سے ایک تھے جو لشکرِ مشرکین کے طعام کے کفیل تھے۔

مگر ابھی تک خرچ کی نوبت نہ آئی تھی کہ گرفتار ہو گئے۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ سونا آنحضرتؐ نے مجھ سے لے لیا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ مال میرے فدیہ میں مجرا کیجئے۔ آپ نے فرمایا جو مال دشمنانِ اسلام کی امداد کے لیے لایا جائے وہ فدیہ میں مجرا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مجھے حکم ہوا کہ میں اپنا اور اپنے عزیزوں کا فدیہ ادا کروں۔ میں نے کہا کہ اتنی رقم تو میں مہیا نہیں کر سکوں گا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اتم فضل کے پاس تم آتی دفعہ رکھ آئے تھے کہ شاید تم قتل کر دیے جاؤ تو تمہارے بچوں کے کام آئے گا۔ میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کو کیسے پتہ چلا؟ فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا۔ میں نے کہا کہ مجھے یقین ہے آپ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ جب میں نے یہ رقم دی تھی تو اتم فضل اور میرے درمیان بجز خدا کے تیسرا کوئی شخص جاننے والا نہ تھا۔ اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

عکاشہ کی لاکھی تلوار بن گئی میدان بدر میں عکاشہ بن محسن لڑ رہے تھے کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑی کی ایک لاکھی ان کے ہاتھ میں دے دی اور حکم دیا اس سے لڑو۔ جونہی مجاہد نے اس لکڑی کو پکڑا تو یہ شمشیرِ براں کی طرح کاٹنے لگی۔ وہ بڑی خوبی سے لڑتی رہے حتیٰ کہ اہل اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔ عکاشہ بن محسن اسی تلوار سے عمر بھر لڑتے رہے اور اہل ردہ کی لڑائی میں شہید ہوئے۔ انہوں نے اس تلوار کا نام "عمون" یعنی مدد و نصرت رکھا ہوا تھا۔

اس معرکہ میں اُمیہ بن خلف نے حضرت خبیثؓ کا کٹا ہوا ہاتھ درست ہو گیا حضرت خبیثؓ پر وار کیا اور ان کا بازو کندھے سے علیحدہ کر دیا۔ حضرت خبیثؓ نے اُمیہ کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ کو اپنے دستِ اقدس سے جوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا کے کاملہ بخشی۔

حضرت قتادہؓ کی زخمی آنکھ ٹھیک ہو گئی میدان جنگ میں حضرت قتادہؓ بن حضرت قتادہؓ کی زخمی آنکھ ٹھیک ہو گئی نعمان کی آنکھ میں کوئی چیز جا پڑی جس سے آنکھ کا ڈھیلا باہر آ گیا اور ان کے رخسار پر لٹکنے لگا۔ لوگوں نے چاہا کہ اسے کاٹ دیں

مگر مائیں خیال آیا کہ پہلے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کر لوں۔ جو نہی
آنحضرت نے دیکھا تو اپنے دست مبارک سے آنکھ کے ڈھیلے کو آنکھ میں رکھ دیا۔ لوگوں کو
یہ امتیاز کرنا مشکل ہو گیا تھا کہ زخمی آنکھ کونسی ہے۔

سائب بن ابی جبیس امیر المؤمنین کے
سائب جنگ بدر میں قیدی بن گئے زمانہ میں بیان کرتے ہیں خدا کی قسم!
یوم بدر کو مجھے کوئی بھی گرفتار نہ کر سکا مگر جب میں باقی ماندہ مشرکین کے ساتھ بھاگا تو ایک
بلند قامت خوب صورت نوجوان ابلق گھوڑے پر سوار آسمان سے اتر اور مجھے باندھ کر پھینک گیا۔
حضرت عبدالرحمن بن عوف نے مجھے دیکھا تو چلا کر کہنے لگے یہ کس کا قیدی ہے جب کسی نے جواب
نہ دیا تو مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جایا گیا۔ آپ نے پوچھا تمہیں کس نے
گرفتار کیا۔ چونکہ میں بتانا نہیں چاہتا تھا اس لیے میں نے کہا: جناب مجھے معلوم نہیں۔ حضور
علیہ السلام نے فرمایا: خدا کے فرشتوں میں سے ایک نے اسے مقید کیا اور پھینک گیا۔ آپ نے
حکم دیا: عبدالرحمن بن عوف سے لے جاؤ، یہ تمہارا قیدی ہے۔ سائب کہتے ہیں اگرچہ اسلام قبول
کرنے میں میں نے تاخیر کی تاہم یہ بات مجھے عمر بھر نہ بھولی۔

واقعہ بدر کے بعد عمیر بن وہب الحنظلی کا باپ
تخون کے پیاسے دامن اسلام میں صفوان بن امیہ سے بدر کے مصائب کا
تذکرہ کر رہا تھا۔ عمیر بن وہب کا لڑکا بھی ایسران بدر میں شامل تھا۔ صفوان نے کہا کہ میری زندگی
بدر میں ہلاک ہونے والوں کے بعد وبال جان بن گئی ہے۔ عمیر کے باپ نے کہا: ہاں! اس کے
بعد زندگی میں کچھ مزہ نہیں رہا۔ اگر لوگوں کا قرضہ میرے ذمے نہ ہوتا تو میرے اہل و عیال
بھوکوں مر جاتے۔ میں نے قسم کھانی کہ مدینہ جا کر نبی علیہ السلام کو قتل کر دوں کیونکہ وہ مدینہ کے
کوچہ و بازار میں آزادانہ پھرتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ بیٹھے اٹھتے ہیں۔ چنانچہ یہ بہانہ میرے
بیٹے کی اسارت کے باعث کافی تھا۔ صفوان نے کہا کہ میں تمہارے اہل و عیال کی پرورش
اور قرض کی ادائیگی اپنے ذمے لیتا ہوں۔ اس کام میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔ چنانچہ صفوان
نے تلوار تیز کر کے اُسے زہر میں بجا لیا اور وصیت کی یہ راز سہتہ ہی رہے۔ جب مدینہ منورہ پہنچا

تو مسجد کے دروازہ پر آ بیٹھا چاک و چوبند ہو کر تلوار ہاتھ میں لی۔ حضرت عمرؓ چند اجاب کے ساتھ
 جو گفتگو تھے کہ اُن کی نگاہ دُور رس نے اُسے تاڑ لیا اور لٹکار کر کہا اس کتے کو پکڑو یہ خدا اور
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔ میدان بدر میں اپنی قوم کو ابھار رہا تھا اور ہماری قلت
 قعداؤ کی خبریں نشر کرتا تھا چنانچہ اُسے پکڑ لیا گیا۔ حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
 میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ کہہ سنایا۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے پیش کیا جاوے۔ حضرت عمرؓ
 نے اس کی تلوار کو ایک ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ لیا اور لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 سامنے کھڑا کر دیا۔ ساتھ ہی انصار نوجوانوں کو اس کی کڑی نگرانی کی ہدایت کر دی حضور علیہ السلام
 نے حضرت عمرؓ کو فرمایا اسے چھوڑ دو اور آگے آنے دو۔ آپ نے عمیر سے پوچھا: بتاؤ مدینہ
 میں کیسے آئے ہو؟ کہنے لگا: میرا لڑکا قید ہے اس کی رہائی کے لیے آیا ہوں۔ آپ نے پوچھا:
 یہ تلوار کیوں لٹکانے پھرتے ہو؟ کہنے لگا: ہماری تلواریں اسی دن ٹوٹ گئی تھیں جب ہمیں شکست
 ہو گئی تھی۔ آپ نے فرمایا: اگر تم نے سچی بات نہ کی تو تمہیں چھوڑا نہیں جائے گا۔ کہنے لگا: بس
 جناب صرف اسی لیے آیا ہوں۔ آپ نے پوچھا: صفوان بن امیہ کے پاس تو نہیں بیٹھے تھے اور
 جب اس نے تمہارے قرض اور اہل و عیال کی دیکھ بھال کا عہد کیا تو تم قتلِ محمدؐ کے لیے تیار
 نہیں ہوئے تھے۔ تم اس کام کے لیے آئے تھے مگر اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان
 حائل ہوا۔ عمیر نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ہم اپنی جہالت کے
 باعث آپ سے رُوگردانی کرتے رہے۔ آپ کی سچائی مجھ پر ظاہر ہو گئی کیونکہ اس راز کو میرے
 اور صفوان کے بغیر کوئی نہیں جانتا تھا۔ جب وہ اسلام سے مشرف ہوا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ
 اپنے بھائی کو لے جاؤ اور قرآن و اسلام کے احکام سکھاؤ۔ جب وہ مکہ لوٹا تو بہت سے لوگوں کو
 دعوتِ اسلام دیتا رہا۔

حارث بن ابی ضرار رسول اللہ صلی اللہ

حارث بن ابی ضرار نے اسلام قبول کر لیا علیہ وسلم کے پاس آیا تاکہ اپنے

قبیلوں کو رہائی دلا سکے۔ فدیہ کے طور پر چند کنیزیں اور اڈنٹ لایا مگر راہ میں انہیں چھوڑ آیا۔
 حضور علیہ السلام نے پوچھا: کیا فدیہ لائے ہو؟ اس نے جواب دیا: میں تو خالی ہاتھ آیا ہوں۔

آپ نے پوچھا: وہ کنیزیں اور اونٹ کہاں گئے؟ یہ سنتے ہی اس نے اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا اور کہا اس وقت وہاں کوئی بھی نہ تھا اور مجھ سے پہلے بھی مدینہ میں کوئی نہیں آیا۔

غیب کی باتیں حضور کی زبان پر ہے کہ میدان بدر میں مشرکین مکہ کی طرف تھا ابھی تک میری نظروں کے سامنے مسلمانوں کی قلت اور کفار کے پیادہ اور سواروں کی کثرت پھر رہی ہے مگر بائیمہ جب ہمارے لشکر کو شکست ہوئی تو میں بھی بھاگا۔ شکست خوردہ مشرکین ادھر ادھر بھاگ رہے تھے میں نے اپنے آپ سے کہا: ما سأت مثل هذا الامر فمنہ الا نساء۔ ایسا واقعہ میں نے کبھی نہیں دیکھا جس میں عورتوں کے سوا سب بھاگ کھڑے ہونے۔ جب میں مکہ پہنچا اور کچھ عرصہ قیام کیا تو اسلام کا تصور میرے ذہن میں جاگزیں ہونے لگا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مدینہ میں جا کر دیکھوں تو سہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہتے ہیں، مدینہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ مسجد کے زیر سایہ صحابہوں کے ساتھ بیٹھے ہیں، میں بھی وہاں چلا گیا لیکن حضور علیہ السلام کو نہ پہچان سکا۔ میں نے سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے قباث! تم ہی تھے جس نے میدان بدر میں ما سأت مثل هذا الامر فمنہ الا نساء کہا۔ میں نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں کیونکہ یہ جملہ میں نے دوسرے کے سامنے نہیں کہا تھا۔ یہ بات محض مجھ تک محدود تھی۔ اگر آپ رسول خدا نہ ہوتے تو آپ کو قطعاً خبر نہ ہوتی۔ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں بیعت کروں۔ میں اس کے بعد مسلمان ہو گیا۔

اسماء بنت مروان بنی امیہ بن زید کی اولاد ہیں

شام رسول کا نابینا قاتل سے تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت

اور ملت اسلام کی عیب جوئی میں کوئی کسراٹھا نہ رکھتی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میدان بدر میں تشریف لائے تو اس ملعونہ نے اسلام اور اہل اسلام کی مذمت میں کئی اشعار

کئے تھے۔ یہ اشعار عمیر بن عدی الخطمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو نابینا ہونے کی وجہ سے مدینہ میں رہ گئے تھے، سُنئے۔ انہوں نے اللہ سے یہ عہد کر لیا کہ وہ حضور علیہ السلام کی واپسی پر اسماء بنت مروان کو قتل کر دیں گے۔ فتح بدر کے بعد جس رات آنحضرتؐ واپس تشریف لائے تو عمیرؓ ایک چمکتی ہوئی تلوار لے کر اسماء کے گھر گئے۔ اس وقت ہی اسماء کے بیٹے بھی اس کے ارد گرد سونے ہوئے تھے اور اسماء اپنے ایک چھوٹے بچے کو دودھ پلا رہی تھی۔ عمیرؓ نے ہاتھ سے ٹٹول کر بچے کو اس سے جدا کرتے ہوئے تلوار کی دھار کو اس کے پہلو پر رکھ کر دبا یا حتیٰ کہ وہ سینہ چیرتی ہوئی پشت کی طرف نکل گئی۔ جب صبح کے وقت نماز ادا کی تو حضور علیہ السلام نے اُسے دیکھ کر پوچھا: عمیرؓ! کیا تم نے مروان کی لڑکی کو قتل کر دیا ہے؟ عمیرؓ بولے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو کہ تم ایک ایسے شخص کو دیکھو جس نے خدا و رسول کی غائبانہ مدد و نصرت کی ہے تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس اندھے کو جس نے رات خدا کی عبادت میں صرف کر دی۔ آپ نے فرمایا: اے عمرؓ! اسے اندھا نہ کہو یہ تو بینا ہے۔

دعشور بن عارث بن محارب اور بنی ثعلبہ
خون کے پیاسے رحمت کی پناہ میں کی ایک بڑی جماعت لے کر مدینہ کے گرد و نواح میں لوٹ مار کرنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار سو پچاس نوجوانوں کو لے کر اس کے مقابلہ میں نکلے۔ بنی ثعلبہ کا ایک شخص آگے آیا اور حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ اس نے بتایا کہ لوگ آپ سے ملاقات نہیں کریں گے۔ چنانچہ اس نے اُن کے وہ پہاڑی ٹھکانے بتائے جہاں اُن کا مال و دولت پڑا ہوا تھا۔ آپ نے ان کی طرف رخ کیا اور تین دن تک اسی علاقہ میں اقامت گزری رہے۔ چوتھے روز کسی کام کے لیے لشکر سے ادھر ادھر ہوئے تو بارشس ہو گئی اور آپ اپنے کپڑے ہوا میں سکھانے لگے۔ چند لمحے بعد ایک درخت کے نیچے آرام فرما ہو گئے۔ کفار نے پہاڑ کی چوٹیوں سے آپ کو تنہا دیکھ کر دعشور کو اطلاع دی۔ وہ شمشیر آہینختہ آگے بڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر اکھڑا ہوا اور پکارا: اے محمد! بتاؤ میرے اٹھ سے تمہیں کون چھڑائے گا؟ آپ نے جواب دیا: میرا اللہ۔ اسی اثناء میں حضرت جبرائیلؑ

نے ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اس کی تلوار زمین پر آگری۔ حضور علیہ السلام نے اسی تلوار کو پکڑ لیا اور فرمایا: اب بناؤ تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؛ کئے لگا؛ کوئی بھی نہیں۔ کلمہ شہادت پڑھ کر شہد کر لیا اُتدہ کے لیے کبھی بھی اسلام کے خلاف لشکر کشی نہیں کرے گا۔

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں کسُن کر دعائیں دیں

میدان اُحد میں جب لشکر اسلام کو پہلے پہل شکست ہوئی تو ابی بن خلف گھوڑے پر سوار تھا۔ حضور

علیہ السلام کو مخاطب ہو کر کہنے لگا اگر آپ آج مجھ سے بچ نکلیں تو مجھے کبھی نجات نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت حارث بن صمتر اور سہیل بن حنیف کے درمیان کھڑے تھے۔ ابی بن خلف نے آپ پر وار کیا تو مصعب بن عمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھال بن گئے اور

شہید ہو گئے۔ ایک ادھانیزہ سہیل کے ہاتھ میں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے لے کر ابی بن خلف کی زرہ کے نیچے چھبوا دیا۔ ابی اپنے گھوڑے کو ایڑی لگا کر اپنی قوم کی طرف بھاگا اور بیلوں کی طرح چلانے لگا۔ ابوسفیان نے کہا: تو مرے۔ یہ چیخ و پکار کس لیے کر رہے ہو حالانکہ

تجھے صرف ایک خراش سی آئی ہے گہرا زخم نہیں ہے۔ وہ بولا: تو ہلاک ہو۔ تجھے معلوم نہیں مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزہ مارا ہے۔ آپ مکہ میں تھے تو مجھے کہتے تھے عنقریب تو میرے ہاتھوں مرے گا۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ میں اُن کے ہاتھوں قتل ہوں گا اس لیے میں جانبر

نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم! مجھے اس قدر درد محسوس ہو رہا ہے کہ اگر سارے حجاز کو تقسیم کر دیا جائے تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسی حالت میں واویلا کرتا ہوا داخل جہنم ہو گیا۔

مخیرق یہودی کی حضور پر جاں نثاری ثروت اور متمول تھا۔ اگرچہ وہ حضور

علیہ السلام کے مجدد اوصاف سے باخبر تھا لیکن حب مال اور حب دین و خویش اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے ہمیشہ مانع ہوتے۔ جب جنگ اُحد شروع ہوئی تو یہ ہفتہ کا دن تھا۔ اس نے یہودیوں سے کہا آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و نصرت تم پر واجب ہے۔

وہ بولے آج تو ہفتہ ہے ہم کیسے لڑ سکتے ہیں؟ اس نے کہا آج ہفتہ کا حکم ختم ہو چکا ہے چنانچہ مسلح ہو کر شریک جہاد ہوا۔ اس نے اپنی قوم کو بتا دیا تھا کہ میں جاہل شہادت نوش کرنے جا رہا ہوں میرا تمام مال و دولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دینا۔ وہ خدا کے حکم کے مطابق جیسا چاہیں گے کریں گے۔ وہ میدانِ احد میں نہایت بے جگری سے لڑا اور شہید ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مخیرق سب یہودیوں سے بہترین تھا۔ پھر آپ نے مدینہ منورہ پہنچ کر اس کی دولت غزوات میں تقسیم کر دی۔

ایک صحابی جس کا نام قرمان تھا،
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانوں سے! کسی وجہ سے جنگِ احد میں

شریک نہ ہو سکا اور مدینہ میں ہی پڑا رہا۔ عورتوں نے اسے کہا: ہماری طرح گھر پر کیوں بیٹھے ہو؟ اس کی حمیت اس قدر جوش میں آئی کہ اسی وقت اٹھا اور شریک جہاد ہوا۔ اس نے

اس غضب سے تلوار چلائی کہ سب کے سب حیران و ششدر رہ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: یہ شخص جہنمی ہے۔ لوگوں کو اس بات پر بڑا تعجب ہوا۔ قرمان نے لعوہ مار کر

کہا: بھاگنے سے موت بہتر ہے۔ اسی جوش میں اس نے سات مشرکین کو ہلاک کر دیا۔ چند صحابہ اس کے پاس پہنچے اور کہا خدا تجھے شہادت نصیب کرے۔ کئے لگا: خدا کی قسم میں

اسلام کی خاطر نہیں لڑ رہا۔ میں تو اس لیے لڑ رہا ہوں کہ یہ لوگ ہمارے نخلستانوں پر کہیں قابض نہ ہو جائیں۔ اسی اثناء میں اسے ایک زخم آیا جس کی درد بڑھتی گئی۔ چونکہ یہ درد اس کی برداشت سے

باہر تھا بدیں وجہ وہ گھبرا گیا اور خنجر سینہ پر رکھ کر خودکشی کر لی۔ چونکہ لوگوں کو حقیقتِ حال کی خبر نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ اس نے سات مشرکین کو قتل

کیا ہے اس لیے شہید ہوا۔ حضور نے فرمایا: يفعل الله ما يشاء۔ بعد ازاں جب حقیقت کھلی تو فرمایا: اشهد اني رسول الله۔ پھر فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کی

اس فاجر کے ذریعہ مدد کی۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر مہاجرین کا
مصعبؓ نے اسلام کا جھنڈا بلند رکھا جھنڈا اٹھائے میدانِ احد میں

کھڑے تھے ابنِ قتیہ سمجھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اُس نے اُن پر تلوار کا وار کیا اور
ان کا دایاں بازو قلم کر دیا۔ حضرت مصعبؓ نے علم بائیں ہاتھ میں اٹھالیا۔ بلند آواز سے کہا:
”وما محمد الا رسول“۔ ابنِ قتیہ سوار ہو کر آیا اور جناب مصعبؓ کا دوسرا بازو بھی
قلم کر دیا۔ مگر حضرت مصعبؓ نے اپنے کٹے ہوئے بازوؤں کے سہارے جھنڈے کو سر بلند
رکھا اور گرنے نہ دیا۔ حتیٰ کہ حضور علیہ السلام نے اس جھنڈے کو جناب امیر علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔

حضرت حنظلہؓ کو فرشتوں نے غسل دیا بن سلولؓ سے اسی رات ہوئی جب حضورؐ

میدانِ احد میں جہاد کے لیے جا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ رات جمیلہ کے
ہاں گزریں۔ صبح ہوئی تو نماز ادا کرنے کے بعد حضرت حنظلہؓ شریک لشکر اسلام ہونے کے لیے روانہ
ہونے لگے جمیلہؓ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور غلوت میں لے گئی جس سے حنظلہؓ کو غسل کی حاجت
ہو گئی۔ حضرت حنظلہؓ محرومی جہاد کے ڈر سے غسل نہ کر سکے۔ کپڑے پہن کر دوڑے۔ اس وقت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفیں سیدھی کر رہے تھے، یہ بھی شریک ہوئے اور بڑی شجاعت سے
لڑے۔ ایک ڈبھیر میں ابوسفیان کو گھوڑے سے گرا کر اس کی چھاتی پر بیٹھ گئے اور قتل
کرنے لگے تھے کہ ابوسفیان چلایا: اے قریش کے نوجوانوں! مجھے بچاؤ، میں ابوسفیان ہوں۔

انہوں نے اسے نجات دلائی۔ بعد ازیں حنظلہؓ بہت سے مشرکین کو عدم آباد نہیچلتے رہے۔
حتیٰ کہ خود جہاد شہادت نوش کیا۔ حضور علیہ السلام جب جنگ سے فارغ ہوئے تو پہاڑ کے
دامن کی طرف دیکھا اور صحابہؓ سے فرمایا: دیکھو وہاں کون ہے؟ ملائکہ آسمان سے چاندی کے
گوزے بھر بھر کر لا رہے ہیں اور کسی کو نہلا رہے ہیں۔ حضرت ابواسید عدی کا بیان ہے ہم
نے وہاں جا کر دیکھا تو حضرت حنظلہؓ پڑے ہیں اور ان کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک
رہے ہیں۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی انہوں نے کسی کو جمیلہ کے پاس
بھیجا۔ اس نے کہا: جاتے وقت حضرت حنظلہؓ کو غسل کی حاجت تھی۔ اس کے بعد جمیلہ کے

عزیزوں نے پوچھا تم نے خلوت پر ہمیں کیوں گواہ بنایا تھا؟ اس نے بتایا کہ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا ہے، حنظلہؓ اس سے نکلے ہیں پھر واپس چلے گئے ہیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ان کی شہادت قریب ہے۔ میں چاہتی تھی کہ اس کی یہاں آمد پر لوگوں کو گواہ بناؤں۔

فرشتے میدانِ احد میں حضرت عبدالرحمن بن عوف کی مدد کرتے ہیں
 حضرت عارث بن ضمہہ کہتے ہیں جنگِ احد میں جب حضور علیہ السلام گڑھے میں گرے تو میں آپ کے پاس ہی تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا تم نے عبدالرحمن بن عوف کو دیکھا ہے؟ میں نے جواب دیا: یا رسول اللہ! وہ پہاڑ کی ڈھلوان سے نیچے اتر رہے تھے تو مشرکین نے انہیں گھیر لیا۔ میں ان سے اُلجھنے لگا تو آپ کو دیکھ کر ادھر آ گیا۔ آپ نے فرمایا: ملائکہ عبدالرحمن بن عوف کی مدد کر رہے ہیں۔ جناب عارثؓ کہتے ہیں: میں پھر وہاں گیا تو عبدالرحمنؓ کے گرد سات مشرکین کے لاشے پڑے تھے۔ میں نے دو کی طرف اشارہ کر کے کہا ان کو آپ نے قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! دو کو میں نے قتل کیا مگر باقی پانچ کو ایک نامعلوم شخص نے قتل کیا ہے۔ حضرت عارثؓ نے کہا: صَدَقَ اللهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

قتادہ کی آنکھ پر حضورؐ کا دستِ شفقت
 جب جنگِ احد میں مسلمانوں کو شروع شروع میں ہزیمت اٹھانا پڑی تو حضرت قتادہ بن لعمان حضور علیہ السلام کے ساتھ ہی رہے۔ ان کی آنکھ پر ایک کاری زخم آیا جس سے آنکھ باہر نکل آئی۔ لیکن حضور علیہ السلام نے ان کے چشمانہ میں لگا دیا اور حضرت قتادہؓ کی بینائی پہلے سے بھی تیز ہو گئی۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ واقعہ میدانِ بدر میں پیش آیا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

میدانِ احد میں جنگِ مغلوبہ
 امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا میدانِ احد میں کھلبلی مچ گئی تو یکایک ایک آواز بلند ہوئی "الا ان محمداً قد قتل" میں نے آنحضرتؐ کو

تلاش کیا لیکن آپ نظر نہ آئے۔ میں نے سوچا کہ حضور علیہ السلام بھاگ تو نہیں سکتے تھے اور نہ ہی شہید ہوئے ہیں آخر ہوا کیا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہم پر غضب نازل فرمایا ہے اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے اٹھایا ہے۔ اب اس سے بڑھ کر اور کوئی کام نہیں رہا کہ لڑیں کیونکہ حضور علیہ السلام کے بغیر اب دنیا میں رہنا فضول ہے۔ چنانچہ میں نے نیام توڑ کر چھینک دی اور نہایت بے جگری سے مشرکین سے لڑنے لگا۔ میں نے ایک مجمع پر تار بڑ توڑ حملے کر کے اسے منتشر کر دیا۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ حضور علیہ السلام مجھے اس مجمع میں گھرے ہوئے مل گئے۔ اس حال میں کہ خدا کے فرشتے آپ کی مدد و نصرت پر کمر بند تھے۔

ابو براءؓ نے حضور علیہ السلام کی حضور کے ہاتھوں کی خاک ذریعہ شفا ہے خدمت اقدس میں دو گھوڑے اور دو اونٹ بطور تحفہ بھیجے۔ آپ نے فرمایا اگر مشرک کا ہدیہ میں قبول کرنا اور ابو براءؓ کا ہدیہ بھی قبول کر لیتا۔ لوگوں نے عرض کی: حضور! وہ بیمار ہیں اور شفا یابی کی خاطر یہ تحفے اس نے آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں۔ آپ نے مٹی کا ایک ڈھیلہ اٹھا اور اپنا دہن مبارک اس سے مس کیا اور فرمایا اسے پانی میں گھول کر اسے پلا دو۔ جب اس طرح عمل کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا دے دی۔

شہید کی نعش کی حفاظت جب غزوہ رجع میں جو ہجرت کے چوتھے سال واقعہ ہوا، عاصم بن ثابتؓ نے شہادت پائی تو

دشمنوں نے ان کا سر قلم کر کے سلافہ بنت سعد کو بھیجنے کا قصد کیا کیونکہ اس نے یہ منت مانی ہوئی تھی کہ جو حضرت عاصم بن ثابتؓ کا سر قلم کر کے لائے گا اسے سوا اونٹ بطور انعام دے گی اور عاصمؓ کے سر کا پیالہ بنا کر اس میں شراب نوشی کرے گی۔ اللہ تعالیٰ نے بھڑوں کو حکم دیا کہ وہ شہید کی لاش کے ارد گرد منڈلائیں۔ چنانچہ جو بھی نزدیک آتا اسے اس زور سے کاٹتیں کہ منہ نوح لیتیں۔ کفار کا خیال تھا کہ رات کی تاریکی میں بھڑیں چلی جائیں گی تو سر کاٹ لیں گے۔ رات ہوئی تو ابرو باراں کا بہت بڑا طوفان آیا اور حضرت عاصمؓ کا بدن اپنی جگہ سے دور جا پڑا۔ حضرت سیدنا علی الرضیٰ کا بیان ہے کہ عاصمؓ نے نذر مانی تھی کہ

میرے سہ دوسرے کو کوئی مشرک نہ چھوٹے کیونکہ زندگی بھر اس نے کسی مشرک کو اپنے بدن کو ہاتھ نہیں لگانے دیا تھا۔ اللہ اللہ! شہادت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو مشرکین کی دستبرد سے محفوظ رکھا۔

مسلمان قیدیوں کی خوراک حضرت خبیث بن عدی غزوہ رجب میں اسیر ہو گئے اور مکہ میں انہیں سو اونٹ کے عوض بیچ دیا گیا۔

مشرکین نے انہیں مجبوس کر دیا۔ ایک دن انہوں نے دیکھا کہ وہ انگور کا خوشہ کھا رہے ہیں حالانکہ اس موسم میں یہ میوہ دستیاب نہ تھا۔ کفار نے پوچھا یہ کہاں سے لائے ہو؟ حضرت خبیث نے فرمایا یہ وہ رزق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔

حضرت خبیث تختہ دار پر جب مشرکین مکہ نے حضرت خبیث کو تختہ دار پر کھڑا کیا تو

امیر معاویہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے باپ نے زمین پر لٹا دیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اگر زمین پر لیٹ جائیں تو بددعا کا اثر نہیں ہوتا۔ اس بددعا سے ابوسفیان پر ایک اضطرابی کیفیت طاری ہو گئی۔ مجھ پر اس بددعا کا اثر یہ ہوا کہ کئی سالوں تک میری شہرت ختم رہی۔

کتنے ہیں ایک سال کے اندر اندر جتنے آدمی بھی مجھے سولی پر چڑھاتے وقت موجود تھے مر کھپ گئے

سعید بن عامر بعض اوقات بہوش ہو جاتے تھے امیر المومنین حضرت عمرؓ نے انہیں ایک عمل بتایا اور ساتھ ہی پوچھا کہ یہ غشی کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جب خبیث کو سولی پر

کھڑا کیا گیا تو میں وہاں موجود تھا جو نبی اس کا نقشہ میرے سامنے آتا ہے میں حواس کھو

بیٹھتا ہوں۔ تختہ دار پر حضرت خبیث نے کہا اے اللہ! ہم نے اپنے آقا و مولا جناب محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ پر عمل کیا۔ یہاں کوئی بھی نہیں کہ میرا پیغام ان تک پہنچا دے۔ تو

تا در و قیوم ہے میرا سلام ان تک پہنچا دے۔ اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں حضور کے پاس

بیٹھا تھا کہ اشارہ وحی ظاہر ہوئے۔ رو علیہ السلام ورحمۃ اللہ۔ اس کے بعد آپ کی آنکھوں میں

آنسو سہرا گئے اور بتایا خدا نے خبیث کا سلام مجھے پہنچا یا ہے۔ آپ نے بشارت دی

جو شخص حضرت خبیث کو تختہ دار سے نیچے اتارے گا اس کا مقام بہشت ہے۔

حضرت زبیر بن العوام اور مقداد بن الاسود

نوجوان امت پر فرشتے ناز کرتے ہیں رضی اللہ عنہما نے اس کام کا تہیہ کر لیا۔

رات کو سفر کرتے اور صبح کو چھپے رہتے۔ مگر پینے تو معلوم ہوا کہ چالیس آدمی خبیث کی نگہداشت پر سو رہے ہیں۔ آہستگی سے اُسے تختہ دار سے اتارا گیا۔ زخموں سے خون بہ رہا تھا۔ اُن کے خون رنگیں سے خوشبو آرہی تھی اور بدن میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی تھی اگرچہ انھیں شہید ہوئے چالیس دن گزر چکے تھے۔ حضرت زبیر نے انہیں اپنے گھوڑے پر سوار کیا اور روانہ ہوئے۔ جب مشرکین کو پتہ چلا تو شر آدمی ان کے تعاقب میں نکلے اور انہیں جا لیا۔ خبیث کو زمین پر لٹا دیا گیا اور زمین نے انھیں اپنے اندر نگل لیا۔ اسی لیے انہیں "بلع الارض" کہتے ہیں پھر وہ ان سے لڑائی میں مشغول ہو گئے۔ کافر جھاگ نکلے۔ حضرت مقداد اور زبیر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جبرائیل امین نے حضور علیہ السلام سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کی امت کے ان دو جوانوں پر فرشتے بھی ناز کرتے ہیں۔

زخمی تندرست ہو گئے ہجرت کے چوتھے سال سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

پانچ آدمیوں کو جن میں حضرت ابوقتاوہ بھی تھے خیبر بھیجا تاکہ وہاں جا کر سلام بن ابی التحیق کو قتل کر دیں۔ انہوں نے رات کے وقت اس کے گھر میں گھس کر اُسے قتل کر دیا اور باہر چلے آئے۔ ابوقتاوہ اپنی کمان وہیں بھول آئے واپس جا کر کمان لے آئے مگر پاؤں زخمی ہو گیا۔ بعض کہتے ہیں ٹوٹ گیا مگر انہوں نے پگڑی سے باندھ لیا اور اپنے ساتھیوں سے آٹے۔ جو انہیں باری باری اٹھاتے رہے۔ سب دربار رسالت میں پیش ہونے تو آپ نے اپنا دستِ رحمت اُن کے پاؤں پر ملا تو اسی وقت صحتیاب ہو گئے۔

عصائے مصطفیٰ کی برکات جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میرے پاس غزوہ ذات الرفاع میں ایک اونٹ تھا جس کا گھٹنا ٹوٹا ہوا تھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے مگر اونٹ کی سُسٹ رومی اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ میں آپ کا ساتھ دے سکوں۔ مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے سارا ماجرا سنایا۔ آپ نے عصائے کراونٹ پر تین بار گھسیایا اور پھر پانی کا چلو بھر کر اس پر

چھڑکا اور حکم دیا کہ سوار ہو جاؤں۔ مجھے قسم ہے اس خدا کی جس نے ہم پر ایک سچا رسول مبعوث فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر تیز چلاتے تھے میرا اونٹ پیچھے نہیں رہتا تھا۔ اور میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ ہی رہتا تھا۔

جب غزوہ ذات الرقاع سے فارغ ہوئے تو سب صحابہ نے گھوڑی پر

سوار ایک اونٹ کی مہار پکڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کہ میری گھوڑی کے پیٹ میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: لا یعلم الغیب الا اللہ۔ اس کے بعد اس نے پوچھا بارش کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا: یہ کام اللہ تعالیٰ کی ذات جانتی ہے۔ پھر دریافت کیا، کل میں کیا کروں گا؟ فرمایا: میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھا کہ میں کون سی زمین میں مردوں کا فسرمایا، معلوم نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ان اللہ عنده علم الساعة ویتنزل الغیث الی آخرہ۔ پھر اس ملعون نے کہا: اے محمد! میرا یہ اونٹ مجھے اللہ سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ آپ نے فرمایا: میرا اللہ مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ اور جان و مال و فرزند سے بھی عزیز تر۔ آپ نے سرسجدہ میں رکھا اور فرمایا: اے محارب! میرا اللہ مجھے بتاتا ہے کہ تمہاری داڑھی کے نیچے ایک زخم ہوگا اور تیرا سارا گوشت و پوست اسی زخم سے بہ جائیگا پھر تم جہنم میں چلے جاؤ گے۔ کچھ عرصہ گزرا تو اُسے ایک زخم آیا جس سے گوشت اُبل ابل کر ڈھلنے لگا اور اس کی بدبو سے لوگ بھاگنے لگے وہ ملعون بولا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بات کہی سچ کہی۔

حضرت جویریہ بنت حارث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ہیں فرماتی ہیں

غزوہ بنی مصطلق میں غیبی امداد

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی مصطلق میں نکلے تو میرا باپ اپنی قوم کی قیادت کر رہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے میں نے خواب دیکھا کہ شرب کی طرف سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے اور میرے پہلو میں آگیا ہے۔ یہ خواب میں نے سب سے پوشیدہ رکھا۔ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر وہاں پہنچا تو میرے باپ نے مجھے بتایا کہ

ہمارے مقابلے میں ایک ایسا لشکر آیا ہے جس کے مقابلہ کی ہم میں تاب نہیں۔ اس لشکر میں ایسے لوگ ہیں جو ابلیق گھوڑوں پر سوار ہیں اور بہترین قسم کے اسلحہ سے لیس ہیں۔ جب میں مسلمان ہوئی تو حضورؐ نے مجھے اپنے حرم کے لیے قبول فرمایا۔ میں نے لشکر اسلام پر نگاہ ڈالی تو اتنی کثرت و تعداد نہ تھی جس قدر پہلے تھی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یہ سب امداد غیبی تھی۔

غزوہ خندق میں اصحاب کرامؓ خندق

جنگ خندق کی چٹان کی چنگاریاں کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان روم و صنعاء کے محلات پر گریں نمودار ہوئی جس کی شکست و ریخت ناممکن تھی۔ حضرت سلمانؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی تو آپ خندق میں اترے سلمانؓ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ بعض صحابہ کرامؓ کنارے کھڑے تھے۔ آپ نے سلمانؓ سے کہا کہ الی اور چٹان پر اس زور سے ماری کہ چٹان پارہ پارہ ہو گئی اور ایک ایسا شعلہ نکلا جس سے سارا شہر جگمگا اٹھا۔ حضور علیہ السلام نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور سب نے اس نعرہ کا جواب بھی نعرہ ہی سے دیا۔ دوسری ضرب لگائی تو اور شعلہ نکلا پھر سب نے نعرہ بلند کیا۔ تیسری ضرب لگائی تو پھر برقی روشنی نمودار ہوئی۔ حضرت سلمانؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے اپنے صحابہؓ سے پوچھا: جو کچھ سلمانؓ نے دیکھا ہے کیا تمہیں بھی نظر آیا ہے؟ سب نے کہا: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا: پہلی روشنی میں حیرہ کے محلات کو کسری کی زمین سے دیکھا گیا۔ جبرائیل نے مجھے خبر دی کہ آپ کی امت کی وہاں تک دسترس ہونے والی ہے۔

دوسری ضرب پر روم کے مخرج محلات کو دیکھا گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے اطلاع دی کہ میری امت یہاں تک غالب آئے گی۔ تیسری ضرب کی روشنی میں صنعاء کے محلات نظر آئے۔ جبرائیل نے بتایا کہ آپ کی امت ان محلات پر قابض ہوگی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

واقعی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ

خضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسری صلی اللہ علیہ وسلم نے کسری کے کے ممتدر کا فیصلہ فرما دیا سفید محل کی تعریف فرمائی۔ حضرت

سلمانؓ نے بتایا مجھے قسم ہے خدا سے واحد کی یہ محلات ویسے ہی ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے پتے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا شام بہر حال فتح ہوگا اور ہر قتل اپنی سلطنت کے کسی دوسرے حصے میں بھاگ جائے گا اور شام کا حاکم بنے گا اور کوئی بھی تم سے جنگ نہیں کر سکے گا یمن بھی یقیناً فتح ہوگا اور کسری قتل ہو کر ہی رہے گا اور اس کے بعد کوئی کسری نہ ہوگا۔ سلمانؓ کہتے ہیں رسول اکرمؐ نے جو کچھ اس روز فرمایا تھا میں نے حرف بحرف اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

حضرت جابرؓ کی ضیافت میں برکت حضرت جابرؓ کہتے ہیں جب آنحضرت صلی اللہ

تو مجھ کو کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے جب میں نے آپؐ کو اس حالت میں دیکھا تو اپنے پیٹ کے پتھر کھول کر گھرا گیا اور اپنی اہلیہ کو سارا قصہ کہ سنایا۔ اس نے مجھے بتایا کہ گھر میں ایک ضاع جو اور ایک بجرى کا بچہ ہے۔ میں نے جو کا آٹا گوندھا اور بجرى کا بچہ ذبح کیا اور دیگ میں ڈال کر آپؐ کی خدمت میں پہنچا۔ میری اہلیہ نے مجھے کہا کہ تمام صورت حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دینا تاکہ بعد میں ندامت نہ ہو۔ میں نے آہستہ آہستہ تمام قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا۔ آپؐ نے تمام خندق کھودنے والوں کو بلند آواز سے بلایا اور فرمایا: آج ہمارے جابرؓ نے تمہاری ضیافت کی ہے، سب چلے آؤ کیونکہ کھانا کافی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمادیا کہ اپنی اہلیہ کو کہہ دینا جب تک میں نہ آجاؤں دیگ سے دیگ پرش نہ اتارے اور نہ ہی روٹی پکائے۔ میں نے مہمانوں کے پہنچنے سے پہلے یہ بات اپنی اہلیہ کو سمجھا دی کہ حضور علیہ السلام نے تو سب کو دعوت دے دی ہے مہاجرین و انصار اور سب متعلقین آ رہے ہیں۔ اس نے کہا اگر حضور علیہ السلام نے دعوت دی ہے تو کوئی ڈر نہیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کو لے کر ہمارے گھر تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا گروہ درگروہ چلے آؤ اور ادھر مجھے حکم دیا آٹا لے آؤ۔ میں آٹا لایا تو آپؐ نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور خدا نے تعالیٰ سے خیر و برکت کی دعا مانگی۔ پھر حکم دیا کہ روٹی پکانے والے کو

بلاؤ تا کہ روٹی پکاتا جائے۔ میں تنور سے روٹیاں اور دیگ سے گوشت لوگوں کو کھلاتا جاتا وہ سب کے سب سیر ہو کر چلے گئے مگر ابھی تک لحم و طعام کافی مقدار میں بچا پڑا تھا۔

حضرت جابرؓ کے بیٹے زندہ ہو گئے جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ اگر کوئی دعوت پکاتا تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزنہ فرماتے۔ ایک دن آپ کو جابرؓ نے دعوت دی تو آپ نے فرمایا فلاں دن آنا۔ جب مقررہ دن آیا تو آپ جابرؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر دیکھا تو بہت مسرور ہوئے اور خوشی و شادمانی کے عالم میں مشک آمیز پانی کا چھڑکاؤ کیا اور شاداں و فرماں آپ کے پاس آئے اور آپ کو اندر

تشریف لانے کے لیے عرض کی آپ اندر آئے تو جابرؓ نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور پھر اسے پکانے کا بندوبست کرنے لگے۔ حضرت جابرؓ کے دو بیٹے تھے بڑے نے چھوٹے سے کہا: آ

تجھے بتاؤں ہمارے والد نے ہمارے مینے کو کس طرح ذبح کیا۔ اس نے چھوٹے کو زمین پر لٹا کر اس کے گلے پر چھری چلا دی اور نادانی سے اسے ذبح کر دیا۔ جب حضرت جابرؓ کی بیوی

نے اُسے دیکھا تو دوڑ کر اس کی طرف آئی لیکن وہ خوف کے مارے مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ ماں اس کے پیچھے پیچھے آرہی تھی جس کے خوف سے ڈر کر بچہ چھت سے گر گیا اور گرتے ہی واصلِ جنتی ہو گیا۔ اس صابرہؓ نے اس واقعہ فاجعہ پر قطعاً رونا دھونا نہ کیا بلکہ صبر اختیار کیا۔ مبادا حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اس واقعہ کو سن کر متغیر ہو اس نے دونوں بچوں پر ایک کپڑا ڈال دیا اور کسی کو اس حادثہ کی خبر نہ ہونے دی۔ اگرچہ وہ ظاہراً خوش تھی لیکن باطنی طور پر خون کے

گھونٹ پی رہی تھی۔ بکرے کو بریاں ہونے تک حضرت جابرؓ کو بھی خبر نہ گھوئی۔ کھانا پکا کر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا گیا تو حضرت جبرائیلؑ ایمن نازل ہوئے اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ جابرؓ کو کہیں کہ اپنے دونوں بیٹے بھی لائے تاکہ آپ کے ساتھ کھانا کھائیں۔ جابرؓ

کو حکم ملا تو فوراً گھر گئے اور پوچھا کہ دونوں بچے کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ کہیں باہر گئے ہیں۔ جابرؓ نے آکر اطلاع دی وہ اس وقت موجود نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا حکم ہے کہ ان کے ساتھ کھانا کھایا جائے۔ جب اس صابرہ و

شاکرہ بی بی کو دوبارہ پوچھا گیا تو اس نے رو کر بچوں کی لاشوں سے کپڑا اٹھا کر سارا واقعہ کہہ سنایا۔ دونوں روتے روتے آنحضرتؐ کے قدموں میں گر گئے۔ سارے گھر میں کہرام مچ گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان بچوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر دعا کریں زندگی اللہ دینے والا ہے۔ آنحضرتؐ تشریف لائے اور بچوں کے لیے دعا فرمائی وہ اسی وقت بفرمانِ ایزدی زندہ ہو گئے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

ع دینا والو دیکھ لو قدرت رسول اللہ کی!

بشر بن سعد کی لڑکی نے بیان کیا ہے
خندق والوں کی کھجوروں سے دعوت کہ میری والدہ نے مجھے کچھ کھجوریں دیں تاکہ میں اپنے والد اور اپنے ماموں عبداللہ بن رواحہؓ کو دوں۔ میں کھجوریں لے کر جا رہی تھی کہ حضور علیہ السلام کو ایک جگہ پر بیٹھا دیکھا۔ آپ نے مجھے اپنے پاس بلایا اور پوچھا: تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے جواب دیا: تھوڑی سی کھجوریں ہیں۔ پھر میں نے وہ کھجوریں آپ کی ہتھیلی پر رکھ دیں۔ آپ نے کپڑے کی جھولی میں ڈال لیں اور کسی کو کہا خندق والوں کو بلاؤ کہ سب آئیں۔ جب سب آ گئے۔ سب نے کھجوریں کھائیں اور واپس ہو گئے۔ یہ تین ہزار افراد سے مگر ہنوز کھجوریں جھولی میں موجود تھیں۔

سردی کا عالم کی دعائے رحمت
جب لیلۃ الاحزاب میں حذیفہ بن الیمان کو شکرِ احزاب کی طرف روانہ کیا گیا تو جانے سے پہلے حضورؐ نے اپنے دونوں ہاتھ ان کے سینے اور کندھوں پر پھیرے اور یہ دعائیں کیں:
اللہم احفظ من بین یدیہ ومن خلفہ وعن یمینہ وعن شمالہ۔ اس رات سنت سردی تھی۔ حذیفہ کہتے ہیں جب میں روانہ ہوا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں گرم حمام میں ہوں۔ مجھے سردی کا احساس تک نہ ہوا، میں احزاب پہنچا اور خبریں فراہم کر کے واپس آ گیا اور صحابہؓ کو ملا۔ اس کے بعد مجھے سردی کا کچھ احساس ہوا۔

جب حذیفہ روانہ ہوئے تو حضور علیہ السلام
جنگِ احزاب میں مخالفین کی تباہی نے نمازِ ادا کی اور پھر یہ دعا مانگی:

یا صویح المکروبین یا محیب الدعوة المضطربین اکشف ہمتی و کربی فقد تری حالی
 ومن معی! بعد ازیں جبرائیل علیہ السلام نیچے آئے اور کہنے لگے خدا تعالیٰ آپ کو فتح دے گا
 کفار پر آسمانوں سے ایک طوفان آئے گا نیز آسمان چہارم سے اُن پر سنگباری ہوگی۔ حضرت
 خذیفہ فرماتے ہیں جب میں وہاں پہنچا تو ٹھنڈی ہوا مخالفین کے لشکر میں گھس چکی تھی اور ان کے
 چولھے ٹھنڈے ہو رہے تھے اور ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے ہمیں سردی نے تباہ کر دیا ہے
 ادھر طوفان کے دوران ان پر یہاں تک سنگباری ہوئی کہ وہ اپنی ڈھالوں سے اپنے سروں
 کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کے لشکر میں ایک کھلی مچ گئی۔ وہ بھاگ کھڑے ہوئے
 اس آیت میں یہی اشارہ ہے: واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ جاء تکم جنود
 فاس سلنا علیہم ساریحاً و جنوداً لہم تر وہا۔

قریش جنگ سے بھاگ اٹھے جب قریش میدان جنگ سے بھاگے تو
 حضور علیہ السلام نے فرمایا: **الم یغزوکم**
 قریش بعد عامہم و لکنکم تغزو نہم یعنی اس کے بعد قریش تم سے جنگ نہیں کر سکیں گے
 بلکہ تمہیں قریش کے ساتھ جنگ کرنی ہوگی۔ یقیناً قریش کوئی جنگ نہ کر سکے حتیٰ کہ فتح ہو گیا۔
خون کے پیاسوں کو ضمانت امن جب کفار میدان جنگ سے گریزاں ہوئے تو ایک دن
 ابوسفیان نے ایک مجلس میں کہا میں نے سنا ہے
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم تنہا مدینہ کے گلی کوچوں میں چلتے پھرتے ہیں انہیں تبلیغ رسالت کے وقت
 کسی کی خبر نہیں ہوتی۔ کیا تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو جا کر ان مقام لے۔ ایک عرب رات
 کے وقت ابوسفیان کے گھر آیا اور کہنے لگا اگر تم مجھے ضمانت دو تو میں یہ کام سرانجام دے
 سکتا ہوں کیونکہ مجھے راہ سے بھی واقفیت ہے اور میرے پاس تیز دھار خنجر بھی ہے ابوسفیان
 نے ایک اونٹ دیا اور یہ طے پایا کہ یہ راز کسی کو معلوم نہ ہو۔ چھٹے دن وہ مدینہ پہنچا۔ بر شخص سے
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کرتا۔ لوگوں نے بتایا کہ بنی عبدالاشہل
 کی طرف گئے ہیں۔ وہ بھی ادھر جا نکلا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں بیٹھے صحابہ کرام
 سے باتیں کر رہے تھے۔ دُور سے آپ نے اسے آتے دیکھ کر فرمایا: یہ شخص مجھے نذر معلوم

ہوتا ہے مگر خدا اس کی مراد پوری نہیں کرے گا۔ جب وہ نزدیک پہنچا تو پوچھنے لگا: ابن عبدالمطلب کہاں ہے، حضورؐ نے فرمایا: میں ابن عبدالمطلب ہوں۔ وہ حضور علیہ السلام کے نزدیک جا کر جھکا جیسے کوئی رازدارانہ بات کہنا چاہتا ہو۔ اسی حال میں اسید بن حضیر نے اُسے گھسیٹ لیا اور کہا دور ہو جا اسے ملعون! اس کی کمر پر ہاتھ مارا تو خنجر معلوم ہوا باواز بلند کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ شخص غدار ہے۔ وہ عرب اُن کے پاؤں پر گر گیا اور کہنے لگا: مجھے معاف کر دیا جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگر سچ بتاؤ گے تو اس میں تمہیں فائدہ ہے اور اگر تیری نیت بُری ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے سے ہی خبردار کر دیا ہے۔ عرب نے امان طلب کی اور ساری کہانی کہ سنائی۔ حضور علیہ السلام نے اُسے اُسیدؓ کے سپرد کر دیا۔ دوسرے دن حاضر خدمت ہوا تو حضورؐ نے فرمایا تمہیں امان دے دی گئی ہے تم جہاں چاہو چلے جاؤ۔ مگر ایک جگہ سارے جہاں سے اچھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ تم دین اسلام کی امان میں آ جاؤ۔ عرب نے کہا: اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمد رسول اللہ۔ پھر کہا: اے محمد صلی اللہ علیک وسلم! خدا کی قسم میں کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوا تھا۔ اور شمشیر و سنان نے مجھے کبھی ہراساں نہیں کیا تھا لیکن جب میں نے آپ کو دیکھا تو میرے اوسان خطا ہو گئے۔ آپ کو میرے ارادہ کی اطلاع مل گئی۔ مجھے یقین ہے یہ اطلاع آپ کو کسی آدمی نے نہیں دی بلکہ آپ کے پروردگار نے دی ہے جو آپ کا ہر حال میں محافظ و مددگار ہے۔ ابوسفیان کے ساتھی شیطان کے ساتھی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی باتوں پر تبسم فرماتے رہے وہ چند روز مزید ٹھہرا۔ پھر اجازت لی۔ پھر اس کے بعد وہ کبھی دکھائی نہیں دیا۔

ان کے لیے ہے عرش تک دست دعا بلند

ہے جن کی آستینوں میں خنجر چھپا ہوا

ہجرت کے چھٹے سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضورؐ کے تیر کی برکت سے نے صحابہ کرام کے ساتھ عمرہ کا ارادہ کر کے مکہ کی طرف کنواں پانی سے بھر گیا کوچ کیا۔ حدیبیہ کے علاقہ میں ایک کنویں پر ڈیرہ ڈالا۔ اس کنویں میں پانی کم تھا۔ تھوڑا سا پانی کھینچنے کے بعد ختم ہو گیا۔ لوگ تشنگی و پیاس کی

شکایت لے کر آپ کے پاس آئے۔ آپ نے اپنے ترکش سے تیر نکالا اور فرمایا اسے کنویں میں پھینک دیا جائے۔ اسدی کتے ہیں کہ خدا کی قسم تیر پھینکنے کے بعد چودہ سو نفوس نے سیر ہو کر پانی پیا۔

صحیح بخاری کی روایت میں درج ہے کہ مقام حدیبیہ میں لوگوں نے پیاس کی شدت اور پانی کی شکایت کی حضور کنویں کے کنارے پر تشریف لائے اور ایک ڈول پانی طلب فرمایا اسے وضو فرمایا، اور پانی کنویں میں ڈال دیا۔ ابھی چند لمحے نہ گزرنے پائے تھے کہ کنویں کا پانی جوش مارنے لگا۔ تمام صحابہ سیراب ہوئے اور تمام مویشیوں نے بھی خوب پانی پیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ حدیبیہ کے روز لوگوں کو حدیبیہ میں پانی کا انتظام تشنگی اور پیاس نے مغلوب کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی کا ایک گھونٹ لےجس سے آپ نے وضو فرمایا۔ تمام لوگوں نے آپ کی طرف توجہ کی۔ آپ نے پانی چھایا، تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ لوگوں نے عرض کی ہمارے پاس وضو کرنے اور پینے کے لیے پانی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو کوزہ میں جگھریا تو پانچوں انگلیوں سے پانی اس طرح جاری ہوا کہ ہم سیراب ہو گئے اور ہم نے وضو کیا۔ جابر سے پوچھا گیا کہ کتنے لوگ تھے؟ اس نے کہا اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی کافی تھا لیکن ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔

رحمت دو عالم مقام حدیبیہ میں ایک صحابی کا بیان ہے کہ ہم جب حدیبیہ کے پہنچے تو خبر آئی کہ قریش نے ایک جماعت بھیجی ہے۔ آپ نے فرمایا: کون ہے جو ہمیں راہ دکھائے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نے یہ راہ کئی بار دیکھی ہے میں حاضر ہوں۔ چنانچہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ساتھ چلا اور تمام حدیبیہ تک ہم سفر دیا۔

حضرت علیؑ کی نگاہ میں احترام مصطفیٰؐ یوم حدیبیہ کو امیر المؤمنین حضرت علیؑ کفار مکہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ کی شرطیں لکھ رہے تھے ابھی حضرت علیؑ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور محمد رسول اللہ لکھا ہی تھا کہ سہیل بن عمرو (جو ابھی ایمان نہ لائے تھے) کہنے لگے: میں "رحمن" کو نہیں پہچانتا۔

ہمارا رسم کتابت یوں ہے: باسمک اللہم۔ لہذا یہی لکھا جائے۔ پھر کہا محمد رسول اللہ بھی نہ لکھا جائے کیونکہ اگر ہمیں ان کی رسالت کا اعتراف ہوتا تو حجرت اکس بات کا ہوتا؛ اس ضمن میں حضور علیہ السلام اور کفار کے درمیان بات چیت ہونی آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو فرمایا اچھا اسے مٹا دو۔ اور سہیل جس طرح کہتا ہے لکھو۔ حضرت علیؑ از روئے ادب نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قلم سے محو کرنا نہیں چاہتے تھے لہذا حضورؐ نے اپنے ہاتھ سے محو کر دیا اور فرمایا اسے علیؑ تم پر بھی ایک ایسا وقت آنے والا ہے چنانچہ جنگ صفین کے بعد حضرت سیدنا علیؑ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان ایک صلح نامہ ہوا۔ کتاب نے صلح نامہ کی تحریر یوں شروع کی: یہ معاہدہ امیر المؤمنین علیؑ کا ہے۔ جناب امیر معاویہؓ نے کہا: امیر المؤمنین نہ لکھو۔ اگر میں انہیں امیر المؤمنین تسلیم کروں تو حجرت اکس بات کا ہے؛ جب حضرت علیؑ نے سنا تو فرمایا: صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہاں بھی! علی ابن ابی طالب ہی لکھو۔

مقام حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکارِ دو عالمؐ کے بال مریضوں کے لیے باعثِ شفاء بن گئے پھینک دیئے۔ تمام اصحاب اسی درخت کے نیچے جمع ہو گئے اور بالوں کو ایک دوسرے سے چھیننے لگے۔ حضرت ام عمرہ کہتی ہیں کہ میں نے بھی چند بال حاصل کر لیے۔ آنحضرتؐ کے بعد جب کوئی بیمار ہوتا تو میں ان مبارک بالوں کو پانی میں ڈبو کر پانی مریض کو پلاتی تو رب العزت اسے صحت عطا کر دیتا۔

تقریباً بیس روز گزارنے کے بعد مسلمان مقام سفر حدیبیہ میں زادراہ میں برکت حدیبیہ سے واپس ہوئے تو زادراہ کی کمی کی شکایت کی گئی حضور علیہ السلام نے اونٹوں پر لدے ہوئے سامانِ خورد و نوش کی طرف اشارہ کیا ایک شخص حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی معیت میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم اپنا تھوڑا تھوڑا زادراہ ایک جگہ اکٹھا کر دیں اور آپ حق سبحانہ سے اس کے زیادہ ہونے کی دعا فرمادیں تو بے شک و شبہ

آپ کی دعا بارگاہِ ربانی میں مقبول و مستجاب ہوگی۔ چنانچہ تمام لوگوں نے اپنا اپنا سامان جمع کیا کسی کے پاس چند کھجوریں اور کسی کے پاس تھوڑے سے سقوت تھے۔ حضور علیہ السلام نے خداوند قدوس سے خیر و برکت کی دُعا مانگی تو خوراک کا ذخیرہ اتنا زیادہ ہو گیا کہ چار پائے اٹھانے سے عاجز آگئے۔ جب وہاں سے کوچ کیا گیا تو سخت گرمی تھی اور مطلع صاف تھا لیکن رب العزت کے حکم سے بارش ہو گئی۔ تمام لوگ سیراب ہوئے اور پانی بھر کر اپنے ساتھ بھی لے گئے۔

شہادت کے چھٹے سال ذوالحجہ کے آخری حصہ یا ساتویں سال
شہادت کے نام اول محرم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مذاہب
 و دربار رسالت سے پیغامات کے رہنماؤں کو قاصد بھیجے۔ چنانچہ حضرت وحیہ کلینی
 روم کے بادشاہ ہرقل کی طرف روانہ ہوئے۔ اُن کو ایک خط بھی دیا گیا جس کا مضمون یہ تھا:

”یہ خط محمد رسول اللہ جو اللہ کے بندے ہیں کی طرف سے ہرقل بادشاہ روم کی
 طرف لکھا جا رہا ہے۔ سلامتی ہو اُن لوگوں پر جو ہدایت کی پیروی کرتے ہیں۔
 اما بعدہ ہیں تمہیں اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں تاکہ تم سلامت رہو۔ خدا تعالیٰ
 تمہاری نیکیوں میں اضافہ کرے۔ اگر تم اس دولت سے روگردانی کرو گے تو
 تمام رومیوں کا گناہ جو تمہارے زیر فرمان ہیں تمہاری گردن پر ہوگا۔ یا اھل
 الكتاب تعالوا الی کلمۃ سواہ بیننا و بینکم الا نعبدوا الا اللہ
 ولا نشک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون
 اللہ فان تولوا فقولوا اشہدوا باننا مسلمون“

حضرت وحیہ کلینی عمص میں ہرقل کے پاس گئے اور
سفیر رسالت دربار ہرقل میں خط اس کے حوالے کیا۔ جب ہرقل نے دیکھا کہ
 عنوان عربی میں ہے تو اس نے ترجمان کو بلایا۔ یہ واقعہ صحیح بخاری میں یوں درج ہے:
 ”اس وقت ابوسفیان بھی قریش کی ایک جماعت کے ہمراہ ایلیا یعنی بیت المقدس
 میں موجود تھے ہرقل نے انہیں طلب کیا اور پوچھا کہ جس شخص نے مجھے یہ خط لکھا ہے اس کا
 تم میں سے اقرب ترین رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان بولے: میں سب سے قریبی ہوں۔“

ہرقل نے انہیں اپنے قریب بلایا اور کہا دیکھو میں کچھ حالات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ تم صاف گئی
سے کام لینا اور دروغ گوئی سے ہر ممکن اجتناب کرنا۔ چنانچہ ہرقل اور ابوسفیان کے درمیان یہ
گفتگو ہوئی:

ہرقل: حضورؐ کا نسب و خاندان کیسا ہے؟
ابوسفیان: بہت اعلیٰ اور بلند ہے۔

ہرقل: جو دعویٰ حضورؐ نے کیا ہے کیا تمہارے خاندان میں سے کسی نے پہلے بھی کیا تھا؟
ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا ان کے والدین کوئی سلطنت یا ملک چھوڑ گئے ہیں؟
ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا ان کی اتباع میں بڑے بڑے لوگ ہیں یا کمزور؟
ابوسفیان: کمزور۔

ہرقل: کیا ان کے احباب و متبعین زیادہ ہو رہے ہیں یا کم؟
ابوسفیان: زیادہ۔

ہرقل: کوئی شخص دین اسلام کو ناپسند کر کے برگشتہ بھی ہوا ہے؟
ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا دعویٰ نبوت سے پہلے کبھی اس پر الزام تراشی کی گئی ہے؟
ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کسی غدیر یا بیماری کا بہانہ کرتے ہیں؟
ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل: کیا لوگوں نے کبھی اس سے جنگ کی ہے؟
ابوسفیان: ہاں۔

ہرقل: یہ جنگیں کس نتیجہ پر ختم ہوئیں؟
ابوسفیان: کبھی ہم کامیاب رہے کبھی انہیں فتح ہوئی۔

ہرقل : تمہیں وہ کس بات کا حکم دیتے ہیں؟

ابوسفیان : اللہ ایک ہے، اس کا کسی کو شریک نہ سمجھو، نماز، سچائی، رحم اور صلہ رحم پر کاربند رہو۔

ہرقل کہنے لگا: میں نے تمہیں اس کے نسب کے متعلق پوچھا تو تم نے بتایا کہ شریف ہے انبیاء کی یہی خصوصیت ہے۔ اگر ان سے پہلے کسی نے دعویٰ نبوت کیا ہوتا تو شاید ان کے دل میں خواہش پیدا ہوتی۔ اگر اس کے آبا و اجداد حکمران ہوتے تو ہیں سمجھتا کہ وہ حکومت حاصل کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ اگر انہیں دعویٰ نبوت سے پہلے مٹھم بکذب و دروغ گوئی کیا ہوتا تو شاید اب یہ بات ہوتی۔ مگر جس شخص نے ساری عمر جھوٹ بولنا پسند نہیں کیا وہ خدا پر اترار نہیں باندھ سکتا۔ میں نے اشراف اور کمزور کی اتباع کے متعلق بھی کہا مجھے علم ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی پیروی و اتباع ہمیشہ کمزور لوگ ہی کرتے ہیں۔ پھر سنت الہی بھی یہی ہے کہ وہ لوگ تعداد میں ہمیشہ زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ اگر ان کے دین سے کوئی برگشتہ نہیں ہوتا تو یہ ان کی صفائی قلب کا نتیجہ ہے دیگر جن عادات و احکام کا تو نے ذکر کیا ہے اگر تم سچ کہتے ہو تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس سرزمین پر بھی ان کی حکومت ہوگی۔ میرا ایمان ہے کہ ایک ایسا شخص ضرور آئے گا۔ لیکن مجھے یہ یقین نہیں کہ ایسا شخص تمہارے ہاں بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ اگر میں ان کی خدمت میں پہنچ سکتا تو زیارت سے مشرف ہوتا اور خاک پا کر سمر بنا تا۔ جب آنحضرتؐ کا خط کھولا گیا اور پڑھا گیا تو ہرقل اس کے متعلق اپنے ولی خیالات کا اظہار کیا۔ حاضرین نے سرگوشیاں کرنی شروع کر دیں۔ ابوسفیان باہر آ گیا اور اپنے ساتھیوں کو کہنے لگا کہ یہاں بھی محمد علیہ السلام کا چرچا ہو گیا ہے جو بنی اصفہر کا بادشاہ بھی اس سے لڑا ہے۔ مجھے اسی دن سے یقین ہو گیا کہ ان کا کام پایہ تکمیل کو پہنچنے والا ہے۔ چنانچہ یہ یقین میرے دل میں فزوں سے فزوں تر ہوتا گیا یہاں تک کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے میرے دل کو نور اسلام سے منور و روشن کر دیا۔

شاہ ہرقل کا خواب اور اس کی عملی تعبیر خواب سے بیدار ہوا اس کے

چہرہ پر افسردگی و پریشانی تھی۔ اعیان سلطنت نے اس سے پوچھا معاملہ کیا ہے؛ کہنے لگا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مسلمانوں کا ملک صفحہ ہستی پر ظاہر ہو گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ علم نجوم جانتا تھا اور اس نے بتایا کہ میں نے نجوم کے حساب سے معلوم کیا ہے ایک ایسی جماعت جو ختمہ کراتی ہے میرے ملک پر قابض ہو گئی ہے اعیان دربار بولے یہودیوں کے بغیر تو کوئی قوم بھی ختمہ نہیں کرتی انہیں قتل کر دینا چاہیے تاکہ ہم اس خطرہ سے بچ سکیں۔ وہ اسی اندیشہ میں تھے کہ حاکم بصرہ جو ہرقل کے ماتحت تھا آیا۔ اس کے ہمراہ ایک عرب آدمی بھی تھا۔ کہنے لگا، یہ شخص کتاب ہے کہ عرب میں ایک شخص نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور لوگ جوق در جوق اس کی اتباع کر رہے ہیں اور بعض مخالف ہیں جن میں بہت خون خرابہ ہوا ہے۔ ہرقل نے کہا اسے خلوت میں لے جاؤ اور دیکھو آیا مضمون ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ مضمون ہے۔ اس کے بعد اس نے عرب کے حالات پوچھنے شروع کیے۔ اس نے بتایا سب مضمون ہیں۔ ہرقل نے کہا واللہ یہی وہ لوگ ہیں جن کا میں ذکر کر رہا تھا۔ اس کے بعد ہرقل نے اپنے ایک مصاحب کو جو روم میں رہتا تھا اور علم نجوم میں ماہر تھا۔ ایک خط لکھا کہ حالات کا جائزہ لے اور خود حمص کو روانہ ہوا۔ جب حمص میں پہنچا تو خط کا جواب آیا کہ نبی عربی کی سلطنت کے ظہور کا وقت نزدیک ہے۔

ہرقل نے تمام اعیان مملکت کو ملک کے دربار ہرقل میں اسلام کی ضیاء پاشیاں گوشے گوشے سے منگوا کر ایک وسیع ہال میں جمع کیا اور سارے دروازے بند کر کے ان سے خفیہ طور پر خطاب کیا اور پوچھا کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری زندگی آزاد اور حکومت ہمیشہ رہے۔ سب نے اثبات میں جواب دیا۔ ہرقل نے کہا آؤ مل کر اسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔ یہ سن کر ان کے چہرے لال پیلے ہو گئے اور دروازوں کی طرف بھاگنے لگے۔ جب دروازوں کو بند پایا تو شور و اضطراب پر اتر آئے۔ ہرقل نے ان سب کو طلب کر کے کہا میں تمہیں آزمانا چاہتا تھا کہ آیا تم اپنے دین پر پکتے ہو۔ اب مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے ایمان میں راسخ ہو۔ وہ سب اس پر راضی ہو گئے اور اسے سجدہ کرنے لگے۔

بعض روایتوں میں یوں آتا ہے کہ
بیت المقدس کے بطریق نے معراج کو جب ابوسفیان اور ہرقل کے
امامت رسول خدا کی شہادت دی درمیان مکالمہ ہوا تو ابوسفیان
 کہنے لگا: اگر اجازت ہو تو ایک بات کہوں تاکہ آنحضرت کا جھوٹ آپ پر ظاہر ہو جائے
 وہ کتا ہے کہ میں ایک رات میں عرب سے لے کر بیت المقدس آ کر پھر واپس چلا گیا ہوں
 وہاں کا بطریق یعنی مذہبی رہنما ابوسفیان کے سر پر کھڑا تھا۔ اس نے کہا میں اس رات
 بیت المقدس میں سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ یہ سب حالات میں نے بادشاہ کی خدمت میں بیان
 کئے تھے اس نے کہا کہ ہم معمول کے مطابق سوتے وقت دروازے بند کر لیتے ہیں۔ اس
 رات ایک دروازہ کھلا رہ گیا تمام اہل بیت المقدس کو جمع کیا تو وہ دروازہ بل نہ سکا۔ جب
 صبح ہوئی تو اس دروازے کے پاس ہی ہم نے کسی چارپائے کے سٹموں کے نشان دیکھے جسے
 یہاں باندھا گیا تھا۔

ہرقل اسلام کی طرف جب ہرقل قوم کے ایمان سے مایوس ہو گیا تو وحیہ کلبی سے
 کہنے لگا خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ تمہارا نبی مامور من اللہ
 ہے لیکن مجھے رومیوں سے ڈر ہے کہ کہیں مجھے ہلاک نہ کر دیں۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا تو آنحضرتؐ
 کی علانیہ اتباع کرنا اور اسے اپنے لیے دو جہاں کی سعادت و نیک بختی خیال کرتا۔ تم
 فلاں اسقف کے پاس جاؤ وہ مجھ سے زیادہ طاقتور ہے اور تمام کتب آسمانی کا مجھ سے زیادہ
 عالم ہے۔ اس کی رائے معلوم کرو۔ وحیہ کلبی اس اسقف کے پاس پہنچے اور صورت حال کو واضح
 کیا۔ اس نے کہا بخدا وہ نبی مرسل ہیں ہم انہیں ان کے اوصاف و اخلاق سے پہچانتے ہیں
 پھر اپنے گھر آیا۔ سیاہ کپڑے اتار پھینکے اور سفید کپڑے پہن لیے اور عصا پکڑ کر اہل روم کی طرف
 چل دیا۔ یہ لوگ اس وقت ایک بہت بڑے گرجے میں جمع تھے۔ اس نے انہیں یوں خطاب کیا:
 اے قوم! ہمارے پاس احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں جو ہمیں خدا
 کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں۔ اللہ کے بغیر آسمانوں و زمین کو بنانے والا کوئی خدا نہیں۔ احمد
 اس کے پاک بندے اور رسول ہیں۔ یہ تقریر سنتے ہی سب اس پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر

پٹیا کہ ہلاک کر دیا۔ جب وحیہ کلینیؑ ہرقل کی طرف واپس گئے تو سارے واقعات کو پیش کیا۔ اس نے کہا میں پہلے ہی کہتا تھا کہ میں اس قوم کے ارادوں سے بچ نہیں سکتا۔ خدا کی قسم یہ استغف میری نسبت زیادہ قابلِ احترام تھا اور اس کی بات کا زیادہ اثر تھا اور اس کے ایمان کی خاطر اسے قتل کر دیا گیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
حارث والی دمشق کے پاس پیغام رسالت نے شجاع بن وہبؓ کو

حارث بن ابی شمس جو دمشق میں تھا، کے پاس پیغام رسالت دے کر بھیجا۔ حضرت شجاعؓ پہلے حارث کے حاجب کو ملے اور اسے اپنے آنے کا مقصد بتایا۔ حاجب نے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و کوائف پوچھے اور ایمان لے آیا اور کہنے لگا تم نے جو کچھ کہا ہے وہ رسولؐ کے اوصاف ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی تشریف کا مژدہ سنا گئے ہیں۔ حارث کو اطلاع ملی تو باہر آ گیا۔ وہ سر پر تاج رکھے ہوئے تھا۔ اُس نے جناب شجاعؓ کو اپنے پاس بلایا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیکھا تو اُسے پھینک دیا اور کہا میرے ملک کو مجھ سے کون چھین سکتا ہے؟ گھوڑوں کی نعل بندی کر دو ہم اس پر لشکر کشی کرنا چاہتے ہیں خواہ ہمیں مین تک جانا پڑے۔ پھر شجاعؓ نے کہا تم جاؤ اور جو کچھ دیکھ چکے ہو اس کی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دینا، مگر حاجب نے حضرت شجاعؓ کی بہت رُو رعایت کی اور کہا میرا سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دینا اور بتا دینا کہ میں آپ کے دین کا پرستار ہوں۔ حضرت شجاعؓ نے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا: حارث ہلاک ہو گیا۔ چنانچہ اس دعا کے فتح کے بعد حارث کا ملک کسی دوسرے شخص کو منتقل ہو گیا۔

فروت بن عمرو الحدادی جسے قیصر نے
والی عمان نے پیغام رسالت پر لبیک کہا
عمان کا والی مقرر کیا تھا آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سنتے ہی اسلام لے آیا اور آنحضرتؐ کو مطلع کر دیا۔ انس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط ارسال کیا اور بہت سے تحفے تحائف بھی بھیجے۔ خط کے متن کا

ترجمہ یہ ہے:

میں اسلام کا اقرار کرتا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی رسول ہیں جس کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیتے رہے ہیں۔

جب فروت کے اسلام لانے کی خبر قیصر کو ملی تو اُسے معزول کر دیا اور پھر مجبوس کر دیا۔ لیکن وہ اسلام پر ثابت قدم رہے اور کہا واللہ میں دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی بھی منحرف نہ ہوں گا۔ تمہیں بھی معلوم ہے کہ وہ رسول خدا ہیں اور ان کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی تھی۔ یہ سب چیزیں دنیاوی محبت کی بنا پر روروا رکھ رہے ہو۔ قیصر نے کہا مجھے انجیل کی قسم ہے تم سچ کہہ رہے ہو۔ حضرت فروت اسلام پر اس سختی سے کاربند رہے کہ زنداں میں ہی داعی اجل کو لبیک کہ گئے۔

جب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ

اسکندریہ کے شاہ مقوقس کو پیغام رسالت نے حضور علیہ السلام کا پیغام

رسالت اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کو پیش کیا تو اس نے اس کی بڑی عزت و تکریم کی۔ جواب میں لکھا مجھے یقین ہے کہ ایک پیغمبر آیا ہے جو خاتم الانبیاء ہے۔ لیکن میرے گمان کے مطابق شام سے ہوگا۔ اس خط کے ہمراہ دو کینزریں جن میں سے ایک حضرت ماریہ قبطیہ تھیں ایک سفید (دلدل) ادنٹ اور دیگر تھانف بھیجے اور حضرت حاطب سے کہا کہ جن اوصاف کا تم ذکر کر رہے ہو وہ سب خاتم الانبیاء میں پائے جاتے ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی بشارت دی تھی اور ساتھ ہی بتایا تھا کہ اس کے اجاب ہمارے ساحل پر بھی اُتریں گے۔ جب حاطب واپس آئے اور اس کی گفتگو کو آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس خبیث نے اپنے ملک کی بخیلی کی ہے لیکن اس کا ملک اس کے پاس نہیں رہے گا۔ چنانچہ وہ حضرت فاروق اعظم کی خلافت کے زمانہ میں مر گیا۔

جب حضرت سلیمان بن عمرو ابن العاص

پیغام رسالت سے انکار پر سزا سرکار اہد قرار کا خط ہدوت بن علی الحنفی کے

پاس لے کر گئے تو اس نے جواب میں تحریر کیا میں قوم کا خطیب و شاعر ہوں۔ تمام عرب

میرے نام سے کانپتے ہیں۔ آپ مخلوق کو جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ سب درست مگر مجھے ایک عمدہ عطا ہو تو پھر میں اتباع کروں گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر وہ کھجور سے گرا ہوا ایک خرما بھی طلب کرے تو میں اسے نہ دوں گا۔ اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے تباہ ہو کر رہے گا۔ جب حضور علیہ السلام فتح مکہ سے لوٹے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آکر ہنودہ کی موت کی خبر دی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اس کے بعد میں میں ایک جھوٹا پیدا ہوگا جو نبوت کا دعویٰ کرے گا اور پھر مقتول ہوگا تا ریح شاہد ہے جو حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ ہو کر رہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کسری نے پیغام رسالت پہنچا کر عبداللہ بن حذافہ کو کسری کے پاس اپنی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ایک خط دے کر بھیجا۔ اگرچہ یہ خط کسری کے لیے پیغام سعادت تھا مگر اس نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے سنا تو فرمایا اس نے میرا خط پارہ پارہ کر دیا خدا نے اس کے ملک و سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد وہ اپنے بیٹے شیریہ کے ہاتھوں مقتول ہوا۔

کسری کی گستاخی کا حشر ہیبت طاری ہو گئی۔ جب عبداللہ بن حذافہ وہاں واپس آئے تو اس نے اپنے حاجبوں سے کہا ائندہ میرے پاس کوئی عرب نہ آنے پائے۔ اس کے بعد وہ اپنے خلوت کدہ میں آیا جہاں کسی غیر کا گزرنہ تھا دیکھا کہ ایک آدمی کھڑا ہے اور ہاتھ میں لاطھی کڑے ہوئے کدہ رہا ہے "ایمان لے آؤ" اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے جو مخلوق کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ کسری بولا: تم جاؤ میں سوچ کر بتاؤں گا۔ اس کے غائب ہو جانے کے بعد حاجبوں کو بلایا اور ان کی غفلت و مستی پر انہیں سختی سے ڈانٹا اور بعض کو قید و بند میں ڈال دیا اور کہا میں نے اس قدر تاکید کی تھی مگر تم لوگوں نے پھر ایک عرب کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے حلیہ کہا ہم نے کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں دی۔ دوسری دفعہ وہی عرب ہاتھ میں عصا لے کسری کی خلوت سرا

میں گھس گیا اور عصاص کے سر پر مار کر کہا جب تک تم ایمان نہ لاؤ گے یہ ڈنڈا تمہارے سر پر
مستطربہ کا خواہ ٹوٹ جائے۔ تیسرے روز جب اس عرب نے ڈنڈا اس کے سر پر مارا تو
ٹوٹ گیا لیکن اسی رات کسری کے بیٹے نے اُسے قتل کر دیا۔

جب کسری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک
کسری کا پیٹ چاک کر دیا گیا جو سر اس پر پیغامِ سعادت تھا، پارہ پارہ کر دیا تو ساتھ
ہی اپنے نائب باذان کو لکھا مجھے معلوم ہوا ہے عرب میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے جو
نبوت کا دعویٰ ہے۔ کسی آدمی کو بھیج کر اس کے احوال کی تحقیق کر کے مجھے اطلاع دو۔ ہو سکے
تو اسے گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ باذان نے دو آدمی بھیجے۔ جب وہ مدینے پہنچے
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور بتایا کہ کسری نے باذان کو لکھا تھا کہ
وہ آپ کے پاس دو آدمی بھیجے۔ حضور علیہ السلام نے مسکرا کر انہیں بیٹھنے کے لیے فرمایا۔
اور پھر دعوتِ اسلام دی۔ مگر انہوں نے جواب دیا اٹھیں اور ہمارے بادشاہ کے حکم کی
تعمیل کریں۔ اگر صلح و آشتی سے چلو تو ہمارا بادشاہ باذان کسری کے نام ایک سفارشی خط
لکھے گا جس سے جان بخشی ہوگی ورنہ جان لیں کہ ہمارے شہنشاہ کا نام کسری ہے۔ وہ تمام
عرب قوم کو غیبت و نابود کر دے گا اور تمام ملک کو دیران کر دے گا۔ اگرچہ انہوں نے
بڑی گستاخانہ گفتگو کی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس نے انہیں لرزہ بر اندام کر دیا۔
باہر آ کر ایک دوسرے سے کہنے لگے اگر ہم زیادہ دیر اس مجلس میں بیٹھے رہتے تو ہلاک ہو جاتے
پھر انہوں نے باذان کے خط کا جواب طلب کیا۔ آپ نے فرمایا: آج تم آرام کرو، کل صبح
میرے پاس آنا۔ جب وہ دوسرے دن حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ باذان کو جا کر
میرا پیغام سناؤ میں کہ میرے پروردگار نے تیرے پروردگار کسری کو قتل کر دیا ہے۔ اگر تم آج
ایمان لے آؤ تو تمہیں موجودہ ملک دے دیا جائے گا۔ وہ وقت آ پہنچا ہے کہ اسلام عرب سے
نکل کر دوسرے ممالک میں پھیل جائے اور آج قیصر و کسری کے قبضہ میں جو کچھ ہے اس پر
اہل اسلام قابض ہو جائیں۔ جب انہوں نے باذان کو جا کر بتایا تو اس نے کہا اگر وہ نجر
میں سچا ہے تو وہ رسول صادق ہے اور ہمیں تمام بادشاہوں سے پہلے اس پر ایمان لانا چاہیے۔

ابھی یہ باتیں کر رہا تھا کہ شیر ویر کا قاصد خبر لایا کہ کسری کو قتل کر دیا گیا ہے۔ باذان اپنے تمام ساتھیوں سمیت مسلمان ہو گیا رحمة اللہ علیہ۔

غزوہ خیبر کے موقع پر آنحضرت
خیبر شکن حضرت علی رضی اللہ عنہ میدان خیبر میں صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر

اسلام کا جھنڈا امیر المومنین حضرت عمرؓ کو دیا۔ آپ ایک جماعت لے کر آگے بڑھے اور جنگ کی مگرتح نہ ہو سکی اور واپس آگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس روز درو شقیقہ تھا چنانچہ آپؐ باہر نہ آسکے اور سیدنا امیر المومنین صدیق اکبرؓ کی قیادت میں لشکر بھیجا لیکن سخت معرکہ کے باوجود فتح حاصل نہ ہو سکی۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ دوسری بار آگے مگر قلعہ خیبر فتح نہ ہو سکا۔ جب آنحضرتؐ نے سنا تو فرمایا: لا عین السرایة عندا سر جلا کتر اراغید

فوار یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ لا یرجع حتی یفتم اللہ علی میدیہ۔ راوی کا بیان ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؓ اس دن وہاں موجود نہ تھے کیونکہ آپؐ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ اور حضرت سیدنا عمرؓ کی خواہش تھی وہ شخص ان میں کا ایک ہو۔ حضرت سعدؓ کا بیان ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موذبانہ دوزانو بیٹھ کر اٹھا تا کہ آپؐ کی نظر رحمت مجھ پر پڑ جائے۔ حضرت سیدنا عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے سوائے اس دن کے کبھی قیادت و امارت کی خواہش نہیں کی۔ جس روز حضورؐ سے میں نے سنا کہ جو شخص صبح جھنڈا اٹھانے گا وہ اللہ اور رسول کا محبوب ہو گا۔

اور جیت تک فتح یاب نہ ہو گا واپس نہ آئے گا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ آپؐ کو آشوب چشم تھا۔ حضور علیہ السلام نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا تو ان کی آنکھیں اسی وقت ابھی ہو گئیں اور تمام عمر درد میں مبتلا نہ ہوئیں۔ بعد ازاں آپؐ نے جھنڈا حضرت علیؓ کو عطا فرمایا اور اپنی زرہ انہیں پہنائی اور ذوالفقار ہاتھ میں پکڑا کر دعا کی: اللہم اکفر الحرة والبرد۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ فرماتے ہیں اس دن سے مجھ پر گرمی و سردی کا کوئی اثر نہ ہوا۔ میں نے گرمیوں میں پشمینہ پہنے رکھا اور سردیوں میں باریک کپڑوں میں باہر گھومتا رہا لیکن مجھے سردی و گرمی کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ چنانچہ آپؐ جلدی سے

قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابھی لشکر کا آخری حصہ وہاں نہیں پہنچا تھا کہ آپ پہنچ گئے۔ حضرت رافعؓ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ (غلام) تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ ابھی قلعہ کے پاس پہنچے ہی تھے کہ ایک یہودی نے ان پر ایسا سخت وار کیا کہ ڈھال زمین پر گر گئی لیکن آپ نے قلعہ کے دروازہ کو اٹھا کر ڈھال بنالیا اور ابھی دروازہ آپ کے ہاتھوں میں ہی تھا کہ فتح حاصل ہو گئی۔ کہتے ہیں پھر آپ نے اس آہنی دروازہ کو اپنی پشت پر رکھا اور پل بنا دی تاکہ تمام مسلمان اس پر سے گزر کر قلعہ میں داخل ہو جائیں۔ جب کام ہو گیا تو آپ نے اس دروازے کو زمین پر پھینک دیا۔ حضرت رافعؓ کہتے ہیں اس کے بعد ہم سات آدمی دروازے کو ہلاتے رہے مگر اسے نہ ہلا سکے۔

غزوہ خیبر میں ایک یہودی عورت نے ایک بکری مقام خیبر پر یہودیہ کی زہر خورانی بریاں کر کے اس میں زہر ملا دیا۔ اس کے سینہ اور کندھوں کے گوشت میں زہر زیادہ کر دیا کیونکہ اس نے سنا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اعضاء کا گوشت بہت پسند ہے۔ آپ نے جب کھانا شروع کیا تو گوشت کا ایک ٹکڑا خود پکا اٹھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں زہر آلود ہوں۔ آپ نے گوشت سے ہاتھ روک لیا۔ حضرت بشر بن البراءؓ نے اس میں سے کچھ کھا لیا تو ان کا وصال ہو گیا۔

جس وقت فتح خیبر کے لیے خیبر کا خیبر میں ایک جاں نثار رسولؐ کی شہادت محاصرہ کیا گیا تو ایک حبشی گڈریا حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اس کے پاس بکریوں کا ریوڑ تھا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلام قبول کرنے کا خواہاں ہوں۔ آپ نے اسے کلمہ پڑھنے کو کہا۔ اسلام لانے کے بعد اس نے کہا یہ بکریاں میرے آقا کی امانت ہیں ان کا کیا کیا جائے آپ نے فرمایا کہ اس کے گاؤں کی طرف رُخ کر کے چھوڑ دو یہ خود گھر چلی جائیں گی۔ اس حبشی نے چند سنگریزے اٹھا کر بکریوں کو مارے اور کہا اپنے مانک کے پاس چلی جاؤ۔ اب میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا۔ بھڑیں مل کر قلعہ کی طرف چل دیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی ان کو ہانک رہا تھا۔ وہ حبشی اہل قلعہ سے مقابلہ میں شریک ہو گیا۔ اس کے سر پر

ایک پتھر مارا گیا جس سے وہ شہید ہو گیا اور اسے ایک شیلے میں لپیٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ حضور نے التفات فرمائی اور پھر رخ دوسری طرف کر لیا۔ صحابہؓ نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ اس کے پاس ابھی اس کی بیوی اور حور عین آئی ہیں۔

سورج اُلٹے پاؤں پلٹ آیا کہ حضور علیہ السلام کا سر انور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جھولی میں تھا۔ وراں وقت وحی نازل ہوئی اور آفتاب غروب ہو گیا۔ حضرت علیؓ کی نماز قضا ہو گئی۔ جب وحی کے آثار ختم ہوئے تو حضور علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر علیؓ تیرے اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے تو سورج کو حکم دے کہ وہ واپس لوٹ آئے۔ اسماءؓ کہتے ہیں کہ سورج غروب ہو چکا تھا لیکن ہم نے دیکھا کہ وہ پھر طلوع ہوا اور دشت و جبل اس کی کرنوں سے چمکنے لگے۔ طحاویؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ احمد بن صالح فرماتے ہیں کہ اہل علم کے لیے مناسب نہیں کہ اس حدیث کی مخالفت کریں کیونکہ یہ معجزات و نشانات نبوت میں سے ہے۔

تیری مرسی پا گیا سورج پھرا اُلٹے قدم
تیری انگلی اُلٹ گئی ماہ کا کلیبہ چر گیا

کلمہ گو کے قتل کی سزا
ہجرت کے ساتویں سال ایک رات حضور علیہ السلام نے محکم بن جنادہ عامر اشجعی کو جو ایک نو مسلم تھا، سخت سست کہا اور پوچھا تم نے ایک کلمہ گو کو کیوں قتل کر دیا؟ اس نے جواب دیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس نے کلمہ محض جان بچانے کے لیے پڑھا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تم نے اس کا دل کیوں نہیں پیرا کہ تجھے معلوم ہو جاتا اس کی کیا خواہش تھی۔ زبان دل کی ترجمان ہوتی ہے بعد ازاں حضور علیہ السلام نے محکم پر بددعا کی اور وہ ایک ہفتہ کے بعد مر گیا۔ جب اُسے دفن کرنے لگے تو زمین اسے باہر پھینک دیتی تھی۔ پانچ بار ایسا ہوا اور اسے ایک پتھر کے نیچے دفن کیا گیا۔ حضور علیہ السلام کو خبر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: زمین اس سے بھی بدتر انسانوں کو نگل جاتی ہے لیکن ایسائیوں ہو کہ تم لوگوں کو کلمہ شریف کا وجود

معلوم ہو جائے۔

مسجد کے ستون کی آہ و فغاں تو درخت کے تنے کے ساتھ تکیہ لگایا کرتے۔ یہ درخت مسجد میں ہی اگا تھا۔ لیکن جب ہجرت کے ساتویں آٹھویں سال حضور علیہ السلام کے لیے منبر بنوایا گیا اور آپ نے جمعہ مبارک کے دن اس پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ دیا تو درخت کا وہ سنا پتوں کی طرح آہ و بکا کرنے لگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ اس لیے روتا ہے کہ میں نے اس پر بیٹھ کر خطبہ دینا بند کر دیا ہے۔ چنانچہ حضور منبر سے نیچے اترے اور اپنا دست مبارک اس پر پھیرا وہ خاموش ہو گیا۔ جب مسجد کی تعمیر تو ہوئی تو ابی بن کعبؓ اسے اپنے گھر لے گئے۔ وہ تنہا اتنا بوسیدہ ہو گیا کہ اس میں سے اٹا نکلنے لگا۔ آخر انہوں نے اسے دفن کر دیا ہے۔

استن خانہ در جب رسول

نالہ می زد بچو ارباب عقول

جنگ موتہ میں خالد بن ولیدؓ تین ہزار افراد کو شام کے نزدیک ایک گاؤں موتہ سیف اللہ بن گئے ہیں جنگ کے لیے بھیجا تو حضرت زید بن حارثہؓ کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور فرمایا کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو حضرت جعفر بن ابی طالبؓ عمدہ امارت سنبھال لیں۔ اگر وہ بھی جام شہادت پی لیں تو حضرت عبدالرحمن بن رواحہؓ امیر لشکر ہو جائیں اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمانوں کے اتفاق رائے سے جو امیر لشکر ہو جائے۔ جب لشکر اسلام موتہ کے مقام پر کفار کے آمنے سامنے ہوئے تو حضور علیہ السلام نے مدینہ منورہ میں منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا: "علم جنگ زیدؓ نے پکڑا اور شہید ہوئے، پھر جعفرؓ نے پکڑا اور شہید ہوئے بعد ازاں عبدالرحمن بن رواحہؓ نے پکڑا اور شہید ہوئے" پھر خالد بن ولیدؓ امیر لشکر مقرر ہوئے جن کے ہاتھوں فتح حاصل ہوئی۔ پھر فرمایا: اے اللہ! لاریب وہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جو تو اس کی مدد فرما۔ اس دن انہوں نے حضرت خالدؓ کا نام سیف اللہ رکھ دیا۔ بعد ازاں جب حضرت لعلی بن منبہؓ جنگ موتہ کے متعلق خبریں لے کر حضور علیہ السلام کی خدمت

قدس میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لعلی! میں تجھے حالات و واقعات کی اطلاع دوں یا تو مجھے مطلع کرے۔ حضرت لعلیؓ نے کہا: حضور آپ فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے تمام حالات و واقعات سنانے تو لعلی نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے قسم ہے اس پر دروگاری کی جس نے آپ کو صادق و صدوق بنا کر بھیجا۔ آپ نے اس کی قوم کے متعلق ایک ایک حوت درست بتایا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سرزمین موتہ میری نظروں کے سامنے کر دی یہاں تک کہ میں نے جنگ کے تمام حالات و واقعات کا مشاہدہ کر لیا۔

کفار معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی پر جو صلح حدیبیہ کے بعد حضور علیہ السلام کے دامن پناہ میں آچکے تھے پر شیخون مارا اور کافی تعداد میں کشت و خون کیا تو حضور علیہ السلام نے علی الصبح حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا کہ آج بنو خزاعہ کے ساتھ کوئی واقعہ پیش آ گیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا قریش بزورِ شمشیر مغلوب ہو گئے ہیں۔ اب انہیں عہد و معاہدہ توڑنے کی جرأت کیسے ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اللہ سے اسی لیے عہد توڑتے ہیں کہ اللہ نے ان سے عہد توڑ لیا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! اس نقض عہد کے نتائج اسلام کے حق میں بُرے ہوں گے یا بہتر؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: بہتر ہوں گے۔

ایک بدری کی غلطی اسی سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزم سفر مکہ فرمایا تو ان تک پہنچ جائیں۔ حاطب بن بلتعہؓ نے جو مقتدر مہاجرین میں سے تھے اور جنگ بدر میں بھی جہاد میں شریک ہو چکے تھے۔ اس خیال سے کہ ان کے بعض اعزاء ابھی مکہ میں ہی مقیم ہیں اور اہل مکہ ان کی خاطر مدارات کرتے ہیں۔ ایک رقعہ لکھ کر بھیج دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرف فلاں تاریخ کو روانہ ہو رہے ہیں۔ یہ رقعہ اس نے چپکے سے سارکے ہاتھ بھیجا جو کبھی ابولہب نے آزاد کیا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو

تمام حالات سے آگاہ کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ سارہ کو پکڑ کر اس سے خط واپس لے لیا جائے۔ سارہ اگرچہ ایک تیز رو اور مٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہوا تھا لیکن انہوں نے اسے راستہ ہی میں جا لیا اور خط کے ساتھ اسے بھی واپس لے آئے۔

جب فتح مکہ ہوئی تو حضور علیہ السلام نے بیت اللہ کا جہاں الحق وزہق الباطل طواف کیا۔ اس وقت خانہ کعبہ کے قرب و جوار پر تین سو ساٹھ بت تھے جن کے پاؤں اچھی طرح زمین میں نصب تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے بتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے زبان مبارک سے "جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً" فرماتے جاتے۔ جو نبی حضور کی چھڑی بت کو لگتی وہ دوسرے پر جا گرتا۔ اور مکہ معظمہ میں جس گھر میں بھی بت تھا وہ نگوں سار ہو گیا۔

(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے کیا خوب فرمایا ہے)

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا

تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کے گر گیا (حدائق بخشش)

حضرت علیؓ کعبۃ اللہ کے بت توڑتے ہیں بعض روایتوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ کی معیت میں خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے جہاں بعض ایسی بلند جگہوں پر بت رکھے ہوئے تھے کہ ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ حضرت علیؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرے کندھوں پر پائے اقدس رکھ کر ان اصنام کو نیچے گرا دیجئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اے علیؓ! تم باریتوت کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس لیے تم اپنا پاؤں میرے کندھوں پر رکھ کر چڑھو۔ حضرت علیؓ نے ارشاد نبویؐ کی تعمیل کی اور حضور علیہ السلام کے کندھوں پر چڑھ کر

لے سچ آگیا اور باطل جیتا بنا۔ بے شک وریب باطل فانی ہے۔ (القرآن)

توں کو نیچے گرا دیا۔ دریں اثناء حضور علیہ السلام نے امیر المؤمنین حضرت علیؑ سے پوچھا کہ اے علیؑ! تم اپنے آپ کو کیسا محسوس کرتے ہو؟ حضرت علیؑ نے عرض کی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام حجابات دور ہو گئے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ میرا سر عرشِ معلیٰ پر ہے۔ میں جس پر ہاتھ دھرتا ہوں کھینچ لیتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: "کیا کہنے اس ساعت کے جس میں تم حق کا کام کر رہے ہو اور میں کتنا خوش حال ہوں کہ میرے شانوں پر بارِ حق ہے۔"

فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی چھت پر پہلی اذان

تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ بیت اللہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان کہو کیونکہ قریش مکہ سے بھاگ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے تھے۔ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "اشہد ان محمداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ کہے تو ابو جہل کی بیٹی جویریہ نے کہا:

"خداوند اتیرا نام برتر و بالا ہے۔ ہم تیری نماز پڑھیں گے۔ لیکن بخدا ان لوگوں کو کبھی دوست نہ رکھیں گے جنہوں نے ہمارے حلیفوں کو قتل کیا ہے میرا باپ سچائی پر قائم رہا۔ اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ٹھکرا دیا اور اسے پسند نہ کیا کیونکہ وہ اس کی قوم کے مزاج کے خلاف تھی۔"

خالد بن اسید بولے:

خدا کا شکر ہے میرا باپ اسی بات سے سرنخ رو ہو گیا کہ اس نے اذان نہ سنی۔"

اس کا باپ فتح مکہ سے ایک دن پہلے مر گیا تھا۔

اسی طرح دوسرے لوگ بھی چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ ابوسفیان بولے: میں تو کچھ کہتا

نہیں کیونکہ میری ہر بات یہ سنگبیزے حضور علیہ السلام سے کہ دیں گے۔ اسی اثناء میں حضور علیہ السلام تشریف لے آئے اور ان کے قریب کھڑے ہو کر ایک ایک فرد سے خطاب فرمایا کہ فلاں شخص نے یوں کہا تھا فلاں نے یوں۔ ابوسفیان فوراً بول اٹھے: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے تو کچھ نہیں کہا تھا۔" یہ سن کر حضور علیہ السلام نے تبسم فرمایا۔

حضرت شیبہؓ بن عثمان کہتے ہیں جب فتح مکہ

فاتح حنین میدان کارزار میں کے بعد حضورؐ نے حنین کی طرف جو مکہ اور طائف

کے درمیان ایک وادی ہے، عزم غزوہ فرمایا تو میں نے عہد کر لیا کہ اپنے باپ اور چچا کا جنہیں مسلمانوں نے اُحد میں قتل کر دیا تھا، انتقام لوں گا چنانچہ میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ کسی نہ کسی طرح جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کینہ نکالوں۔ میں خنجر لے کر واپس نہایت سے بڑھا تو حضرت عباسؓ کو کھڑے پایا۔ میں نے خیال کیا میں ادھر سے تو کامیاب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ میں بائیں جانب سے بڑھا تو ادھر بھی ایک آدمی کھڑا پایا۔ میں پیچھے سے ہو کر آپ پر حملہ کرنے کو ہی تھا کہ ایک شعلہ آتش اٹھا جو میرے اور حضور علیہ السلام کے درمیان حائل ہو گیا۔ مجھے خدشہ تھا کہ یہ شعلہ مجھے جلا کر کہیں خاکستر نہ کر دے۔ میں نے خائف و ترساں ہو کر اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیے اور اٹے پاؤں بھاگ رہا تھا کہ حضور علیہ السلام نے مجھ پر نگاہِ کرم ڈالی اور فرمایا: شیبہؓ! میرے نزدیک آؤ۔ پھر فرمایا: اے اللہ جل جلالہ! اس سے شیطان دور کر دے۔ جب میں نے حضور علیہ السلام کے چہرہ اقدس کی طرف دیکھا تو میری آنکھوں اور کانوں نے یہ شہادت دی کہ میں کفار سے جہاد کروں۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں

فتح مکہ کے دن حضرت عیسیٰؑ کا ہڈیہ تبریک کہ فتح مکہ کے دن ہم حضور علیہ السلام

کے ساتھ طوافِ کعبہ کر رہے تھے کہ ایک کپڑا اور ہاتھ نمودار ہوئے۔ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہاتھ اور کپڑا کیسا ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نے انہیں دیکھا ہے؟ میں نے کہا: نہیں حضور۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ عیسیٰؑ ابن مریمؑ تھے جو مجھے سلام کہہ رہے تھے۔

مالک بن عوف جنگ حنین میں لشکر کفار

جنگ حنین میں نصرتِ الہی کی بارش کا کا انداز تھا۔ جو نہی لشکرِ اسلام

میدانِ جنگ سے قریب ہوا اس نے چند جاسوسوں کو لشکرِ اسلام کا جائزہ لینے کے لیے

بھیجا وہ مشاہدہ کے بعد مالک بن عوف کے پاس نہایت پریشان حالی کے عالم میں پہنچے تو

اس نے اُن سے اس پریشانی کا سبب پوچھا تو بولے: ہم نے چکبرے گھوڑوں پر ایسے سوار دیکھے ہیں جن کے رنگ سفید ہیں۔ اور اگر ہماری قوم ان سے لڑے تو مقابلے کی تاب نہ لاسکے گی۔ خیریت اسی میں ہے کہ ہماری زبان پر اعتقاد کرو واپس چلے جاؤ اور ہمیں اور اپنے آپ کو ہلاکت سے بچاؤ۔

غزوہ حنین میں سرکارِ دو عالم کی ثابت قدمی آغاز میں مسلمانوں پر شکست کے آثار پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! جس فتح و ظفر اور کامیابی و نصرت کا تُو نے وعدہ فرمایا ہے اس سے ہمیں نواز۔ چنانچہ نصرتِ الہی ملائکہ کی صورت میں آ پہنچی۔ ملائکہ چکبرے گھوڑوں پر سوار میدانِ کارزار میں اتر آئے۔ حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے: "هَذَا حِينِ الْوَطِينِ" یعنی اب جنگ کا بازار گرم ہو چکا ہے۔ بعد ازاں آپ نے مسطحی بھر مٹی لی اور اسے کافروں کی طرف پھینک دیا۔ آپ کا شاہتہ الوجوۃ فرمانا تھا کہ تمام کفار کی آنکھیں مٹی سے بھر گئیں۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ کفار اُلٹے پاؤں بھاگے۔

حنین میں کفار منہ کے بل گر پڑے بعض روایات میں اس طرح آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا مجھے باری باری ریت کی مسطحی پکڑ اتے جاؤ۔ جس اُونٹنی پر حضور علیہ السلام سوار تھے وہ اتنی خمیدہ پشت تھی کہ آپ آسانی سے زمین سے ریت کی مسطحی اٹھا سکتے تھے۔ آپ نے ریت کی مسطحی بھر کر شاہتہ الوجوۃ ثم لا ینصرون فرمایا اور مٹی کفار کی طرف پھینک دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں شکست و ہزیمت اٹھانی پڑی۔

حضرت عابد بن عمرؓ

میدانِ کارزار میں سرکارِ دو جہان کا دستِ شفاء مزنی کا بیان ہے کہ ہم جنگ حنین میں حضور علیہ السلام کے عین سامنے جنگ کر رہے تھے۔ اچانک غنیم کی طرف سے ایک تیر میری پیشانی پر آکر لگا جس کے اثر سے میری پیشانی، سفید ڈاڑھی اور سینہ پر

خون بہنے لگا۔ حضور علیہ السلام نے اپنے دستِ اقدس سے میری پیشانی، چہرے اور سینے سے خون صاف کر دیا۔ حضرت عایدؓ اپنی زندگی میں یہ واقعہ نہایت فخر سے سنایا کرتے تھے۔ جب ان کی وفات واقع ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت عایدؓ کے جسم کے جس حصے پر حضور علیہ السلام نے اپنا دستِ اقدس پھیرا وہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔

سجرت کے نویں سال حضور علیہ السلام نے بنی کلاب کی گستاخانِ رسولؐ کی طرف ایک مہم روانہ فرمائی اور ساتھ ہی ایک مکتوبِ عقلِ ماؤف ہو گئی گرامی بھی ارسال فرمادیا تاکہ وہ لوگ اسلام کے مطیع و منقاد ہو جائیں۔ ان لوگوں نے مکتوبِ گرامی کی عبارت کو دھو ڈالا اور جس چمڑے پر خط لکھا گیا تھا اسے ایک چرخِ ڈول کے ساتھ سی لیا۔ حضور علیہ السلام کو خبر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا:

”ما لہم اذہب اللہ عقولہم۔“

اس کے بعد اس قبیلہ کی عقلِ ماؤف ہو گئی اور اس قدر مختلط الکلام ہو گئے کہ ان کی باتوں کے مفہوم کی بھی سمجھ نہ آتی تھی۔

اسی سال غزوہ تبوک واقع ہوا۔ ایک جگہ حضور علیہ السلام سفر تبوک میں پانی کے کوئینڈ آ گئی۔ مقام تبوک تک حضور علیہ السلام کو سفر چند پيالے چشمہ بن گئے اختیار کرنا پڑا۔ تمام رات سفر میں گزر گئی۔ صبح کے وقت آپ کوئینڈ آ گئی حتیٰ کہ سورج نکل آیا۔ حضور نے ابو قتادہؓ سے پانی طلب کیا۔ ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک لوطا پانی تھا جس سے میں نے حضور علیہ السلام کو وضو کرایا۔ وضو سے فراغت کے بعد فرمانے لگے: باقی ماندہ پانی کو ذرا سنبھال کر رکھنا یہ بہت کام آئے گا۔

آپ کے آگے آگے صحابہ کرام کا قافلہ تھا جو ایک ایسی جگہ ٹھہر گیا جہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم نے ہرچند کہا کہ کسی ایسی جگہ قیام کر دو جہاں پانی ہو لیکن کسی نے التفات نہ کی۔ جب ہم وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ شدتِ گرمی نے انہیں بہت متاثر کر رکھا تھا اور پیاس کے باعث اونٹوں کو حلال کر کے ان کے معدوں کے پانی سے

اپنی پیاس بجھا رہے تھے۔ جب حضور علیہ السلام اس صورت احوال سے مطلع ہوئے تو فرمایا: اگر یہ لوگ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے فرمان پر عمل پیرا ہوتے تو انہیں کوئی گزند نہ پہنچتی۔ بعد ازاں حضور نے باقی ماندہ پانی طلب فرمایا لوگوں کو پانی پینے کے لیے بلایا۔ آپ پانی ڈالتے جاتے تھے اور لوگ پیتے جاتے تھے حتیٰ کہ تمام لوگوں نے پانی سیر ہو کر پیا۔ علاوہ ازیں دس ہزار گھوڑے اور پندرہ ہزار اونٹ بھی اس پانی سے سیراب ہوئے۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجابِ رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

محمدؐ ہے متاعِ عالم ایجاد سے پیارا تبوک ہوئے حضرت عبداللہ بن خنیسہ
جس روز حضور علیہ السلام عازمِ مومناں

اپنے گھر آنے ان کی دو حسین و جمیل بیویاں تھیں جنہوں نے اس روز خس کے پردوں کو پانی میں بسا کر ان سے نہایت عمدہ فرش تیار کیے اور پھر ان پر عبداللہ کے لیے نہایت عمدہ اور لذیذ کھانے چُنے۔ جو نبی عبداللہ نے ان کھانوں کو دیکھا تو کہا: سبحان اللہ! وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جسے پروردگار عالم نے آئندہ و گزشتہ تمام گناہوں سے منزہ پیدا فرمایا۔ اس شدید گرمی کے موسم میں کفار کے قتال کے لیے تشریف لے جائیں اور عبداللہ رنگارنگ کھانوں سے سیر ہو کر ان بیویوں سے مباشرت کرے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہ پہنچوں ان بیویوں سے کلام نہیں کروں گا۔ گھر سے نکلے اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر ایک طرف چل دیئے۔ بیویوں نے ہر چند کلام کرنے کی کوشش کی لیکن آپ ملتفت نہ ہوئے۔ جو نبی عبداللہؓ مقامِ تبوک کے نزدیک پہنچے تو حضور کو بتایا گیا کہ ایک اونٹ سوار دور سے اس طرف آتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: وہ ابو خنیسہ ہوگا۔ نزدیک پہنچے تو حضور کا ارشاد بالکل درست نکلا۔ ابو خنیسہ نے حضور کی خدمت میں پہنچ کر سلام عرض کیا۔ حضور علیہ السلام نے جواباً فرمایا: اے ابو خنیسہ! یہ تیرے لیے بہتر بات ہے کہ تو نے فانی ناز و نعمت کو اختیار نہ کیا اور تم رضائے حق میں کھو گئے جو تیرے لیے بہتر ہے۔

ابو امیہؓ کا بیان ہے جب جگب تبوک کے موقع پر حضور علیہ السلام کھجوروں میں برکت وادی قری میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہاں ایک بڑھیا کے پاس کھجوروں کا باغ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ وہ اس کے باغ کی کھجوریں توڑیں۔ جب کھجوریں توڑی گئیں تو دس وستق کے لگ جگ نکلیں۔ آپ نے اس عورت کو ہدایت فرمائی کہ وہ کھجوروں کا وزن یاد رکھے۔ جب حضورؐ نے مراجعت فرمائی تو اس بڑھیا سے پوچھا اس دفعہ کتنی کھجوریں نکلیں، اس نے عرض کی: حضور! دس وستق۔ یعنی اس مقدار میں ہوئیں جو حضورؐ کے صحابہؓ نے توڑی تھیں۔

جب حضور علیہ السلام وادی قری سے تبوک کی طرف روانہ ہوئے وادی قری کا طوفان تو فرمایا اس رات سخت آندھی چلے گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ اٹھے اور اپنے اپنے اونٹوں کو مضبوطی سے باندھ لے اس رات سخت آندھی آئی اور ان دو اشخاص کو جو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اڑا کر دور پہاڑوں پر پھینک دیا۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ کے لیے حضورؐ کی دعا
حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں
جب حضور علیہ السلام غزوة تبوک کے لیے روانہ ہوئے تو میرا اونٹ بہت لاغر اور ضعیف تھا۔ میرا خیال تھا چند روز مزید ٹھہر کر حضور علیہ السلام سے جا ملوں گا۔ میں نے کئی روز تک اپنے اونٹ کو چارہ کھلایا۔ بعد ازاں میں عازم سفر ہوا۔ جب ایک جگہ پہنچا تو میرے اونٹ کی ٹانگ ٹوٹ گئی جس کے باعث وہ آگے نہ چل سکا۔ میں نے اپنا مال و متاع اپنی پشت پر رکھا اور چل دیا۔ راستہ میں سخت گرمی سے دوچار ہونا پڑا۔ لشکر اسلام کے نزدیک پہنچا تو لوگوں نے حضور علیہ السلام کو بتایا حضور! کوئی شخص سپیدل چلا آ رہا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: مجھے امید ہے وہ ابو ذر غفاریؓ ہوں گے۔ جب میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے

لے ایک وستق چار من تین میر کے قریب ہوتا ہے۔ (مترجم)

قیام کی حالت میں فرمایا: خوش رہو ابو ذر! تم تنہا سفر کرتے ہو تنہا ہی اس دنیا سے جاؤ گے اور تنہا ہی بروز حشر اٹھو گے۔ کہتے ہیں جب ابو ذر غفاریؓ کا وصال ہوا تو آپ تنہا ہی تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے آپ کو بحالتِ وفات پایا تو کہا: "سبح فرمایا تھا خدا کے رسول صادق و صدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ صاحبِ مسقی نے لکھا ہے کہ میں نے سنرت ابو ذرؓ کے مزار کی زیارت کی ہے۔ میں نے وہاں وہ کیف و جذب پایا جو دیگر صحابہ کرامؓ کے مزار پر نہ پاسکا۔ میں نے ان کی قبر کے سامنے نماز ادا کی۔ جو نہی میں سر بسجود ہوا تو آپ کی تربت انور سے مشک و عنبر نکلے جنہوں نے میرے مشام جان تک کو معطر و معنبر کر دیا۔"

شدید خاک و لیکن ز تربتِ ما
توان شناخت کزیں خاک مردمی خمیزد

اسی غزوہ کے موقع پر بعض جگہوں پر آپؐ کی حضورؐ کو ہر چیز کا علم ہوتا ہے اور نٹنی گم ہو گئی۔ منافقوں میں سے ایک منافق کہنے لگا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیغمبر ہونے پر گمان ہے وہ تمہیں آسمان کی خبریں دیتا ہے اور حالت یہ ہے کہ اپنی اور نٹنی کا کچھ پتہ نہیں۔ جب حضور علیہ السلام کو اس کی اس ہرزہ سرائی سے مطلع کیا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی اطلاع دے رکھی ہے ابھی ابھی مجھے مطلع کیا گیا ہے کہ اور نٹنی فلاں جگہ ہے اور اس کی مہار فلاں درخت سے اٹکی ہوئی ہے۔ صحابہ کرامؓ وہاں گئے تو اور نٹنی اسی حال میں پائی جس حال میں حضور علیہ السلام نے انہیں آگاہ کیا تھا۔

جنگِ تبوک میں شرکت کے لیے کچھ منافقین
منافقین کے جنگِ تبوک میں تاثرات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
ہو لیے۔ ان میں سے ایک کا نام ودیعت بن ثابت، دوسرے کا نام اشجع اور تیسرے کا
مخشی بن حمیر تھا۔ وہ ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے کہ مسلمان جنگِ بنی احدؓ کو بھی
دوسری جنگوں کی طرح خیال کرتے ہیں۔ واللہ ہمیں نظر آتا ہے کہ کل مسلمانوں کو پکڑ کر رستوں سے

جکڑ دیں گے۔ مغششی بن حمیر بولا: میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ہم سے ہر ایک ان مسلمانوں کو بحالتِ قید ایک ایک سو درے لگائے۔ اس کے بعد ہماری شان میں قرآن نازل نہ ہوگا۔ ابھی وہ ان باتوں میں مصروف تھے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عمار بن یاسر سے فرمایا کہ ان سے پوچھو کیا کہہ رہے ہیں۔ اگر انکار کریں تو ان سے کہہ دینا تم اسی طرح کی باتوں میں مصروف تھے جب عمار بن یاسر ان کے پاس پہنچے تو اسی طرح ان سے مخاطب ہوئے۔ وہ سب کے سب حضور کی خدمت اقدس میں معذرت کرنے آگئے۔ وایت بن ثابت نے آپ کی ناقہ کی رکاب تمام کر کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم تو عام باتیں کر رہے تھے اور وہ بھی لہو و لعب کی۔ مغششی بن حمیر بولا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجھے تو محض میرے نام اور میرے باپ کے نام نے ان میں بٹھا دیا۔ حضور نے مغششی کے اس عذر کو قبول فرماتے ہوئے اُسے معافی دے دی اور اس کا نام عبدالرحمن رکھ دیا۔ اس نے اسی وقت بارگاہِ ایزد متعال میں دعا کی کہ اسے ایسی جگہ شہادت نصیب ہو جس کا کسی کو علم نہ ہو۔ چنانچہ وہ بیمار کے روز شہید ہوا لیکن اس کا نام و نشان نہ مل سکا۔

ابھی مقامِ تبوک سے دُور ہی تھے کہ حضور علیہ السلام مقامِ تبوک میں چشمے ابل پڑے۔ ابھی مقام تبوک سے دُور ہی تھے کہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام سے فرمایا: کل تم بوقتِ چاشت تبوک تک پہنچ جاؤ گے۔ لیکن یہ بات یاد رکھو جب تک میں نہ پہنچ جاؤں تم وہاں کے پانی کو مت چھو نا۔ جب پوری جمعیت وہاں پہنچی تو دیکھا کہ چشمہ میں پانی بہت کم تھا۔ حضور علیہ السلام کے ارشاد کے پیش نظر کسی نے اسے ہاتھ نہ لگایا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے آئے۔ حضور نے اپنے ہاتھ اس پانی سے دھوئے تو چشمے کا پانی اُبلنے لگا اور اس قدر زیادہ ہو گیا کہ تمام مسلمانوں نے بقدرِ حاجت پانی بھر لیا۔ حضور علیہ السلام نے حضرت معاذ بن جبل سے فرمایا کہ تمہاری عمر اتنی ہو گی کہ تم اس چشمے کا پانی بانگوں کو سیراب کرتا دیکھو گے۔

حضرت معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ تبوک کی مہم سے واپسی وادی تبوک شاداب ہو گئی پر ہمیں ایک ایسی وادی سے گزرنا پڑا جہاں ایک پتھر کے

شکاف سے اتنا پانی بہ رہا تھا جس سے صرف دو سو سوار سیراب ہو سکتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا ہم سے پہلے کوئی شخص اس پانی کے نزدیک نہ جائے۔ اور اگر نزدیک پہنچے تو اسے بس ذرا بلا دے۔ صحابہ کرامؓ سے چار افراد پہلے پہنچ گئے اور جتنا پانی تھا اس کے گرد بند باندھ دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی معیت میں وہاں پہنچے تو پانی کے گرد بند باندھنے والے کا نام دریافت فرمایا۔ انہوں نے نام بتائے۔ حضور علیہ السلام نے انہیں سخت سُست کہا۔ بعد ازاں سواری سے نیچے اتر کر اس پتھر کے شکاف کو اپنی انگلی مبارک سے ٹولا اور کچھ باتیں بھی کہیں۔ یہاں تک کہ اس پتھر سے پانی بہنا شروع ہو گیا۔ آپ نے پانی کا چلو بھر کر اس پتھر کے شکاف پر چھڑک دیا۔ حضرت معاذؓ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ اس وادی میں پانی بجلی کی سی تیزی سے بہنے لگا۔ حضورؐ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک کی عمر اتنی ہوگی کہ تم اس وادی میں دریا بہتے دیکھو گے اور اس وادی کے آس پاس کوئی وادی بھی زیادہ سرسبز و شاداب نہ ہوگی۔ ایک صحابی کا بیان ہے بخدا پورے ملک شام میں اس وادی سے زیادہ خوشگوار اور سرسبز وادی کہیں نہیں ملتی۔

اسی سفر میں ایک بہت بڑا اثر رہا نظر آیا جس کی بیسٹ کچھ وادی تبوک کے جنات عجیب قسم کی تھی۔ اسے دیکھ کر لوگ خائف و ترساں ہو گئے لشکر اسلام کی سلامی میں اور فوراً حضور علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ حضور اس وقت اپنی چادر کی سخت نگہداشت فرما رہے تھے۔ چند لمحوں کے بعد وہ سانپ راہ سے ہٹ گیا اور گردن اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگا پھر سر نیچے کر کے چلا گیا۔ حضور علیہ السلام نے صحابہؓ سے فرمایا: یہ ان جنوں میں سے تھا جو ہمارے پاس قرآن کریم سننے کے لیے آتے تھے۔ اب جبکہ ہم ان کی رہائش کے قریب پہنچے ہیں تو وہ ہمیں سلام کہنے کے لیے آیا تھا اور تمہیں بھی سلام کہتا ہے۔ تم بھی اُسے وعلیکم السلام کہو۔ صحابہؓ نے اسے جواباً وعلیکم السلام کہا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کے تمام بندوں سے محبت رکھو جو بھی ہوں۔

بنی سعد کے ایک جوان سال کا بیان ہے کہ جنگ تبوک مسلمان اور کافر کی خوراک کے موقع پر ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھ صحابہ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے کہ میں جا پہنچا اور صاف صاف کہہ دیا اشہد ان

لا الہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ حضور علیہ السلام نے فرمایا تم نے تو دولتِ ابدی سے اپنا دامن بھریا اور سعادتِ سرمدی سے بہرہ ور ہو گئے ہو۔ اس کے بعد آپ نے حضرت بلالؓ سے کھانا لانے کے لیے کہا۔ انہوں نے دسترخوان بچھایا اور کھجور کا آٹا جو گھی میں گندھا تھا، آگے رکھ دیا۔ ہم سب نے سیر ہو کر کھایا۔ میں نے عرض کی: حضور! اس سے قبل میں آٹا کھانا اکیلا کھاتا تھا تو سیری نہ ہوتی تھی۔ آپ نے فرمایا: کافرسات آتیں بھر کر کھاتا ہے اور مسلمان صرف ایک آنت بھرتا ہے۔

دوسرے روز میں چاشت کے کھانے کے لیے باہر آیا
مٹھی بھجوروں میں برکت بدیں نیت کہ اسلام پر میرا یقین اور محکم ہو جائے۔

میں نے دیکھا حضور علیہ السلام دس اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: مجھے کھانا لا دو۔ حضرت بلالؓ مٹھی بھجوریں لے آئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تمام کھجوریں لے آؤ اور خدانے بزرگ و برتر سے جو تمام مخلوق کا رازق ہے نا امید نہ ہو۔ حضرت بلالؓ تمام کھجوریں نکال لائے میرا خیال تھا کہ تھوڑی سی مقدار ہے لیکن جب آپ نے ان کھجوروں پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: اللہ کا نام لے کر کھائیے تو سب کھانے لگے۔ چونکہ میں سب زیادہ کھانے والا تھا اور بمشکل سیر ہوتا تھا۔ اس لیے میں نے اس قدر کھایا کہ پیٹ میں مزید جگہ نہ رہی۔ میں نے دیکھا کہ دسترخوان پر اتنی کھجوریں پڑی تھیں جتنی بلالؓ نے لے کر آئے تھے۔ ہم تین دن تک باقی ماندہ کھجوریں کھاتے رہے اور بلالؓ اتنی ہی مقدار میں اٹھا کر رکھ لیتے۔ اس طرح اسلام پر میرا یقین نہایت محکم و پختہ ہو گیا۔

جس دن حضور علیہ السلام نے نبوک کے
اسلامی لشکر ہرقل کے مشاہدے میں مقام پر نزول فرمایا اس سے پہلے ہرقل

بھی وہاں پہنچ چکا تھا۔ کچھ وقت ٹھہرنے کے بعد اس نے ایک غسانی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تاکہ وہ حضور علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے نشانات و علامات کا مطالعہ و مشاہدہ کرے۔ چنانچہ اس نے اگر حضور علیہ السلام کے اخلاقِ عالیہ اور اوصافِ حمیدہ کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں سُرخِ مہرِ نبوت اور صدقہ کی ناپذیرائی

سے واقف ہو کر واپس چلا گیا اور جو مشاہدات کیے ان کا عام چرچا کیا۔ ہر قتل نے حضور علیہ السلام کے اخلاقِ کریمہ اور اوصافِ حمیدہ سن کر اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تلقین کی لیکن وہ بد نیت بجائے مسلمان ہونے کے اس کے خلاف بغاوت پر تل گئے اور سخت شور و غوغا کرنے لگے۔ ہر قتل پر ان کا رعب اور دہرہ غالب آ گیا اور اسے اپنی جگہ سے ہلنے کی طاقت نہ رہی۔ آخر جس طرح بھی ہو سکا ان کی شورشِ فرد کی۔

حضور علیہ السلام نے حضرت خالد
خالد بن ولید دومۃ الجندل کے معرکہ پر بن ولید کو تبوک سے دومۃ الجندل

بھیجا تاکہ وہ دومۃ الجندل کے بادشاہ اکیدر سے محاربہ و مقابلہ کریں۔ اکیدر ایک عیسائی بادشاہ تھا حضرت خالد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: حضور! ہماری تھوڑی سی جمعیت ہے اس کا دشمنوں کے علاقہ میں کیا حال ہوگا؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اس حال میں فتح و نصرت سے نوازے گا جب وہ ایک پہاڑی گائے کو شکار کر رہا ہوگا۔ یہ سن کر حضرت خالد بن ولید دومۃ الجندل کی جانب روانہ ہوئے اور چاندنی رات میں شاہ اکیدر کے قلعہ تک جا پہنچے اکیڈ اس وقت اپنی بیوی جس کا نام رباب تھا، کے ساتھ لہو و لعب اور شراب نشی میں مشغول تھا اور ایک طوائف اپنی رامشگری سے اُن کا دل بہلا رہی تھی۔ حضرت خالد گھات میں بیٹھے انہیں خوب دیکھ رہے تھے۔ دفعۃً کیا دیکھتے ہیں کہ پہاڑی گائے اچھلتی کودتی قلعہ کے دروازہ پر آگئیں اور اپنے سینگوں سے دروازے کو توڑنے لگیں۔ اکیدر نے رباب سے پوچھا: پہلے کبھی ایسا ہوا ہے؟ اس نے منفی میں جواب دیا۔ اکیدر بولا: ایسا شکار ہاتھ سے کون جانے دیتا ہے؟ چنانچہ اس نے گھوڑے پر زین ڈالی اور اپنے بھائی حسان اور دوسرے لوگوں کے ساتھ قلعے سے باہر نکل آیا اور پہاڑی گائیوں پر حملہ کر دیا۔ حضرت خالد نے موقعِ غنیمت جان کر اُن پر حملہ کر دیا۔ شاہ اکیدر کا بھائی حسان اس محاربہ میں قتل ہو گیا اور شاہ اکیدر کو قید کر لیا گیا لیکن دوسرے دوڑ کر قلعے کی طرف آگئے۔

سنگریزوں سے کنویں میں پانی کی کثرت ہو گئی بنی سعدیہ کی ایک جماعت
حضور علیہ السلام کی

خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم اپنے اہل و عیال کو ایک ایسے کنویں پر چھوڑ آئے ہیں جس میں پانی بہت کم ہے اور ہماری کفایت نہیں کرتا۔ ہماری خواہش ہے کہ اس کا پانی آپ کی دعا سے زیادہ ہو جائے اور اس طرح ہماری عزت و احترام میں اضافہ کے علاوہ ہمیں مخالفین دین سے بھی کوئی سروکار نہ رہے۔ حضور علیہ السلام نے ایک شخص کو چند سنگریزے لانے کے لیے فرمایا۔ وہ تین سنگریزے لے آیا۔ آپ نے انہیں ہاتھ میں لے کر ملا اور اس شخص کو دے کر فرمایا: جاؤ اللہ کا نام لے کر ان سنگریزوں کو باری باری اس کنویں میں ڈال دو۔ جونہی ایسا ہوا اس کنویں کا پانی جوش مارنے لگا اور اس میں اس قدر اضافہ ہوا کہ وہ لوگ اپنے مخالفوں پر غالب و مستولی ہو گئے۔

حضرت عرباض بن ساریہ کہتے ہیں کہ تبوک میں حضور سایت کھجوریں سارے علیہ السلام حضرت ام سلمہ کے خیمہ میں تھے۔ میں دو اور لشکر کی غذا بن گئیں آدمیوں کو لے کر وہاں حاضر ہوا۔ ہم تینوں بھوکے تھے۔ حضور علیہ السلام نے ہمارے لیے کھانا منگایا لیکن کوئی چیز موجود نہ تھی۔ حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ ان آدمیوں کے لیے کھانے کا بندوبست کرو۔ حضرت بلالؓ نے عرض کی: حضور! ہم نے تمام تھیلوں کو چھانا پھٹکا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: دوبارہ جھاڑو، ہو سکتا ہے کوئی چیز مل جائے۔ حضرت بلالؓ نے برتھیلے کو باری باری جھاڑا ان میں سے سات کھجوریں نکلیں۔ حضور علیہ السلام نے اپنا دست اقدس ان پر رکھا اور ان آدمیوں سے فرمایا: اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ حضرت عرباضؓ کا بیان ہے کہ میں اکیلا چون کھجوریں کھا گیا اور ان کی گٹھلیاں میرے ہاتھ میں ہی تھیں۔ میرے ساتھی بھی میری طرح ہی کھا رہے تھے۔ جب ہم سیر ہو گئے تو سات کھجوریں باقی بچ گئیں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: ان کھجوروں کو جو بھی کھائے گا ان شاء اللہ وہ سیر ہو جائے گا۔ دوسرے دن دس فقراء حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے وہی سات کھجوریں طلب کیں اور اپنا دست اقدس ان پر رکھا اور فرمایا: اللہ کے نام سے کھاؤ۔ حضرت عرباضؓ کہتے ہیں مجھے قسم ہے اس خدا نے بزرگ و برتر کی جس نے حضور علیہ السلام کو دین حق دے کر بھیجا۔ ہم ان دس فیروں کے

بمراہ کھجوریں کھا کر سیر ہو گئے لیکن وہ سات کھجوریں اسی طرح اپنی اپنی جگہ پر پڑی تھیں۔ بعد ازاں حضور علیہ السلام نے فرمایا: اب خدائے برتر و بزرگ سے شرم آتی ہے ورنہ کھجوروں سے تمام اہل مدینہ سیر ہو جاتے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کھجوریں بچوں میں تقسیم فرمادیں۔

نبوک سے واپسی پر منافقین کی ایک
منافقین کے جنازے سے اجتناب جماعت نے اس بات پر اتفاق کر لیا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عقبہ پہنچیں تو انہیں وہاں گرا دیا جائے۔ رات کے وقت عقبہ پہنچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو براستہ وادی جانے کا حکم دیا لیکن خود عقبہ روانہ ہوئے اور کسی کو اپنے پیچھے آنے کی اجازت نہ بخشی۔ آپ نے اپنے اونٹ کی مہار حضرت عمار بن یاسر کے ہاتھ میں دے دی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسے

ہانکنے پر مامور فرمایا۔ اس طرح جب وہ عقبہ کی طرف جا رہے تھے تو پیچھے سے اچانک چند لوگ ظاہر ہوئے۔ حضور نے حضرت حذیفہؓ سے ارشاد فرمایا: پیچھے جا کر ان کو واپس کر دو۔

حضرت حذیفہؓ کے ہاتھ میں ایک ڈنڈا تھا جو انہوں نے بے خوف و خطر ان کی اونٹنیوں کے نکتھوں پر مارنا شروع کر دیا۔ منافقین خیال کرنے لگے کہ حضور علیہ السلام کو ان کے مکرو فریب کا پتہ چل گیا ہے۔ وہ عقبہ سے بسرعت نیچے اتر آئے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت حذیفہؓ

سے پوچھا: کیا تمہیں ان میں سے کسی کی پہچان ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں حضور! میں نے فلاں فلاں شخص کی سواری کو پہچان لیا لیکن انہوں نے اپنے چہروں پر نقاب اوڑھے ہوئے تھے۔ چونکہ سخت اندھیرا تھا اس لیے میں ان میں سے کسی کو شناخت نہ کر سکا۔ جب

عقبہ سے گزر گئے اور صبح ہوئی تو حضور علیہ السلام نے حضرت اسید بن حضیرؓ سے فرمایا: اے ابوبکبی تمہیں پتہ ہے کہ کل منافقوں نے کیا منصوبہ بنایا؟ وہ چاہتے تھے کہ مجھے عقبہ سے گرا دیں۔ حضرت اسیدؓ نے عرض کی: حضورؐ فرمادیں تو فوراً ان کے سر کاٹ کر آپ کی

خدمت اقدس میں پیش کر دوں۔ آپ نے فرمایا: اے اسیدؓ مجھے یہ بات پسند نہیں کیونکہ لوگ کہیں گے کہ جنگ کے خاتمہ پر پیغمبر نے اپنے ساتھیوں کو ہی قتل کرنا شروع کر دیا ہے حضرت اسیدؓ نے عرض کی: وہ آپ کے اصحاب تو نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ اشہد

ان لا اله الا الله کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا کہنے والوں کے قتل سے منع فرما دیا ہے اس کے بعد حضور علیہ السلام نے حضرت خدیفہ کو ان کے نام بتائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے لوگوں کی نماز جوازہ پڑھانے سے منع کر دیا ہے۔ یہ بات خدیفہ کے بغیر آپ نے کسی کو نہ بتائی۔ حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت عمرؓ حضرت خدیفہؓ کا ہاتھ پکڑ لیا کرتے تھے۔ اور اگر وہ کسی کا جنازہ پڑھ لیتے تو حضرت سیدنا عمرؓ بھی پڑھ لیتے ورنہ رو کر دیتے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

تبوک کے موقع پر حضور علیہ السلام

فارس و روم کے خزانوں کی بشارت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے

فارس اور روم کے خزانوں کی نوید و بشارت دی ہے اور جہاد فی سبیل اللہ میں حمیری بادشاہوں کی امداد کی بھی خوشخبری دی ہے۔ جب مدینہ منورہ واپس آئے تو بادشاہان حمیر کا قاصد آپہنچا جس نے حضور علیہ السلام کو شاہان حمیر کے اسلام، اور آج تک اس سے دوری اور کفر و شرک سے متعلق خبریں بہم پہنچائیں اور عرض کی کہ وہ حضور علیہ السلام سے خط و کتابت کی التماس کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق ایک خط جو احکام اسلام پر مشتمل تھا تحریر کیا گیا۔ حضور علیہ السلام نے ان کی سفارت کو تسلیم کیا اور پھر اسے واپس بھیج دیا۔

جب آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے

حضور کی دعا سے بارانِ رحمت مدینہ لوٹے تو اطراف و اکناف سے بادشاہوں

کے قاصد اور قبائل سے وفد حاضر خدمت ہونے لگے۔ انہی دنوں بنی مڑہ کا ایک وفد پہنچا

جو تیرہ افراد پر مشتمل تھا۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ہمارے ملک میں اس سال بارش نہ ہونے کے باعث قحط پڑ گیا ہے۔ گھاس

بیک پیدا نہیں ہوئی۔ آپ دعا فرمادیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اللہم اسقہم الفیث

اے اللہ انہیں بارش سے سیراب کر دے۔ بعد ازاں جب وہ اپنے ملک میں واپس گئے

تو اپنے اپنائے وطن کو خوشحال و فارغ البال پایا کیونکہ جس دن حضور علیہ السلام نے دعا

فرمائی تھی اسی دن وہاں خوب بارش ہو گئی تھی سچ
کھل گیا گیسو تیرا رحمت کا بادل گر گیا

حضور کے ہاتھ سے چہرے پر نور آ گیا تو اس کے ساتھ ایک دیوانہ آدمی بھی تھا
وہ کہتا ہے جب عبدالقیس کا وفد مدینہ آیا
وہ کے آدمیوں نے اس دیوانے کو جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش
کر دیا۔ جونہی آپ نے اس کی طرف دیکھا تو جنون کے آثار اور زیادہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا:
اس کی پشت میری طرف کر دو۔ آپ نے ایک کپڑا اس کی پشت پر پھیر کر فرمایا، اے اللہ
کے دشمن اسی وقت نکل جائے اُس کی آنکھوں سے وہ اثر دیوانگی جاتا رہا اور وہ عاتقوں کی طرح
دیکھنے لگا۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے اُسے اپنے سامنے بٹھا کر اس کے چہرہ پر ہاتھ
پھیرا۔ کہتے ہیں اگرچہ وہ بڑھاپے کے عالم میں تھا لیکن اس کا چہرہ نوجوانوں کی طرح خوش رنگ
ہو گیا اور عقل و خرد میں اس کمال تک پہنچا کہ اپنی پوری قوم میں اپنا نمیل نہ رکھتا تھا۔

دیدہ ام صدرے و بدرے گشتہ ام
صاحبِ فضلے و قدرے گشتہ ام

شراب سے ممانعت
انہی لوگوں میں ایک ایسا نوجوان تھا جس نے بخرین میں
شراب نوشی کی۔ نشے کے عالم میں اس کے چچا زاد بھائی نے
اس کی پنڈلی پر ایک ایسا زخم لگایا جس کا نشان ابھی تک باقی تھا۔ انہوں نے بتایا،
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے علاقہ کی آب و ہوا کا تقاضا ہے کہ ہم شراب نوشی
کریں۔ آپ نے فرمایا: تم شراب نوشی کرتے ہو اور نشہ میں غرق ہو جاتے ہو۔ پھر ایک بھائی
دوسرے بھائی کی پنڈلی پر تلوار مار کر اسے زخمی کر دیتا ہے۔ اس آدمی نے آپ کی زبان
فیض رساں سے یہ الفاظ سن کر اپنی پنڈلی کو ڈھانپ لیا۔

نجمائے نباشی کی وفات
اسی سال نجمائے نباشی شاہِ حبشہ فوت ہوا۔ حضور علیہ السلام نے
صحابہ کو جنت البقیع میں جمع ہونے کا حکم دیا اور فرمایا،
”حقیقت یہ ہے کہ تمہارا بھائی نجمائے نباشی انتقال کر گیا ہے۔“ پھر چار بیکبروں سے

نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نجاشی کی قبر سے ہمیشہ نور کی شعاعیں نکلتی دیکھی گئی ہیں۔

دوسری سال بنی عامر کا وفد مدینہ طیبہ میں پہنچا اور اسلام قبول کر لیا۔ اس وفد کی عاقبت وفد نے قوم عامر کو بھی قبول اسلام کے لیے کہا۔ وہ کہنے لگے ہم نے تو ساری عمر جدال و قتال کی قسم کھالی ہے۔ ہم لڑنے مرنے سے اس وقت تک باز نہ آئیں گے جب تک سارا ملک عرب ہمارا مطیع و منقاد نہیں ہو جاتا۔ اب ایک قریشی نوجوان کے سامنے کیسے ہار مان جائیں، ایک نے دوسرے کو کہا، میں حضور علیہ السلام کو باتوں میں لگاتا ہوں تم پیچھے سے وار کر کے کام تمام کر دینا۔ جب پیش ہوئے تو عامر نے حضور سے جزیہ مقرر کرنے کے لیے کہا لیکن حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تک تم اسلام نہ لاؤ گے تمہارے لیے کوئی چارہ کار نہیں۔ وہ انہی باتوں میں حضور کو مشغول رکھے کھڑا رہا اور اپنے ساتھی اربد کی طرف دیکھتا بھی جاتا تھا مگر اس کے ہاتھ نہیں اٹھتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے سب محاورہ کے مطابق کہا کہ میں آپ کی سرزمین کو سواروں اور پیادوں سے بھروں گا۔ حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی: اے اللہ مجھے عامر سے بچا۔ رب العزت نے بنی عامر پر طاعون مسلط کر دی۔ اربد کہتا ہے کہ میں جب بھی حضور پر وار کرنے کا قصد کرتا تھا۔ میرے اور حضور علیہ السلام کے درمیان عامر حائل نظر آتا تھا۔ اس لیے میں ہاتھ روک لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اربد کو بجلی (صاعقہ) سے ہلاک کیا۔

اسی سال سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب الاحبار و امن اسلام میں حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو یمن کا والی بنا کر بھیجا۔ کعب الاحبار بھی وہیں تھے۔ حضرت امیرین کی خدمت میں آکر حضور علیہ السلام کے اوصافِ حمیدہ سے متعلق استفسار کرنے لگے۔ جب حضرت علیؑ نے نہایت بسط و شرح

لہ احناف کے نزدیک ناٹباز نمازِ جنازہ جائز نہیں۔ نجاشی کی نعش اگرچہ حبش میں تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے وہ غائب نہیں تھی بلکہ وہ اپنے عاشق کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہے تھے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت جبریلؑ نجاشی کی نعش کو حضور کے سامنے لائے تھے۔

کے ساتھ آپ کے اخلاق کریم اور شمائل رحیمہ بیان کیے تو کعب الاجبار نے مسکراتا شروع کر دیا حضرت علیؑ نے اُن کے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو کعب الاجبار کہنے لگے، یہ صفات تو ہم نے کتب سابقہ میں دیکھی ہیں۔ یہ کہہ کر وہ دولت تصدیق و ایمان سے بہرہ ور ہوئے۔ آپ نے بقدر طاقت احکام اسلام سیکھے اور مین میں ہی اقامت پذیر ہو کر لوگوں کو تعلیم دینے لگے۔ جناب کعب الاجبار حضرت سیدنا عمرؓ کے ایام خلافت میں مدینہ منورہ آئے اور کہتے تھے کاش کہ میں ایام ہجرت میں یہاں آتا اور حضور علیہ السلام کی صحبت سے مشرف ہوتا۔ روایتوں میں اسی طرح آتا ہے لیکن مشہور ہے کہ حضرت سیدنا عمرؓ کے ایام خلافت میں کعب الاجبار شام میں ہی تھے کہ ایک روز جب حضرت عباسؓ چشمہ زمزم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو وہاں آئے۔ حضرت عباسؓ نے اُن سے پوچھا تمہیں حضورؐ کے حین حیات میں اور حضرت ابو بکرؓ کے ایام خلافت میں اسلام لانے سے کس منع کیا۔ کعب الاجبار بولے: میرے باپ نے میرے لیے انجیل سے ایک چیز لکھ کر مجھے دی تھی اور ساتھ ہی اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے بھی کہا۔ پھر اس نے توریت کو مہر لگا دی اور مجھے قسم دی کہ اس مہر کو نہ توڑنا۔ جب اسلام ظاہر ہوا تو مجھے اس میں بجائے نیکی کے اور کوئی چیز نظر نہ آئی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا، شاید تیرے باپ نے کچھ علوم تجہ سے پنہاں ہی رکھے ہوں۔ میں نے مہر کو توڑا اس میں حضور علیہ السلام کے اوصاف اور آپؐ کی امت کی خوبیاں پائیں تو میں سے مدینہ آ کر میں ایمان لے آیا۔

اسی سال جریر بن عبد اللہ بھی مدینہ منورہ پہنچے اور یمن کا فاضل ترین دامن اسلام میں دولت اسلام سے مالامال ہوئے۔ اس سے پیشتر کہ وہ مدینہ میں وارد ہوتے حضور علیہ السلام نے جمعہ کے روز خطبہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ یہاں ایک ایسا شخص آئے گا جو نہایت اچھا ہوگا اور مین والوں سے فاضل ترین ہوگا۔

یہی جریر بن عبد اللہ گھوڑے پر سوار ہونے سے قاصر تھے۔ جریرؓ کو حضورؐ کی دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بیچہ جریرؓ کے سینہ پر دے مارا جس سے اُن کی چھاتی پر آپؐ کے ہاتھ کا نشان پڑ گیا۔ آپؐ نے فرمایا، اے اللہ اسے ثابت رکھ اور اسے ہادی و مہدی بنا دے۔ اس کے بعد جریرؓ کبھی بھی گھوڑے سے

نہ گئے۔ دسویں سال قبیلہ طے کا وفد حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اسلام قبول کیا۔ اس وقت زید بن خیل قائد قوم کی حیثیت سے اس وفد کے ہمراہ تھے۔ حضور علیہ السلام نے ان کا نام زید بن خیل کی بجائے زید الخیر رکھ دیا اور ان کے حق میں فرمایا کہ عرب کے لوگ زید کے علم و فضل کے متعلق باتیں کرتے تھے اور میں سُننا تھا لیکن جب میں نے اُسے دیکھا تو اسے شنیدہ تعریفوں سے بڑ تر پایا۔ جب وہ اجازت لے کر اپنے وطن مالوف کو روانہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کاش کہ زید مدینہ کے بخار والوں سے خلاصی پالیتے۔ چنانچہ نجد کے کسی شہر میں پہنچ کر بعارضہ بخار انتقال کیا۔

اسلام خوشحالی اور امن کا ضامن بن گیا اسی سال ہی عدی بن حاتم مدینہ طیبہ آیا۔ آنحضرتؐ سے ملاقات ہوئی تو آپؐ نے فرمایا: تم بھی اسلام قبول کر لو تاکہ سلامت رہو۔ عدی نے کہا: میں تو پہلے ہی سے متدین اور متسقی ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: مجھے تمہارے دین کے متعلق تم سے زیادہ واقفیت ہے۔ تو نے نصاریٰ اور صائبین کے درمیان والادین اختیار کر رکھا ہے۔ عدی بولا: ہاں سرکار۔ حضورؐ نے فرمایا: تم قوم مُرباع میں سے تھے (یعنی ایسی قوم جو ہر قسم کے مال کا چوتھا حصہ وصول کرتی ہے) میں نے کہا: ہاں جناب۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ تمہارے دین میں جائز نہیں تھا۔ میں نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ عدی کہتے ہیں: جب یہ باتیں میں نے سُنیں تو دین اسلام سے میرے دل میں جو بھی کراہت تھی جاتی رہی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تم اہل اسلام کی غربت کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کرتے۔ یاد رکھو عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ یہاں کے مسلمانوں میں اس قدر دولت کی فراوانی ہو جائے گی کہ صدقات لے کر گھروں سے باہر نکلیں گے لیکن کوئی لینے والا نہیں پائیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ تم دین اسلام میں آنے سے اس لیے گھبراتے ہو کہ دشمنان اسلام زیادہ ہیں۔ کیا تم کبھی حیرہ گئے ہو؟ عدی بولے: نہیں۔ فرمایا: مجھے پتہ ہے کہ حیرہ کہاں ہے۔ وہ وقت جلد آ رہا ہے کہ حیرہ سے ایک عورت اکیلی نکلے گی جسے راستے میں خوفِ خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا اور وہ طوافِ بیت اللہ کے لیے اکیلی آئے گی۔

کسری کے خزانے مسلمانوں پر کھل گئے کیا تم اس لیے مذہبِ اسلام میں آتے ہوئے گھبراتے ہو کہ دنیا کے

بادشاہ غیر مذاہب میں ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب کسری کے خزانے مسلمانوں پر کھول دیئے جائیں گے۔ عدی نے تعجب سے پوچھا، کسری بن ہریرہ۔ حضورؐ نے فرمایا، ہاں کسری بن ہریرہ۔ عدی کہتے ہیں میں نے اسلام تو اسی وقت قبول کر لیا لیکن خدا نے بزرگ و برتر کی قسم! میں نے اس عورت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جو اکیلی طوافِ کعبہ کے لیے حیرہ سے آئی۔ میں اس ہراول دستے میں تھا جس نے کسری کے خزانے لوٹے۔ مجھے یقین ہے کہ آنحضرتؐ کا تیسرا ارشاد بھی پورا ہو کر ہی رہے گا۔

قحط سالی دعائے حضورؐ سے دور ہوگی قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنے وطن میں قحط سالی کی شکایت کرتے ہوئے طلبِ باران کی دعا مانگی۔ آپؐ نے دعا فرمائی۔ واپسی پر انہوں نے اپنے علاقے میں شادابی و ہریالی کے منظر دیکھے۔

فیروز کا میاب ہو گیا فیروز دہلی نے بھی اسی سال مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر اسے یہ سعادت حاصل ہے کہ اس کے ہاتھوں اسود غنسی (ایک مجھوٹا مدعی نبوت) قتل ہوا رات کو اسود غنسی قتل ہوا تو صبح کو حضور علیہ السلام نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اسود غنسی قتل ہو گیا ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا، یا رسول اللہ! اسے کس نے قتل کیا ہے؟ تو فرمایا: ایک مبارک آدمی نے جو مبارک خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا نام فیروز ہے۔ آپؐ نے بطور دعا فرمایا: "فیروز کا میاب ہو گیا۔"

اسی سال کندہ کا وفد بھی مدینہ منورہ آیا، اور کندہ کا وفد بارگاہِ رسالت میں شہزادہ اہل بن حجر اسود کے ساتھ تھا۔ ان کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے پہلے چند صحابہ کرامؓ کو ملے تو انہوں نے بتایا کہ حضور علیہ السلام نے تین روز سے تمہارے انتظار کا حکم فرمایا ہوا ہے۔

یہ سن کر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دولتِ ایمان سے مالا مال ہوا۔

اسی سال حجۃ الوداع کے دنوں میں حضرت سعد بن ابی
سعد بن ابی وقاصؓ وقاص رضی اللہ عنہ کسی مرض میں مبتلا ہوئے۔ حضور
کے لیے حضورؐ کی دعا علیہ السلام ان کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے۔

حضرت سعدؓ نے حضور علیہ السلام سے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں صحابہؓ
کے ساتھ واپس نہیں جاسکوں گا اور مکہ میں ہی رہوں گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ان شاء
اللہ تعالیٰ تم جہاں رہو گے بخیر و عافیت رہو گے اور تمہارے مراتب بلند ہوں گے اور عمل
میں برکت ہوگی۔ اور تم سے نیک کام سرانجام پائیں گے۔ ایک گروہ کے لیے تو فائدہ بخش
ہوگا اور ایک کے لیے نقصان دہ۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ صحت یاب ہوئے اور حضرت
امیر معاویہؓ کے عہد تک بچے اور بغداد ان کے اور ثمنی بن عارثہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ یوم الردہ
کو آپ نے بہت جوہر دکھائے۔ بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ اسلام کو بہت
فائدہ پہنچا اور اہل ردہ کو سخت نقصان ہوا اور حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی حرف بہ حرف
درست نکلا۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر مجھے متحہ
ایک نیچے پر نظرِ رحمت میں ایک گھر جانے کا اتفاق ہوا۔ حضور علیہ السلام اس
گھر میں جلوہ افروز تھے اور آپ کا چہرہ ہر ایک آنکھ کا مطلع تھا۔ اس اثناء میں پیامبر سے ایک
آدمی ایک نیچے کو کبیل میں لپیٹ کر لایا۔ حضور علیہ السلام نے اس نیچے سے پوچھا: میں
کون ہوں؟ اس نے عرض کی: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا: تو نے سچ کہا۔
پھر آپ نے اس نیچے کو دعا دیتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے۔ اس کے
بعد نیچے نے کلام نہ کیا حتیٰ کہ جوان ہو گیا۔ عالم شباب میں اس کا نام مبارک ایما مر رکھ دیا گیا۔

اسامہ بن زید کہتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بد رو حیں بھاگ گئیں حج کو جا رہے تھے تو راستے میں ایک عورت ملی جس کے کندھے
پر ایک بچہ تھا۔ اس نے آپ کو سلام کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ عورت نے

عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ میرا بچہ ہے۔ جب سے یہ پیدا ہوا ہے اسے کوئی ایسی چیز پکڑ لیتی ہے جس سے اسے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ حضور نے اپنا دست مبارک اس کی طرف بڑھایا اور اس بچے کو اس عورت سے لے کر اپنا لعابِ دہن اس کے منہ میں ڈالا اور فرمایا: اے اللہ کے دشمن نکل جا، میں اللہ کا رسول ہوں۔ آپ نے بچہ اس کی ماں کو دے کر فرمایا: اب اسے کچھ نہیں ہوگا۔ جب ہم واپسی پر اسی موضع سے گزرے تو وہی عورت ایک بھنی بونی بکری لائی اور کہنے لگی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں وہی ہوں جو اس دن بچے کو لے کر آئی تھی۔ آپ نے فرمایا: اس بچے کا کیا حال ہے؟ کہنے لگی: اس دن سے وہ مکروہ چیز اس کی طرف نہیں آئی۔

اس امر کہتے ہیں پھر آپ نے کہا: اے اسیم! ایک درخت اپنی جگہ سے چل کر دستی بکری مجھے دے دو۔ میں نے دی تو فرمایا: ایک خدمت میں آگے دستی اور دو۔ میں نے پھر دی تو آپ نے کھالی۔ پھر آپ نے فرمایا: اے اسیم! ایک دستی اور دو۔ اس امر کہتے ہیں: میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بکری میں دو دستیوں سے زیادہ نہیں ہوتیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم یہ نہ کہتے تو ہم جس قدر مانگتے تم ویسے جاتے اور ذراع ختم نہ ہوتے۔ اس کے بعد فرمایا: جاؤ باہر جا کر دیکھو رفع حاجت کے لیے کوئی جگہ ہے یا میں باہر آیا تو بہت دور جا کر بھی کوئی جگہ نہ ملی۔ ہر جگہ لوگ دکھائی دیتے تھے۔ میں نے واپس آ کر سارا قصہ سنایا۔ آپ نے فرمایا: کہیں تمہیں کوئی درخت یا پتھر بھی ملا ہے میں نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہ، ایک جگہ کھجور کے تین درخت دیکھے۔ ان کے پاس ہی چند پتھر بھی تھے۔ آپ نے مجھے حکم دیا کہ ان درختوں اور پتھروں کے پاس جا کر کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اکٹھے ہو جاؤ تاکہ آڑ بن جائے میں نے ویسا ہی جا کر کہا تو بخدا میں نے دیکھا کہ وہ درخت اپنی جڑوں سمیت اپنی جگہ سے سمٹ کر باہم مل گئے۔ پتھر اور درخت اس قدر اور اس طرح بلند ہوئے کہ ایک قسم کی دیوار بن گئے۔ میں نے حضور علیہ السلام کو اطلاع دی۔ پھر پانی کا ٹوٹا لے جا کر وہاں رکھ دیا۔ آپ فراغت کے بعد وضو فرما کر واپس خیمہ میں آئے تو مجھے فرمایا کہ درختوں اور پتھروں کو

کہہ دو کہ اپنی اپنی جگہ چلے جائیں۔ میں نے جب ایسا کہا تو درخت اور پتھر اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔
صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ہجرت کے
دنیا و عقبی کے خزانے قدموں میں گیارہویں سال حضور علیہ السلام رات کے وقت
اپنی خواب گاہ سے اُٹھے۔ میں نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر نثار! آپ کہاں
تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں قبرستانِ بقیع میں جا رہا ہوں تاکہ وہاں کے
آسودگانِ خاک کے لیے دعائے مغفرت کروں۔ حضور کے دو غلام ابو موسیٰؓ اور ابو رافعؓ آپ
کے ہمراہ قبرستانِ بقیع تک گئے۔ جناب ابو موسیٰؓ کہتے ہیں حضور علیہ السلام اہل بقیع کے لیے
بہت دیر تک استغفار کرتے رہے۔ پھر فرمایا: خوش رہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی نعمتوں
سے نوازا ہے۔ اور تمہیں وہ گھر مبارک ہوں جن کے دروازے رحمت نے کھول دیئے ہیں
تم ان سپیم فتنوں سے محفوظ ہو گئے ہو جو مخلوقِ خدا کو تاریک راتوں کی طرح گھیرے رہتے ہیں
تمہاری یہ زندگی سابقہ زندگی سے بہتر ہے اور آئندہ زمانہ گزشتہ زمانہ سے سخت آ رہا ہے۔
پھر اس کے بعد فرمایا: اے ابو موسیٰؓ! مجھے دنیا اور عقبی کے خزانوں کے متعلق بتا دیا گیا ہے
جو بہشت و تقاضے خداوند جہاں کے ماہین ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ دنیا و عقبی کے خزانوں میں سے آپ نے کون سی چیز
اختیار کی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: پہلے تقاضے خداوندی اور اس کے بعد بہشت
اختیار کیا ہے۔ اس کے بعد آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔

حضرت علیہ السلام بیماری کے دوران میں
مرض الموت حضور کے قدموں میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے صحت و عافیت
طلب کیا کرتے تھے لیکن آخری ایام میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ اے نفس! تجھے کیا ہو گیا ہے
کہ نا طاقتی کے باعث ہر چیز کا سہارا لیتے ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
اللهم الرفیق الاعلیٰ علیہ وسلم ایام صحت میں فرماتے تھے کہ کوئی نبی اس وقت تک

اس دنیا سے رحلت اختیار نہیں کیا جب تک وہ اپنی آنکھوں سے اپنا مقام بہشت نہ دیکھ لے لیکن اس کا اُسے مختار بنایا جاتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو اُسے وہاں لے جاتے ہیں اور اگر چاہے تو صحت یاب ہو جاتا ہے۔ مرض کے آخری ایام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر انور میرے زانو پر رکھا اور نظر چھت کی جانب۔ اس کے بعد فرمایا: اللہم الرفیق الاعلیٰ۔ میں سمجھ گئی آپ کو انتقال کی اطلاع دے دی گئی ہے اور آپ نے رفیق اعلیٰ واللہ تعالیٰ جل جلالہ کے پاس جانے کو پسند فرمایا ہے اور آخری کلمہ جو آپ کی زبان فیضِ رسان سے نکلا وہ "اللہم الرفیق الاعلیٰ" ہی تھا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رحلت سے پہلے حضور علیہ السلام نے ایک مہینہ پہلے میں حضرت عائشہؓ کے گھر طلب فرمایا اور دعائے خیر فرمانے کے بعد اچھی وصیتیں کیں اور فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ تمہارا محافظ ہے۔ ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ ہم سے کس وقت رخصت ہوں گے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تم سے جدائی جنت میں نزول اور اللہ تعالیٰ تک رسائی کا وقت قریب آ گیا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر مقرر فرمایا تو ان کو بہت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طویل وصیتیں کیں اور ساتھ ہی فرمایا: معاذ اگر میری اپنی وفات کا علم تھا اور تمہاری دوبارہ ملاقات ہونا ہوتی تو میں وصیت کو بہت مختصر کرتا مگر قیامت تک ہم ایک دوسرے کو نہ مل سکیں گے۔ چنانچہ معاذ یمن میں ہی تھے کہ حضور علیہ السلام کی وفات واقع ہو گئی۔

حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا کو بشارت حضرت سیدہ طاہرہ و مطہرہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور ان کے کان میں کچھ باتیں کیں۔ حضرت سیدہ زہرہؓ رونے لگیں آپ نے پھر حضرت فاطمہؓ کے کان میں کچھ کہا تو سیدہ زہرہؓ ہنسنے لگیں۔ حضورؐ کے ازواجِ مطہرات میں سے کسی نے سیدہ زہراؓ سے دریافت کیا کیا معاملہ تھا۔ حضرت سیدہ طاہرہؓ نے کہا: احاث اللہ! میں افشاءِ راز نہیں کرنا چاہتی۔ حضورؐ کی وفات کے بعد

حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا تو حضرت فاطمہ الزہراءؓ نے بتایا۔ حضور علیہ السلام نے مجھے بتایا تھا کہ اس سے پیشتر جبریلؑ نے اس میں ایک بار قرآن لایا کرتا تھا مگر اس سال دوبار لے کر آیا۔ اس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ میری وفات قریب ہے۔ میں رونے لگی۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم اس امت کی ستیہ ہو۔ اور سب سے پہلے جو عورت جنت میں داخل ہوگی وہ تم ہوگی۔ جب میں نے یہ الفاظ سنے تو میں ہنسنے لگی۔

حضرت ستیہ فاطمہ الزہراءؓ فرماتی ہیں: میں حضور علیہ السلام کے سر ہانے بھیجی تھی کہ کسی شخص نے السلام علیکم طلب کر کے آئے یا اہل بیت النبوة کہہ کر اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ تمہیں بیمار پڑوسی کی جزائے خیر دے۔ آپؐ کو آرام کرنے دو۔ آپؐ عبادت میں مشغول ہیں۔ آئے والے نے بلند آواز سے کہا: مجھے اندر آنے کی اجازت دیں کیونکہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ اسی آئندہ میں حضور علیہ السلام کی غشی کم ہو گئی اور آپؐ نے آنکھیں کھولیں اور حضرت ستیہ طاہرہؓ سے فرمایا: تمہیں پتہ ہے تم کس سے باتیں کر رہی ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ ملک الموت ہیں انہیں اندر آنے کی اجازت دے دیں۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام اندر آئے اور آتے ہی السلام علیک یا رسول اللہؐ کہا۔ آپؐ نے جواب میں "وعلیکم السلام یا امین اللہ" کہا۔ پھر یوں گویا ہوئے: مجھے اس خداوند جہاں کی قسم ہے جس نے آپؐ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اس سے پیشتر میں نے کبھی کسی سے اجازت طلب نہیں کی اور آئندہ بھی کسی سے طلب نہیں کروں گا۔

حضرت ستیہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا میں نے آپؐ کے ہاتھ آپؐ کے سینے پر رکھ دیئے۔ کئی ہفتوں تک میرے ہاتھوں سے وضو کرتے اور کھانا کھاتے وقت مشک و عنبر کی خوشبو آتی رہی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ حضور کو غسل دیا جا رہا ہے کے غسل کے متعلق یہ سوال پیدا ہوا کہ آپ کو عام آدمیوں کی طرح برہنہ غسل دیا جائے یا کپڑے میں۔ ناگاہ تمام حاضرین پر خواب کا غلبہ ہو گیا یہاں تک کہ تمام اپنے اپنے سینوں پر تھوڑیاں رکھ کر آرام کرنے لگے۔ اسی اثناء میں ان کے کانوں میں آواز آئی: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے پیراہن میں ہی غسل دو۔

حضرت سیدنا امیر المؤمنین حضرت
حضرت علی کرم اللہ وجہہ غسل دیتے ہیں

کہ مجھے حضور علیہ السلام نے وصیت فرمائی کہ میرے غسل کا انتظام تم ہی کرنا کیونکہ میرے ستر عورت پر تمہارے سوا جس کی بھی نگاہ پڑے گی وہ ناپسند ہو جائے گا۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ نے آپ کو غسل دیتے ہوئے
جسد پاک اطہر و مطہر تھا آپ کے بدن مبارک پر کسی قسم کی کوئی میل نہ دیکھی تو برحبتہ
ان کی زبان پر آیا: ”آپ پر میرے ماں باپ تصدق، آپ کی حیات و ممات کیسی پاکیزہ و
مطہر ہیں“

کہتے ہیں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کا منبع ان کی زیادتی علم و فضل اور قوت حافظہ کے
تیز ہونے کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا: جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے
رہا تھا تو تھوڑا سا پانی آپ کے چشمہ خانہ میں رہ گیا۔ میں نے اسے زمین پر گرانے سے
دریغ کیا میں نے وہ پانی اٹھا کر پی لیا۔ یہی میرے علم و فضل اور قوت حافظہ کے تیز ہونے کا
باعث ہے۔

حضرت سیدنا علی سے ہی روایت ہے کہ
غسل میں فرشتے شریک کار تھے وقت غسل ہماری مدد غیب سے ہو رہی تھی
ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جس عضو کو دھویا اس کی تالیب میں دست غائب
استعانت کر رہا تھا۔

حضور علیہ السلام کی تدفین کے دن اس قدر تاریکی چھا گئی
تدفین کے وقت جہان کہ بعض صحابہؓ بعض کو دیکھنے نہ پائے۔ اگر اپنی سہیلی کھولتے
تاریکی میں ڈوب گیا تو کچھ نظر نہ آتا۔ یہ تاریکی حضور علیہ السلام کی تدفین تک
چھائی رہی۔

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ جب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
اہلبیت کو تسلی دی گئی کا انتقال ہوا تو غیب سے آواز آئی:

السلام علیکم اہلبیت ورحمة اللہ وبرکاتہ کل نفس

ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ

کہتے ہیں جب حضور علیہ السلام کی وفات کی خبر
محبوب خدا کے بغیر عالم بے نور ہو گیا آپ کے مؤذن عبداللہ بن زید انصاریؓ
نے سنی تو اس قدر غم زدہ ہوئے کہ ناپینا ہونے کی دُعا مانگنے لگے چونکہ میرے آقا کے
بغیر یہ دنیا میرے لیے قابلِ زلیت نہیں رہی۔ آپ اسی وقت ناپینا ہو گئے۔ لوگوں نے
کہا تم نے یہ دُعا کیوں مانگی؟ فرمایا: لذتِ نگاہ تو آنکھوں میں ہے مگر حضورؐ کے بعد
اب میری آنکھیں کسی کے دیدار کا ذوق ہی نہیں رکھتیں۔“

حضرت سیدنا علیؓ کہتے ہیں جب ہم
قبر سے بخشش کی ضمانت دی گئی حضور علیہ السلام کو دفن کر رہے تھے تو

ایک اعرابی آکر حضورؐ کی تربتِ انور پر لیٹ گیا۔ اپنے سر میں خاک ڈالتا اور کہتا تھا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے حکم دیا اور ہم نے سنا۔ آپ نے قرآن کریم اللہ تعالیٰ سے
سیکھا اور ہم نے آپ کی ذاتِ گرامی سے سیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر یہ لوگ اپنے
نفسوں پر ظلم کریں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں اور اللہ کا
رسول ان کے لیے بخشش طلب کرے تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا
پائیں گے۔ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ
ہماری بخشش طلب کریں۔ اسی وقت قبر اطہر سے آواز آئی: ”تم بخشے گئے ہو۔“

فتح خیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ مال غنیمت
 حضور اکرم کی محبت سے میں ایک گدھا بھی آیا۔ آپ اس پر سوار ہوئے تو
 چوپائے بھی بے نصیب تھے اس سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ کہنے لگا: یزید بن شہاب۔
 آپ نے فرمایا: آج سے تمہارا نام یغفور رکھا جاتا ہے۔ آپ نے پھر پوچھا: تمہارا مال کون تھا؟
 اس نے کہا: میرے آقا کا نام مرحت تھا جو ایک بد مزاج یہودی تھا۔ جب آپ کا نام سُنا کرتا
 تو بہت ناک بھوں چڑھاتا۔ جب وہ میری پشت پر بیٹھا تو میں دانستہ بدک جاتا اور اسے نیچے
 گرا دیتا۔ میرے ساتھ اس کا سلوک بہت ناروا تھا۔ وہ مجھے مارتا اور مجھ کو رکھتا حضور علیہ السلام
 نے پوچھا: تمہاری کیا خواہش ہے؟ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں جوڑا مہیا کیا جائے۔ کہنے لگا: نہیں
 یا رسول اللہ! میرے آبا و اجداد کہا کرتے تھے کہ ہماری نسل میں ستر گدھوں کو انبیاء کی سواری
 بننے کا شرف حاصل ہوگا۔ ہماری آخری نسل پر وہ پیغمبر سوار ہوگا جس کا نام محمد رسول اللہ ہوگا۔
 میں چاہتا ہوں کہ میں وہی آخری ہوں۔ یہ گدھا آپ کے پاس زندگی بھر رہا۔ جب حضور کی وفات
 کو تین دن گزرے تو نہایت کرب و اضطراب کے عالم میں ایک کنویں میں گر کر مر گیا۔

لے مرزانی حضرات جو ختم نبوت کے منکر ہیں اس گدھے سے ہی سبق حاصل کریں۔ (دمترجم)

کمال نبوت پر مزید شواہد و دلائل

حضرت زید بن ارقم کہتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ مدینہ منورہ
 ہرنی کی فسیادری کی گلیوں سے ہوتے ہوئے اچانک ایک اعرابی کے غم میں پہنچے
 کیا دیکھتے ہیں کہ اس غم میں ایک ہرنی بندھی ہوئی ہے۔ جو ہرنی کی نظر آپ کے چہرہ اقدس
 پر پڑی تو فریادی لہجے میں کہنے لگی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! اعرابی مجھے پکڑ لایا ہے اور
 میرے دو بچے جنگل میں رہ گئے ہیں۔ اس غم اور پریشانی میں میرے تھنوں سے دودھ بھی سُکھ
 گیا ہے۔ یہ شخص نہ مجھے ذبح کرنا ہے تاکہ اس متواتر رنج و غم سے نجات حاصل کر لوں، اور نہ
 چھوڑتا ہے کہ جا کر اپنے بچوں کو دودھ پلاؤں۔" حضور علیہ السلام نے فرمایا: "اگر تمہیں آزاد کر دیا جا
 تو کیا لوٹ آؤ گی؟" کہنے لگی: "ہاں حضور! اگر میں نہ آؤں تو خدا مجھے عذاب میں مبتلا کرے۔"
 حضور علیہ السلام نے اسے چھوڑ دیا۔ ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ وہ لوٹ آئی اور اپنی زبان کو
 ہونٹوں پر پھر رہی تھی۔ آپ نے اسے اسی غم میں باندھ دیا۔ اتنے میں وہ اعرابی پانی کا مشکیزہ
 اٹھائے آ پہنچا۔ آپ نے پوچھا: کیا تم اسے فروخت کرو گے؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپ نے
 ہرنی خریدی اور اسے آزاد کر دیا۔ حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں: خدا کی قسم میں نے اسے دیکھا وہ
 جنگل میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتی پھرتی تھی۔

سید ابن اکوع کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت رسول اکرمؐ بنی اسلم کے
 تیر اندازی کی مشق پاس سے گزرے۔ اس وقت وہ تیر اندازی کر رہے تھے۔ آپ
 نے دیکھ کر فرمایا: یہ کیل بہت اچھا ہے۔ تیر پھینکو، تمہارے ایک بزرگ تیر مارا کرتے تھے تم
 تیر چلاؤ میں ابن اکوع کے ساتھ ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے تیر چلانے سے ہاتھ روک دیا۔ آپ

لہ اس ضمن میں مولف شواہد النبوت نے ان شواہد و دلائل کو جمع کیا ہے جو ان کتابوں میں پائے جاتے ہیں جو
 اس کتاب کا ماخذ نہیں ہیں۔

نے فرمایا: رک کیوں گئے ہو؟ کہنے لگے: جب آپ ہمارے ساتھ ہیں تو ہمیں تیر مارے بغیر غلبہ حاصل ہوگا۔ حضور نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ بھی ہوں۔ فریقین کو سارا دن تیر چلا تے گزر گیا لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ کسی فریق کو غلبہ حاصل نہ ہو سکا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ مدینہ کے گرد و نواح میں ایک گڈریا بھیڑیے کی گواہی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک بھیڑیا اس کی ایک بکری پر چھپا۔ گڈریے نے آگے بڑھ کر روکا۔ بھیڑیا اپنے پھلے پاؤں پر بیٹھ کر کہنے لگا: تم عجیب آدمی ہو کہ خدا کے خوف سے نہیں ڈرتے اور میری روزی میں حائل ہوتے ہو۔ گڈریا کہنے لگا: عجیب تماشا ہے کہ بھیڑیا اپنے پھلے پاؤں پر بیٹھ کر انسانوں کی طرح گفتگو کر رہا ہے۔ بھیڑیا کہنے لگا: عجیب بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں بیٹھ کر صدیوں کی باتیں بتاتے ہیں۔ گڈریے نے اپنی بھیڑیوں کو ہانکنا شروع کر دیا اور انہیں مدینہ میں لاکر ایک محفوظ مقام پر باندھ کر دربار رسالت میں حاضر ہوا اور سارا قصہ سنا دیا۔ حضورؐ باہر تشریف لائے اور گڈریے سے کہنے لگے: جو کچھ تم نے بھیڑیے سے سنا ہے لوگوں کو سناؤ۔ گڈریا سنا تا جاتا تھا حضور فرماتے تھے کہ یہ قیامت کی علامات میں سے ہے کہ وحشی انسانوں کی طرح باتیں کریں۔

ایک دن راہبان اوس خزاعی اپنی بکریوں کے گلہ میں بھیڑیے پاسبانی کرنے لگے بیٹھا تھا کہ ایک بھیڑیے نے جرأت کر کے ایک بکری اٹھائی اور چلتا بنا۔ راہبان کہنے لگا: خدا کی قسم ایسا ظالم بھیڑیا میں نے عمر بھر نہیں دیکھا تھا۔ اس کے پیچھے دوڑا تا کہ بکری اس سے چھین سلے۔ بھیڑیے نے اس سے پوچھا تم مجھے اس روزی سے محروم کرنا چاہتے ہو جو مجھے اللہ نے دی ہے۔ راہبان کہنے لگا: تعجب ہے کہ بھیڑیے باتیں کرنے لگے۔ بھیڑیے نے کہا تعجب تو یہ ہے کہ رسول اللہ نخلستانِ یشرب میں بیٹھ کر خدا کا کلام سناتے ہیں لیکن تم ان سے غافل ہو۔ راہبان نے کہا اگر میں ان کے پاس چلا جاؤں تو میری بھیڑیوں کی کون نگہداشت کرے گا۔ بھیڑیے نے کہا: میں، بشرطیکہ میرے لیے کچھ روزینہ مقرر کر دو۔ راہبان کو اس کی باتوں پر یقین آ گیا اور اس کی روزی کا سامان بنا کر خود بکریاں اس کے سپرد کر گیا اور دوسرے گڈریوں کے ساتھ مدینہ کو روانہ ہوا۔ جب مدینہ

پہنچے حضور صحابہ کرامؓ میں تشریف فرما تھے۔ جب آپؐ کی نگاہیں ایمان پر پڑیں تو فرمایا: ایمان! بھڑیٹے نے جس چیز کی ضمانت لی ہے وہ وفا کرے گا۔ ایمان سب برابر ہوں گے ساتھ آپؐ پر ایمان لے آئے۔

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضورؐ کے لیے کھانا بلا اجازت کھانے کی ممانعت لایا۔ جب ہم نے کھانا شروع کیا تو حضورؐ بھی کھانے لگے مگر لقمہ گلے میں نہ اُترا، اُسے باہر پھینک کر کھانے سے ہاتھ روک دیا۔ جب ہم نے حضورؐ کو دیکھا تو ہاتھ روک گئے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ یہ گوشت کہاں سے لائے ہو۔ صاحبِ لعام نے بتایا: یا رسول اللہ! صاحبِ خانہ موجود نہیں تھے میں نے جلدی سے ایک بکری بچ کی اور میری خواہش تھی کہ جب وہ آئے گا تو قیمت ادا کر دوں گا۔ حضورؐ نے فرمایا: اسے اٹھا لو اور قیدیوں میں تقسیم کر دو۔

ایک دن آنحضرتؐ نے حضرت اہلبیت کے لیے آتشِ وزخ سے بریت کی دعا عبادت کو فرمایا: اے ابا الفضل! جب تک میں نہ آؤں اپنے گھر پر ہی رہنا۔ آپؐ چاشت کے وقت تشریف لے گئے اور تمام گمراہوں کو سلام کہا۔ انہوں نے بھی سلام کہا۔ سب مل کر بیٹھے تھے کہ آپؐ نے اپنی پیادہ کو پھیلایا اور کہا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں انہیں آتشِ وزخ سے اس طرح محفوظ رکھ جیسے میں نے انہیں ڈھانپ لیا ہے۔ آستانہ کے در و دیوار سے آواز آئی: آمین۔ تم آمین۔

ایک دن مہاجر و انصارِ خواتین ایک جگہ جمع ہوئیں تو انہوں نے حضرت زہراؓ کا لباس التجا کی کہ فاطمہ الزہراؓ بھی اس اجتماع میں شرکت فرمائیں۔ چونکہ حضرت فاطمہؓ کے پاس مجلس میں جانے کے لیے مناسب لباس نہیں تھا اس لیے انہوں نے وہاں جانے میں تاہل و توقف سے کام لیا۔ آپؐ نے فرمایا: بیٹی! جاؤ، ہمارا طریقہ دوسروں کو نامید کرنا نہیں ہے۔ حضرت فاطمہؓ اس مجلس میں تشریف لے گئیں۔ جب واپس اپنے حجرہ میں تشریف لائیں تو ملامت کرنے لگیں۔ حضورؐ نے حکم دیا کہ مجمع میں سے ایک عورت کو

طلب کیا جائے تاکہ مجمع کا حال پوچھا جائے۔ وہ کہنے لگی: جب فاطمہ زہراؑ اس مجمع میں تشریف لائیں تو ان کے لباس فاخرہ سے سب عورتیں ششدر رہ گئیں اور ایک دوسری کو کہہ رہی تھیں: اے اللہ! اس قسم کے کپڑے کہاں سے آگئے۔ فاطمہ الزہراؑ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ کپڑے مجھے کیوں نظر نہیں آئے تاکہ میں بھی شادماں ہو جاتی۔ آپ نے فرمایا: ان کپڑوں کی زیبائش اسی لیے تھی کہ وہ تمہارے زیب تن تھے۔

یمن میں ایک ایسا چشمہ تھا کہ جو بھی اس سے پانی پیا مر جاتا۔ پانی کی خاصیت بدل گئی آنحضرتؐ نے اس پانی کو پیغام بھیجا کہ لوگ مسلمان ہو گئے تم بھی مسلمان ہو جاؤ۔ اس کے بعد جو بھی یہ پانی پیا اسے بخار ہو جاتا مگر موت واقع نہ ہوتی۔

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں آکر اسلام بارش میں کپڑے تر نہ ہوئے قبول کیا۔ حضورؐ کی مجلس سے میں کبھی جدا نہ ہوتا تھا۔

آپ شام اور عشاء کے درمیان ہمیں اسلام کے آداب و قواعد سکھاتے۔ ایک رات بادل گرج رہے تھے اور تیز ہوا چل رہی تھی ساتھ ہی تیز بارش ہونے لگی۔ لوگوں نے کہا: ہم اپنے گھروں کو کیسے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: میں تمہیں تمہارے گھروں میں اس طرح پہنچا دوں گا کہ تمہیں بارش کی کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ جب ہم نماز پڑھ چکے تو فرمایا: اٹھو۔ ہم اٹھے اور مسجد سے باہر آئے فضا سخت تاریک تھی اور آسمان سے بارش کا زور نہ تھمتا تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ آگے بڑھو۔ ہم نکل پڑے۔ ہر شخص اپنے اپنے گھر پہنچ گیا مگر کسی کے کپڑے تک نہ بھیگے۔

حضرت ابن عباسؓ بتاتے ہیں ایک صاحب جمال ایک یہودی دامن اسلام میں یہودی آنحضرتؐ کی مجلس میں اکثر بیٹھا کرتا۔ ایک دن آپ نے اسے کہا: اگر اس حسن و جمال کے باوجود بھی تم آتش و دوزخ میں جاؤ تو مجھے تاسف ہوگا۔ وہ کہنے لگا: میں دوسرے کے مذہب کی خاطر اپنے دین کو کبھی بھی نہیں چھوڑوں گا۔ دوسرے دن پھر مجلس میں حاضر ہوا تو حضورؐ یہ آیت قرآنی پڑھ رہے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے: مَنْ عَمِلْ مثال لؤلؤ المكنون ہے۔ یہودی نے کہا یا رسول اللہ! آپ کس بات کی ضمانت لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: مَنْ عَمِلْ کی ضمانت لینے کو تیار ہو۔ وہ اسی وقت اسلام لے آیا۔ اس کا اسلام لانا اتنا اچھا ہوا

کہ جب اس نے وفات پائی حضورؐ نے خود نمازِ جنازہ ادا کی۔ جب اسے قبر میں اتارا جا رہا تھا، حضورؐ بھی نیچے اترے اور کافی دیر رہے۔ جب باہر آئے تو آپ کی پیشانی پر پسینہ آیا ہوا تھا اور کندھے سے کپڑا پٹا تھا۔ حضورؐ نے دیر کی وجہ یہ بتائی کہ اتنی حوریں اسے پیش کی گئیں کہ ہر ایک کتتی تھی میں اس کے لیے ہوں۔ حتیٰ کہ ان کی تعداد ستر تک پہنچ گئی۔ ہر ایک میرے دامن کو پھرتی جس وجہ سے میرا کپڑا پھٹ گیا۔

ایک دن حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر، عمر و علیؓ سوکھے درخت پھل دینے لگے رضی اللہ عنہم کو لے کر ابوالہیثم بن الیمان کے گھر گئے۔ اس نے دیکھ کر کہا: مر جبار رسول اللہ و صحابہ رضی اللہ عنہم میری دلی خواہش تھی کہ حضور اپنے اصحاب کے ساتھ میرے گھر تشریف لائیں۔ میرے پاس جو چیز بھی تھی ہمسایوں کو بانٹ دی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: بہت اچھا کیا ہے؛ مجھے جبرائیلؑ نے ہمسایہ کے اتنے حقوق بتائے ہیں کہ مجھے ڈرتھا کہیں ہمسایہ وراثت کا حقدار تو نہیں ہو جائے گا۔ پھر آپؐ نے نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ ابوالہیثم کے گھر کے ایک کونہ میں ایک کھجور کا درخت تھا ابوالہیثم کو پوچھا: اگر اجازت ہو تو ہم چند کھجوریں کھالیں۔ اس نے بتایا کہ مدت ہوئی اس پر کبھی پھل نہیں آیا۔ اب آپ کو اختیار ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: اللہ خیر و برکت دے گا۔ پھر حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ پانی کا ایک پیالہ لائیں۔ جب پانی آیا تو آپؐ نے تھوڑا سا پانی کلی کر کے اس درخت پر پھینکا۔ اسی وقت اس کھجور کے درخت سے خوشے ٹٹکنے لگے۔ بعض بڑی بڑی کھجوریں تھیں۔ آپؐ نے بتایا: یہ باغِ جنت کی کھجوریں ہیں جو تمہیں قیامت کے دن ملیں گی۔ یہ وہ نعمتیں ہیں کہ قیامت کے دن ان کا حساب ہوگا۔

حضرت ابوبریرہؓ بیان کرتے ہیں میں آنحضرتؐ کے ساتھ ایک جنگ میں شریک تھا آپؐ نے مجھے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؛ میں نے بتایا: یا رسول اللہ! میرے پاس چند کھجوریں ہیں۔ حکم دیا کہ لاؤ۔ جب میں لے کر آیا تو آپؐ نے اپنے ہاتھ سے کچھ کھجوریں نکالیں اور ان پر دعائے خیر کی کہ دس صحابہ کو لے آؤ۔ میں دس کو بلا لایا۔ ہر ایک نے سیر ہو کر کھجوریں کھائیں۔ اسی طرح دس دس کو بلاتے گئے اور کھلاتے گئے۔ حتیٰ کہ سارا شکر۔۔۔

ابھی میرے نوشتہ دان میں کھجوریں پک گئیں۔ حضورؐ نے فرمایا: اسے ابوبریرہؓ! اس نوشتہ دان کو

لے لو اور اس میں ہاتھ ڈال کر دیکھ لو۔ اس کو کبھی نیچا نہ کرنا۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں حضورؐ کی زندگی میں اسی سے کھجوریں کھاتا رہا اور لوگوں کو بھی کھلاتا رہا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں بھی کھاتا رہا۔ حتیٰ کہ جب حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کیا گیا تو میرا گھر بھی ٹوٹا گیا اور میرے اس توشہ خانے کو بھی لے گئے۔

راشد بن عبد ربیعؓ کا بیان ہے عرب کے ایک قبیلے کے بت کا نام سواع تھا لوگوں نے مجھے کچھ تحائف دیئے تاکہ سواع کے ہاں چڑھاؤں۔ میں سواع کے پاس جاتے ہوئے ایک اور بڑے بت کے پاس پہنچا تو وہاں سے آواز آئی،
 ”العجب کل العجب من خروج نبی من بنی عبد المطلب یحرم
 الزناء والواء ذبح الاصنام وحرمت السماء ورسینا بالشہب العجب
 کل العجب“

اس کے بعد ایک اور بت سے آواز آئی،

”ترك الضماد وكان یعبد مرة اخرج نبی یصلی الصلوة ویأمر
 بالزکوٰۃ والصیام“

پھر ایک اور بت سے آواز آئی،

”ان الذی ورتہ النبوت والہدیٰ بعد ابن مریم من قریش احمد“

یہاں سے فارغ ہو کر میں سواع کے پاس گیا میں نے دیکھا دو لوٹریاں اس کے ارد گرد گھوم رہی ہیں اور لوگوں نے جو نذریں پیش کی تھیں ان سے لطف اندوز ہو رہی ہیں۔ میرے ہونے کے بعد ان لوٹریوں نے ٹانگ اٹھا کر بت پر نیشاب کیا اور چلتی بنیں۔ میں نے یہ نظارہ دیکھ کر کہا،

”ارب تبول الشعبان براسہ لقد ذل من بالت علیہ الثعالب“

یہ وہ وقت تھا کہ رسول اللہؐ مدینہ کو ہجرت کر چکے تھے۔ میں مدینہ پہنچا۔ ان دنوں میرا نام ظالم تھا۔ میرے پاس ایک کتا تھا جسے راشد کہتے تھے۔ حضورؐ نے مجھے دیکھ کر پوچھا، تمہارا نام کیا ہے، میں نے بتایا ظالم۔ آپؐ نے دریافت کیا، اس کتے کا کیا نام ہے؟ میں نے کہا،

راشد۔ آپ نے فرمایا، آج تمہارا نام راشد ہوگا اور تمہارے کتے کا نام ظالم۔ میں نے اسلام قبول کر لیا اور حضورؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد عرض کی کہ مجھے میرے علاقے میں ایک جاگیر عطا کی جائے۔ حضورؐ نے مجھے فرمایا: جہاں تک تمہارا گھوڑا دوڑ سکے اور تم ہیں۔ پتھر پھینکتے چلے جاؤ۔ اتنی جاگیر تمہاری ہوگی۔ ایک لوٹا پانی کا مجھے دے کر اس میں گلی کر کے تھوڑا سا پانی ڈال دیا اور فرمایا: اسے اپنی زمین میں گرا دو اور اپنی ضرورت سے زاید پانی کے استعمال سے لوگوں کو نہ روکیں۔ راشد نے ویسا ہی کیا۔ پانی کا ایک چشمہ اُبل پڑا۔ کھجوروں کے درخت لگانے لگے۔ گڑ و نوح کے لوگ بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لیے اس چشمہ سے غسل کرتے تھے اور اس چشمے کا نام ماہ الرسول رکھا گیا۔ کتے ہیں کہ راشد نے جہاں پتھر پھینکا تھا ابھی تک تمام خراج و معاملات سے باہر ہے۔

ایک روز حضورؐ اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھے تھے ایک غسان عامری ایمان لائے۔ شتر سوار آیا اس کے چہرے سے شبِ خرابی اور تھکاوٹ کے آثار نظر آ رہے تھے اس نے آتے ہی پوچھا کہ تم میں سے محمد رسول اللہؐ کون ہیں۔ لوگوں نے بتایا تو کہنے لگا: یا رسول اللہؐ! مجھے آپ بتائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بتایا ہے یا میں بتانا ہوں جو مجھے میرے بتوں نے مجھے کہا ہے۔ آپؐ نے اسے اسلام پیش کیا تو وہ کہنے لگا: یا رسول اللہؐ! میرا نام غسان بن مالک العامری ہے۔ ہمارے ہاں ایک بُت ہے جس کو ہر قسم کی قربانیاں پیش کی جاتی ہیں۔ ایک عصام نامی شخص قربانی دے رہا تھا کہ بُت میں آواز آئی:

”یا عصام یا عصام بلغ الانام، جاء الاسلام، بطلت الاصنام و خنت

الدماء و وصلت الاسحام و ظہرت الحنفیہ، والسلام۔“

عصام ڈور کر باہر آ گیا اور ہمیں خبر کی۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ آپؐ کی خبر ہمیں پہنچی۔ انہی دنوں ایک طارق نامی آدمی قربانی کرنے کے لیے بُت کے پاس گیا، بُت سے آواز آئی:

”یا طارق! یا طارق بعث نبی الصادق

جاء یوحی الناطق من عزیز الخالق“

اس نے بھی باہر آ کر ہمیں مطلع کیا۔ آپؐ کی خبریں ہمیں مزید پہنچ رہی تھیں۔ کچھ روز بعد میں بھی

قربانی کرنے کے لیے اس بت کے پاس گیا۔ جب فاذغ ہوا بت سے آواز آئی:

يا غسان بنى هامة الحق نبياً يتها منه لنا هدية التلامد و

ونجانر ليه الندامة بداد واعياء الى يوم القيامة۔

یہ بت اپنی جگہ سے اٹھا اور منہ کے بل گر گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ و صحابہؓ نے یہ بات سنی تو تعجب و خدائندگی کہنے لگے۔ اس کے بعد غسان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس ضمن میں میں نے تین بیت کہے ہیں اجازت ہو تو پڑھوں۔ پھر اس نے اسی مجلس میں پڑھ کر سنائے۔

عباس بن مرداس کا بیت چار ہاتھ ناگاہ ایک سفید شتر مرغ نمودار ہوا۔ میں نے دیکھا کہ

اس پر کوئی ایسا سفید پوش آدمی سوار ہے جو مجھے کہنے لگا: اے عباس بن مرداس۔

المتران الذی نزل بالبر والتقی يوم الثلثا وصاحب الناقة

العصوی۔

میں ڈر کر اونٹوں سے باہر آ گیا اور ایک بت کے پاس آ گیا جسے میں پوچھا کرتا تھا۔ اس کا نام ضماد تھا اس کے پاس جا کر میں نے اس پر ہاتھ رکھا اور اسے چوما۔ ناگاہ بت سے آواز آئی:

”قل القبائل من سلیم کلها۔ هلك الضماد وفاز اهل المسجد۔

هلك الضماد وكان يعبد مرة۔ قبل الصلوة على النبی محمد۔

ان الذی جاء بالنبوۃ والهدای۔

اس کے بعد میں ڈرنا ڈرتا باہر آیا اور اپنی قوم کو سارا ماجرا سنایا اور تین ہزار آدمی لے کر میں مدینہ میں پہنچا۔ مسجد میں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ کی نگاہ مجھ پر پڑی تو مسکرا کر فرمایا: اے عباس! تمہارے نزدیک اسلام کیسا مذہب ہے؟ میں نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔ آپ نہایت مسرور ہوئے۔ ہم سب مل کر اسلام لے آئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ایک دن حریم بن فاتک حریم بارگاہ رسالت میں امیر المومنین حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا: کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو اپنے اسلام قبول کرنے کا قصہ سناؤں۔ حضرت عمرؓ نے کہا: ہاں۔

اس نے بتایا کہ میرا اونٹ گم ہو گیا۔ اس کے نشانِ پا پر میں بھی چل نکلا۔ راستہ میں رات آگئی۔ میں ایک ہوناک وادی میں پہنچ چکا تھا۔ میں نے بلند آواز سے یہ پڑھنا شروع کر دیا:
 "اعوذ بالعزیز ہذا الوادی من سفہاء قومہ"

ہاتف نے آواز دی: مرحبا! سہ

غد عابدا باللہ ذی الجلال
 والمحبذ و نعماء والا فضال
 واقراء آیات من الانعزال
 وحبذ اللہ و الابطال
 مجھے اس رخت آواز سے ڈر آنے لگا۔ جب میں اپنے حواس پر قابو پا چکا تو کہا: سہ
 یا ایہا هاتف ما تقول
 ارشد عند کرام تضلیل

ہاتف نے میرے جواب میں کہا: سہ

هذا رسول اللہ ذوالآیات
 بیثرب یدعوا بالخیرات
 یا مبر بالصوم والصلوة
 ینزع الناس من المنہیات

جب میں نے سنا تو اپنی اوتھنی پر سوار ہو کر مدینہ کا رخ کر لیا۔ مدینہ پہنچا تو جمعہ کا دن تھا۔ حضرت ابو بکرؓ مسجد سے نکل کر میری طرف آ رہے تھے۔ کہنے لگے: یرحمک اللہ۔ تیرے اسلام قبول کرنے کی خبر ہمیں پہنچ چکی ہے۔ میں نے کہا: مجھے پتہ نہیں وضو کیسے کیا جاتا ہے۔ مجھے وضو کرایا گیا۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو سرکارِ مدینہؓ مسجد پاک میں منبر پر بیٹھے خطبہ دے رہے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا: ما من مسلم توضأ فاحسن الوضوء ثم صلی صلوۃ یحفظها ویعقلها دخل الجنة۔

ایک روایت میں ہے: حرم کتے ہیں میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کون ہو؟

اس نے کہا، میں مانک بن مانک ہوں اور اہل نجد کا سردار ہوں۔ میں آنحضرتؐ کے پاس گیا اور ایمان لے آیا۔ مجھے یمن و نجد میں بھیج دیا گیا تاکہ میں وہاں کے لوگوں میں تبلیغ اسلام کروں۔ اسے حیرم تم بھی جلد ہی کرو۔ اور اپنے آپ کو مدینہ پاک پہنچاؤ اور ایمان لے آؤ۔ میں تمہارے اونٹوں کو تلاش کر کے تمہارے گھر پہنچا دوں گا۔ میں مدینہ کو چلا، جمعہ کے وقت وہاں پہنچا تو رسول اللہؐ منبر پر خطبہ فرما رہے تھے۔ میرے دل میں آیا کہ اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے پر سلا دوں۔ جب نماز سے فارغ ہوں گے تو مسجد میں جا کر رسول اللہؐ کو اطلاع کروں گا۔ چنانچہ میں نے اونٹنی کو سلا دیا ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ ابو ذرؓ باہر آ رہے ہیں اور آتے ہی کہنے لگے، اے حیرم خوش آمدید۔ مجھے رسول اللہؐ نے تمہارے استقبال کو بھیجا ہے اور کہلا بھیجا ہے کہ تمہارے اسلام قبول کرنے کی خبر ہمیں پہنچ گئی ہے تم مسجد میں آ کر نماز ادا کرو۔ میں مسجد میں داخل ہوا، لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے میرے حالات سے خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص نے تمہیں وعدہ دیا تھا اس نے پورا کر دیا ہے اور تمہارے اونٹوں کو تمہارے گھر پہنچا دیا گیا ہے۔

یہ وہ خبریں تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں تک پہنچائیں۔ علاوہ ازیں ابھی بہت ایسے واقعات ہیں جو مبسوط کتابوں میں درج ہیں مگر ہم اختصار سے کام لیتے ہوئے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہؐ نے یمن دستِ شفقت میں بھیجا کہ وہاں عدل و انصاف کا منصب سنبھالوں اور احکام شریعت کے مطابق فیصلے دوں۔ میں نے عذر کیا کہ میں قضا و عدل پر ماہر نہیں ہوں۔ آپؐ نے میرے سینے پر دستِ شفقت رکھا اور فرمایا: اللہم اهد قلبہ و سد لسانہ۔ اس کے بعد عمر بھر مجھے فیصلہ کرتے وقت کبھی شبہ تک نہیں پڑا۔

ایک دن امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواد بن قارب ایمان لاتے ہیں بیٹھے تھے کہ ان کے پاس سے ایک شخص سواد بن قارب گزرا۔ لوگوں نے بتایا کہ اسے جنوں نے اسلام اور بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسے اپنے پاس بلایا اور اسے کہا: کیا تم کا ہن ہو؟ وہ بہت

غضب ناک ہوا اور کہنے لگا: آج تک یہ بات کسی نے مجھے نہیں کہی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: خفا نہ ہو۔
 مجھے یہ بتاؤ کہ حضورؐ کے ظہور کے متعلق کون سے جنوں نے اطلاع دی تھی؛ کہنے لگا: ایک دن میں نیم خوابی
 کے عالم میں تھا کہ ایک جن میرے پاس آیا اور مجھے اپنے پاؤں سے ٹھوکر مار کر کہنے لگا: اسے سواد
 بن قارب اٹھو اور ہوش کر کے چند ضروری باتیں سن لو۔ تمہیں پتہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
 ظہور ہو چکا ہے اور وہ خدا کی عبادت کا حکم دیتے ہیں۔ میں نے کہا: چھوڑو مجھے سونے دو۔ میں کل سے
 سو نہیں سکا۔ دوسری رات پھر وہی شخص آیا اور جو کچھ پہلی رات کہا تھا کہنے لگا۔ میں نے پھر وہی جواب
 دیا۔ تیسری رات پھر آیا مگر میں نے وعدہ کیا کہ میں صبح مدینہ جاؤں گا۔ دوسرے روز میں مدینہ کو روانہ
 ہو کر وہاں پہنچا تو حضورؐ صحابہ کرامؓ میں بیٹھے تھے۔ میں نے اسلام قبول کرتے ہوئے عرض کیا کہ مجھے
 کچھ نصیحت فرمائی جائے۔ آپؐ نے مجھے وہی اشعار سنائے جو خواب میں سن چکا تھا۔ میں نے کہا:
 یا رسول اللہؐ میں بھی چند اشعار لایا ہوں۔ میں نے پیش کئے:

و اشهد ان الله لا شئ غيرہ

و انك مامون على كل غائب

وانك ادنى المرسلين وسله

الى الله و ابن الاكربين الاطائب

فمرنا بما ياتيك يا خير من مشئ

وان كان فيما جاء شيب الد وائب

وكن لي شفيعاً يوم لا ذو شفاعة

سواك بمعنى عن سواد بن قارب

اس حکایت سے رسول اللہؐ صحابہ کرامؓ بہت شادمان ہوئے کیونکہ میں نے خوشی کے آثار
 ان کے پہرے پر چمکتے ہوئے دیکھے۔ حضرت عمرؓ نے اس کہانی کو سواد بن قارب سے سنا تو اچھل کر
 بغل گیر ہوئے اور پوچھا: کیا وہ جن اب بھی تمہارے پاس آتا ہے؛ کہا: جب میں قرآن پڑھنا شروع کیا
 تو وہ نہیں آتا۔ خدا نے مجھے جن کے عوض قرآن اور حدیث عطا فرمائی ہے۔

شجر و حجر کی شہادت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور نے مجھے فرمایا کہ میری اونٹنی پر سوار ہو جاؤ اور میں جاؤ۔ جب فلاں ٹیلے سے گزر دو گے تو لوگ تمہارے استقبال کو آئیں گے۔ وہاں کھڑے ہو کر کہنا: یا حجو، یا مسدر، یا شجر، یا رسول اللہ یقرء بکم سلام! جب ہم اس ٹیلے پر پہنچے میں نے دیکھا کہ لوگ میری طرف چلے آ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں: یا حجو، یا مسدر، یا شجر، یا رسول یقرء علیکم السلام۔ زمین سے شور و غلغلہ اٹھا۔ جب وہاں کے لوگوں نے یہ سنا تو سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک بار آنحضرت سے شکایت کی کہ میں جو کچھ سنتا ہوں مجھے یاد نہیں رہتا۔ آپ نے فرمایا: اپنی چادر بچھاؤ۔ رسول اللہ نے اپنے ہاتھ پھیلا کر تین بار کوئی چیز پکڑ کر چادر میں پھینک دی اور حکم دیا کہ اسے اکٹھا کر کے اپنے سینے سے لگا لو۔ ابو ہریرہ نے اکٹھا کر کے اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کے بعد جو کچھ بھی سنتے کبھی نہ بھولتا۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں: میری ماں مشرکہ تھی۔

حضرت ابو ہریرہ کی والدہ کا ایمان میں نے بارہا کوشش کی کہ وہ اسلام لے آئے مگر

ناکام رہا۔ ایک بار میں دعوتِ اسلام دے رہا تھا کہ اس نے رسول اللہ کی نسبت ایک خفیف سا

لفظ کہا جو مجھے بہت ناگوار گزرا۔ میں روتا روتا دربار رسالت میں پہنچا اور سارا قصہ کہ سنایا۔ میں نے

عرض کی یا رسول اللہ دعا فرمائیں کہ میری ماں کو بھی اسلام نصیب ہو۔ آپ نے فرمایا: اللہم

اھد ام ابی ہریرہ۔ میں باہر آیا تاکہ یہ بشارت اپنی ماں کو پہنچاؤں۔ جب میں دروازے پر

پہنچا تو اسے بند پایا اور اندر سے پانی کے غلغل کی آواز آرہی تھی۔ جب میری آواز سنی تو کہنے لگی:

ابو ہریرہ وہیں ٹھہرو۔ جب اس نے کپڑے پہن لیے اور دروازہ کھولا تو زبان سے کہا: انی اشہد

ان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد رسول اللہ۔ میں آنحضرت کی طرف واپس گیا۔

اب میں انتہائے مسرت میں رو رہا تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ مبارک ہو۔ آپ نے

میرے اور میری ماں کے حق میں جو دعا کی ہے وہ خدا نے قبول کر لی۔ پھر عرض کی: یا رسول اللہ!

اب یہ دعا فرمائیں کہ مجھے اور میری والدہ کو اللہ تعالیٰ بندگانِ خدا کے دلوں میں اچھا بنا دے اور

انہیں بھی ہمارے دل میں اچھا بنا دے۔ جب حضور نے دعا فرمائی تو کوئی مومن میرا نام نہیں سنتا

تا وقتیکہ خوش نہیں ہو جاتا۔

نالقہ نے حضورؐ کی شان میں چند اشعار کہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ لا یفرض اللہ فاک حضورؐ کی دعا وہ ایک سو بیس سال زندہ رہے مگر ایک دانت بھی نہ گرا۔
حضور علیہ السلام نے اپنا دست مبارک قیس بن زید کے سر پر رکھا اور باسک اللہ فیک یا قیس۔ وہ سو سال زندہ رہے مگر جہاں جہاں حضورؐ کا ہاتھ لگا بال سیاہ ہی رہے اور بڑھاپے کا اثر قبول نہیں کیا۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ایک جنگ میں میں باہر آکر ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا تھا ناگاہ حضورؐ بھی تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ سایہ میں آجائیے۔ آپؐ آگے میرے تھیلے میں ایک کھیرا تھا میں نے نکالا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ کہاں سے لائے ہو؛ میں نے بتایا مدینہ سے اٹھایا تھا۔ میرا ایک دوست تھا جو میرے اونٹ چرا رہا تھا۔ میرے اونٹوں کو آگے لگائے جا رہا تھا۔ اس کے کندھے پر دو کپڑے تھے جو پڑانے بوچکے تھے۔ حضورؐ نے پوچھا کیا اس کے پاس اس سے اچھے کپڑے نہیں تھے۔ میں نے بتایا کہ دو نئے کپڑے اور بھی تھے جو میں نے اسے سلا کر دیئے اور اس نے صندوق میں رکھ لیے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: اسے بلاؤ اور کہو کہ نئے کپڑے پہنے۔ میں نے اسے بلایا اور اس نے نئے کپڑے پہن لیے اور چلا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا: ضرب اللہ عنقہ۔ یہ اس سے بہتر نہیں ہیں۔ یہ سنتے ہی کہا: یا رسول اللہؐ فی سبیل اللہ۔ آپؐ نے کہا: فی سبیل اللہ۔ وہ آدمی اس جنگ میں قتل ہو گیا۔

ایک جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی۔ آپؐ نے دعا کی تاکہ واپس آجائے۔ چند لمحوں کے بعد ایک گرو باد کا جھونکا اسے بانکتے بانکتے لے آیا۔
حنظلہ بن جذیم نے آنحضرتؐ کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ حضورؐ نے دعا مانگی بارک اللہ راوی کتا ہے کہ جب بھی کسی کا سر درد کرتا یا بکری کے پستان سوج جاتے تو حنظلہ اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر کہتے: بسم اللہ علیٰ اثرید رسول اللہ۔ اور اسے اس پر مل دیتا۔ اسی وقت اسے آرام آجاتا۔

حبیب بن فہک نے حکایت کی ہے کہ میرا باپ مجھے رسول اللہؐ کے پاس لے گیا۔ میری

دونوں آنکھیں سفید ہو چکی تھیں اور کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ حضور نے دریافت فرمایا تمہاری آنکھوں کو کیا ہو گیا؟ میں نے بتایا ایک دن میں اونٹ چراہا تھا کہ میرے پاؤں سانپ کے انڈے پر پڑے۔ میری آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ حضور نے میری دونوں آنکھوں پر پھونکا، آنکھیں روشن ہو گئیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اسے دیکھا ہے۔ اسی سال کی عمر تھی مگر سوئی میں دھاگہ آسانی سے ڈال سکتا تھا حالانکہ آنکھیں ابھی تک سفید ہی تھیں۔

ایک دفعہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کوئی چیز کھا رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھایا کرو۔ کہنے لگا دایاں ہاتھ تو منہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ کہتے ہیں ساری عمر پھر اس کا دایاں ہاتھ منہ تک نہیں پہنچ سکا۔

ایک دن حضور علیہ السلام نماز جمعہ کا خطبہ

کھل گئے کیسوتیرے رحمت کا بادل گھر گیا دے رہے تھے تو ایک شخص دروانے سے اندر آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ہمارے مویشی ہلاک ہو گئے اور ہمارے راستے رک گئے ہیں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ عینہ برساٹے۔ رسول اللہ نے ہاتھ اٹھائے اور کہا: اللہم اغثنا اللہم اغثنا۔ انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آسمان پر بادل کا نام و نشان نہیں تھا۔ دفعۃً پہاڑ کی چوٹی سے تھوڑا سا بادل اٹھا اور آسمان کے درمیان آکر چھا گیا اور برسنے لگا۔ ہم ایک ہفتہ آفتاب نہ دیکھ سکے۔ دوسرے جمعہ کو وہی آدمی مسجد میں آیا حضور خطبہ دے رہے تھے۔ عرض کی: یا رسول اللہ! ہمارے مویشی ہلاک ہو گئے۔ دعا کریں کہ بارش رک جائے۔ حضور نے پھر ہاتھ اٹھا

”اللہم هولنا ولا علينا اللہم علی الاکام والظواب ولبطون الاودیہ ومنابۃ الشجرۃ“ بارش رک گئی۔ جب ہم مسجد سے باہر نکلے تو دھوپ چمک رہی تھی۔ اس قسم کی چیزیں آنحضرت کی دعا سے اکثر رونما ہوئیں جن کی تفصیل کتابوں میں لکھی ہے۔

حضور نے ایک دینار عروہ بن ابی الجعد الباریؓ کو دیا کہ اس سے بکری خرید لاؤ۔ وہ دو بکریاں خرید لانے اور دوسری کو ایک دینار میں بیچ دیا اور دینار اور ایک بکری آپ کے پاس لے آئے حضور نے اس کے حق میں دعا کی اور فرمایا: باریک اللہ فی صنعتک۔ وہ کہتے ہیں کہ میں کوڈ کے بازار سے اس وقت تک لوٹا نہیں کرتا تھا جب تک چالیس ہزار درم نفع نہیں کما لیتا تھا۔

وہ کہتے ہیں کہ وہ مالدار تریں آدمیوں میں سے تھا۔

سعد بن ابی وقاص کے حق میں آنحضرتؐ نے فرمایا: اللہم استجب لسعد اذا دعاك۔

سعد مستجاب الدعوات بن گئے جو بھی دعا کرتے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا۔

مذکورہ کہتے ہیں کہ میں اپنے غلام کے ساتھ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایمان

لایا حضورؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جہاں

حضورؐ کا ہاتھ لگا سیاہ بال رعبے باقی سفید ہو گئے۔

جعل اسمعی کہتے ہیں کہ میں ایک جنگ میں کمزور گھوڑی لے گیا۔ حضورؐ نے اپنا تازیانا اٹھا کر

اسے مارا اور فرمایا اللہم باریک فیہا۔ پھر میں نے اسے کسی سے پیچھے نہیں دیکھا۔ میں نے اس کی

نسل سے بارہ ہزار درہم کمائے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ایک بار ایک آدمی نماز پڑھتے پڑھتے اپنے لمبے بالوں کو زمین

پر نہیں آنے دیتا تھا کہ خاک آلود نہ ہو جائیں۔ حضورؐ نے دیکھا تو فرمایا: اللہم اقبہ شعرة

کہتے ہیں اس کے بال اسی وقت گر گئے۔

ثعلبہ بن حاطب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

ثعلبہ کی وسیلہ داری یا رسول اللہؐ وما فرمائی اللہ مجھے مال و دولت دے۔ آپ نے

فرمایا: اے ثعلبہ! تھوڑی دولت اچھی ہوتی ہے جس کا شکر ادا کیا جاسکے۔ زیادہ دولت جس پر

شکر الہی ادا نہ کیا جائے کس کام کی۔ ثعلبہ تم کو میری طرح نہیں ہونا چاہئے۔ اگر میں چاہوں کہ

پہاڑ سونے کا بیرے ساتھ چل پڑے تو چل پڑے۔ ثعلبہ نے پھر کہا: یا رسول اللہ! میرے بیٹے

دعا کریں کہ مجھے دولت ملے۔ مجھے اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو سچا رسول بنا کر بھیجا مال و دولت

کی وجہ سے جو حق بھی مجھ پر عائد ہوگا اسے بجالاؤں گا۔ ثعلبہ! حضورؐ نے فرمایا: تھوڑا مانگو،

جس کا شکر ادا کر سکو۔ اس زیادہ سے اچھا ہے جس کا شکر ادا نہ ہو سکے۔ اس نے پھر کہا:

آپؐ دعا تو فرمائیں مجھے زیادہ دولت ملے۔ آپؐ نے دعا کی اللہم اسرنا قہ مالاً۔ اس کے

بعد چند بکریاں خریدیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں اتنی برکت دی کہ سارے مدینہ میں سما نہیں سکتی تھی

وہ مدینہ سے باہر چلا گیا۔ دن کو دربار رسالت میں مانڈ ہوتا رات کو غیر حاضر رہتا۔ اس کی

بکریاں بڑھتی گئیں اور دوز تک پھیلتی گئیں اور اسے بھی دوری ہوتی گئی۔ سچی کہ وہ حجہ کے روز آنے لگا۔ جب بکریاں اور بڑھ گئیں تو حجہ اور نماز باجماعت سے بھی قاصر ہونے لگا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے کچھ عرصہ اسے نہ دیکھا تو اس کا حال دریافت کیا۔ لوگوں نے اس کا حال بتایا۔ ایک دن فرمایا: ثعلبہ خدا تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض کر دی ہے اور دو آدمیوں کو مقرر کیا تاکہ اس سے زکوٰۃ وصول کریں جب ثعلبہ کے پاس گئے تو وہ کہنے لگا: جو خط تمہارے پاس ہے مجھے دکھاؤ۔ وہ دیکھ کر کہنے لگا: یہ توجزیہ ہے اب جاؤ کل آنا۔ پہلے دوسروں سے فارغ ہو لو۔ جب وہ چلے گئے ایک روز نبی سلیم کے آدمی نے جب یہ خبر سنی کہ حضور کے صحابہ زکوٰۃ وصول کر رہے ہیں تو زکوٰۃ کے لیے بہترین اونٹ پیش کیے اور کہا: جو مجھ پر واجب ہے اس سے یہ زیادہ ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ خدا کی راہ میں زیادہ اور اچھی چیز پیش کروں۔

جب دوسری بار ثعلبہ کے پاس گئے تو اس نے کہا: مجھے پھر کتاب دکھاؤ۔ پھر کہنے لگا: یہ توجزیہ وصول کر رہے ہو اب چلے جاؤ مجھے سوچ لینے دو پھر آنا۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو ابھی انہوں نے حضور کو کچھ نہ کہا تھا کہ آپ نے فرمایا: ثعلبہ بن حاطب پر افسوس ہے اور آپ نے مرد مسلمی کے لیے دما سے خیر کی۔ خدا تعالیٰ نے ثعلبہ کے متعلق آیت نازل فرمائی: ومنہم من عہد اللہ الی قولنا و بئنا کانوا یکذبون۔ ثعلبہ کے عزیزوں نے سنا تو اسے خبردار کیا اور کہا ثعلبہ تم توبہ ہو گئے۔ قرآن نے تمہارے متعلق یوں فرمایا ہے: ثعلبہ و طراہو آپ کے پاس آیا اور کہا کہ یہ لیجئے اسے مال کی زکوٰۃ۔ آپ نے فرمایا خدا نے تمہارے مال کی زکوٰۃ لینے سے منع فرمایا ہے۔ ثعلبہ رو رہا تھا اور اپنے سر پر خاک ڈال رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: جو کچھ تم نے کیا خود کیا۔ حضور نے اس سے زکوٰۃ قبول نہ کی۔ جب آپ کا وصال ہوا ثعلبہ حضرت صدیق کے پاس مال زکوٰۃ سے یا حضرت صدیق نے فرمایا: بے میرے آگے نہیں فرمایا میں کھٹکتا ہوں اسی طرح حضرت عمر نے بھی قبول نہ فرمائی۔ البتہ عثمان غنی نے اجتہادی طور پر قبول کر لی وہ غلام عثمانی میں ہی فوت ہوا۔

قتادہ بن لمحان آپ کی خدمت میں آیا تو اپنے حضور کے ہاتھ سے چہرہ چمک اٹھا دست مبارک اس کے منہ پر پھیرا۔ جب وہ

حضرت سیدنا عثمان نے بھی اس کی زکوٰۃ لینے سے انکار کر دیا تھا۔ یہاں کتاب میں تحریف ملتا ہے۔

بوڑھا ہوا تو تمام اعضاء پر اثر پیری ظاہر ہوا مگر چہرہ نوجوان کی طرح خوش وضع دکھائی دیتا تھا
راوی کہتا ہے موت کے وقت میں اس کے پاس بیٹھا تھا ایک عورت میرے پیچھے سے گزرتے
ہوئے اسے دیکھنے لگی تو اس کے منہ سے ایسے دکھائی دیتا تھا جیسے آئینے میں دیکھ رہی ہو۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں ایک دفعہ حضورؐ بازار سے گزر رہے تھے
وعائے تالیف القلوب کہ ایک عورت نے فریاد کی کہ میرا خاوند مجھے تنگ کرتا ہے
اور مجھے نزدیک نہیں آنے دیتا۔ مجھے نجات دلائیں۔ حضورؐ نے اس کے خاوند کو بلایا اور پوچھا
تو اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں اسے عزیز رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں وہ میرے پاس
رہے۔ اس عورت نے رونا شروع کر دیا اور کہا کہ روئے زمین میں اس سے بُرا مجھے کوئی نہیں
لگتا۔ حضورؐ نے تبسم فرمایا اور کہا: اے اللہ! انھیں ایک دوسرے سے پیوستگی اور محبت عطا فرما۔
جابرؓ کہتے ہیں ایک ماہ گزرا ہوگا ہم پھر بازار سے گزر رہے تھے وہی عورت سر پر چمڑے اٹھائے
جاری تھی، پھینک کر حضورؐ کے پاس آئی اور کہنے لگی: میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ خدا کے سچے
رسول ہیں۔ آج مجھے میرے خاوند سے محبوب ترین انسان دنیا میں کوئی نہیں۔

حضورؐ نے ایک آدمی کو کہیں بھیجا اور اس نے جھوٹ کہہ دیا کہ میں وہاں سے ہو آیا ہوں
حضورؐ نے بد دعا کی۔ چند دنوں کے بعد وہ مرا پایا گیا۔ اس کا پیٹ پھٹا تھا۔ قبر میں دفن کیا گیا
مگر قبر بھی اسے قبول نہ کرتی تھی اور اسے باہر پھینک دیتی ﴿العیاذ باللہ﴾۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن آسمان پر بادل تھے ہم مسجد میں
اعرابی پر شفقت تھے۔ سب صحابہ جمع ہوئے۔ ہمارا گمان تھا کہ نماز ظہر قضا ہو گئی۔
ایک اعرابی آیا اور کہنے لگا: کیا تم نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی؟ ہم نے کہا حضورؐ ابھی تک گھر
میں ہیں آواز دیں۔ اس نے زور سے کہا: السلوۃ یا رسول اللہ۔ آپ غضبناک ہو کر نکلے۔ اور
ہاتھ میں لالٹھی تھی۔ آپ نے فرمایا: کون ہے آواز دینے والا؟ اعرابی نے کہا: یا رسول اللہ
ہیں ہوں۔ آپ نے اسے ایک لالٹھی دے ماری۔ جب ہم نے نماز پڑھ لی اور بادل چھٹ گیا۔
سورج کو دیکھا گیا تو اسی جگہ سے پھٹا ہوا تھا جہاں آپ نے لالٹھی ماری تھی۔ اعرابی کو اپنے پاس
بلایا اور کہا اس وقت میرے احباب میرے پاس تھے۔ میں ایک ضروری حاجت بارگاہ رب العزت

میں پیش کر رہا تھا۔ مجھے خدا کی قسم جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان بن داؤد کے لیے سب وہ دینی کام میں مصروف تھے سورج پلٹ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ بزرگ تر ہے وہ پھر آفتاب پلٹ سکتا ہے۔ اس کے بعد اعرابی کو فرمایا: جو لاکھی میں نے تمہیں ماری ہے مجھے مار لو۔ اعرابی کہنے لگا: یا رسول اللہ! یہ تو نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا: اچھا پھر مجھے معاف کر دے۔ کہنے لگا: میں تو آپ کا محتاج ہوں۔ حضور نے اسے ایک اونٹ عنایت فرما دیا اور فرمایا: العدل من ربکم جل جلالہ۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ایک شخص حضور کے پاس آیا درخت خدمت اقدس میں اور کہنے لگا کہ میں آپ کو کس دلیل سے پیغمبر تسلیم کر لوں؟ آپ نے فرمایا: اگر اس کھجور کے درخت کو کہوں کہ ادھر چلا آئے کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ کہنے لگا: ہاں۔ کھجور کو بلایا گیا تو درخت اپنی جگہ سے چلا آیا۔ وہ شخص مسلمان ہو گیا۔ بعض روایات میں یوں لکھا ہے کہ حضور نے اس درخت سے خوشخبر ماری کہ بلایا اور وہ زمین پر گر پڑا اور پھر کو در حضور کے پاس آئے چاہتا تھا کہ حضور نے فرمایا: اپنی جگہ پر واپس چلے جاؤ۔ وہ اپنی جگہ پر جا لگا۔ وہ آدمی دیکھتے ہی اشہد ان لا الہ الا اللہ پکارا اٹھا۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لیے صحرا درخت پر وہ کرتے ہیں میں تشریف لے گئے جہاں کوئی اونٹ نہ تھی۔ آپ نے اپنے ایک صحابیؓ سے فرمایا: اس درخت سے کہو کہ فلاں درخت کے پہلو میں آ جائے۔ صحابیؓ نے اس درخت کو بلایا تو وہ دوسرے درخت کے پہلو میں آ کھڑا ہوا۔ حضور علیہ السلام اس درخت کے پیچھے قضا نے حاجت سے فارغ ہوئے تو وہ درخت اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ کے ساتھ مقام قبا کی اونٹ سجدہ میں طرف گیا۔ ایک اونٹ دیکھا جس سے آب رسانی کا کام لیا جا رہا تھا اونٹ نے دیکھتے ہی گردن جھکا دی۔ صحابہؓ نے دیکھتے ہی کہا: یا رسول اللہ! اونٹ کی نسبت آپ سجدہ سے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کسی انسان کو زیب نہیں دیتا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرے۔ اگر یہ جائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ عورتوں کو سجدہ دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔

یعلی بن سیاہ کا بیان ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ ایک فریادی اونٹ کا واقعہ کے ساتھ جا رہا تھا۔ آپ نے قضاے حاجت کا ارادہ کیا تو ایک درخت دوسرے کے پہلو میں جا کر پناہ گاہ بن گیا۔ اس کے بعد آپ فارغ ہوئے تو درخت بھی اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا ہو گا کہ ایک اونٹ اپنی گردن کو زمین پر رکھے اظہارِ اضطراب کرنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے اس قدر آنسو بہنے لگے کہ زمین تر ہو گئی۔ آپ نے پوچھا تمہیں معلوم ہے کہ یہ اونٹ کیا کہتا ہے؟ یہ کہتا ہے کہ میرا مالک مجھے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ حضور نے اس کے مالک کو طلب کر کے فرمایا: یہ اونٹ مجھے دے دو۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ یہ تو محبوب ترین چیز ہے۔ آپ نے فرمایا: پھر اس سے بہتر سلوک کرو۔ کہنے لگا: اسے میں عزیز رکھتا ہوں اس کے بعد آپ کسی قبر پر تشریف لے گئے۔ صاحبِ قبر کو عذاب ہو رہا تھا۔ ان کا درمیانی فاصلہ تین چار گز تھا۔ آپ نے فرمایا ایک درخت کو کہو کہ دوسرے کے ساتھ مل جائے۔ جب دونوں باہم مل گئے تو آپ رفعِ حاجت سے فارغ ہوئے اور دونوں درخت اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے اور ہم روانہ ہوئے اس کے بعد ابھی تھوڑا ہی فاصلہ گئے تھے کہ ایک عورت ملی جس کے پاس ایک بچہ تھا۔ اس نے بتایا یا رسول اللہ! یہ بچہ دن میں تین بار آسیب زدہ ہو جاتا ہے۔ حضور وہیں رُک گئے اور بچے کو اس عورت سے لے لیا اور اونٹ کے پالان پر بٹھا کر کہا: یا عذو باللہ - بچے کو پھر لوٹا دیا واپسی کے وقت جب ہم اس جگہ آئے تو وہی عورت آئی اور دو بکریاں نذر کیں اور کہا یا رسول اللہ میرا یہ بچہ قبول فرمائیں۔ مجھے خدا کی قسم اس دن سے میرے بچے کو دیونے نہیں اٹھایا۔ حضور کے ارشاد پر ہم نے ایک بکری اس سے لے لی اور دوسری اسے واپس دے دی۔

تھوڑی دور گئے تو راہ میں ایک اونٹ نظر آیا جو حضور کے سامنے سجدہ ریز ہوا۔ آپ نے فرمایا: لوگوں کو بلاؤ۔ جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے پوچھا: یہ اونٹ کس کا ہے؟ انصار میں سے ایک نے بتایا کہ یہ میرا ہے۔ آپ نے پوچھا: تم نے اسے کیا تکلیف دی ہے؟ کہنے لگا: بیس سال سے ہم اس کے ذریعہ آب کشی کر رہے ہیں اب ہم اسے ذبح کرنا چاہتے ہیں مگر یہ بھاگتا ہے۔ حضور نے فرمایا: اسے میرے پاس فروخت کر دو۔ کہنے لگے یہ آپ کا مال ہے۔ آپ نے فرمایا: پھر اس سے اچھا سلوک کرو تاکہ اس کی باقی عمر آرام سے گزرے۔ یہ واقعہ دیکھنے کے بعد صحابہ نے کہا:

یا رسول اللہ ﷺ چوپایوں سے آپ کے سجدہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ نے فرمایا کسی کو سوائے خدا کے سجدہ جائز نہیں۔ اگر جائز ہوتا تو عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کرتیں۔

درختِ سلام کرتے ہیں یعلیٰ بن امیہ ثقفی کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام کی رفاقت میں ایک اونٹ کے پاس سے گزرے۔ جب اس اونٹ نے

حضور علیہ السلام کو دیکھا گڑگڑانے لگا اور اپنا سر زمین پر مارنے لگا۔ حضور علیہ السلام یہ دیکھ کر ٹھہر گئے اور فرمایا: اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک شخص آیا اور عرض کی: حضور! یہ میرا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے مجھے دے دو۔ اس نے کہا میں اسے آپ کو دیتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: مجھے بہہ نہ کرو بلکہ میرے پاس بیچ دو۔ اس نے کہا، نہیں میں تو آپ کو بہہ کرتا ہوں۔

پھر کہنے لگا: میرے گھروالوں کے لیے صرف یہی اونٹ وجہ معاش ہے۔ آپ نے سنا تو فرمایا: اس بیچارے کا تم نے کیا حال بنا رکھا ہے۔ یہ کثرتِ کار اور قلتِ خوراک کی شکایت کر رہا ہے۔

اس سے بھلائی کرو۔ اس کے بعد ہم وہاں سے چل کر ایک جگہ ٹھہرے، حضور علیہ السلام سو گئے۔

ہم نے دیکھا کہ ایک درخت زمین کو چھا کر چلا آ رہا ہے تاکہ حضور علیہ السلام پر سایہ کر دے جب

حضور علیہ السلام بیدار ہوئے تو وہ درخت اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ ہم نے حضور علیہ السلام کو بتایا

تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہ درخت تھا جس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی تھی کہ

وہ رسول خدا کو سلام پیش کرے۔

غیر اللہ کو سجدہ درست نہیں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ایک بار حضور اپنے

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اس باغ میں بہت سی

بجریاں تھیں۔ آپ کو دیکھ کر بجریاں سجدہ میں گر پڑیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

کہا: یا رسول اللہ! بکریوں کی نسبت ہم آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ مستحق ہیں آپ نے فرمایا: نہیں غیر اللہ

کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔ اگر جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔

آپ کے گھر میں ایک جنگلی جانور تھا۔ جو نبی حضور گھر سے باہر تشریف لے جاتے وہ کھینے

کو دے لگتا۔ جب حضور گھر تشریف لاتے تو دوڑا تو ہو کر مودب بیٹھ جاتا۔

پانی میٹھا ہو گیا کھارا پانی نکلا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تو حضور نے مجھے ایک ٹوٹا پانی کا دیا جسے میں نے کنویں میں ڈالا تو پانی میٹھا ہو گیا۔

زیاد بن حارث الصدائی کا بیان ہے جب میری قوم ایمان لائی تو حضور کی خدمت میں عرض کرنے لگی یا رسول اللہ! ہمارے پاس ایک کنواں ہے جب موسم سرما ہوتا ہے تو پانی دیتا ہے لیکن گرمیوں میں پانی کی قلت ہو جاتی ہے۔ اس سے پیشتر جب پانی کم ہوتا تو ہم گرد و فواج کے کنوؤں پر چلے جاتے تھے مگر اب وہ سب کے سب ہمارے دشمن ہو گئے ہیں۔ ہمارے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے اور پانی سردیوں اور گرمیوں میں وفا کرے۔ حضور نے سات سنگریزے منگا کر اپنے ہاتھ میں ملے اور کچھ دعا پڑھی اور کہا، جب تم کنویں پر جاؤ تو یہ سنگریزے اس میں گرا دینا اور اللہ کے نام کو یاد کریں۔ انہوں نے ویسا ہی کیا۔ کہتے ہیں اس کنویں میں آنا پانی ہو گیا کہ اس کی گہرائی پر نگاہ نہیں کی جاسکتی تھی۔

سعد مولیٰ ابی بکر نے کہا ہے کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ ایک سفر میں شریک تھے۔ ایک منزل پر رُکے مجھے فرمایا: اے سعد نیچے آؤ اور اس بکری کا دودھ دوہ لو۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ خشک بکری ہے۔ لیکن جب میں نے اسی موضع میں ایک بکری کو دیکھا تو اس کے پستان دودھ سے بھرے نظر آئے۔ اور جب تک وہاں رہے میں دودھ اس سے دوہتا رہا۔ جب ہم روانہ ہونے لگے تو ایک شخص کو کہا کہ اس کو خیال میں رکھنا۔ جب ہم روانہ ہوئے تو وہ بکری کہیں نظر نہ آئی۔ اس طرح مجھے ویر ہو گئی۔ حضور نے پوچھا، سعد تم کہاں تھے؟ میں نے کہا کہ میں تیار ہی میں مشغول تھا تو بکری غائب ہو گئی۔ آپ نے فرمایا: اس بکری کو اس کا مالک لے گیا ہے؟ میں نے کہا، ہاں۔ حضرت ابن عباس نے کہا ہے کہ ایک عورت آنحضرت کے پاس آئی۔ اس کے پاس اس کا بچہ تھا۔ اس نے بتایا: میرے اس بچے کو صبح و شام دورہ پڑتا ہے اور کئی نامناسب کام کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سینے پر ہاتھ ملا اور دعا فرمائی۔ اس بچے کو تھے آئی اور اس کے پیٹ سے سگتے کے سیاہ بچے کی طرح کچھ نکلا اور بھاگ گیا۔

حضرت انس ابن مالک کا بیان ہے کہ زید بن ارقم کی آنکھ میں درد تھا۔ میں عبادت

کے لیے گیا تو دیکھا کہ حضور علیہ السلام بھی پاس ہی کھڑے ہیں۔ انہوں نے لعابِ دہن آنکھ میں ڈال کر کہا ایس علیک پاس۔ ان کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ صبح جب حضور کے پاس آئے آپ نے پوچھا، زید تمہارا کیا حال ہے؟ اگر تمہاری آنکھیں ویسے ہی رہیں تو کیا ہوتا؟ زید نے کہا، یا رسول اللہ میں صبر کرتا اور صبر کا چل حاصل کرتا۔ آپ نے فرمایا: قسم۔ ہے اللہ کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تمہاری آنکھیں اسی طرح رہیں اور تو صبر کرتا تو اللہ کے پاس بخشا ہوا پہنچتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو چند بیویاں تھیں۔ ہماری یہی کوشش ہوتی کہ اچھی خوشبو لگا کر اس کے پاس رہیں کیونکہ اس سے بہترین قسم کی خوشبو آتی تھی اس نے کبھی خوشبو استعمال نہیں کی تاہم اس کی خوشبو ہماری کوششوں سے کہیں زیادہ ہوتی۔ اگر وہ باہر کہیں مجلس میں چلا جاتا تو ساری مجلس مہک جاتی۔ لوگوں نے ایک دن اس سے پوچھا کہ بات کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ مجھے ایک دفعہ ایک ایسا پھوڑا نکلا جس کی بو مجھے پسند نہ تھی۔ حضور نے اس پر دم فرمایا اور مجھے بھر خوشبو آنے لگی۔

جرہد سلمیٰ حضور کے پاس آئے۔ اس وقت کھانا تیار تھا۔ جرہد کا دایاں ہاتھ کا درد جاتا رہا ہاتھ درد کر رہا تھا اس نے کھانا کھانے کے لیے اپنا دایاں ہاتھ آگے کیا حضور نے فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ۔ جرہد بولے: یا رسول اللہ میرا دایاں ہاتھ تو درد کرتا ہے۔ حضور نے دم فرمایا تو ہاتھ کا درد جاتا رہا پھر عمر بھر درد نہیں ہوا۔

ایک اور صحابی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہمارے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔ ایک روز پہلے اس کا ایک ہاتھ ٹوٹ گیا تھا اور اس پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ آپ نے اسے اپنے پاس بلا کر پٹی کھول دی اور اپنا دست مبارک وہاں مل دیا اسی وقت تندرست ہو گیا۔ لوگوں کو پتہ نہیں ہوتا تھا کہ کون سا ہاتھ ٹوٹا تھا۔ کھانا آیا تو سب نے کھایا۔ بچے کو کہا گیا کہ اس پٹی کو اپنے گھر لے جانا پھر کام آئے گی۔ جب وہ بچہ اپنی قوم کی طرف واپس گیا تو وہاں ایک بوڑھا آدمی تھا جو ابھی ایمان نہیں لایا تھا۔ اس نے پوچھا کہ تمہارے ہاتھ کا کیا حال ہے۔ اس نے سارا قصہ سنایا تو وہ اسی وقت جا کر مسلمان ہو گیا۔

ایک دفعہ حضور علیہ السلام ابی طلحہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے جو بہت سست رفتار تھا آپ نے ایڑی لگائی تو اس قدر تیز گام ہوا کہ اس کے بعد سب گھوڑوں سے سبقت لے جانے لگا۔
 شریک جعفی کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے ہاتھ پر ایک چھوڑا تھا اور کہا: یا رسول اللہ! اس نے مجھے سخت تکلیف دی ہے۔ نہ تو تلوار کا دستہ پکڑ سکتا ہوں اور نہ ہی گھوڑے کی لگام۔ آپ نے مجھے اپنے پاس بٹھا کر کہا اسے کھولو۔ میں نے کھولا تو آپ نے لعاب دہن لگا دیا۔ میرا ہاتھ اس قدر صحت یاب ہوا کہ مجھے پتہ نہ چلتا کہ درد کہاں ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں بیمار تھا حضور علیہ السلام حضرت ابو بکر کے ساتھ میرے پاس تیمارداری کے لیے آئے۔ میں بے ہوش پڑا تھا۔ حضور نے وضو فرما کر پانی مجھ پر چھڑکا۔ میں اس وقت ہوش میں آ کر صحت یاب ہو گیا۔

ایک نوجوان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! زانی کا نفسیاتی علاج مجھے اجازت دیں کہ میں زنا کرتا رہوں۔ صحابہؓ کو اس کے اس سوال سے سخت غصہ آیا مگر حضور نے اسے پاس بٹھا کر پوچھا: کیا تمہیں یہ چیز پسند ہے کہ لوگ تمہاری ماں سے زنا کریں؟ اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا: دوسرے لوگ بھی اس طرح پسند نہیں کرتے۔ فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ دوسرے تمہاری بیٹی سے زنا کریں؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: اسی طرح لوگ بھی نہیں چاہتے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم پسند کرو گے کہ لوگ تمہاری ہمیشہ سے زنا کریں۔ کہا: نہیں۔ فرمایا: اسی طرح کوئی بھی اپنی بہن سے زنا کرنا پسند نہیں کرے گا۔ بعد ازاں حضور نے اپنا ہاتھ اس کے سینہ پر پھیر کر کہا: اللہم اغفر ذنبہ۔ طہر قلبہ۔ حض فرجہ۔ پھر اس نے کسی کی طرف کبھی التفات نہ کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے حضور علیہ السلام کے پاس ایک باتونی اور درنگو عورت آئی۔ ایک دن جب حضور گھر پر موجود تھے آئی، حضور نے جھنا ہوا گوشت کھا رہے تھے۔ وہ آتے ہی کہنے لگی: دیکھو آپ اس طرح بیٹھے ہیں جیسے بندے بیٹھا کرتے ہیں اور اس طرح کھا رہے ہیں جیسے بندے کھاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا: ہاں میں بندہ ہوں۔

اور بندوں کی طرح بیٹھا اور کھانا ہوں۔ پھر وہ عورت کہنے لگی: مجھے گوشت دو۔ حضور نے اسے جو کچھ تھا، دے دیا۔ پھر کہنے لگی: میرے منہ میں ڈالیں۔ آپ نے ویسا ہی کیا۔ پھر کہنے لگی: جو کچھ آپ خود کھا رہے ہیں وہ مجھے کھلائیں۔ آپ نے پھر ویسا ہی کیا مگر اس کے بعد آپ نے اس بظاہر سے بات تک نہ کی۔

رافع بن خدیج کا بیان ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ کی خدمت میں ایک عجیب واقعہ حاضر ہوا تو دیکھنا کیا ہوں کہ آپ کے پاس ایک دیگ ہے جسے پکایا جا رہا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے گوشت کا ایک بڑا سا ٹکڑا عنایت فرمائیں مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ میں نے لے کر کھالیا مگر پورا ایک سال میرا پیٹ درد کرتا رہا۔ میں نے آپ کے پاس جا کر عرض کی۔ آپ نے کہا کہ اس گوشت پر سات آدمیوں کا حق تھا۔ آپ نے میرے پیٹ پر ہاتھ مارا تو وہ ٹکڑا باہر جا پڑا۔ اس کا رنگ سبز ہو گیا تھا۔ مجھے اپنے اللہ کی قسم ہے اس کے بعد میرے شکم میں درد کی کبھی شکایت نہیں ہوئی۔

ابوشہیم کہتے ہیں کہ میں مدینہ کو جا رہا تھا راستہ میں مجھے ایک دست نبوت کی عصمت حسین ترین عورت دکھائی دی۔ میں اس کے ساتھ ہو لیا جب لوگ روانہ ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ ہی ہو لیا۔ میں نے مدینہ پہنچ کر چاہا کہ حضور سے بیعت کر لوں۔ تو آپ نے اپنا دست مبارک کھینچ لیا اور اشارہ مجھے بتا دیا کہ یہ ہاتھ نامحرم عورتوں کو چھوتنا رہا ہے۔ نبی کا ہاتھ اسے اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ میں نے وعدہ کرتے ہوئے یقین دلایا کہ یہ خطا آئندہ سرزد نہ ہوگی۔ پھر مجھے شرف بیعت بخشا گیا۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت کے پاس امت کا پہلا فتنہ گر بیٹھے ہوئے ایک دوسرے شخص کی زیادتی عبادت کا تذکرہ کر رہے تھے کہ وہ شخص وہیں نمودار ہو گیا۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ اس شخص کے چہرہ سے مجھے شیطان کے آثار نظر آتے ہیں۔ جب وہ آپ کے نزدیک آیا تو آتے ہی سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: مجھے حلفیہ بتاؤ جب تم اس مجلس کی طرف آ رہے تھے کیا تم اپنے آپ کو سب سے بہتر نہیں سمجھتے تھے؟ وہ کہنے لگا: ہاں۔ اس کے بعد وہ چلا گیا اور زمین پر ایک لکیر کھینچی اور مسجد بنا کر

نماز میں کھڑا ہو گیا۔ حضورؐ نے حکم دیا کون ہے جو جا کر اسے قتل کر دے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میں جاتا ہوں۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے۔ دیکھ کر حیران رہ گئے۔ واپس آ کر حضورؐ کو بتایا کہ وہ نماز میں تھا۔ حضورؐ نے پھر فرمایا: کون ہے جو جا کر اسے قتل کر دے۔ حضرت عمرؓ اٹھے اور انہوں نے بھی یہ منظر دیکھ کر ہاتھ روک لیا اور واپس آ کر بتا دیا۔ حضورؐ نے پھر تیسری بار فرمایا: کون ہے جو اسے قتل کر دے۔ حضرت علیؓ اٹھے اور کہنے لگے: میں حاضر ہوں۔ جب آپؐ وہاں پہنچے تو وہ وہاں سے جا چکا تھا۔ واپس آ کر بتایا: یا رسول اللہ! وہ تو نہیں ملا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ میری امت کا پہلا شخص ہوگا جو خارج ہوگا۔ اگر اسے قتل کر دیا جاتا تو امت میں دو شخصوں کے درمیان کبھی اختلاف رونما نہ ہوتا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل اکثر فرقوں میں بٹ جائیں گے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔

انکسار و اخلاص کی قبولیت
 ایک دن حضورؐ نے اعلان فرمایا کہ صبح جو بھی شخص آئے
 کچھ نہ کچھ صدقہ ضرور کرے۔ حضرت عقبہ بن زیدؓ رات کو
 بارگاہِ رب العزت میں دُعا مانگنے لگے۔ یا اللہ تو جانتا ہے کہ حضورؐ نے صدقہ کا فرمایا ہے مگر
 میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ میں اپنی عرض و آبرو کو صدقہ کرنا ہوں۔ صبح جب سب صحابی صدقہ
 لے کر پہنچے تو عقبہ بن زیدؓ بھی ساتھ ہی تھے۔ حضورؐ نے ان لوگوں پر نگاہ ڈالی جو صدقہ لے کر
 آئے تھے اور ساتھ ہی کہا: این المتصدق بعرضہ البارحہ۔ سب چپ رہے
 آپؐ نے پھر کہا: این المتصدق بعرضہ البارحہ۔ عقبہ بن زیدؓ نے کہا: یا رسول اللہ! میں
 حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: قبلہ اللہ منک۔ اللہ نے اسے قبول فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ایک دفعہ مجھے رمضان میں
 شیطان چور کی شکل میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ زکوٰۃ کے مال کی نگہداشت کرنا۔
 ایک رات میں بیٹھا تھا کہ کوئی آدمی آیا اور وہ چیزیں اٹھانے لگا۔ میں نے پکڑ کر بٹھایا اور
 کہا کہ تجھے صبح آنحضرتؐ کی خدمت میں لے جاؤں گا۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو۔ میں اب کی
 بار نہیں آؤں گا۔ یہ اس لیے حرکت کی ہے کہ میں عیال دار اور محتاج ہوں۔ اس پر مجھے رحم
 آگیا اور اسے چھوڑ دیا۔ صبح کو حضورؐ نے فرمایا: اسے ابو ہریرہؓ رات وائے قیدی کو

تم نے کیا کہا۔ یا رسول اللہ! خدا کا امی و ابی! اس نے کہا تھا کہ وہ عیالدار ہے رحم کھا کر
 میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا: وہ جھوٹا تھا اور پھر آٹے گا۔ دوسری رات میں
 چھپ کر بیٹھ گیا اور اسے پکڑ لیا اور کہا تم نے نہیں کہا تھا کہ پھر نہیں آؤں گا۔ اس نے پھر ایسی
 دردناک باتیں کیں کہ مجھے رحم آگیا اور اسے چھوڑ دیا۔ صبح حضورؐ نے پوچھا: ابو ہریرہؓ ارات وائے
 قیدی کا کیا کیا۔ میں نے سارا ماجرا سنا دیا۔ آپؐ نے پھر کہا: اس نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ پھر
 آئے گا۔ تیسری رات میں چھپ کر بیٹھا رہا جو نہی وہ آیا میں نے اسے پکڑ لیا۔ اس نے کہا مجھے
 اب چھوڑ دے۔ میں تجھے چند ایسے کلمات بتاتا ہوں جس سے اللہ تجھے نفع دے گا۔ میں نے
 پوچھا: وہ کون سے ہیں؟ کہنے لگا: رات کو سوتے وقت آیت الکرسی پڑھ لیا کرو۔ یہ تمہاری
 حافظ و ناصر ہوگی اور صبح تک شیطان تمہارے پاس نہیں آئے گا۔ جب صبح ہوئی تو آپؐ
 نے پوچھا: ابو ہریرہؓ ارات وائے چور کا کیا بنا؟ میں نے بتایا کہ قصہ یوں ہوا ہے۔ آپؐ نے
 فرمایا: ایک جھوٹے نے تمہیں بڑی سچی بات بتائی ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ شیطان تھا۔
 ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے: مجھے میری ماں نے بھیجا تاکہ رسول اللہؐ سے کچھ مانگ
 لوں۔ جب میں آکر روبرو مصطفیٰؐ بیٹھا تو آپؐ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: من استغنا عننا
 اللہ ومن التفت اعفاه اللہ ومن استكفى كفاہ ومن سال وله قيمته ردیتہ
 فقد آف۔ میں نے دل میں کہا کہ میری فلاں اونٹنی ایک اوقیہ سے تو ہر حال اچھی ہے میں
 یونہی لوٹ آیا اور کچھ نہ مانگا۔

تیمم کا طریقہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: جب آیت تیمم نازل ہوئی تو ہمیں پتہ نہ چلا کہ
 تیمم کیسے کرنا چاہئے۔ ہم حضور علیہ السلام کے در دولت پر حاضر ہونے
 تاکہ حضورؐ سے پوچھیں۔ وہاں پہنچے تو حضورؐ باہر تشریف لائے اور مجھے دیکھ کر میری حاجت
 و سوال کو جانپ گئے۔ حضور علیہ السلام نے پیشاب کیا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر
 مارا اور دونوں ہاتھوں سے چہرہ انور کا مسح کیا۔ اس کے علاوہ آپؐ نے کچھ نہ کیا۔ ہم واپس
 آگئے اور پھر مزید کوئی بات نہ پوچھی۔

جب صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ سے ہجرت کی تو وہاں کے نوجوانوں کی ایک جماعت

آپ کے تعاقب میں نکلی۔ صہیب نے اپنا تیروں والا تھیلا دکھاتے ہوئے انہیں کہا: تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سے بہتر تیر انداز ہوں۔ خدا کی قسم جب تک میرے تھیلے میں ایک تیر بھی باقی ہے مجھے تم چھو بھی نہ سکو گے۔ انہوں نے کہا کہ تمہیں جو ذخیرہ چھوڑ آئے ہو ہمیں اس کی خبر دے دو ہم تمہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اس نے انہیں خبر دی تو وہ اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ جب مدینہ پہنچے تو حضورؐ نے فرمایا: سایح البیع یا ابا یحییٰ۔ حضورؐ نے یہ بات تین بار دہرائی تو یہ آیت نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ
رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ

حضورِ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لشکر کسی مہم پر بھیجا اور سب کو جدیر کا صبر زاوراہ دیا مگر جدیر نامی ایک شخص کو بھلا دیا۔ جدیر نہایت صبر و شکر سے لشکر کے پیچھے پیچھے رہا اور کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا اور صبر کے نتیجہ کی امید کرتا تھا اور زبان "لا الہ الا اللہ واللہ اکبر سبحان اللہ والحمد للہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ"

پڑھتا جاتا اور کہتا جاتا: میرے اللہ یہی زاوراہ سب سے اچھی ہے۔ جبرائیلؑ ایہ حضورؐ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف اس لیے بھیجا ہے کہ آپ کو خبر دوں کہ آپ نے لشکر روانہ کرتے وقت سب کو زاوراہ عطا فرمائی مگر جدیر کو بھلا دیا وہ ذکر الہی کو زاوراہ بنائے لشکر کے پیچھے جا رہا تھا۔ ہم اس کے اس صبر کا پھل زمین و آسمان کے نور سے دیں گے مگر آپ بھی اسے جلد از جلد زاوراہ بھیجیں۔ اُن حضرت نے ایک آدمی کو بلا کر جدیر کے لیے راستہ کا خرچ دیا اور ساتھ ہی کہا کہ جب وہاں جاؤ تو سُنو کہ جدیر کیا کہہ رہا ہے اور یاد کر لینا اور اسے کہنا کہ رسول اللہؐ تمہیں سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہیں سفر خرچ دینا مجھول گئے تھے جبرائیلؑ نے مجھے یاد دلایا ہے اس لیے روانہ کر رہا ہوں۔ جب وہ آدمی جدیر کے پاس پہنچا اور حضورؐ کا پیغام پہنچا تو اس کے مُنہ سے نکلا: الحمد للہ رب العالمین ذکر فی من فوق سبع سموات و من فوق عرشہ و رحمہ جزعی، ضعف۔

پھر کہا:

یا سب کمال تنس جدیداً فاجعل جدیداً لا ینساک۔

یہ الفاظ اس آدمی نے یاد کر لیے۔ جب واپس مدینہ میں پہنچا اور جا کر حضورؐ کو سنایا تو آپؐ نے فرمایا: تم بھی آنکھیں اٹھا کر دیکھ لو اس کے کلام کا نور زمین و آسمان کی بلندیوں میں نظر آ رہا ہے۔

ایک دن حضورؐ نے صحابہ کو کہا کہ میں ایک جماعت ایک مہم پر ایثار کی ایک عمدہ مثال بھیج رہا ہوں تم سب کے سب صدقہ دو۔ عبد الرحمن بن عوف نے

کہا: یا رسول اللہ! میرا نصف مال حاضر ہے اور نصف میرے اہل خانہ کے لیے ہے۔ ایک اور صحابی ایک صاع کھجوریں لے آیا اور کہا یا رسول اللہ! آج مجھے پانی کے ڈول کھینچنے کی مزدوری ملنے لگی تھی۔ ایک گھر چھوڑ آیا ہوں۔ منافقین نے عبد الرحمن بن عوف کے متعلق کہا کہ یہ صدقہ ریاست و حکومت کے لیے دے رہا ہے اور دوسرے صحابی کے متعلق کہنے لگے خدا اور رسول ایک صاع کھجوروں کے صدقے سے بے نیاز ہے جبرائیل امین پیغام لے کر آئے۔ "الذین یدمنون المطوعین من المومنین فی الصدقات۔"

میسونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات حضورؐ بنی کعب کی غائبانہ دستگیری علیہ السلام میرے ہاں قیام پذیر تھے کہ رات کو اٹھے اور وضو فرمایا۔ میں نے سنا کہ آواز آ رہی ہے لبیک، لبیک، لبیک۔ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! آپؐ کے ساتھ کون تھا جو گفتگو کر رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: بنی کعب تھے جو میری مدد کے طالب تھے۔ انہیں گماں تھا کہ انہیں مکہ میں قتل کر دیا جائے گا۔ اس سے تین روز بعد بنی کعب کی طرف سے ایک قاصد آیا جس نے بتایا کہ بنی کعب کو آپؐ کی مدد کی ضرورت ہے حضورؐ نے فرمایا: لبیک لبیک۔ پس آپؐ مدینہ سے باہر آ کر روحا میں قیام پذیر ہوئے اور نگاہ کی تو دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ آپؐ نے فرمایا یہ بنی کعب کی امداد کے لیے آیا ہے۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حضورؐ کے ساتھ قنما نماز ادا کرنے کا حکم سفر کر رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کون ہے جو نماز کے وقت کو

نگاہ میں رکھے۔ میں نے کہا کہ میں آپ نے کہا تمہیں نیند تو نہیں آجائے گی۔ بہر حال میں نے حضورؐ کی اونٹنی کی مہار اپنی اونٹنی سے باندھ لی۔ آخر شب جیسا رسول اللہؐ نے فرمایا تھا، مجھے نیند نے وبالیا اور دھوپ نکلنے سے پہلے جاگ نہ سکا۔ جب صبح اٹھ کر دیکھا تو اپنی اونٹنی وہاں ہی تھی مگر حضورؐ کی اونٹنی گم ہو گئی تھی۔ ایک آدمی نے کہا کہ اس طرف گئی ہوگی۔ اصرار جا کر دیکھا کہ اونٹنی کی رسی ایک درخت سے اڑی ہوئی تھی اسے کھول کر لایا۔ پھر آپ نے اور دوسرے صحابہ نے وضو کیا۔ حضرت بلالؓ کو کہا گیا کہ اذان کہیں سنتیں ادا کیں اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سوائے نہ رہتے مگر وہ تمہیں سبق سکھانا چاہتا تھا تاکہ جو بھی سویا بہ یا وقت پر نماز نہ پڑھ سکے وہ اس طرح پڑھ لے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ کے ساتھ شریک سفر تھا کہ ایک کھجور کا منافق کی موت نمودار ہوا۔ آپ نے فرمایا: یہ کھجور کا ایک منافق کو تباہ کرنے کے لیے اٹھا ہے۔ جب ہم مدینہ میں پہنچے تو اس دن ایک عظیم النفاق منافق مر گیا۔

شیطاں بصورت خارِ پشت
قناد بن لعمان فرماتے ہیں: ایک رات سخت اندھیرا اور بادل تھے۔ میں موقعہ کو غنیمت جان کر حضورؐ

کے ساتھ ہولیا تاکہ آپ کے ساتھ نماز ادا کروں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ تم یہاں کیسے آگئے، میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ میں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا کہ آپ کے ساتھ نماز ادا کروں۔ آپ کے ہاتھ میں کھجور کی لکڑی کی چھڑی تھی۔ آپ نے فرمایا: تمہارے گھر میں تمہاری اہلیہ کے ساتھ اس وقت شیطان بیٹھا ہے تم یہ چھڑی لے کر جاؤ اور اسی کی روشنی میں شیطان کو ایک جگہ چھپے پاؤ گے۔ اسی چھڑی سے استمار درہ قنادہ مسجد سے نکلے اور اس چھڑی کی روشنی راستے کو روشن کر رہی تھی جب گریپے تو دیکھا کہ بیوی سو رہی ہے مگر ایک زاویہ میں شیطان کھلبورت خارِ پشت بیٹھا ہوا دیکھا انہوں نے اسے مارنا شروع کر دیا تو وہ باہر چلا گیا۔

ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے۔ بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا، ہمارا خیال تھا کہ بارش ہوگی۔ آپ نے فرمایا: جو فرشتہ

ان بادلوں کو ہانک رہا ہے ابھی ابھی میرے پاس کہا تھا اور سلام کہہ کر بتا رہا تھا کہ ان بادلوں کو
فلاں وادی کی طرف لے جا رہا ہوں۔ بعد ازاں اونٹ سواروں کی ایک جماعت اسی طرف سے
آئی اور ہم نے اس وادی کا حال پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اسی دن بادل برسا۔

ایک شخص ابو خدعہ نامی اہل قبا کی کسی عورت پر عاشق تھا مگر اس تک رسائی ناممکن تھی
ایک دن اس نے بازار سے ایسا ہی کبس خریدا جیسا رسول اللہ ﷺ اڑھا کرتے تھے اور اہل قبا کو
جا کر کھنے لگا، مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہاری طرف بھیجا ہے تاکہ تم مہمان بنا لو۔ یہ کبس انہوں نے
مجھے دیا ہے۔ لوگوں نے اس کے اطوار دیکھے تو وہ عورتوں کو حریص نگاہوں سے دیکھ رہا تھا انہیں
خیال پیدا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ تو فواحش سے منع فرماتے ہیں مگر یہ شخص تو ویسا نظر نہیں آتا۔ دو آدمی
آپ کی خدمت میں بھیجے گئے آپ اس وقت قیلوہ فرما رہے تھے۔ جب بیدار ہوئے تو انہوں نے
آپ سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! ابو خدعہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: کون ابو خدعہ؟ انہوں نے
بتایا جسے آپ نے اپنا کبس دے کر بھیجا ہے۔ آپ کا چہرہ غصے سے لال پلا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا:
”مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَدًّا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ“

اور ساتھ ہی حکم دیا فلاں فلاں آدمی جا نہیں اور اسے پکا کر قتل کر کے جلا دیں۔ مگر مجھے امید ہے
تمہارے پیچھے تک اس کا کام تمام کر دیا گیا ہو گا۔ جب یہ لوگ گئے تو وہ وہاں سے جا چکا تھا۔ مگر
باہر جا کر اس نے پیشاب کیا تو وہاں سے ایک زہریلا سانپ نکلا جس نے اسے ڈس لیا اور
وہ وہیں مر گیا۔

حضور علیہ السلام ام و روقہ رضی اللہ عنہما کی زیارت کو جایا کرتے اور شہید کہہ کے پکارا کرتے
ام و روقہ کا ایک غلام اور کنیز تھی جسے سارا انتظام دے رکھا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ
میں دونوں نے متفق ہو کر انہیں شہید کر دیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو کہا: صلاق اللہ ورسولہ۔
چلو شہید کی نماز جنازہ ادا کر آئیں اور زیارت کریں۔

ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو
خالد بن ولید کا قتل خالد بن ولید کو قتل کرے تو میرا دل اس سے فارغ ہو۔ عبد اللہ
بن ابی سہل رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میں جانتا ہوں آپ اس کا حلیہ بتادیں تاکہ مجھے اس کے

تلاش کرنے میں آسانی رہے۔ آپ نے فرمایا: جب تم اسے دیکھو گے تو تمہارے دل میں خوف پیدا ہو جائے گا۔ عبد اللہ کہنے لگے: "یا رسول اللہ! مجھے قسم ہے اللہ کی جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میرے دل میں کبھی بھی خوف و ہراس نہیں آیا۔ خالد بن ولید اس وقت عرفات میں تھا عبد اللہ بن ایس و ماں پہنچ گئے۔ ان کا بیان ہے شام سے پہلے عرفات میں مجھے ایک ایسا آدمی ملا جس سے میں ڈر گیا۔ میں سمجھ گیا یہ وہی شخص ہے جس کا ذکر حضور نے مجھ سے کیا تھا۔ مجھے پوچھنے لگا: تم کون ہو؟ میں نے بتایا کسی کام کو باہر آیا ہوں۔ آج رات تمہارے پاس رہوں گا اس نے کہا تم میرے ساتھ چلے آؤ۔ میں اس کے چیتھے ہو گیا۔ نماز دیکر تک میں سستایا اور مجھے ڈر محسوس ہو رہا تھا۔ بہر حال میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر تلوار کا ایک وار کیا اور اسے قتل کر دیا۔

ایک ثقفی اور ایک انصاری باجم مشورہ کرنے کے بعد آنحضرت کی خدمت میں پہنچے تاکہ آپ سے کوئی سوال پوچھ سکیں۔ ثقفی نے انصاری کو کہا: یہ تمہارا اپنا شہر ہے۔ تم جس وقت چاہو آپ سے سوال کر سکتے ہو؛ مجھے اجازت دو میں پہلے سوال پوچھ لوں۔ اجازت ملنے پر جب وہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ تم سوال کرنا چاہتے ہو یا میں بتاؤں کہ تم کیا پوچھنے آئے ہو؟ ثقفی نے کہا: آپ بتائیں۔ آپ نے کہا: تم نماز روزہ کے متعلق پوچھنا چاہتے ہو۔ ثقفی نے قسم کھا کے کہا کہ میں محض سوال ہی لے کر آیا تھا۔ حضور نے نماز روزہ کی وضاحت فرمائی۔ پھر انصاری آیا اور آپ نے کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہارا سوال بتاؤں؟ انصاری نے کہا آپ خود بتائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم حج، روز عرفہ، حلق شعر اور طواف کے متعلق پوچھنا چاہتے تھے۔ اس نے کہا: مجھے اللہ کی قسم میں یہی پوچھنے آیا تھا۔ پھر آپ نے ان مسائل پر روشنی ڈالی۔

عمار بن یاسر کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ حضور کا سفر تھا۔ ایک شیطان کنویں پر منزل پر قیام ہوا تو میں اپنا ڈول اور مشک لے کر پانی کے لیے نکلا۔ آپ نے فرمایا تمہیں کوئی پانی سے روک دے گا۔ میں کنویں پر پہنچا تو ایک حبشی کو دیکھا جو کہہ رہا تھا۔ خدا کی قسم اس کنویں سے ایک ڈول بھی پانی نہ لے سکو گے۔ ہم دونوں دست و پا

ہو گئے۔ میں نے اس کے منہ اور ناک کو پتھر مار کر زخمی کر دیا۔ پھر اپنی مشک بھر کر آنحضرتؐ کے پاس پہنچا تو آپؐ نے پوچھا: کوئی شخص تمہیں کنویں پر ملا۔ میں نے سارا قصہ سنایا تو آپؐ نے فرمایا جانتے ہو وہ کون تھا؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو حضورؐ نے بتایا وہ تو شیطان تھا۔

والبصہ بن معبد کہتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں تھا اور عہد کیا تھا کوئی بھی نیکی و بدی کی بات ایسی نہ ہوگی جسے آپؐ سے دریافت نہ کروں۔ میں نزدیک پہنچا تو صحابہؓ کی ایک جماعت آپؐ کو گھیرے بیٹھی تھی۔ میں نے چاہا کہ آپؐ کے نزدیک بیٹھوں مگر صحابہؓ نے مجھے دور رہنے کو کہا مگر حضورؐ نے مجھے دیکھ کر قریب آنے کو کہا۔ یہاں تک کہ میں آپؐ کے زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گیا۔ آپؐ نے فرمایا کیا میں خود بتاؤں کہ تم کیا پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کی: ہاں یا رسول اللہؐ۔ آپؐ نے فرمایا تم نیکی اور بدی کے متعلق دریافت کرنا چاہتے ہو۔ پھر حضورؐ نے اپنی انگلیاں میرے سینے میں گار دیں اور فرمایا:

یا والبصہ! یا والبصہ! استفتت قلبك! استفتت نفسك البرما

اطمان اليه القلب واطمانت اليه القلب والاشم ما حاك

في قلب وتورد في الصدر وان افتاك الناس وافتوك۔

عاشق رسولؐ کی موت حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ مدینہ میں دو ایسے آدمی تھے کہ ان میں سے ایک تو حضورؐ سے کبھی کبھی جُدا ہوتا اور دوسرا کبھی کبھی حاضر ہوتا اور زیادہ کام بھی نہ کرتا۔ ایک دن اس حاضر باش شخص نے آپؐ سے پوچھا: یا رسول اللہؐ! قیامت کب آنے گی؟ آپؐ نے فرمایا: تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ کہنے لگا: حب اللہ وحب الرسول۔ آپؐ نے فرمایا: انک من احببت وک ما احتسبت۔ وہ دوسرا آدمی جو کم حاضر ہوتا تھا فوت ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے اسے بہشت میں جگہ دی ہے۔ صحابہؓ نے ایک دوسرے کو دیکھ کر اظہارِ تعجب کیا بعض اٹھ کر متوفی کی بیوی کے پاس جا کر حضورؐ کی بشارت سنانے لگے۔ اس کی بیوی نے کہا تمہارا تعجب کرنا صحیح ہے مگر حرم کی یہ عادت تھی کہ جب مؤذن اشہدان لا الہ الا اللہ کہا کرتا تھا تو وہ کہا کرتا تھا: انا اشہدان لا الہ الا اللہ واشہد بہا مع کل شاہد۔ اکفی من

ابی۔ اور جب مؤذن یہ کتنا شہد ان محمد رسول اللہ تو کہا کرتا انا شہد ان محمد رسول اللہ شہد مع کل شاہد و آکفی من ابی۔ جب صحابہ رسول واپس گئے تو حضور نے فرمایا کیا تم مرحوم کی اہلیہ کے پاس گئے اور جو کچھ میں نے کہا تھا تم نے اسے خبر کی اور اس نے تمہیں اپنے شوہر کے متعلق بھی یوں کہا۔ سب نے کہا یا رسول اللہ! ہاں۔ آپ نے بتایا: اسی وجہ سے اللہ نے اسے بہشت میں جگہ دی ہے۔

دانا کے گل۔ عقبہ بن عامر الجہنی کا بیان ہے: ایک دن میں حضور کی مجلس سے باہر جا رہا تھا تو مجھے چند اہل کتاب ملے جو کتابیں اٹھائے آرہے تھے۔ مجھے کہنے لگے: اجازت حاصل کرو تاکہ ہم حضور کو مل سکیں۔ میں واپس آیا تو آپ نے فرمایا: مجھے ان سے کیا سروکار! مجھے ایسی چیزیں پوچھتے ہیں جن کا مجھ سے کچھ واسطہ نہیں۔ میں تو بندہ ہوں میں نہیں جانتا تا وقتیکہ اللہ تعالیٰ مجھے آگاہ نہ کر دے۔ پھر آپ نے کہا: پانی لاؤ۔ آپ نے وضو فرما کر دو رکعت نماز ادا کی۔ آپ کے چہرے پر اس سرور کا اثر نمایاں ہونے لگا اور کہا کہ جاؤ انہیں اور جس قدر صحابہ ہوں اندر لے آؤ۔ جب سب اندر آ گئے تو حضور نے پوچھا کیا تم چاہتے ہو کہ جو کچھ تم پوچھنے آئے ہو اس کی خود ہی خبر دوں وہ جواب بھی دوں جو تمہاری اپنی کتابوں میں تحریر ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں وہ سوال بتائیں جو ہم پوچھنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم قصداً اسکندر دریافت کرنا چاہتے ہو۔ اور میں تمہیں وہی جواب دوں گا جو تمہاری کتابوں میں لکھا ہے۔ آپ نے سارا قصداً اسکندر سنایا۔ وہ سب کے سب اعتراف کرنے لگے کہ واقعی ایسا ہی ہماری کتابوں میں درج ہے۔

حبیب بن مسلمہ آپ کے پاس مدینہ میں آ گیا۔ اس کا باپ بھی اس کے پیچھے آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! میرا بیٹا میرا دوست و بازو ہے اسے میرے حوالے کر دیں۔ آپ نے فرمایا: حبیب تم اپنے باپ کے ساتھ رہو وہ عنقریب فوت ہو جائے گا۔ کہتے ہیں وہ اسی سال مر گیا۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ایک دن آنحضرت کے ساتھ رات بھر شریک سفر رہا۔ صبح سے پہلے ہم ایک جگہ منزل پر اترے اور تھکاوٹ کی وجہ سے نیند نے

گھیر لیا۔ جب آنکھ کھلی تو دھوپ کی کرنیں ہمارے جسم چوم رہی تھیں۔ سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ اٹھے۔ پھر حضرت عمرؓ۔ جب حضرت عمرؓ نے دیکھا تو بلند آواز سے بکیر کہی۔ حتیٰ کہ رسول اللہؐ بھی بیدار ہوئے۔ لوگ نماز کے ضائع ہونے کا شکوہ کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کوئی فکر نہیں تم کوچ کرو۔ جب ہم وہاں سے روانہ ہوئے، تھوڑی دور جا کر حضورؐ نیچے اترے اور پانی طلب کیا۔ وضو کر کے سب کے ساتھ نماز ادا کی۔ جب فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ایک آدمی علیحدہ نماز ادا کر رہا ہے۔ آپؐ نے اسے پوچھا کہ نماز باجماعت کیوں ادا نہیں کی۔ وہ کہنے لگا: یا رسول اللہؐ میں جنبی تھا اور پانی میسر نہیں تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس خاک پاک سے تیمم کر لیتے۔ اس کے بعد ہم پھر روانہ ہوئے لوگوں کو پیاس محسوس ہونے لگی۔ حضورؐ کے سامنے گئے اور جا کر پانی کی نایابی کی شکایت کی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ اور ایک دوسرے آدمی کو بلایا اور فرمایا: جاؤ، ہمارے لیے پانی لاؤ۔ وہ چلے گئے اور ناگاہ انہوں نے دیکھا کہ ایک عورت آرہی ہے اور اس کے اونٹ پر دو مشکیں لدی ہوئی ہیں۔ اس سے پوچھا کہ پانی کہاں ہے۔ اس نے بتایا کہ میں کل اس وقت پانی سے جدا ہوئی تھی اُسے پڑ کر حضورؐ کے پاس لے گئے۔ آپؐ نے ایک برتن لے کر حکم دیا کہ دونوں مشکیزوں کے مُنہ کھول دیں۔ آپؐ نے ایک کلی اس میں کی اور لوگوں کو کہا کہ وہ آکر پانی پی لیں۔ لوگوں نے اپنی مرضی سے پانی پیا اور بھر لیا۔ سب سے آخر میں وہ جنبی آدمی پہنچا۔ اسے ایک برتن پانی دیا گیا اور کہا جاؤ اس سے نہالو۔ وہ عورت کھڑی بڑی حیرانی سے دیکھ رہی تھی کہ یہ لوگ اس پانی سے کیا کر رہے ہیں۔ عمر بن حصین کہتے ہیں مجھے اس خدا کی قسم ہے جس نے سچے رسولؐ کو بھیجا۔ جب پانی سے آپؐ نے ہاتھ کھینچ لیے تو مشکیزے پہلے سے بھی زیادہ بھرے دکھائی دیتے تھے۔ اس کے بعد آپؐ نے کہا کہ اس کے لیے تھوڑے سے ستر اور کھجوریں لاؤ اور اس کے اونٹ کے آگے رکھ دو۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تم دیکھ لو ہم نے تمہارے پانی کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ اللہ نے ہمیں پانی دے دیا۔ جب وہ عورت اپنی قوم میں پہنچی اس سے پوچھا گیا کہ تم دیر سے کیوں آئی ہو؟ اس نے کہا میرے اوہ میں دو آدمی آئے جو مجھے اس آدمی کے پاس لے گئے جس نے اپنی قوم کا دین بدل ڈالا ہے۔ پھر سارا قصہ سنانے کے بعد کہنے لگی یا تو وہ ساری دنیا کے جادوگروں کا استاد ہے یا وہ رسولؐ

صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کے بعد جب بھی مسلمان اس علاقہ پر حملہ کرتے تو سب کو شکست دیتے مگر اس پانی پلانے والی عورت کو چھوڑ دیتے۔ ایک دن وہ عورت اپنی قوم کو کہنے لگی: یہ قوم ہمیں چھوڑے گی نہیں، بہتر ہے کہ ہم اسلام قبول کر لیں۔ سب نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ایک دفعہ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا۔ ایک دن میں صحابہ کی راہ میں بیٹھا رہا شاید مجھے کوئی ساتھ لے جائے اور کھانا کھلائے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے گزرے میں نے اُن سے کلامِ الہی سے ایک آیت کا مطلب پوچھا۔ یہ میں نے اس لیے کیا کہ وہ مجھے اپنے ہمراہ لے جائیں گے انہوں نے مجھے نظر انداز کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ گزرے تو اس نیت سے ویسے ہی سوال کیا مگر وہ بھی مجھے ساتھ نہ لے گئے۔ ناگاہ حضورؐ کا گزر ادھر ہوا اور مجھے دیکھتے ہی میرا مطلب سمجھ گئے اور مجھے حکم دیا کہ میرے ساتھ چلے آؤ۔ آپؐ اپنے ایک گھر تشریف لے گئے اور دریافت کیا کہ کچھ کھانے کے لیے ہے؟ جواب ملا: ہاں کسی نے آپؐ کے لیے تھوڑا سا دودھ بطور ہدیہ بھیجا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ابو ہریرہؓ! اصحابِ صفہ کو بلا لاؤ۔ اصحابِ صفہ اہلِ اسیر کے مہمان تھے ان کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتا تھا حضورؐ کے پاس جو ہدیہ آتا آپؐ خود بھی کھاتے اور انہیں بھی بھیج دیتے۔ جب صدقہ آتا خود نہ کھاتے سب ان کو بھیج دیتے۔ میں اہلِ صفہ کو بلا لایا اور سب کو بٹھا دیا۔ آپؐ نے فرمایا: ابو ہریرہؓ! وہ دودھ کا پیالہ مجھے دو۔ میں لایا۔ حضورؐ نے پکڑ کر پھر مجھے دے دیا اور فرمایا کہ اس ساری قوم کو پلاؤ۔ میں اہلِ صفہ کو پلا تا گیا جب سب پی چکے تو میرے اور حضورؐ کے بغیر کوئی بھی باقی نہ رہا۔ آپؐ نے پیالہ لے کر مجھے دیا اور فرمایا: ابو ہریرہؓ! خوب پیو تم خوب پیو۔ میں پیتا گیا حتیٰ کہ آپؐ نے چوتھی بار کہا: اور پی لو۔ میں نے کہا: واللہ یا رسول اللہ! اب ہمت نہیں رہی۔ مجھ سے پیالہ لے لیاؤ جو کچھ باقی دودھ تھا خود پی لیا۔

لے کیوں جناب ابو ہریرہؓ کیساتھ وہ جامِ شیر
جس سے مترصاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا (ایلیحضرتنا محمد رضا خاں بریلوی)

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں اس وقت آٹھ سال کا تھا اور میرا والد فوت ہو چکا تھا اور میری والدہ نے ابو طلحہ سے شادی کر لی تھی۔ اس کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتا۔ بسا اوقات ہم دو دو رات کچھ نہ کھاتے۔ ایک دن میری والدہ مُسٹھی بھر جو لے آئی اور اس کا آٹا پیس کر دو روٹیاں پکالیں اور ہمسایوں سے تھوڑا سا دودھ لے کر ان روٹیوں پر لگا لیا اور مجھے کہا جاؤ ابو طلحہ کو بلاؤ تاکہ یہ کھانا مل کر کھالیں۔ میں اٹھا اور خوش تھا کہ کھانے کو کوئی چیز ملی۔ میں جا رہا تھا کہ دیکھتا ہوں آنحضرتؐ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ میں نے آپؐ کو عرض کی میری والدہ آپؐ کو بلا رہی ہیں۔ حضورؐ نے سب صحابہ کو بھی کہا کہ اٹھو چلیں۔ سب ہمارے گھر آ گئے۔ جب گھر کے نزدیک پہنچے تو آپؐ نے ابو طلحہ سے پوچھا: کیا کچھ کھانے کے لیے ہے یا یوں ہی ہمیں بلا لیا ہے۔ ابو طلحہ کہنے لگے: اس خدا کی قسم ہے جس نے آپؐ کو سچا نبی مبعوث فرمایا۔ آج صبح سے میں نے کچھ نہیں کھایا۔ حضورؐ نے فرمایا: پھر ام سلیم نے ہمیں کیوں بلا لیا ہے؟ اندر جا کر دریافت تو کرو۔ ابو طلحہ آئے اور ام سلیم سے پوچھا کہ حضورؐ کو کیوں بلا لیا تھا، اس نے بتایا کہ میرے پاس جو کی دو روٹیاں تھیں ہمسایہ سے دودھ لے کر ان پر چھڑکا اور اس کو کھاتا تھا ابو طلحہ کو بلا لاؤ تاکہ مل کر کھالیں۔ ابو طلحہ واپس آئے، جو کچھ ام سلیم نے کہا تھا بتا دیا حضورؐ نے فرمایا: کچھ بات نہیں ہمیں گھر لے چلو۔ جب حضورؐ ابو طلحہ کے گھر آئے تو میں بھی آپؐ کے ساتھ ہی تھا۔ آپؐ نے فرمایا: ام سلیم! وہ اپنی روٹیاں آؤ۔ وہ لے آئیں تو آپؐ نے اپنا ہاتھ مبارک ان پر رکھ دیا اور انگلیوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ پھر فرمایا: ابو طلحہ جاؤ اور دس صحابہ کو بلا لاؤ۔ جب آ گئے تو آپؐ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ اور میری دس انگلیوں کے درمیان سے روٹی کھاؤ۔ وہ کھاتے گئے حتیٰ کہ سیر ہو گئے۔ جب وہ فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: تم جاؤ اور دس کو بھیج دو۔ وہ بھی آئے اور گئے۔ اسی طرح تہتر آدمیوں نے کھانا کھایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے ابو طلحہ اور انس! آؤ اور تم بھی کھاؤ۔ اور پھر روٹیاں اٹھا کر ام سلیم کو کہا کہ تم بھی کھاؤ اور جو کوئی مانگے اسے بھی دیتے جاؤ۔

عبدالرحمن ابی بکر کا بیان ہے کہ ہم حضورؐ کے ساتھ ایک سو تین آدمی جا رہے تھے

آپؐ نے فرمایا: کسی کے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ ایک صحابی کے پاس ایک صاع آتا تھا اسے گوندھا گیا۔ اس کے بعد ایک مشرک آیا اور اس کے پاس ایک بجر می تھی حضورؐ نے اسے پوچھا: کیا یہ بچوگے؟ کہنے لگا کہ ہاں بچوں گا۔ اسے اس سے خرید لیا گیا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ اس کے بجر کو بھونا جائے۔ خدا کی قسم ایک سو تین آدمیوں میں سے ایک بھی نہ رہا جس کے لیے آپؐ نے ایک ٹکڑا نہ کاٹا ہو۔ جو کوئی موجود تھا اسے وہاں ہی دے دیا جو غائب تھے ان کے لیے رکھ لیا گیا اور انہیں دو پیالوں میں رکھ دیا۔ ہم سب کھا کر سیر ہو گئے اور جو کچھ باقی بچ گیا ہم نے اونٹ پر رکھا اور روانہ ہوئے۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہا نے کہا: لوگ کھانے کا ایک پیالہ آنحضرتؐ کے پاس لائے صبح سے لے کر نمازِ ظہر تک جوق در جوق لوگ آتے گئے اور کھانا کھاتے گئے۔ سمرہ سے لوگوں نے پوچھا: کیا اس پیالے میں ساتھ ساتھ کھانا ڈالا جاتا ہے؟ انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کرنے کے علاوہ اور کچھ نہ بتایا۔

ام اوس رضی اللہ عنہا نے گھی کا ایک مسکا آپؐ کی خدمت میں بھیجا۔ آپؐ نے قبول کرتے ہوئے تھوڑا سا گھی اس میں ڈال دیا اور دم کر دیا اور دعائے برکت کی۔ اور کہا اسے واپس بھیج دیا جائے۔ جب اسے واپس ملا تو اسے خیال پیدا ہوا شاید آپؐ نے گھی قبول نہیں فرمایا۔ فریاد کرتے ہوئے آپؐ کی خدمت میں آئیں اور بتانے لگیں یا رسول اللہؐ اسے میں نے محض آپؐ کے استعمال کے لیے بھیجا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اسے تو میں نے کھا لیا ہے مگر تمہارے لیے دعائے برکت کی ہے۔ ام اوس بتاتی ہیں کہ میں آنحضرتؐ کی زندگی سے لے کر سیدنا صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت تک اسی برتن سے گھی استعمال کرتی رہی۔

ام سلیمؓ نے جو حضرت انس بن مالک کی والدہ تھیں آنحضرتؐ کی خدمت میں گھی کا ایک بھرا ہوا برتن بطور تحفہ بھیجا۔ اسے قبول کر کے آپؐ نے برتن خالی واپس بھیج دیا۔ ایک دوسری عورت نے ام سلیمؓ کے گھر آ کر تھوڑا سا گھی مانگا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے سارا گھی آنحضرتؐ کو دے دیا ہے۔ اس عورت نے کہا: دیکھو تو سہی شاید برتن میں کچھ باقی بچا ہوا ہو۔ ام سلیمؓ نے اپنی لڑکی کو کہا کہ برتن دیکھے۔ لڑکی نے دیکھا کہ برتن گھی سے بھرا پڑا ہے۔ ام سلیمؓ آنحضرتؐ

کی خدمت میں آئیں اور کتنے لگیں، یا رسول اللہ! آپ نے وہ گھی قبول کیوں نہیں فرمایا، آپ نے بتایا کہ ہم نے تو سارا برتن خالی کر لیا تھا۔ ام سلمہ نے بتایا کہ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا وہ برتن منہ تک بھرا پڑا ہے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ اس کو استعمال کرتے جاؤ اور اپنی جگہ سے نہ ہلاؤ۔

ام شریک نے اپنی کینزک کو ایک برتن گھی دیا اور حضور کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضور نے اسے خالی کر لیا اور استعمال کر لیا اور کینزک کو کہا کہ اسے لٹکا دو، اور دیکھنا اس کا سر نہ ڈھانپنا۔ دوسرے دن ام شریک نے وہ برتن دیکھا تو گھی کا بھرا ہوا تھا۔ کینزک کو ڈانٹ کر کہا: تمہیں ہونے کہا تھا کہ اسے حضور کے پاس لے جاؤ۔ مگر اس نے قسم کھا کر بتایا اسے میں لے گئی اور حضور نے اسے خالی کر کے مجھے دے دیا اور میں نے اسے وہیں الٹا کر کے دیکھ لیا تھا ایک قطرہ بھی باقی نہیں تھا مگر آپ نے فرمایا تھا اسے لٹکا دینا اور سر نہ باندھنا۔ ام شریک ساری عمر اس برتن سے گھی کھاتی رہیں ایک دفعہ بہتر آدمیوں نے کھایا مگر کوئی فرق نہ آیا۔

دکین بن سعید المزنی نے کہا تھا کہ ایک دفعہ ہم چار سو چالیس آدمی حضور کے پاس آئے اور آپ سے کھانا مانگا۔ حضور نے حضرت عمرؓ کو کہا کہ انہیں کھانا کھلاؤ۔ حضرت عمرؓ نے کہا صرف ایک سا کھجوروں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ نے پھر کہا: جاؤ اور انہیں کھلاؤ۔ حضرت عمرؓ نے کہا میں یہ سن کر ان کے ساتھ چلا گیا اور ایک چابی نکال کر دروازہ کھولا۔ میں نے دیکھا کہ اس کمرہ میں اتنی کھجوریں پڑی ہیں جتنا کہ ایک اونٹ کا بوجھ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ان سے اٹھا لو جس قدر چاہو۔ انہوں نے ایک مقدار اٹھالی۔ مگر ابھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ ان سے کچھ کم ہوا ہے۔

جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ ہم مدینہ میں ایک یہودی کے پاس کھجوریں بیچا کرتے تھے کھجوروں کے موسم میں اسے مال دیتے اور روپے لے لیتے۔ ایک سال کھجوریں کم لگیں وہ یہودی کھجوروں کی فصل کے موقع پر میرے پاس آیا اگرچہ میں نے دوسرے سال کی مہلت طلب کی مگر اس نے ایک بات بھی نہ مانی۔ حضور کو خبر ہوئی تو آپ نے صحابہؓ کو کہا آؤ ہم مل کر یہودی سے مہلت مانگیں۔ چنانچہ سب میرے نخلستان میں آئے۔ حضور نے اس

یہودی سے میرے لیے مہلت مانگی۔ وہ کہنے لگا: یا ابا القاسم اسے میں مہلت نہیں دوں گا۔ حضورؐ نے پھر یہودی سے مہلت مانگی۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ میں اٹھا اور تھوڑی سی تازہ کھجوریں آنحضرتؐ کے سامنے رکھ دیں۔ آپؐ نے کھا کر پوچھا کہ تمہاری بیٹھنے کی جگہ کہاں ہے؟ وہاں میرے لیے بستر بچھا دو۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ آپؐ وہاں جا کر سو رہے۔ جب اُٹھے تو میں نے تھوڑی سی اور کھجوریں پیش کیں۔ آپؐ نے کھانے کے بعد باغ کا ایک چتر لگایا اور مجھے کہا کہ کھجوریں توڑ کر تشریف کی ادائیگی کر دو۔ میں نے جب کھجوریں اکٹھی کیں تو پہلے سے بھی زیادہ نکلیں۔ میں نے آپؐ کو اطلاع بھیجی کہ اس دفعہ تو پہلے سے بھی زیادہ ہوئیں تو آپؐ نے فرمایا کہ کہو اَشْهَدُ اَنْیَی رَسُوْلُ اللّٰہِ۔

جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے: میرے باپ کی وفات کے وقت مجھ پر بھاری قرضہ تھا موسم خرمائی میں قرض خواتم کو سارا پھل سپرد کر دیا گیا تاکہ اس سے رقم وضع کر لیں۔ مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے: یہ کھجوریں ہمارے قرضہ کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپؐ قرض خواتم کو یقین دلائیں کہ مالِ خرما کافی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کھجوروں کی علیحدہ علیحدہ ڈھیریاں لگا دو۔ جب میں نے ایسا ہی کیا اور قرض خواتم کو بلایا۔ مجھے دیکھتے ہی جھگڑنے لگے۔ حضورؐ نے انہیں دیکھا تو ایک بڑی ڈھیری کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا کہ ان قرض خواتم کو بلاؤ۔ جب سارے آگے تو اسی ڈھیری سے سب کو کھجوریں تول کر دیں۔ سب کا قرض ادا ہو گیا اور مجھے اطمینان ہو گیا کہ میرے باپ کا قرضہ بیباق ہو گیا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ان تمام کھجوروں سے ایک بھی کم نہ ہوئی اور آنحضرتؐ کی ڈھیری اسی طرح موجود تھی۔

ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک سفر تھا شام کی نماز ادا کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ آج ہم ساری رات چلتے رہیں گے اور علی الصبح پانی کے چشمہ پر پہنچ جائیں گے۔ میں آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ آدھی رات ہوئی تو حضورؐ سو گئے اونٹ کی پشت سے ایک بار نیچے گرنے لگے تو میں نے سنبھالا دیا اور پھر میں نے نگاہ میں رکھا کہ کہیں پھر نہ گر پڑیں۔ حضورؐ اونٹ کی پشت پر کھڑے ہو گئے اور پھر ساری رات سفر جاری رہا۔ آخر شب آپؐ کو پھر نیند نے غلبہ کیا تو آپؐ پھر گرنے لگے۔ میں نے پھر سنبھالا دیا تو آپؐ کی آنکھ

کھل گئی۔ آپ نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اب وقتا وہ ہوں اور ساری رات آپ کے ساتھ ساتھ رہا۔ آپ نے فرمایا: احفظک اللہ بما حفظت بنیتہ۔ حضور نے فرمایا: ہم دوسرے لوگوں سے پیچھے رہ گئے ہیں اور وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ کیا تمہیں ان میں سے کوئی دکھائی دیتا ہے؟ میں نے بتایا وہ نلاں سوار ہے وہ نلاں ہے۔ حتیٰ کہ ہم سات ہو گئے۔ ہم راہ سے ہٹ کر ایک طرف ہو گئے اور ذرا آرام کرنا چاہا۔ سب سے پہلے جو شخص اٹھا وہ حضور تھے۔ ہم سب بڑی جلدی سے بیدار ہوئے آپ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ۔ ہم سوار ہو کر چلتے رہے حتیٰ کہ آفتاب بلند ہو گیا۔ میرے پاس پانی کا ایک لوٹا تھا، لاکر وضو کیا اور باقی تھوڑا سا پانی بیچ گیا تو آپ نے فرمایا اسے محفوظ رکھیں۔ بہت کام آئے گا۔ آپ نے صبح کی دوستیں ادا کیں، اس کے بعد حسب معمول دو رکعت نماز فرض ادا کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ۔ ہم دوران سفر ایک دوسرے سے آہستہ آہستہ کہتے جا رہے تھے کہ افسوس ہماری نماز فرض رہ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا: کیا تمہیں میرے ساتھ نماز پڑھ لینے کے بعد بھی اطمینان نہیں ہوا۔ افسوس توجب تھا کہ ہم دوسری نماز تک نماز نہ پڑھ سکتے۔ یاد رکھو! آئندہ کے لیے جب کبھی ایسا واقعہ پیش آئے تم نماز ادا کر لو۔ ہم سے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم سے آگے جانے والے کس حال میں ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: جب صبح ہوگی تو اپنے پیغمبر کو نہ دیکھ سکیں گے اور کہیں گے۔ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہو گا کہ آپ جیسے ہوں گے اور دوسرے کہہ رہے ہوں گے کہ وہ آگے نکل گئے ہوں گے۔ اگر لوگ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے کئے پر چلیں تو راہ راست پالیں۔

جب دن چڑھا تو ہم سب ملے۔ لوگوں نے فریاد کی: یا رسول اللہ! ہم پیاسے مر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: لاہلاک علیکم۔ آپ نے نیچے اتر کر کہا: ہمارا چھوٹا پیالہ لے آؤ۔ اور جس لوٹے میں تھوڑا سا پانی بیچ گیا تھا طلب کیا۔ جب میں لے کر آیا تو اس پیالے میں پانی انڈیلا اور مجھے حکم دیا کہ لوگوں کو پلاتا جاؤں۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ لوٹے میں تھوڑا سا پانی ہے تو ایک دوسرے سے پہلے پینے کے لیے تعاضا کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا: جھگڑو نہیں سب کو پانی ملے گا۔ آپ پیالہ بھرتے گئے اور میں پلاتا گیا۔ حتیٰ کہ میرے اور حضور کے بغیر

کوئی بھی پیاسا نہ رہا۔ حضورؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں بھی پانی پی لوں۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! پہلے آپ پی لیں، میں بعد میں پی لوں گا۔ آپ نے فرمایا:

اناساقی القوم اخرهم شرباً۔

اس کے بعد میں نے پیا تو آخر میں آپ نے بھی پانی پی لیا۔ ہم سب سیراب ہو کر چلے اور چٹھے پر پہنچے تو تھکاوٹ قطعاً نہ تھی۔

مقداد بن اسود کا بیان ہے کہ میں اپنے دو دوستوں کے ساتھ مدینہ میں پہنچا۔ ہم راستہ کی تھکاوٹ سے اس قدر نڈھال تھے کہ آنکھیں اندر دھنسی ہوئیں اور کان بند ہو گئے تھے ہم صحابہ رسول کے پاس گئے مگر کسی نے ہمیں منہ نہ لگایا۔ ہم حضورؐ کے پاس پہنچے تو آپ ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ آپ کے پاس تین بکریاں تھیں۔ آپ نے فرمایا ان کا دودھ نکال کر آپس میں تقسیم کر لو۔ ہم دودھ پیتے اور حضورؐ کا حصہ رکھ دیتے۔ حضورؐ رات کو تشریف لاتے اور آہستگی سے سلام کہتے تاکہ سونے والے بے آرام نہ ہوں۔ اور مسجد میں جا کر نماز ادا فرماتے۔ پھر آپ وہاں سے فارغ ہو کر آتے اور اپنے حصے کا دودھ پی لیتے۔ ایک دن شیطان نے میرے دل میں یہ وسوسہ پیدا کر دیا کہ آنحضرتؐ کو انصار نے کھانا کھلا دیا ہے انہیں دودھ کی کیا ضرورت؟ میں نے اسی خیال سے آپ کا حصہ پی لیا۔ پھر میرے دل میں یہ وسوسہ پیدا کیا گیا کہ میں نے بہت بڑا کیا کہ صاحبِ خانہ کا حصہ پی لیا۔ ابھی وہ آرہے ہوں گے اور دودھ نہ پا کر تیرے لیے دعائے بد فرمائیں گے اور تیری دنیا و عاقبت تباہ ہو جائے گی۔

میرے سر پر شملہ تھا اور یہ کپڑا اس قدر چھوٹا تھا کہ اگر منہ پر لیتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں چھپاتا تو منہ ننگا رہتا۔ اس طرح مجھے نیند نہیں آرہی تھی حالانکہ میرے ساتھ خوب گہری نیند سو رہے تھے کیونکہ جو میں نے کیا تھا وہ انہوں نے نہیں کیا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ حضورؐ تشریف لاتے اور آہستہ سے سلام کہہ کر مسجد میں چلے گئے۔ نماز ادا کرنے کے بعد دودھ پینے کے لیے آئے تو دودھ نہ ملا۔ آسمان کی طرف منہ کر کے کچھ کہنے لگے۔ میرے دل میں آیا کہ اب میرے لیے دعائے بد کریں گے مگر آپ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے:

اطعموا اللہ من اطعمنی وستقی من سقانی۔

جب میں نے یہ الفاظ سنے تو اٹھ کر اپنے کپڑے کو مضبوط کر کے باندھ لیا اور ایک پھری لے کر باہر نکلا تاکہ موٹی تازہ بکری کو ذبح کر لوں۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ تمام بکریوں کے پستان دودھ سے بھرے پڑے ہیں۔ پیالہ لے کر میں نے دوہنا شروع کر دیا حتیٰ کہ بالائی پر روغن آ گیا۔ میں حضورؐ کی خدمت میں لے کر حاضر ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا: آج تم نے اپنا دودھ نہیں پیا۔ میں نے عرض کی: آپؐ پی لیں۔ آپؐ نے پی کر پیالہ مجھے لوٹا دیا۔ میں نے پھر کہا: آپؐ پی لیں۔ آپؐ نے پھر پی کر پیالہ مجھے واپس کر دیا۔ میں بے اختیار ہو کر ہنسنے لگا اور لوٹتے لوٹتے زمین پر گر پڑا۔ آپؐ نے فرمایا: مقدار! یہ بھی تمہاری ایک بُری عادت ہے۔ میں نے سارا قصہ سنا دیا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت تھی۔ تم نے مجھے خبر کیوں نہیں کی تاکہ دوسروں کو بھی بیدار کرتا تاکہ انہیں بھی حصہ ملتا۔ میں نے کہا: مجھے خدا کی قسم جب آپؐ پہنچ گئے تو مجھے کچھ فکر نہ رہی کہ دوسرا کوئی پہنچا ہے یا نہیں۔

ابو قریصہ رضی اللہ عنہ اپنے ایمان لانے کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں: میری ماں اور ایک خالہ تھی۔ میری خالہ مجھے بہت پیار کرتی۔ میں نے کچھ بکریاں پال رکھی تھیں جنہیں اکثر چرانے جاتا تو خالہ کہا کرتی: بیٹا! محمدؐ نامی شخص سے بچے رہنا، کہیں تجھے گمراہ نہ کر دے بلکہ دن بکریوں کو چراگاہ میں چھوڑ کر میں حضورؐ کی مجلس میں چلا گیا اور سارا دن وہیں بسر کر دیا۔ شام جب بکریوں کو لے کر گھر لوٹا تو ان کے پیٹ بھوک سے ساتھ لگے تھے اور پستان خشک۔ میری خالہ نے پوچھا: تمہاری بکریوں کا کیا حال ہے؟ میں نے بتایا مجھے علم نہیں۔ دوسرے روز میں نے پھر ایسا ہی کیا اور حضورؐ کی مجلس میں شریک ہو گیا۔ میں نے سنا آپؐ فرما رہے تھے:

يا ايها الناس هاجروا وتسكوا بالاسلام فان المهجرت لا تقطع

مادام الجهاد۔

رات کے وقت بکریاں گھر میں لایا۔ ان کا حال ویسے ہی تھا۔ تیسرے دن میں وہاں گیا اور وہاں ہی تھا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ بیعت کرنے وقت میں نے اپنی خالہ اور بکریوں کا شکوہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا:

”اپنی بکریوں کو میرے پاس لے آؤ۔“ جب لایا تو آپؐ نے ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا

اور دعا سٹے خیر کی، فی الفور موٹی تازہ ہو گئیں اور پستان دودھ سے بھر گئے۔ جب میں خار کے پاس لے کر آیا تو اس نے کہا:

”بیٹا! ایسے ہی چرایا کرو۔“

میں نے بتایا میں تو حسب معمول چراتا رہا ہوں۔ مگر آج یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ وہ

دونوں یہ واقعہ سن کر مسلمان ہو گئیں۔

رکن پنجم

ان دلائل و شواہد کے بارے میں جن کا کسی خاص وقت سے تعلق نہیں بلکہ یہ واقعات حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد ظہور میں آئے ہیں۔

آپ کے جسم کے متناسب اعضاء کی رعنائی اور چہرہ اقدس کے حسن و جمال کی دلآرائی کے متعلق کوئی تقابلی تصور پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اکثر احادیث صحیحہ میں جو آپ کے محاسن پر مشتمل ہیں، آتا ہے کہ آپ کا قد درمیانہ تھا اور اس متوازن قد کے باوجود کوئی دراز قامت انسان بھی آپ سے بلند نظر نہیں آتا تھا۔ اور جب آپ تکلم فرماتے تو آپ کے دندان مبارک سے نور کی کرنیں نمودار ہوتیں۔ چودھویں رات کو جب لوگ آپ کے چہرہ اقدس اور ماہ تمام کا موازنہ کرتے تو آپ کے حسن و جمال کے آگے چاند مانند نظر آتا۔ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں کوئی چیز گم ہو گئی جو باوجود تلاش کے نہ مل سکی۔ اسی اثناء میں حضور اندر تشریف لائے تو آپ کی پیشانی کے نور سے حجرہ منور ہو گیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گم شدہ چیز مل گئی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جسم اقدس سے خوشبو آمیز لہسینہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

لہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوئی سے کپڑے سی رہی تھیں جو آپ کے ہاتھ سے گر گئی۔

جسم کی خوشبو سے کسی عنبر و مشک کو خوشتر نہیں پایا۔ کہتے ہیں جس آدمی نے بھی آپ سے مصافحہ کیا تمام دن اس کے ہاتھوں سے خوش کن خوشبو آتی رہتی اور آپ جس نپتے کے سر پر دست شفقت رکھتے وہ دوسرے لڑکوں میں خوشبوئے سر کے باعث ممتاز ہو جاتا تھا۔ ایک دن حضور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر پر آرام فرما رہے تھے کہ آپ کو پسینہ آ گیا۔ حضرت انس کی والدہ محترمہ ایک بوتل لاکر اس میں آپ کا پسینہ جمع کرنے لگیں حضور بیدار ہو کر پوچھنے لگے کہ اسے کیا کرو گی؟ انہوں نے جواب دیا کہ اسے میں اپنی خوشبو میں ملاؤں گی کیونکہ آپ کے پسینہ کی خوشبو تمام خوشبوؤں سے بہتر ہے اور بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں ذکر کیا ہے کہ جب رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کسی راہ سے گزرتے تو بعد میں گزرنے والے فوراً سمجھ جاتے کہ حضور ابھی اس راہ سے گزرے ہیں سبحان اللہ!

گزرے جس راہ سے وہ سید والا ہو کر
رہ گئی ساری زمیں عنبر سارا ہو کر

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا رومال ہوتی تھی اور عام استعمال خوشبو کی طرح نہیں ہوتی تھی۔ جو رومال آپ کے چہرہ اقدس کو مس کر لیتا اس پر آگ اتر نہ کرتی تھی۔ کچھ آدمی حضرت انس کے ہاں مہمان ٹھہرے آپ ان کے لیے کھانا لائے۔ خورد و نوش کے بعد آپ نے اپنی کینز کو بلایا اور رومال لانے کے لیے کہا۔ وہ کینز ایک میلا سا رومال لے آئی اور حضرت انس نے اسے آگ جلانے کے لیے کہا۔ بعد ازاں کہا کہ اس رومال کو آگ میں پھینک دے۔ کچھ دیر بعد جب رومال کو باہر نکالا گیا تو وہ دودھ کی طرح سفید ہو چکا تھا اور زوراً بھی نہ جلا۔ انہوں نے پوچھا: یہ کیا ماجرا ہے؟ حضرت انس کہنے لگے: یہ وہ رومال ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چہرہ مبارک صاف فرمایا کرتے تھے جب میلا ہو جاتا ہے تو ہم اسے آگ میں ڈال کر پاک کر لیتے ہیں اور آگ اس پر اثر نہیں کرتی۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ حضور اس کی بچی کی شادی کرنے میں اس کی مدد فرمائیں۔ حضور نے فرمایا: اس

وقت کوئی چیز موجود نہیں۔ جب صبح ہو تو ایک چوڑے مُنہ والی شیشی اور درخت کی ٹہنی لے آنا۔ صبح ہوئی تو وہ شیشی اور ٹہنی لے کر حاضر ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے اپنی کلائی مبارک سے پسینہ اس شیشی میں ڈالنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ شیشی بھر گئی۔ پھر فرمایا کہ اپنی لڑکی سے کہو جب وہ خوشبو کا استعمال کرنا چاہے تو اس ٹہنی سے شیشی میں سے جو بھی نکلے اپنے جسم پر مل لے۔ کہتے ہیں جب بھی وہ لڑکی ایسا کرتی تو تمام مدینے والے آپ کے پسینہ کی خوشبو سے لطف اندوز ہوتے اور اس لڑکی کے گھر کو "بیت السلام" اور "بیت السرور" کے نام سے پکارنے لگے۔ کسی شخص نے کبھی آپ کے بول و براز کو نہ دیکھا۔ جب آپ کو بول و براز کی حاجت ہوتی تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کا پاخانہ نیچے چلا جاتا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ جب بیت الخلاء سے واپس آتے ہیں تو میں وہاں کوئی نشان نہیں پاتی۔ آپ نے فرمایا: تجھے معلوم نہیں کہ ہر چیز جو انبیاء علیہم السلام سے ظاہر ہوتی ہے اسے زمین نگل جاتی ہے۔

آپ جسمانی لحاظ سے تمام لوگوں سے طاقت ور تھے۔ ابو رکانہ کو جو ابو رکانہ چپت کر گیا دور جاہلیت میں طاقت کے لحاظ سے یگانہ عصر تھا آپ نے دعوت اسلام دینے سے پہلے زمین پر دسے مارا تھا۔ ابو رکانہ کے باپ نے بھی آپ سے کشتی لڑی آپ نے اسے بھی پٹخ دیا۔ ابو رکانہ اپنی خفت مٹانے کے لیے آپ سے تین بار کشتی لڑا لیکن آپ نے اسے ہر تہ بار زمین پر گرا دیا۔

جب آپ پیدل سفر کرتے تو کوئی شخص آپ کے پیدل چلنے میں آپ کی تیز رفتاری ساتھ قدم نہ ملا سکتا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو تیز رفتار نہیں دیکھا۔ گویا چلتے وقت زمین آپ کے قدموں کے نیچے کبھی چلی جاتی تھی۔ آپ سے ہم قدم ہونے کے لیے ہم بڑی محنت کرتے مگر آپ تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

آپ کے لعاب دہن سے کھارا حضور کے لعاب دہن سے کھارا پانی میٹھا ہو گیا پانی میٹھا ہو جاتا تھا۔ حضرت

انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے گھر میں کنویں کے پانی میں لعابِ بہن ڈالا وہ پانی ایسا ٹھنڈا اور میٹھا ہو گیا کہ تمام مدینہ میں ایسا شیریں پانی نہ تھا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص پیامبر سے حضور کی خدمت حضور کے وضو کے میں آکر کھنے لگے کہ میں ایک بڑے گاؤں میں رہتا ہوں جہاں مسجد پانی کی برکت نہیں ہے۔ آپ نے پانی منگایا اور اس سے اپنا چہرہ، منہ، کلائی اور ہتھیلی دھوئے۔ اور مستعمل پانی اس شخص کو دے کر فرمایا کہ وہاں جا کر مسجد کی بنیاد رکھے اور اس پانی کو مزید پانی میں ملا کر اس جگہ چھڑکاؤ کر دے۔ اس سے بہت برکت ہوگی۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ مسجد میں بڑی برکت ہوئی۔ اس میں سبزہ آگ آیا جو موسم گرما اور سردی میں کبھی خشک نہیں ہوتا تھا۔

کچھ لوگ ایک کنویں سے ایک ڈول پانی آپ کی خدمت کنویں سے خوشبو آنے لگی میں لے آئے۔ آپ نے اس ڈول کے پانی سے کچھ پی لیا اور تھوڑا سا لعابِ دہن اس میں ڈال دیا۔ اس ڈول کو اسی کنویں میں ڈال دیا اس سے خوشبو آنے لگی۔

آپ کی بصارتِ پالیسی تھی کہ آپ پس و پیش کی ہر چیز کو برابر نگاہِ رسول کی وسعت دیکھتے تھے اور اسی طرح جو چیز آپ اُجالے میں دیکھتے اندھیرے میں بھی ویسی ہی نظر آتی تھی۔ کتے ہیں آپ کو "ثریا" میں گیارہ ستارے نظر آتے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ کی فصاحتِ لسان اور بلاغتِ کلام "جو امع کلمہ" اور "بدائع حکم" کمالِ فصاحت سے مخصوص تھی۔ آپ عرب کے تمام قبائل کی زبانیں اچھی طرح سمجھتے تھے اور ہر شخص سے اسی کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کے اصحابی مشکل میں پڑ جاتے اور پھر آپ سے شرح کی درخواست کرتے تھے۔

جس گروہ نے آپ کے اوپر نیچے کے چار دانت شہید کر دیئے تھے ان کی اولاد کے یہی دانت اُگنا بند ہو گئے۔

یہ روایت محل نظر ہے۔ مستند کتابوں میں چار دانتوں کے شہید ہونے کی روایت نایاب ہے۔ (دتر جو

حضور اکرم کے دستِ اقدس کی خیر و برکت آپ جس چیز کو اپنا دستِ اقدس لگا دیتے ہیں اس میں خیر و برکت آجاتی۔ آپ نے ایک بکری کے پستانوں کو ہاتھ لگایا تو وہ دودھ دینے لگی۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود کا بیان ہے کہ میں ایک بکری کو دیکھ رہا تھا کہ حضور علیہ السلام حضرت ابو بکرؓ کی معیت میں میرے پاس گزرے اور پوچھا: اسے نپتے! کچھ دودھ ہے؟ میں نے عرض کی، ہاں حضور! ہے۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا: کوئی ایسی بکری ہے جو حجت شدہ نہ ہو، میں ویسی ہی بکری لے آیا۔ آپ نے اسے اپنے دستِ اقدس سے دو ہاتھ اس کے تھنوں سے بہت سا دودھ نکلایا جو آپ نے خود پیا اور حضرت ابو بکرؓ کو بھی پلایا۔ بعد ازاں میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور عرض کی: حضور صلی اللہ علیک وسلم! مجھے کچھ تعلیم دیجئے۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اسے نپتے! تو تو خود معلم ہے۔

آپ کے کمالات عالیہ میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی قوتِ رجولیت چالیس مردوں کے برابر تھی۔ آپ کی ایک کینز سلمیٰ نامی کتھی ہیں کہ آپ اپنی ازواجِ مطہرات سے مباشرت فرماتے تو ایک دوسری کے پاس جانے سے پہلے غسل فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ یہی پاکیزہ و خوشتر ہے۔

آپ کی حشمت و عظمت دل و نگاہ میں کھٹی جاتی تھی خون کے پیاسوں کو دعائیں بشت سے پیشتر و بعد مشرکین مکہ آپ کی تکذیب کرتے اور آپ کے اصحاب کو ایذا دیا کرتے اور دل ہی دل میں کہا کرتے کہ ہم آپ کی تکذیب کرتے ہیں لیکن جب خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے تو نہایت ادب و احترام سے حاضر ہوتے۔ آپ سے حاجتیں طلب کرتے، کبھی ایسا ہوتا کہ جس شخص نے آپ کو نہ دیکھا ہوتا، آپ کو دیکھتا تو اس پر ایک ہیبت سی چھا جاتی اور ایک کپکپی سی پیدا ہو جاتی۔ کتے ہیں کہ ایک آدمی آپ کی خدمت میں آیا تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: اپنا آپ سنبھالو! میں بادشاہ نہیں ہوں۔

آپ کی پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی۔ ایک گوشت پارہ **مہرِ نبوت** پر تھی جو جلد سے ابھرا ہوا تھا اس پر چند بال تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق اس گوشت پارہ پر "لا الہ الا اللہ" کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ ایک اور روایت سے ثابت ہے کہ "محمد رسول اللہ" کے الفاظ تھے۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے کمال علم و عقل اور کمال معرفت سے **امی و وقیعہ دان عالم** نوازا تھا جو کسی کو نصیب نہ ہوا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے امتی ہونے کے باوجود کسی سے علم حاصل نہیں کیا۔ آپ کے اعمال و احوال اور سیرت و شمائل کی اساس اس بات پر تھی کہ آپ سے کسی شخص کے علم و عقل زیادہ راسخ نہ تھے۔ ایک بات یہ بھی تھی کہ آپ کو تورات و انجیل اور تمام کتب سابقہ کے علوم بغیر کسی کے تعلم کے حاصل تھے حالانکہ آپ نے ان کتابوں کا مطالعہ کیا نہ اہل کتاب سے مجالست کی۔ اور اسی طرح آپ حکمتِ حکماء اور سیرامہ سابقہ کو اچھی طرح جانتے تھے اور ضرب الامثال اور سیاسیات مخلوق اور تقریر شرائع و احکام اور تعیین آداب شریفہ اور خصائل حمیدہ آپ سے اس وجہ سے صادر ہوئے تھے کہ یہ آپ کے علم و فضل و عقل اس کی دلیل کامل تھے۔ اسی بنا پر ہی آپ علم و عفو، سخاوت و شجاعت، شرم و حیا، مخلوق سے حسن معاشرت اور تمام مخلوق سے شفقت و رافت و رحمت اور عمدہ صلہ رحمی، تواضع، عدل و امانت، عفت پاکیزگی، صدق و راستی، وقار و مروت اور زہد و قناعت کے ایسے اعلیٰ اوصاف سے اس شان سے متصف تھے کہ اس سے زیادہ تصور کرنا محال ہے۔ آپ کے ایسے تمام محامد و محاسن کی تفصیلات کتب سیر میں موجود ہیں اس لیے یہاں اجمالی طور پر ہی بیان کی گئی ہیں۔

قرآن کریم حضور اکرم کا معجزہ ہے قرآن کریم و فرقان حکیم آپ کے معجزاتِ ظاہرہ و باہرہ میں سے ہے اور یہ ایک معجزہ ہی نہیں بلکہ یہ ہزار ہا معجزوں کا حامل ہے کیونکہ اس کی ایک چھوٹی سی سورۃ (مثال کے طور پر سورہ کوثر) ایک بڑا معجزہ ہے جس کی مثال بیان کرنے میں قوتِ بشری عاجز و قاصر رہی ہے اور رہے گی۔ اس فصاحت و بلاغت نظام کلام کے معجزہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ عرب کے تمام فصیح و بلیغ

ادیب اس کی مثال بیان کرنے سے عاجز آگئے اور انہیں ایسا کلام نزولِ قرآن سے پہلے یا بعد اور کہیں نہ ملا۔ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن حکیم تلاوت فرما رہے تھے۔ فصیحائے عرب میں سے جب ولید بن مغیرہ نے قرآن سنا تو اس پر رقت طاری ہو گئی۔ ابو جہل نے دیکھ کر اسے سرزنش کی لیکن وہ بولا: خدا کی قسم بقم لوگوں میں سے کوئی شخص بھی کلام عرب اور اس کے استعاروں کو مجھ سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ دراصل (محمدؐ) جو بھی پڑھتا تھا اس میں ہر چیز آگئی تھی۔ کسی اور دن جب عرب کے مختلف قبیلے کسی رسم کو ادا کرنے جمع ہوئے تو ولید بن مغیرہ نے معشر قریش سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوچ سمجھ کر ایک رائے قائم کرو جس سے ایک دوسرے کی تکذیب نہ ہو اور اس رائے کے مطابق عرب کے تمام قبیلوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نفرت پھیلا نہیں۔ قریش نے کہا: وہ کاہن ہے۔ ولید نے کہا: خدا کی قسم وہ کاہن نہیں ہے کیونکہ اس کا کلام زم زم اور صبح کے لحاظ سے کاہنوں کے کلام کے مانند نہیں۔ پھر کہنے لگے وہ دعاؤں کا پائل ہے۔ ولید بولا: بخدا وہ دیوانہ نہیں ہے اور اس پر کسی جادو اور وسوسہ کا اثر نہیں۔ وہ بولے: پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہے۔ ولید بن مغیرہ نے پھر قسم کھائی اور کہا کہ وہ شاعر بھی نہیں ہے کیونکہ میں اشعار کی تمام اقسام سے اچھی طرح آشنا ہوں لیکن اس کا کلام ان میں سے کسی کی بھی مانند نہیں۔ پھر کہنے لگے: وہ جادوگر ہے۔ اس نے کہا: وہ جادوگر بھی نہیں ہے کیونکہ جیسے جادوگر بھونک جھاڑ اور گانٹھیں دیتے ہیں وہ نہیں دیتا۔ قریشی کہنے لگے: پھر آخر کہیں کیا؟ وہ کہنے لگا: تم جو کچھ بھی کہو وہ جھوٹ اور بودی بات ہے لیکن جو بات کارگر ہو سکتی وہ یہ ہے کہ اسے اس قسم کا جادوگر کہا جائے جو ان انسانوں میں باپ بیٹے، بھائی، بیوی اور رشتہ داروں کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے۔ اس پر تمام متفق ہو کر واپس گھروں کو چلے گئے۔ اس کے بعد وہ برسرِ راہ بیٹھ کر حضورؐ کے خلاف نفرت پھیلاتے تھے۔

اعجازِ قرآن کریم کی وجوہات میں سے ایک وجہ ان تاریخی واقعات کی صداقت ہے جو صدیوں پہلے واقع ہو چکے تھے اور سابقہ امتوں اور ان کی شریعتوں کے متعلق تھے۔ اہل کتاب کو ان واقعات کو سمجھنے میں عسریں گزر گئیں لیکن باوجود قیل و قال اور تجسس و تحقیق کے وہ ان باتوں کو حواسے چند لوگوں کے نہ سمجھ سکے۔ ان کے علم میں یہ بات بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آتی ہیں۔ اور کچھ لکھ بھی نہیں سکتے۔ آپ نے کسی کتاب کو بھی نہیں پڑھا اور پھر اہل کتاب کے پاس نشست و برخاست بھی نہ کی۔ اہل کتاب میں سے بہت سے ایسے بھی تھے جو آپ سے ان باتوں کے متعلق پوچھتے تھے۔ چنانچہ آپ پر قرآن حکیم نازل ہوا جس کی آیات ان کے سوالوں کے جوابوں پر مشتمل تھیں۔ ان آیات کے نزول کے بعد سب لوگوں نے آپ کی تصدیق کی اور انہیں انکار کی مجال نہ رہی۔ قرآن کے معجزہ ہونے میں غیب کی باتیں بھی شاہد ہیں۔ مستقبل کے وہ امور جو واقعہ ہوئے ہیں یا ہوں گے ان کا قرآن حکیم میں جا بجا تذکرہ ہے۔ اُن سے ایک ارشادِ خداوندی انا نزلنا الذکر وانالہ لحافظون ہے۔ نزول قرآن کو آج آٹھ سو سال سے زیادہ گزر چکے ہیں اور محدثین اور زندیقین بالخصوص قرامطیوں نے از حد کوشش کی اس کو ضائع کر دیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ وہ ایک حرف یا کلمہ بھی تبدیل نہ کر سکے۔

یہ امر پوشیدہ نہ رہے کہ کلامِ کریم کا محفوظ رہنا از روئے معجزہ بھی ہے کیونکہ ایک لمبی مدت تک کسی کلام کی حفاظت اس کے ہزاروں معارضوں اور معاندوں کی کثرت کے باوجود قوتِ بشری سے باہر ہے اور اس میں ایسی خبریں ہیں جو مغیبات اور اہل کتب کے اسرار و رموز کا واضح بیان ہیں۔

قرآنی معجزات قرآن کریم کے معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ تلاوت کے وقت قاری و سامع پر مہیت و خوف کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی ہے۔ کہتے ہیں ایک دن ربیع بن عبیدہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کلام کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا جو حضور پر اپنی قوم کے خلاف نازل ہوا تھا۔ اس وقت حضور علیہ السلام نے سورہ حشر کی چند آیات جن میں قوم عاد و ثمود پر بجلی گرنے کا ذکر ہے تلاوت فرمائیں۔ عقبہ نے سن کر اپنا ہاتھ حضور کے وصالِ اقدس پر رکھ دیا اور آپ کو قرأت سے

لے بے شک ہم نے قرآن حکیم نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ (اعلیٰ) ہیں۔

لے یہ جامی کا زمانہ جس میں قرآن کو نازل ہونے سے صرف آٹھ سو سال گزرے تھے آج پورے چودہ سو سال ہو چکے ہیں۔

باز رہنے کی قسم دی۔ ایک روایت میں یوں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سورہ کو تلاوت فرماتے اور عقبہ سنتا جاتا تھا۔ اس دوران میں اس نے اپنے ہاتھ پس پشت رکھے ہوئے تھے جب آیت سجدہ آئی تو حضور علیہ السلام نے سجدہ کیا۔ عقبہ اٹھا لیکن اسے پتہ نہ چلا کہ آپ کیا کر رہے ہیں وہ اٹھ کر سیدھا اپنے گھر گیا جہاں سب قوم اکٹھی ہو گئی۔ عقبہ نے ہر آدمی سے معذرت چاہی اور کہا: خدا کی قسم! حضور علیہ السلام نے جس کلام بلاغت نظام میں مجھ سے گفتگو فرمائی ہے۔ میں نے آج تک ایسا کلام پڑھا ہے نہ سنا ہے۔ حضور کے سامنے مجھے کچھ جواب ہی نہیں سوجھتا تھا۔

ابن مقفع کا کلام الہی اسی طرح بہت سے دیگر فصحاء عرب پر جو اسی جگہ معارضہ کیلئے آئے سخت ہیبت و رعب طاری ہوا۔ ایک دن ابن مقفع جو کے سامنے اعترافِ عجز اپنے وقت کا بلوغ ترین انسان تھا اس جگہ آکر معارضہ قرآن کے لیے اپنا کلام ترتیب دینے لگا تو ناگاہ ایک لڑکا یہ آیت پڑھنے لگا: قیل یا ارض ابلعی ماء ک و یا سماء اقلعی۔ لڑکا یہ آیت پڑھ کر چلا گیا تو ابن مقفع نے اپنا ترتیب وارہ کلام مٹا دیا اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔ کتے ہیں کھئی ابن الغزالی نے جو اندلس کا بہت فصیح و بلیغ انسان تھا، سورہ اخلاص ایسی آیات گھڑنے کا ارادہ کیا تو اس پر رقت و ہیبت عظیم غالب و مستولی ہو گئی۔ اس نے فوراً توبہ کی اور رجوع الی اللہ کیا۔

قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کے ہر ٹپنے اور سننے والے کے دل پر تلاوت و سماعت سے کبھی نفرت و ملامت کے آثار پیدا نہیں ہوتے جتنا ہی اسے زیادہ پڑھتے سنتے ہیں اتنی ہی اس کی محبت و علاوت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اس کے برعکس دوسرے لوگوں کے کلام کی یہ حالت ہے کہ خواہ کتنا ہی بلیغ و فصیح ہو، بار بار پڑھنے سے ملامت و نفرت پیدا ہوتی ہے۔

قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ مختلف علوم و معارف جن سے عرب

تیرے آگے یوں ہیں دبے پچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منہ میں زباں نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

نابلد تھے کا اشتمال بھی ہے بلکہ اس میں ایسے علوم بھی ہیں جو قبل از بعثت و نزول قرآن جناب رسالتاً پر منکشف ہوئے تھے۔ یہ وہ علوم غریبہ ہیں جو حق سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائے ہیں اور بعض خاص انسانوں کو ان سے مطلع فرمایا ہے۔

قسم دوم

اب ہم ان دلائل و شواہد کا ذکر کرتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ظہور پذیر ہوئے

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ اس نے آپ سے ایک روز ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کی بشارت کوئی چیز مانگی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: پھر آنا۔ وہ بولی: حضور ہو سکتا ہے میں آؤں تو آپ نہ مل سکیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں نہ ملوں تو ابو بکرؓ کے پاس آجانا جو میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا۔

حضور علیہ السلام نے ایک شخص کو کھجوروں کے لدے ہوئے چند اونٹ دیے۔ اس نے عرض کی: حضور ہو سکتا ہے کہ آپ کے بعد کوئی آپ ایسی بخشش و جودت کا مظاہرہ نہ کرے حضور علیہ السلام نے فرمایا: شاید تیرے ساتھ ایسا ہی کریں۔ اس نے کہا: حضور! کون؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس شخص نے یہی بات حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کی۔ انہوں نے اسے واپس کر دیا تاکہ پوچھے کہ ابو بکرؓ کے بعد مجھے ایسی عطا سے کون نوازے گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: عمر بن خطابؓ۔ پھر امیر المومنین حضرت علیؓ نے فرمایا: جاؤ جا کر پوچھو سیدنا عمرؓ کے بعد کون ایسی بخشش کرے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عثمان بن عفان۔ حضرت علیؓ نے جب یہ سنا تو خاموش ہو گئے۔

ایک اعرابی چند تلواریں مدینہ منورہ میں فروخت کرنے کے لیے لایا۔ حضور نے اس سے چند نوں کی مہلت پر وہ تلواریں خرید لیں۔ حضرت علیؓ نے اس اعرابی سے پوچھا: تم نے تلواروں کا کیا کیا۔ کہا: میں نے وہ جناب رسالتاً صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فروخت کر دی ہیں

حضرت علیؓ بولے: اگر اسی دوران حضور علیہ السلام کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو تمہاری تلواروں کی قیمت کون ادا کرے گا؟ اعرابی نے کہا: مجھے کیا پتہ۔ میں جا کر پوچھتا ہوں۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے مال کی ادا، میرے دین کی قضاء اور میرے عہد کی وفا ابو بکر صدیقؓ کریں گے۔ اعرابی نے آ کر یوں ہی حضرت علیؓ کو بتا دیا۔ حضرت علیؓ نے کہا: اگر ابو بکرؓ کو حادثہ پیش آجائے تو پھر تمہارا مال کون دے گا؟ کئے لگا: میں پوچھتا ہوں۔ حضور علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور پوچھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگر مجھے اور ابو بکرؓ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو عمرؓ بن خطاب میرے قائم مقام ہوں گے اور میری دینی قضا میں دیں گے اور میرے وعدوں کا ایفاء کریں گے۔ اعرابی نے پھر حضرت علیؓ کو آکر بتا دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: اگر حضرت عمرؓ کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو پھر کیا ہوگا؟ اعرابی پھر حضور علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور پوچھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جس وقت مجھے ابو بکرؓ اور عمرؓ کو کوئی حادثہ پیش آئے گا تو تجھے بھی موت آئے گی۔

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں ایک دن میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ایک جگہ بیٹھا تھا مکان کا دروازہ بند تھا۔ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا: کون ہے؟ میں نے باہر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے حضورؓ کو ان کی آمد کی اطلاع دی۔ حضورؓ نے فرمایا: ان کے لیے دروازہ کھول دو اور انہیں جنت کی خوشخبری و بشارت دو اور یہ بھی کہہ دو کہ وہ میرے بعد میرے خلیفہ ہوں گے۔ اس کے بعد کسی اور شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضورؓ نے فرمایا: اے انس! دیکھو کون ہے؟ میں نے باہر جا کر دیکھا تو حضرت عمرؓ تھے۔ میں نے حضور علیہ السلام کو بتایا تو حکم ہوا، اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اسے بہشت کی خوشخبری دو اور کہہ دو کہ ابو بکر صدیقؓ کے بعد تم خلیفہ ہو گے۔ پھر ایک تیسرا آدمی آیا اور دروازے پر دستک دی۔ حضورؓ نے فرمایا: اے انس! دیکھو کون ہے؟ میں نے دیکھا تو حضرت عثمانؓ تھے۔ حضورؓ نے فرمایا انہیں بھی جنت کا مشورہ سنا کر دروازہ کھول دو اور کہو کہ حضرت عمرؓ کے بعد وہ خلیفہ ہوں گے پھر فرمایا: جب وہ خوب پھلیں پھولیں گے تو انہیں شہید کر دیا جائے گا۔

حضرت سفینہؓ کہتے ہیں جب رسالتِ مآب نے اپنے دستِ مقدس پر ایک پتھر رکھ کر مسجد کی اساس و بنیاد رکھی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا: تم اپنا پتھر میرے پتھر کے پہلو میں رکھو۔ پھر حضرت عمرؓ سے کہا کہ تم اپنا پتھر ابو بکرؓ کے پتھر کے پہلو میں رکھو۔ پھر فرمایا: یہ میرے بعد بالترتیب خلیفہ ہوں گے۔

جب جنگِ حنین میں گھسان کارن پڑا تو حضرت جُنْدُبؓ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے: حضور! ہمیں بتائیے کہ آپ کے اصحاب سے گرامی ترین شخص کون ہے؟ جسے ہم کسی امر واقعہ کے بعد آپ کا خلیفہ منتخب کر لیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ ہیں میرے وزیر۔ ابو بکر صدیقؓ جو میرے بعد قائم مقام ہوں گے۔ ان کے بعد میرے دوست عمرؓ کی باری ہے۔ جو نہایت سائب باتیں کرتے ہیں۔ ان کے بعد عثمانؓ بن عفان ہیں جو مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ اور پھر علیؓ میرے بھائی ہیں جو محشر میں میرے مصاحب ہوں گے رضی اللہ عنہم۔

حضرت سفینہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ میرے بعد مدتِ خلافت تیس سال رہے گی۔ اس کے بعد طو کیت اور سلطانیّت کا تسلط ہو جائے گا۔ پھر حضرت سفینہؓ نے کہا: دو سال مدتِ خلافت ابو بکرؓ، دس سال مدتِ خلافت سیدنا فاروقِ اعظمؓ، دس سال حضرت سیدنا عثمانؓ کی مدتِ خلافت اور چھ سال حضرت سیدنا علیؓ رضی اللہ عنہ کی مدتِ خلافت۔

ایک دن جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے ساتھ جبلِ حرا پر تشریف لے گئے۔ پہاڑ کا نپٹنے لگا تو حضورؐ نے فرمایا: آرام کرو! تجھے پتہ نہیں میرے ساتھ کون ہے؟ وہ میرا صدیق و شہید ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: حضور! مجھے بعد از وفات اپنے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مرحمت فرمائیے۔ حضور علیہ السلام نے

جُنْدُبؓ حضرت سیدنا ابو ذر غفاریؓ کا اسم گرامی ہے آپ کے والد کا نام جناب تھا۔

لے اس حساب سے موت اٹھائیں سال ہوتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدت عام شماری کی بنا پر ہے۔

فرمایا: تو وہاں کیسے دفن ہو سکتی ہے؟ وہاں تو صرف میرے لیے، ابوبکرؓ کے لیے، عمرؓ کے لیے اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کے لیے جگہ ہے۔

شہادتِ عثمانؓ کی پیشگوئی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی طرف نظرِ رحمت کی اور فرمایا: رب العزت عثمانؓ پر رحمت فرمائے یہ شہید ہوگا۔ پھر آپؐ نے جناب علی المرتضیٰؓ اور حضرت زبیرؓ کی طرف دیکھا تو فرمایا ہم دونوں ایک دوسرے سے لڑو گے۔ لیکن اسے زبیرؓ! تم حق پر نہیں ہو گے۔ پھر حضور علیہ السلام نے حضرت طلحہؓ کی طرف دیکھا تو فرمایا کہ خداوند جہاں طلحہؓ کے قاتل پر رحمت نہ کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ آج میرے بعض صحابہ یہیں رہیں تاکہ میں بعض امور ان کو بتلا سکوں۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت ابوبکرؓ کو بلا بھیجوں حضورؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں سمجھی کہ آپ حضرت ابوبکرؓ کو نہیں چاہتے۔ میں نے کہا: حضورؐ! عمر کو بلا بھیجوں حضورؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں سمجھی آپ اسے بھی نہیں چاہتے۔ میں نے کہا: عثمان بن عفان کو بلا لیجئے۔ آپ نے فرمایا: ہاں بلا لو۔ میں نے حضرت عثمانؓ کو بلا بھیجا۔ آپ آکر حضورؐ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ حضور علیہ السلام آپ سے کچھ باتیں کہہ رہے تھے اور ان کا رنگ زرد ہوا جاتا تھا۔ جس روز حضرت عثمانؓ کا گھر پر محاصرہ کیا گیا تو آپ کے متوسلین نے باغیوں کے ساتھ آپ کو جنگ کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا: مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عہد لیا ہوا ہے اور باتیں بھی کی ہیں۔ لہذا میں ان مصائب میں بھی صابر و شاکر رہوں گا۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: مجھے یوں معلوم ہوا جیسے حضور علیہ السلام نے انہیں ان کے روزِ شہادت کی خبر دے دی تھی۔

شہادتِ علیؓ کی پیش گوئی حضرت عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے کہا: اے علیؓ! میں تجھے ایک بدبخت ترین انسان کے متعلق بتاؤں وہ حضرت صالح علیہ السلام کی نافرمانی ہے۔

کاٹنے والا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص ہے جو تمہارے سر پر تلوار سے وار کرے اور تمہارے محامدو محاسن میں رنگ بھرجائے۔

حضرت ابوالاسود دیلیؓ سے روایت ہے۔ میں نے حضرت سیدنا علیؓ سے سنا، آپ نے کہا ایک روز میں مدینہ سے باہر جا رہا تھا کہ حضرت عبدالرحمن بن سلام گھوڑے پر سوار ہوتے ہی مجھ سے ملاقی ہوئے۔ حضرت عبدالرحمن بن سلام نے مجھ سے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا: عراق جا رہا ہوں۔ اس پر وہ کہنے لگے: خبردار! اگر آپ عراق گئے تو آپ کا سر نیزے پر چڑھ جائے گا۔ پھر حضرت علیؓ نے ان سے کہا: بخدا جو کچھ آپ نے کہا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی سُن رکھا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیؓ ینیع میں بیمار ہو گئے۔ لوگوں نے عرض کی: حضورؐ! آپ یہاں کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ اگر یہاں آپ کو موت نے آیا تو آپ کی تجہیز و تکفین کا کفیل کون ہوگا عراقیوں سے یہ توقع نہ رکھئے۔ اس لیے بہتر یہی ہے آپ مدینہ منورہ تشریف لے جائیں تاکہ وصال کے بعد آپ کے بھائی بند آپ کی خبر گیری کر سکیں اور آپ کی نماز جنازہ بھی ادا کریں۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ نے فرمایا: میں ابھی نہیں مروں گا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا تھا کہ میں اس وقت تک نہیں مروں گا جب تک امیر بن جاؤں۔ اور میرے محاسن میری شہادت سے رنگین ہوں گے۔

حضرت امیر المومنین جناب علیؓ کا بیان ہے کہ میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ ایک باغ سے گزرا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیسا اچھا باغ ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اسے علیؓ تیرے لیے بہشت میں اس سے بہتر ہوگا۔ اسی طرح ہم سات باغوں سے گزرے اور میں اسی طرح کہتا گیا۔ حضورؐ بھی یہی فرماتے گئے کہ تیرے لیے بہشت میں اس سے بھی بہتر باغ ہوگا۔ بعد ازاں حضور علیہ السلام نے اونچی آواز میں رونا شروع کر دیا۔ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے خلاف بعض لوگ اپنے سینوں میں لعنہ رکھتے ہیں جو وہ میری وفات کے بعد ظاہر کریں گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وہ لوگ اس جہاں سے سلامتی سے جائیں گے؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا: ہاں سلامتی دین کے ساتھ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و
حضرت طلحہ کی شہادت۔ السلام نے حضرت طلحہ کو دیکھ کر فرمایا: جس نے زمین پر
شہید دیکھا ہے وہ طلحہ کو دیکھ لے۔

حضرت صدیقہ کا استقبال ایک دن حضور علیہ السلام نے اپنی ازواجِ مطہرات سے
پوچھا: تم میں سے کون اس اونٹ پر چڑھ کر باہر
نکلے گی۔ جس کی پیشانی بالوں سے بھری ہوگی اور حوآب کے کتے اس پر بھونکیں گے۔ بہت سے
لوگ اس کی بائیں جانب اور بہت سے اس کی دائیں جانب مارے جائیں گے اور قریب ہوگا
کہ اسے بھی مار ڈالیں لیکن وہ بچ جائے گی۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عراق جاتے ہوئے
بنی عامر کے چشموں پر پہنچیں تو وہاں کتے بھونکے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے
پوچھا: یہ کون سی جگہ ہے۔ ساتھیوں نے کہا: یہ مقام حوآب ہے۔ آپ نے فرمایا: میں
واپس جاتی ہوں۔ حضرت ابن زبیر نے کہا: آپ واپس تشریف نہ لے جائیں۔ ہو سکتا ہے
آپ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کو فریقین کی اصلاح مقصود ہو۔ آپ نے پھر فرمایا: بس میں
واپس جاتی ہوں اور آپ نے وہ سب کچھ بیان کیا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہرات
سے فرمایا تھا۔

حضور علیہ السلام نے اس ہونے والے واقعہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا:
ایک قوم خروج کرے گی جس کے افراد ہلاک ہوں گے۔ ان کی فائدہ ایک عورت ہوگی اور وہ
اہل بہشت سے ہوگی۔

حضور علیہ السلام نے اپنی ازواجِ مطہرات سے فرمایا: جو کوئی تم سے میرے بعد
مہربانی کرے وہ راست گو اور نیک کردار ہوگا۔ اسے خداوند جہاں! عبدالرحمن بن عوف کو
بہشت کی نہر سلسبیل سے سیراب کر۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے آپ کی وفات کے بعد
لبعض اپنی چیزیں چالیس ہزار دینار کے عوض فروخت کر دیں اور وہ دینار آپ کی ازواجِ
مطہرات میں تقسیم کر دیئے۔

حضرت علیؓ ایک دن حضرت زبیرؓ سے بعض راز کی
حضرت زبیرؓ کی شہادت باتیں کر رہے تھے تو حضور علیہ السلام نے ان سے
 فرمایا: تم زبیرؓ سے راز کی باتیں کہتے ہو حالانکہ وہ تمہارے خلاف جنگ جمل میں لڑیں گے اور
 ظلم کا ارتکاب کریں گے۔ حضرت علیؓ نے یہ باتیں حضرت زبیرؓ کو یاد دلایں تو آپ حضرت علیؓ
 کے ساتھ مقاتلہ سے دست کش ہو گئے۔ لیکن ایک شخص نے آپ کے پیچھے سے جا کر آپ کو
 ایک ہی وار میں شہید کر دیا اور سر کاٹ کر حضرت علیؓ کے پاس لے گیا۔ حضرت علیؓ نے دیکھ کر
 فرمایا: زبیرؓ کے قاتل کو عذابِ دوزخ کی خوشخبری ہو۔

جناب رسالتؐ علیہ التیمۃ والثناء نے جنگ خندق
عمار بن یاسرؓ کی شہادت سے پہلے خندق کھودتے ہوئے حضرت عمار بن یاسرؓ

کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا: تمہیں باغی لوگ شہید کریں گے۔ چنانچہ ایک روز جب جنگ
 صفین اپنے زوروں پر تھی تو حضرت عمار بن یاسرؓ نے حضرت علیؓ سے حلفیہ کہا کہ آج وہی
 دن ہے جس کے متعلق حضور علیہ السلام نے مجھے بتایا تھا۔ حضرت علیؓ نے ان کی اس
 بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ عمار بن یاسرؓ نے دوبار قسم دی تو حضرت امیرؓ نے پھر بھی کچھ نہ کہا۔
 جب تیسری دفعہ انہیں قسم دی گئی تو حضرت علیؓ نے انہیں فرمایا: ہاں! یہ وہی روز ہے۔
 حضرت عمار بن یاسرؓ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلنا شروع ہو گئی۔ انہوں نے
 یہ کہہ کر آج ہماری ملاقات جنت میں محمد علیہ السلام سے ہوگی، ہتھیار اٹھائے اور لشکر
 امیر معاویہؓ میں گھس گئے اور مقاتلہ میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے حضرت معاویہؓ کے کئی
 فوجیوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے لیکن آپ پر شکنگی غالب آگئی۔ آپ نے پانی طلب کیا تو آپ کو
 دودھ کی لستی پیش کی گئی۔ حضرت عمارؓ نے دیکھا تو اللہ اکبر کہہ کر کہا: لاؤ مجھے کچھ یہ پلا دو کیونکہ
 رسالت مآب علیہ السلام نے مجھے خبر دی تھی کہ اسے عمار! تجھے باغی لوگ قتل کریں گے اور
 تمہارا قتل جبریل اور میکائیل کے درمیان ہوگا۔ اس کی نشانی یہ ہوگی کہ تم اس وقت پانی
 مانگو گے تو دودھ کی لستی پلائی جائے گی۔

سید عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے

فرمایا: اے عبد اللہ! عمار بن یاسر کے قاتل کو عذابِ جہنم کی خوشخبری دے دو۔ کتے ہیں لوگوں نے حضرت عمار کو شہید کر دیا تو دو شخص آپ کے سر کو لے کر حضرت امیر معاویہؓ کے پاس لے گئے اور دونوں ان کے قتل کے مدعی بن گئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تم میں سے جس نے بھی اسے شہید کیا ہے میں اسے ایک تھیلی درہم دوں گا۔ چنانچہ آپ نے تحقیق کے لیے حضرت عبد اللہ بن عمر بن العاص کو مقرر کیا تو حضرت عبد اللہ نے ایک سے پوچھا:

تُو نے انہیں کیسے مارا؟

اس نے کہا:

میں نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

حضرت عبد اللہ نے فرمایا: لیکن تو تو اس کا قاتل معلوم نہیں ہوتا۔ اس کے بعد آپ نے دوسرے مدعی سے پوچھا کہ تم نے انہیں کیسے شہید کیا؟

اس نے کہا: میں نے آپ پر حملہ کیا تو میرے نیزے کا وار موثر ثابت ہوا اور جب اپنے مرکب سے نیچے گرے تو گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور کہا اس شخص کو کہیں بھی کامیابی و کامرانی نصیب نہ ہوگی جس نے حضرت میکائیل اور حضرت جبرائیل کے سامنے ندامت و خسار اٹھائی۔ ان کی زبان پر یہی الفاظ تھے اور دائیں بائیں دیکھ رہے تھے کہ میں نے ان کا سر تن سے جدا کر دیا۔ حضرت عبد اللہ نے فرمایا: یہ لے تھیلی درہم کی اور ساتھ ہی تجھے عذابِ جہنم کی خوشخبری ہو۔ اس نے کہا: یہ عجیب بات ہے اگر ہم مارے جائیں تو بھی واحسرتا! اور اگر ہم کسی کو مار دیں تو بھی واحسرتا! یہ کہہ کر اس نے تھیلی پھینک دی اور اتا اللہ و اتا الیہ سراجعون پڑھنے لگا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کہا: اے عبد اللہ! اس وقت اتا اللہ و اتا الیہ سراجعون پڑھنے کا کیا مقصد؟ حضرت عبد اللہ نے فرمایا: میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ جس دن حضور علیہ السلام نے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا تو ہر شخص ایک ایک پتھر اٹھا کر لاتا رہا۔ حضرت عمارؓ بن یاسر دو پتھر اٹھا کر لاتے تھے۔ میں نے دیریں اتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جو حضرت عمارؓ سے فرما رہے تھے: اے عمار! تجھے باغیوں کی جماعت قتل کرے گی۔ پھر حضورؐ نے فرمایا: اے عبد اللہ! عمار بن یاسر کے قاتل کو عذاب

دوزخ کی بشارت دے دو۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کہا، خاموش رہتے تمہیں اس کلام کی تاویل کا پتہ نہیں۔ عمارؓ کا قاتل وہ شخص ہے جو انہیں میدان جنگ میں لے آیا۔ یہ بات حضرت امیر المومنین علیؓ نے سنی تو فرمایا: اس طرح تو پھر حضرت حمزہؓ کے قاتل (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے نہ کہ وحشیؓ۔

حضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ سے قبل از وقت فرمادیا تھا کہ جنگِ جمل کی خبریں جلد ہی حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان کوئی چیز واقع ہوگی۔ آپ کا یہ اشارہ جنگِ جمل کی طرف تھا۔ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ چیز خاص کر آپ کے اصحاب کے درمیان واقع ہوگی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ہاں۔ حضرت علیؓ نے کہا: پھر تو میں نہایت بد سجت صحابیوں سے ہونگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: نہیں ایسا نہیں ہے۔ لیکن جب اس واقعہ کے بعد تمہیں اپنے حریف پر غلبہ حاصل ہو تو اسے اپنی جائے حفاظت پر لوٹا دینا۔ لہذا جب حضرت علیؓ کو جنگِ جمل میں حضرت عائشہؓ کی فوج پر فتح حاصل ہوئی تو آپ نے حضرت عائشہؓ کو نہایت اکرام و احترام سے دیدن منورہ پسچا دیا۔

حضرت عمار بن یاسرؓ جس روز حضرت معاویہؓ سے مقابلہ کے لیے خوارج کی نشان دہی میدان جنگ میں جا رہے تھے تو کہتے تھے کہ مجھے رسالتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے مامور کیا ہے کہ میں حضرت علیؓ سے بیعت و عہد شکن لوگوں یعنی حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ سے اور ان کی جماعت سے لڑوں۔ اب ان سے تو ہم فارغ ہو چکے ہیں۔ اب ہم ان لوگوں سے لڑیں گے جو حق عدول اور ستمگر ہیں۔ یہ لوگ حضرت معاویہؓ اور ان کے پیروکار ہیں۔ پھر ہم مارقین کے ساتھ جنگ کریں گے جنہیں ہم نے ابھی تک دیکھا ہی نہیں۔ ان لوگوں سے

لہ ان شواہد کو قلم بند کرنے سے قبل جامیؒ نے خود اعتراف کیا ہے کہ ان حالات و واقعات کے ماخذ دستیاب نہیں ہو سکے۔ یعنی جن کتابوں میں یہ حالات و واقعات مرقوم ہیں ان کے نام کا انہیں پتہ نہیں۔ شاید جامیؒ یہ واقعہ تفضیل علیؓ کو مد نظر رکھ کر کہہ گئے ہیں۔

مراد خوارج ہیں جن سے حضرت علیؑ حضرت عمارؓ کی شہادت کے بعد لڑے۔

حضرت سیدنا علیؑ نے حضور علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں یمن سے کچھ گرد آلود سونا بھیجا۔ حضور علیہ السلام نے وہ سونا اہل نجد میں تقسیم کر دیا۔ قریشیوں نے انصار کو کئے گئے؛ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمیں نظر انداز فرما رہے ہیں اور اہل نجد کو عطا فرما رہے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے یہ سونا ان میں اس لیے تقسیم کیا ہے تاکہ ان کے دل میں اسلام اور اہل اسلام کے لیے الفت و محبت پیدا ہو جائے۔ ابھی آپ یہ فرما ہی رہے تھے کہ ایک شخص جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں، گال ابھرے ہوئے تھے، داڑھی گھنی تھی، آیا اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! خدا سے ڈرینے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: مجھ سے زیادہ کون خداوند کریم سے ڈرنے والا ہے۔ اس وقت حضرت خالد بن ولیدؓ حضور علیہ السلام کے پاس ہی تھے۔ انہوں نے اسے جہنم داخل کرنے کی اجازت پتا ہی لیکن اجازت نہ ملی۔ وہ شخص پیٹھ پھیر کر چلتا بنا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن تو پڑھیں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ لوگ اہل اسلام کو قتل کریں گے اور بتوں کی پوجا کرنے والوں سے درگزر کریں گے۔ یہ لوگ دین اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے شکاری کی کمان سے تیر۔ یہ لوگ خوارج سے ہوں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہی لوگوں کو مار فین کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء بنت عمیس سے فرمایا کہ تجھ سے میری امت میں سے تین افراد نکاح کریں گے۔ یہ جعفر بن ابی طالبؓ، ابوبکر بن ابی قحافہؓ اور علی بن ابی طالبؓ ہوں گے تو بے پناہ پسند کر لے۔ اس نے حضرت جعفرؓ کو پسند کیا کیونکہ ان سے سب سے پہلے نکاح حضرت جعفرؓ نے ہی کیا تھا۔ اور اس طرح جس طرح حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا واقع ہو گیا۔ حضرت جعفرؓ کی وفات کے بعد اسماء نے حضرت ابوبکرؓ سے شادی کی خواہش کی اور حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ سے شادی کر لی۔

حضرت رسالتاؑ علیہ السلام نے حضرت علیؓ کو بتلایا تھا کہ ایک خارجی کا قتل تم ایسے لوگوں سے جنگ کرو گے جو خارجی از دین ہوں گے اور ان میں سے ایک ایسا شخص ہوگا جس کے کندھوں پر عورتوں کے پستانوں کی مانند گوشت ہے

ٹکڑے ہوں گے اور اس گوشت پر چنڈ بال ایسے ہوں گے جیسے چوہے کی ناک پر ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت سیدنا علی المرتضیٰ نے خوارج پر فتح و ظفر پائی اور ان میں سے بہت تہ تیغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص کی تلاش کرو جس کے متعلق حضور علیہ السلام نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ آپ کے متوسلین نے ہر گاہ اسے ڈھونڈھا لیکن اس کا کہیں نشان نہ ملا۔ حضرت امیر المومنین علیؑ نے قسم کھا کر کہا میں بخدا جھوٹ نہیں بولتا۔ حضور علیہ السلام نے مجھے سچ بتایا تھا۔ اسے پھر ڈھونڈا گیا تو چالیس آدمیوں کے نیچے دبا ہوا تھا۔ اس شخص کی وہی نشانیاں تھیں جو حضور علیہ السلام فداہ افی و ابی نے بتلائی تھیں۔

جناب رسالتا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا تھا کہ محمد بن حنفیہ کی پیدائش بنی حنفیہ میں سے تھے ایک لونڈی ملے گی اس سے اگر کوئی بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام محمد رکھنا اور اسے میری کنیت سے پکارنا۔ چنانچہ جب حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوران میں فتح یمامہ ہوئی تو بنی حنفیہ میں سے بہت سے افراد قید ہو کر مدینہ آئے۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے جناب حنفیہ کو جو امام محمد بن حنفیہ کی والدہ ہیں، حضرت علیؑ کے حوالے کر دیا۔ انہی میں سے حضرت امام محمد بن حنفیہ متولد ہوئے۔

یمامہ سے ایک عورت حضور علیہ السلام کی خدمت مقدس میں ایک بچہ لے کر آئی جس کے سر پر زخم تھا۔ حضور علیہ السلام نے اپنا لعاب دہن اس بچے کے سر پر لگایا وہ زخم اچھا ہو گیا اور آئندہ اس کی نسل سے کسی بچے کو ایسی بیماری نہ لگ سکی۔ یہی عورت اپنے ایک اور بچے کو جسے یہی بیماری لاحق تھی مسیلمہ کذاب کے پاس لے کر آئی تو اس کا سر اس کے لعاب دہن کی وجہ سے گل گیا اور یہ بیماری نسل بعد نسل چلتی گئی۔

حضرت عثمان بن عفانؓ کے عہد میں حضرت ابو ذر غفاریؓ نے حضرت ابو ذرؓ کی وفات سے باہر ایک مقام زبہہ پر رہائش پذیر ہو گئے۔ آپ کو ایک بیماری لاحق ہو گئی۔ یہیں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی بیوی حضرت امم ذرہؓ آپ پر بہت روئیں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا، کیوں روتی ہو؟ تو انہوں نے کہا، کیوں نہ روتوں؟ تمہاری وفات بالکل قریب ہے اور حالت یہ ہے کہ کپڑے کا ایک ٹکڑا بھی نہیں جس میں آپ کو

دفن کیا جائے۔ حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا: غم نہ کرو میں ایک روز حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں تھا تو آپ نے اصحاب سے فرمایا تم میں سے ایک اُجاڑ بیابان میں اللہ کو پیارا ہو گا اور اس کی وفات کے وقت اہل اسلام جمع ہوں گے۔ حاضرین میں سے سوائے میرے اور کوئی باقی نہیں رہا اس لیے تم جلدی سے اس ٹیلے پر چڑھ کر ادھر ادھر دیکھو حضور علیہ السلام نے جیسا فرمایا ہے ایک ایسی جماعت ضرور حاضر ہوگی۔ حضرت اُمّ ذرؓ نے کہا: حاجیوں کی آمد و رفت کا موسم تو ختم ہو گیا ہے اب اس جماعت کی امید کہاں۔ حضرت ابو ذرؓ غفاریؓ نے دوبارہ کہا: دیکھو تو سہی۔ اُمّ ذرؓ نے دیکھا کہ ایک جماعت اونٹوں پر سوار آرہی ہے اور لوگ اس کی طرف کپڑے بلا ہلا کر اشارہ کرتے ہیں۔ جب ان کے پاس آئے تو اُمّ ذرؓ نے ان سے کہا: حضرت ابو ذرؓ غفاریؓ صاحب رسول علیہ السلام حالت نزاع میں ہیں انہوں نے سن کر کہا: ہمارے باپ اس پر قربان ہوں۔ پھر وہ ان کے پاس آئے اور آپ نے ان کو مر جبا کہا اور ان سے گزشتہ حدیث بیان کرنے کو کہا۔ اس کے بعد آپ نے ان سے کہا: میرے پاس کفن نہیں۔ میں چاہتا ہوں میری تکفین وہ کرے جو کبھی عامل، امیر اور نقیب نہ رہا ہو۔ انصار میں سے ایک جوان بولا: اے عم من! میں کبھی امیر و عامل و نقیب نہیں رہا۔ میرے پاس کیا س کا بُنا کپڑا ہے جو میری والدہ نے کاٹا اور بُنا تھا۔ ابو ذرؓ غفاریؓ نے اسے دعائے خیر دی اور بعد ازاں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ ان لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی ان میں سے ایک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے اور دوسرے مالک بن اشترؓ تھے۔

رجال کی موت کا واقعہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے علاوہ رجال بن عصفوہ بھی تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص کو قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب جہنم میں مبتلا کیا جائے گا۔ لوگوں نے جب یہ کلمات سُننے تو میرے اور رجال کے سوا سب وفات پا گئے۔ مجھ پر ایک عجیب خوف طاری ہو گیا اور ہمیشہ میں لوگوں سے رجال کی احوال پرسی کرتا رہا۔ لیکن جب مجھے اس کے ارتداد اور امدادِ مسیلمہ کذاب کی خبر ملی تو میرا خوف بہت حد تک کم ہو گیا۔

حضرت رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ میں جنگِ اُحد یا
 تیروپیکان کی آزمائش خیر میں ایک تیرا کر پوسٹ ہو گیا۔ وہ حضور علیہ السلام کی
 خدمتِ اقدس میں آئے اور عرض کی: حضور! اس تیر کو کھینچ لیجئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:
 اے رافع! اگرچہ ہو تو تیروپیکان دونوں کھینچ لوں۔ اور اگرچہ ہو تو تیر کھینچ لوں اور پیکان بہنے دوں
 تاکہ تو شہادت پائے اور قیامت میں تیری شہادت کی گواہی دوں۔ حضرت رافعؓ نے عرض کی:
 یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تیر کھینچ لیجئے اور پیکان رہنے دیجئے اور روزِ محشر میری شہادت
 کی گواہی دیجئے۔ جناب رسالتِ مبارک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تیر کھینچ لیا اور پیکان رہنے دیا۔
 حضرت امیر معاویہؓ کے عہد تک جئے اور زخم تازہ ہونے سے وفات پائی۔

رکن ششم

”رکن ششم میں ایسے دلائل و شواہد بیان کیے گئے ہیں جو صحابہ کرامؓ اور ائمہ عظام سے ظہور میں آئے۔ حضرت امام ہمام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا حضرت اس کا سبب کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے صحابہؓ سے اتنی کرامات و خوارقِ عادات واقعہ نہیں ہوئیں جتنی اولیاء اور صلحاء امت سے ظہور میں آئیں۔ آپ نے فرمایا: صحابہ کا ایمان اس قدر سچہ اور محکم تھا کہ انہیں اپنے ایمان کو خوارقِ عادات اور کرامات سے زیادہ مضبوط و مستحکم بنانے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن دوسرے لوگوں کا ایمان اتنا مضبوط نہ تھا لہذا انہوں نے اسے کرامات و خوارقِ عادات سے مضبوط بنایا۔“

خرقِ عادت کیا ہے

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ خرقِ عادت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کا اظہار منجانب اللہ ہوتا ہے۔ یہ بھی اس وقت جب عبادت گزار بندوں میں ضعفِ یقین پیدا ہو جائے اور خرقِ عادت سے ان کی عبادت و محنت کا ایک فوری نتیجہ ان کے مشاہدہ میں آجائے۔ عباد و زیاد سے کچھ لوگ ارفع و اعلیٰ ہیں (یعنی صحابہ کرامؓ) ان کے دلوں سے حجابات اٹھ گئے اور ان کے باطنوں میں قوتِ یقین اور معرفتِ خالص گھل گئی اس لئے ان کے لیے خرقِ عادت اور کرامت کی ضرورت نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے بہت سے ایسے ہیں جن سے کوئی کرامت منقول نہیں۔ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلوب آپ کی صحبت کی برکات سے اور نزولِ وحی کے ماحول میں رہتے اور فرشتوں کی آمد و رفت کے اثر سے منور تھے جن کے باعث انھوں نے عالمِ آخرت کا مشاہدہ کر لیا تھا۔ ان کے نفوس مزکی ہو چکے تھے اور ان کی عادات قیود اسباب سے رها ہو چکی تھیں ان کے قلوب کی آئینوں کی طرح تصفیہ ہو چکی تھی اسی وجہ سے

وہ کرامات اور انوارِ قدرت کے مشاہدہ جو بعد والوں کے لیے فروری تھے، مستغنی ہو چکے تھے اور جو شخص قوتِ یقین کے اس مرتبہ پر پہنچ جائے گا وہ کائنات کی ہر شے میں قدرت کو اس طرح دیکھنے کا جس طرح دوسرے لوگ اس عالمِ اسباب میں حکمت دیکھتے ہیں اور حکمت کے حجابات میں سے انوارِ قدرت اس پر متجلی ہوں گے تو جب کبھی قدرت مجرّد ہو کر اس پر منکشف ہوگی تو یہ بات اس کے لیے اجنبی نہ ہوگی۔ جو شخص قدرت کے ظہور کو مستبعد سمجھنے والا ہوگا اس کے یقین کو اظہارِ کرامت سے قوت پہنچائی جاتی ہے کیونکہ وہ محبوب ہوتا ہے اور اس کے اور قدرت کے مابین حجابِ حکمت حائل ہوتا ہے۔

امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید مصطفیٰ مایہ اصطفیٰ
یعنی اس افضل المخلوق بعد الرسل
اصدق الصادقین سید المتقین
عزّة ونازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
ثانی اتین ہجرت پہ لاکھوں سلام
چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت بریلویؒ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام احوال و اعمال اور اقوال و دلیل نبوت

اور شاہد رسالت ہیں۔ جب حضور علیہ السلام ہجرت کے لیے مامور ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا: میرے ساتھ ہجرت کون کرے گا؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس روز سے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کا نام صدیق رکھ دیا۔ آپ سے جو شواہد ظہور میں آئے وہ حسب ذیل ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود انصاری فرماتے ہیں کہ حضرت

حضرت صدیق کا خواب

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام وحی کا شہید ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ بعثت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے میں نے خواب میں ایک نورِ عظیم دیکھا جو آسمان سے اتر کر کعبہ معظمہ کی چھت پر نازل ہوا اور مکہ معظمہ میں کوئی ہی

۱۷ ایک دوسری روایت کی روشنی میں اس واقعہ سے قبل یعنی بعد از واقعہ معراج جناب رسالتؐ نے حضرت ابوبکر کو صدیق کا لقب عطا فرمایا کیونکہ آپ نے آپ کے واقعہ معراج کی بلا حیل و حجت تصدیق کی تھی۔

ایسا گھر ہوگا جو اس نور سے فروزاں نہ ہوا ہو۔ ہر گھر کے انوار ایک جگہ جمع ہو کر ایک ہی نور ہی گئے۔ یہ نور سب سے پہلے میرے گھر چلا آیا اور میں نے اپنا دروازہ بند کر لیا۔ صبح ہوئی تو میں نے اپنی خواب یہودیوں کے ایک استغف کو سنا فی اور اس کی تعبیر کے پتے بھی کہا۔ اس نے کہا، یہ ایسی خواب ہے جس کا مجھے کوئی علم و اعتبار نہیں۔ چند دن گزرے تھے میں (ابوبکرؓ) تجارت کے سلسلے میں حوراکے کلیسا میں جو بجزیرہ راہب کا مسکن تھا، پہنچا اور تعبیر خواب پوچھی۔ اس نے کہا: ”تم کون ہو؟“

میں نے جواب دیا: ”میں قریش میں سے ہوں۔“

اس نے کہا:

خداوند تعالیٰ تمہیں میں سے ایک پیغمبر پیدا کرے گا اور تم اس کے وزیر ہو گے اور اس کی وفات کے بعد اس کے خلیفہ ہو گے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے

حضرت صدیق ایمان لاتے ہیں تو مجھے دعوتِ اسلام دی۔ میں نے کہا، ہر نبیؐ

اپنی نبوت کے لیے کوئی نہ کوئی دلیل و برہان رکھتا ہے آپ کی کیا دلیل ہے؟ حضور علیہ السلام

نے فرمایا: میری نبوت کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا تھا اور پھر راہب کا یہ کہنا کہ اس

خواب کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور بجزیرہ کا کہنا کہ اس خواب کی تعبیر یوں ہے اور اسی طرح میں نے

تم سے کہہ دیا ہے جس کی مجھے جبرائیلؑ نے اطلاع دے دی تھی۔ میں نے کہا: حضور! میں آپ سے

کوئی دلیل ما سوائے اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبداً ورسولہ

طلب نہیں کرتا۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا: میں نے پہلے پہل جس شخص کو بھی دعوت

اسلام دی اس نے تھوڑا بہت ضرورتاً تامل و توقف کیا لیکن ابوبکرؓ ہیں کہ دعوتِ اسلام کے

بعد فوراً بغیر کسی دلیل و برہان کے مجھ پر ایمان لے آئے اور میرے مصدق بنے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

درخت شہادت رسالت دیتے ہیں فرماتے ہیں ایک روز زمانہ جاہلیت میں ایک

درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک اس درخت کی ایک شاخ میری طرف جھکی یہاں تک

کہ میرے ستر تک آگئی۔ میں نے دیکھا تو دل میں کہا اب کیا ہوگا۔ اس درخت سے میرے کانوں میں آواز آئی کہ کلاب وقت ایک پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں گے۔ تمہیں چاہیے کہ سعادت مند ترین بستی بن جاؤ۔ میں نے کہا ذرا بات کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیجئے کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ ان کا نام کیا ہے؟ درخت سے آواز آئی: وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم ہیں۔ میں نے کہا وہ تو میرے دوست اور محبوب ہیں۔ میں نے اس درخت سے عہد لیا کہ جب وہ مبعوث ہوں تو مجھے ان کی بعثت کی نوید و خوشخبری دینا۔ جب حضور علیہ السلام مبعوث ہوئے تو اس درخت سے آواز آئی: اے ابن ابوقحافہ! نہایت سعی و کوشش کیجئے اس کے مبعوث ہونے کا وقت قریب آگیا ہے اور رب موسیٰ کی قسم! تمہارے دین اسلام قبول کرنے میں کوئی سبقت حاصل نہیں کرے گا۔ صبح ہوئی تو میں حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پہنچا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: اے ابوبکرؓ! میں تجھے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے فوراً اشہدان لا الہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ بعثک بالحق سراجاً منیراً پڑھ لیا اور آپ پر ایمان لے آیا، اور آپ کی تصدیق کی۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر کا بیان ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی بعثت سے پہلے بقصد تجارت ملک شام کو گیا اور قبیلہ ازد کے ایک رئیس کے ہاں ٹھہرا۔ یہ شخص آسمانی کتابوں کا عالم تھا اور اس کی عمر چار سو سال کے قریب بتائی جاتی تھی۔ جو نہی اس نے مجھے دیکھا تو کہا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم حرم مکہ سے آئے ہو، میں نے کہا: ہاں!

اس نے پوچھا: کیا قریش سے ہو؟

میں نے کہا: ہاں۔

اس نے پوچھا: بنی تمیم سے ہو؟

مہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں جس نے آپ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ سراج منیر ہیں۔

میں نے کہا: ہاں! بنی تیم سے ہوں۔

اس نے کہا: ایک نشانی اور باقی رہ گئی ہے۔

میں نے پوچھا: وہ کون سی ہے؟

اس نے کہا: ذرا اپنا پیٹ نتگا کرو۔

میں نے کہا: جب تک مجھے اپنے ارادہ سے مطلع نہ کرو گے میں پیٹ نتگا نہیں کروں گا۔

اس نے کہا: آسمانی کتابوں میں مرقوم ہے کہ حرم شریف میں ایک پیغمبر مبعوث ہونگے

جن کے دو معاون ہوں گے: ایک جوان سال اور دوسرا جوانی کی عمر سے کچھ ڈھلتا ہوا۔

جو جوان ہوگا اس کی خصوصیات یہ ہوں گی کہ وہ دین کے نشہ میں سرشار ہوگا لیکن دوسرے

کا چہرہ پانہ کی طرح روشن اور جسمانی طور پر نحیف و کمزور ہوگا۔ اس کے پیٹ پر ایک خاص نشان

ہوگا۔

میں نے اپنے پیٹ پر سے کپڑا اٹھایا تو اس نے دیکھا میری ناف کے اوپر کچھ سیاہ

جگہ ہے۔

اس نے کہا: رت کعبہ کی قسم! تو وہی شخص ہے۔

پھر اس نے مجھے چند نصیحتیں کیں اور کہا: اللہ تعالیٰ تجھے محفوظ رکھے رشد و ہدایت کی طرف

مانل ہو جا اور بے مثل طریقہ پر گامزن ہو جا۔ اللہ تجھ پر وہ چیز آسان کرے جو تجھے عطا کرے۔

جب یمن میں میرے تمام کام ختم ہو گئے تو میں اس سے رخصت ہونے کے لیے آیا۔

اس نے مجھے چند اشعار دیئے اور کہا: یہ اشعار اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر لینا

جب میں مکہ پہنچا تو حضور علیہ السلام مبعوث ہو چکے تھے۔ رؤسائے قریش مجھے ملنے کے لیے آئے

میں نے ان سے پوچھا: کیا تم نے کوئی عجیب و غریب واقعہ دیکھا ہے؟

انہوں نے کہا: اس سے عجیب بات اور کیا ہوگی کہ ابوطالب کا تیم بختیجا دعویٰ نبوت

کر بیٹھا ہے۔ ہم تمہارے ہی منظر تھے۔ جب تم آؤ گے تو کچھ فیصلہ کرو گے۔ میں نے انہیں

کسی طرح ٹال دیا اور حضور علیہ السلام کے متعلق پوچھا۔ پتہ چلا آپ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے

گھر پر ہیں۔ میں نے جا کر ان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضور علیہ السلام باہر تشریف لائے تو میں نے

پوچھا: یا محمد صلی اللہ علیک وسلم! آپ اپنے گھر پر نہیں ملے۔ لوگ کہتے ہیں آپ نے اپنے
آبا و اجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوبکر صدیق! میں خدا کا رسول ہوں جو تمہاری اور
تمام مخلوق خدا کی طرف مبعوث ہوا ہوں۔ ایمان لے آؤ۔ میں نے کہا: آپ کے اس دعویٰ
پر کیا دلیل ہے؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا: وہی جو یمن میں ایک بوڑھے نے تجھ سے کہا تھا۔ میں نے

عرض کی: یمن میں بہت سے شیوخ سے ملا ہوں۔ آپ کس شیخ کی بات کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام
نے فرمایا: میں اس شیخ کی بات کرتا ہوں جس نے تجھے چند شعر دیئے ہیں۔ میں نے عرض کی: اے
میرے محبوب! آپ کو اس کی کیسے خبر ہو گئی؟ آپ نے فرمایا: مجھے اس فرشتہ نے بتایا ہے جو
مجھ سے پہلے انبیاء پر وحی لاتا رہا ہے۔ میں نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: اشہد ان لا الہ
الا اللہ وانت رسول اللہ۔

پھر میں گھروٹ آیا۔ اس وقت کوئی شخص مجھ سے زیادہ خوش و خرم نہ تھا اس لیے
کہ مجھے دولت ایمانی نصیب ہو چکی تھی۔

ایک دن اپنی بیماری کے دوران
سرکارِ دو عالم خواب میں تشریف لاتے ہیں میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے
فرمایا: اس رات میں نے خلافت کی سپردگی کے لیے متواتر استخارہ کیا اور اللہ تعالیٰ سے
التجا کی مجھے ایسے شخص کو امرِ خلافت تفویض کرنے کی توفیق دے جس سے وہ خوش ہے۔ پھر
فرمایا: تم جانتے ہو میں دروغ گوئی سے کام نہ لوں گا۔ اور ایسا کون عقلمند ہے جو لقائے ربانی
کے وقت اس پر افتراء و بہتان باندھے۔ اور مسلمانوں میں مھوٹ بولنے کو جائز سمجھے۔ تمام حاضرین
بولے: اے خلیفہ رسول خدا! آپ کی راست گوئی اور صدق و صفا میں کس کو شک ہے؟ آپ
جو کہنا چاہتے ہیں کہئے۔

۱۰ میں گواہی دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: رات کے آخری حصے میں مجھے سخت نیند آئی۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوا۔ آپ نے دو سفید پٹے پہن رکھے تھے اور میں ان کپڑوں کے دونوں کناروں کو ملا رہا تھا ناگاہ وہ دونوں کپڑے سبز ہونا اور چمکنا شروع ہو گئے ان کی درخشانی و تابانی سے دیکھنے والوں کی آنکھیں چندھیانی جاتی تھیں اور حضور علیہ السلام کے دائیں بائیں دو نہایت حسین و جمیل نوجوان کھڑے تھے جن کی دید سے دل و جان مسرور ہونے جاتے تھے۔

حضور علیہ السلام نے مجھے السلام علیکم کہہ کر مصافحہ سے مشرف فرمایا اور اپنا دست مقدس میرے سینے پر رکھ دیا جس سے میرا اضطراب و خفقان دل دور ہو گیا۔

پھر فرمایا: اے ابو بکرؓ! ہمیں تجھ سے ملنے کا بہت اشتیاق ہے۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم میرے پاس آ جاؤ۔ میں خواب میں بہت رویا یہاں تک کہ میرے اہل خانہ کو بھی میرے رونے کی خبر ہو گئی، جنہوں نے مجھے بعد ازاں اس گریہ و زاری سے مطلع کیا۔

پھر میں نے کہا: یا رسول اللہ! وہ دونوں آپ کے قریب ہوئے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا: ابھی کچھ قربت باقی ہے کیونکہ وصال بھی تمہارے بغیر جدائی ہے۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں خلافت سپرد کرنے کا اختیار دے دیا ہے میں نے عرض کی: حضور! آپ ہی کسی کو پسند فرمائیں حضور علیہ السلام نے فرمایا: حضرت فاروق اعظمؓ کو رعیت کا والی بنایا ہے جو صادق و قوی ہیں اور وہ زمانے بھر کے زمین و آسمان میں پاکیزہ ترین شخص ہیں۔

پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ دونوں آدمی وفات کے وقت تمہارے وزیر ہوں گے اور بہشت ہیں تمہارے ہمسایہ ہوں گے۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے مجھے السلام علیکم کہا۔ پھر ان دونوں جوانوں نے بھی السلام علیکم کہا اور بولے کہ تمہیں ناپسندیدہ چیز سے مخلصی حاصل ہو گئی ہے تو آسمان میں بھی صدیق ہے، انسانوں میں بھی صدیق ہے، فرشتوں میں بھی صدیق ہے اور زمین میں بھی

صدیق ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں نوجوان کون ہیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ دونوں معزز و مکرم فرشتے ہیں جن کے نام جبرائیل و میکائیل علیہما السلام ہیں۔ یہ فرما کر حضور علیہ السلام تشریف لے گئے اور میں بیدار ہو گیا۔ میری گالوں پر آنسو بہ رہے تھے اور میرے گھر والے میرے سر ہانے کھڑے ہو کر رو رہے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضرت
حضرت صدیق پہلوئے رسولؐ میں ابو بکرؓ کی وفات کے بعد بعض لوگوں نے

یہ خیال ظاہر کیا کہ آپؐ کو شہداء کے درمیان دفن کر دیں اور بعض کہتے تھے کہ آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ میں نے کہا: میں تو انہیں اپنے حجرے میں اپنے محبوب کے پاس دفن کروں گی۔ ابھی ہم اسی اختلاف میں تھے کہ مجھ پر نرسند غالب آگئی۔ میں نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ”محبوب کو محبوب کی طرف لے آؤ۔“ جب میں بیدار ہوئی تو پتہ چلا کہ تمام حاضرین نے اس آواز کو سن لیا تھا یہاں تک مسجد میں موجود لوگوں نے بھی اس آواز کو گوشِ ہوش سے سنا۔

وفات سے پہلے سیدنا صدیق اکبرؓ نے وصیت فرمائی تھی
متر رسولؐ سے آواز کہ میرے تابوت کو حضور علیہ السلام کے روضہ انور کے

پاس لا کر رکھ دینا اور اسلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر عرض کرنا کہ حضور! ابو بکرؓ آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا ہے۔ اگر اجازت ہوئی تو دروازہ کھل جائے گا اور مجھے اندر لے جانا وگرنہ جنت البقیع میں دفن کر دینا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ کی وصیت پر عمل کیا گیا اور ابھی وہ کلمات پایہ اختتام کو نہ پہنچے تھے کہ پردہ اٹھ گیا اور آواز آئی کہ حبیب کو حبیب کی طرف لے آؤ۔ سبحان اللہ!

راوی کا بیان ہے کہ ایک رات ہمارے مہمان آگئے
حضرت صدیق کا دسترخوان اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے ساتھ

علیہ السلام کے پاس تھے اور عشاء تک آپ کے پاس ہی رہے۔ جب گھر آئے تو پوچھا: کیا مہمان کھانا کھا چکے ہیں؟ گھر والوں نے کہا: ہم نے کھانا پیش کیا تھا لیکن انہوں نے نہیں کھایا کیونکہ وہ آپ کے ساتھ کھانا چاہتے ہیں۔ آپ کو غصہ آگیا اور قسم کھائی کہ وہ اس

کھانا سے ہرگز نہیں کھائیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا: یہ قسم تو محض دوسو شیطانی تھی، تو انہوں نے وہی کھانا کھالیا۔ راوی کہتا ہے کہ ہر لقمہ جو میں وہاں سے اٹھاتا تھا اس کے نیچے سے اسی طرح کا ایک اور لقمہ نکل آتا تھا یہاں تک تمام لوگوں نے سیر ہو کر کھالیا۔ جو کچھ باقی بچا اتنا ہی تھا جتنا کھانا کھانے کے وقت رکھا گیا تھا۔ اسی میں سے اور بہت سے افراد نے کھالیا جن کی تعداد مجھے معلوم نہیں ہے۔

وقتِ رحلت آپ نے اپنے بچوں (ایک لڑکی ایک لڑکا) کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کیا۔ اس وقت سوائے حضرت عائشہ کے آپ کی کوئی لڑکی نہ تھی۔ حضرت عائشہ نے پوچھا: میری دوسری بہن کون سی ہے؟ آپ نے فرمایا: میری بیوی حاملہ ہے اور مجھے گمان ہے کہ اس کے ہاں لڑکی ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

سیدنا امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ

”وہ عمر جس کے اعداء پر شدید اسقر
فارقِ حق و باطل امام الہدی
ترجمانِ نبی ہمزبانِ نبی
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
تیغِ مسلول شدت پہ لاکھوں سلام
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام“
(ابلیج حضرت بریلوی)

حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سابقہ امتوں میں ایک ایسی جماعت تھی جنہیں محدثین کہا جاتا تھا اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے تھے۔ اگر اس امت میں ایسا کوئی شخص ہوگا تو وہ عمر ابن الخطاب ہے۔ یہ بات اس حقیقت کی بھی موید ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر نے بیان فرمائی ہے کہ صحابہ کرام نے اگر کسی امر میں رائے دی تو وحی الہی حضرت عمر کے کلام کے مطابق ہی نازل ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ خواب میں میں نے کارکنانِ قضاء و قدر کو ایک کنویں میں ڈول ڈالتے دیکھا، میں نے اس ڈول سے اس کنویں سے اتنا پانی نکالا جتنا اللہ کی مرضی تھی۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق نے ڈول پکڑ کر پانی نکالنا شروع کیا۔ وہ پانی آہستہ آہستہ نکالتے تھے اللہ تعالیٰ جل جلالہ ان پر رحمت کرے۔ بعد ازاں حضرت فاروق اعظم نے کنویں سے پانی نکالنا شروع کیا۔ میں نے ان سے

بڑھ کر کسی کو آب کشی میں طاقتور نہ دیکھا۔ آپ نے تمام حوض بھر دیا، اور تمام لوگ پانی پی کر سیراب ہو گئے۔ یہ بات آپ کی خلافت کی دلیل ہے۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں آپ سے بہت سی خوارقِ عادات بھی ظہور میں آئیں۔

ساریہ کے لشکر کی راہنمائی ایک روز آپ منبر پر چڑھ کر خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک فرمایا اور پھر خطبہ میں مشغول ہو گئے۔ خطبہ ختم ہوا تو لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ عمر ابن خطاب

شاید دیوانے ہو گئے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن ابن عوف نے بعد از نماز ان سے آکر پوچھا: اسے عمرؓ! تجھے کیا ہو گیا تھا کہ تم نے خطبہ میں ہی "یا ساریۃ الجبل" کہنا شروع کر دیا اور لوگوں کو اپنے آپ پر طعنہ زنی کا موقع دیا۔ آپ نے فرمایا جس وقت میں نے ایسا کہا تھا میں دیکھ رہا تھا کہ ساریہ اور ان کے ساتھی کفار سے ایک پہاڑ کے دامن میں چنگ کر رہے تھے اور کفار گئے پیچھے سے ان پر ٹوٹ پڑنے کو تھے جب میں نے دیکھا تو میں بے اختیار ہو گیا اور مجھے یہ الفاظ بر زبان لانا پڑے تاکہ پہاڑ کی پشت کی طرف لوٹ کر وہ دشمنوں سے رہائی پائیں۔

کہتے ہیں مدینہ سے لشکر ساریہ تک ایک ماہ کا فاصلہ تھا۔ جب حضرت ساریہ واپس مدینہ منورہ پہنچے تو بتایا ہم جمعہ کے روز کافروں سے صبح سے لے کر جمعہ کی نماز تک جہاد کرتے رہے دفعۃً ہم نے پکارنے والے کو "یا ساریۃ الجبل" پکارتے ہوئے سنا۔ ہم مڑ کر پہاڑ کی طرف گئے اور لڑتے رہے۔ کفار میں سے بہت سے مارے گئے اور لقبیۃ السیف بھاگ گئے۔ یہ بات سنی توجن جن لوگوں نے حضرت عمرؓ پر طعنہ زنی کی تھی، کہنے لگے کہ آپ کے انہی الفاظ سے تو ان کو فتح ہوئی ہے۔ کہتے ہیں سامعین نے یہی بات اسی روز حضرت علیؓ سے بھی کہہ دی۔ انہوں نے فرمایا: آپ ایسی کوئی بات نہیں کہتے جس سے آپ بخوبی عمدہ برآئے ہو سکتے ہوں۔

آپ نے ایک لشکر مدینہ منورہ سے کسی دور دراز علاقہ میں بھیجا۔ ایک دن آپ نے اچانک لبتیک لبتیک کہنا شروع کر دیا لیکن اس معرکہ کی حقیقت کا پتہ کسی کو معلوم نہ ہوا۔ یہاں تک وہ لشکر واپس مدینہ منورہ میں آ گیا اور امیر لشکر نے تمام خدا داد فتوحات کا حال سنایا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ان احوال کو چھوڑو اور اس شخص کے متعلق جس کو تم نے زجراً دیا

میں پھینک دیا تھا کہو۔ امیر لشکر بولا: یا امیر المؤمنین! میرا اس سے زیادتی کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ میں ایک دریا پر پہنچا جس کی گہرائی کا مجھے علم نہ تھا۔ جب میں نے اسے پار کرنا چاہا تو اس شخص کے کپڑے اتر کر اسے پانی میں اتار دیا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی جو اس پر اثر انداز ہو گئی۔ اور اس نے المدد المدد یا عمر پکارنا شروع کر دیا۔ بعد ازاں وہ شدتِ سرما سے فوت ہو گیا جب لوگوں کو صورتِ حال سے آگاہی ہوئی تو پتہ چلا کہ آپ اس مظلوم کی پکار سن کر جواباً لبیک لبیک کہہ رہے تھے۔ اس کے بعد آپ نے امیر لشکر سے فرمایا: اگر تم نیتاً اسے گزند و نقصان پہنچاتے تو میں تمہاری گردن مار دیتا۔ جاؤ اور اس کے اہل خانہ کو خون بہا پہنچاؤ اور دیکھو آئندہ ایسی کوئی حرکت نہ کرنا۔

پھر فرمایا: میرے نزدیک ایک مسلمان کا قتل بہت سی غیر مسلم جانوں کے اتلاف سے زیادہ اہم ہے۔

جس وقت مسرفتح ہوا حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ دریا ئے نیل کے نامِ حط وہاں کے حاکم تھے۔ اہل مصر کسی مہینے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ دریا ئے نیل ایک بات کا عادی ہے جو پوری نہ ہو تو یہ بہنا بند کر دیتا ہے اور اس کا پانی خشک ہو جاتا ہے۔ حضرت عمرو ابن العاص نے پوچھا: وہ کون سی عادت ہے؟ انہوں نے کہا: جب اس ماہ کی بارہ تاریخ گزر جاتی ہے تو ہمیں ایک لڑکی کہیں سے ڈھونڈنا پڑتی ہے اور اس کے والدین کو اس کے حصول کے لیے بہت سامان و دولت دیتے ہیں۔ پھر اسے نہایت عمدہ لباس زیب تن کرواتے ہیں اور اسے زیورات سے سجاتے ہیں اور اس سال میں اسے دریا ئے نیل میں پھینک دیتے ہیں۔ حضرت عمرو ابن العاص نے سنا تو فرمایا: یہ امر خلافِ اسلام ہے اب ایسا کبھی نہیں ہوگا کیونکہ اسلام ایسی تمام رسوماتِ قبیحہ کو تباہ و برباد کرتا ہے۔ جب اس تاریخ سے تین دن زیادہ گزرے تو دریا خشک ہو گیا اور اہل مصر نے وہاں نقل مکانی شروع کر دی۔ حضرت عمرو ابن العاص نے جو کچھ بھی مشاہدہ کیا وہ حضرت سیدنا امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لکھ بھیجا۔ حضرت امیر المؤمنین عمر نے جواباً ایک کاغذ پر کچھ لکھ بھیجا اور ساتھ ہی ہدایت فرمائی کہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے اسے

دریائے نیل میں پھینک دو۔ جب آپ کا مکتوب گرامی حضرت عمر و ابن العاص کے پاس پہنچا تو انہوں نے خط چاک کیا تو لکھا تھا :

”من جانب اللہ کے بندے امیر المؤمنین۔ بجانب دریائے نیل۔“

اما بعدہ! اگر تم اپنے آپ بتتے تھے تو آئندہ مت بہنا اور اگر اللہ تعالیٰ واحد القہار کے حکم سے بتتے ہو تو میں اس سے التجا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری و ساری کر دے۔“
حضرت عمر و ابن العاص نے وہ خط دریائے نیل میں ڈال دیا۔ اگلے دن صبح پانی تیرہ فٹ اونچا بہنے لگا۔ اس وقت سے مصری لوگ اس کی اس عادت بد سے محفوظ ہیں۔

شہادتِ حضرت عمرؓ
جس دن آپ شہید ہوئے تمام روئے زمین تاریک ہو گئی۔
بچے اپنے ماؤں کے پاس آ کر کہتے تھے ایسا معلوم ہوتا ہے
جیسے قیامت آگئی ہے۔ وہ کہتیں: نہیں بٹا! حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمرؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔
جس دن آپ کی وفات ہوئی لوگوں نے مندرجہ ذیل اشعار سننے لیکن اشعار گو گو نہ

دیکھ سکے: س

نبید علی الاسلام من کان باکیاً فقد اوشکوا ملکی و ما قدم المہدی
وادبرۃ الدنیا و ادبر خیرہا وقد ملہا من کان یامن بالوعدا
آپ کی وفات پر جنوں تک نے مرثیے کہے اور پڑھے: س

ستبکین نساء الحبت بلین بحیات

ومخشن وجوهاً کالدنانیر الثقیات

ویلبس لباس السعود بعد القصبات

آپ کی وفات کو تین دن گزر چکے تھے کہ جنوں نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے: س

جزا اللہ خیراً من امرہ و بارکت

ید اللہ فی ذاک الادیم الممزق

فن یسبم او یرکب جناحی تقامہ

لیدرک ما قدمۃ فی الخیر یسبق

کراماتِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

گستاخانِ شیخین کی سزائیں

جناب امامِ مستغفریؒ دلائلِ النبوة میں ایک ثقہ راوی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم تین آدمی یمن کے سفر پر نکلے۔ ہم میں ایک شخص کو فہ کا رہنے والا تھا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق نہایت ناشائستہ باتیں کرتا تھا ہم نے اسے ہر چند سمجھایا لیکن وہ باز نہ آیا۔ جب ہم یمن کے نزدیک پہنچے تو ایک جگہ قیام کے بعد سو گئے۔ کوچ کا وقت آیا، ہم نے وضو کیا اور اس کو فنی کو بھی جگایا۔ اٹھ کر کئے لگا، مجھے افسوس ہے میں تم سے اس منزل میں پیچھے رہ گیا ہوں کہ تم نے مجھے یمن اس وقت جگایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سر ہانے کھڑے ہو کر فرما رہے تھے: "اے فاسق! خدا نے تعالیٰ فاسق کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔ اسی سفر میں تمہاری شکل بدل جائے گی۔ میں نے کہا: اٹھ، وضو کر۔ جو نہی وہ وضو کرنے کے لیے بیٹھا تو اس کے پاؤں کی انگلیاں مسخ ہونا شروع ہو گئیں۔ اس کے دونوں پاؤں بندر کے پاؤں کے مشابہ ہو گئے پھر گھٹنوں تک بندر کی طرح ہو گیا۔ ہوتے ہوتے اس کا سراپا بندر کا ہو گیا۔ ہم نے اسے پکڑ کر اونٹ کے پالان کے ساتھ باندھ دیا اور سوئے منزل روانہ ہو گئے۔ غروب آفتاب کے وقت ہم ایک جنگل میں پہنچے جہاں کچھ بندر جمع تھے۔ جب اس نے ان کو دیکھا تو نہایت مضطرب ہو کر رسی چھڑائی اور ان میں جا ملا۔ پھر ہماری طرف آیا تو دوسرے بندر بھی اس کے ساتھ ہمارے نزدیک آگئے۔ ہم نے کہا کام تو خراب ہو گیا۔ اب تمام بندر اس کے دوست بن گئے ہیں۔ اب پتہ نہیں کیا کریں۔ وہ آیا اور ہمارے پاس آکر بیٹھ گیا، پھر ہماری طرف دیکھتا رہا اور دراز

۱) شیخین سے مراد حضرت سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔

۲) امیرین سے مراد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

۳) صاحبین سے مراد حضرت امام محمد اور حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما ہیں جو حضرت سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے

تلامذہ ہیں سے تھے۔

سال اس کی آنکھوں سے پانی بہتا رہا۔ ایک گھنٹہ کے بعد بندر واپس چلے گئے تو وہ بھی ان کے ساتھ ہی چلا گیا۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

اسی طرح امام مستغفریؒ نے حضرت علی بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیبؒ نے مجھ سے فرمایا کہ کسی آدمی کو بھیج کر فلاں شخص کا حال دریافت کرو۔ میں نے کہا: ”آپ ہی اس کا حال بیان فرمادیں“۔ آپ نے فرمایا: نہیں! کوئی آدمی بھیجو۔ میں نے ایک شخص کو بھیجا۔ حضرت سعید بن مسیبؒ نے بتایا کہ وہ شخص بعض اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب و شتم کرتا تھا اور اس کے چہرے پر ایک ایسا زخم ہو گیا جس نے اس کے تمام چہرہ کو آیا اور بالآخر اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔

اسی طرح امام مستغفریؒ نے کسی نیک و سید شخص سے روایت کی کہ کوفہ میں ایک شخص تھا جو سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا بھلا کہتا تھا۔ وہ ہمارے ساتھ سفر کو ہویا۔ ہم نے اسے ہر چند سمجھایا لیکن اس نے سنی ان سنی کر دی۔ آخر ہم نے اسے کہہ دیا ہم سے دور ہو جاؤ۔ وہ ہم سے جدا ہو گیا۔

جب ہم واپس آنے لگے تو ہم نے اس کے نوکر سے کہا کہ اپنے آقا سے کہو ہمارے پاس آجائے۔ اس نے کہا: میرے آقا سے ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آ گیا ہے۔ اس کے دو ہاتھ سور کے ہاتھوں جیسے ہو گئے ہیں۔ ہم اس کے پاس گئے تو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی لیکن اس نے کہا میرے ساتھ ایک حادثہ عظیم واقعہ ہو گیا ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ اپنی آستین سے باہر نکالے جو سور کی طرح تھے وہ ہمارے ساتھ ہولیا اور چلتے چلتے ہم ایسی جگہ پہنچے جہاں سوروں کا ایک گتہ تھا۔ وہ گھوڑے سے اترا اور سوروں کو سوروں میں جا ملا۔ اس کے بعد ہم اسے پہچان نہ سکے۔ اس کا مال و متاع اور غلام کوفہ میں لایا گیا۔

اسی طرح ایک غازی سے روایت ہے کہ ہم ایک گروہ کے ساتھ ایک جنگ میں شریک ہوئے۔ ہمارے ساتھ ایک شخص تھا جو تمیم کے غلاموں میں سے تھا، اس کا نام ابو حیان تھا۔ یہ بھی حضرت سیدنا ابو بکر و عمرؓ کو گالی دیتا تھا ہم نے چنداں اسے سمجھایا لیکن کوئی بات سو مند ثابت نہ ہوئی۔ ہم اسے ایک حاکم کے پاس بھی لے گئے جو ہماری منزل کے

درمیان رہتا تھا۔ اس نے کہا: اتے میرے پاس ہی پھوڑ جاؤ اور خود چلے جاؤ۔ ہم اسے اس کے پاس چھوڑ کر چلے گئے۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا ہم نے دیکھا کہ وہ ہمارے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ اس حاکم نے اسے ایک گھوڑا اور پوشاک دی۔ جب وہ لے کر ہمارے پاس آیا تو اس نے پھر گالیاں دینا شروع کر دیں۔ پھر کہنے لگا: اے خدا کے دشمنوں! کیا دیکھتے ہو؟ ہم نے کہا: بس تو ہمارا ساتھ چھوڑ دے۔ چنانچہ ایک طرف ہو کر چلنے لگا اور ہم دوسری طرف۔ اچانک وہ رستہ سے ہٹ کر قضاے حاجت کے لیے ایک جگہ بیٹھ گیا۔ ہم نے دیکھا کہ مٹیوں کے ایک گروہ نے اس پر حملہ کر دیا تو ہم واپس لوٹ آئے۔ انہوں نے اس کے چہرہ کا تمام گوشت نوح لیا اور صرف اس کی ہڈیاں رہ گئیں۔ ہم نے شور مچایا کہ ابو حیان میں سے کوئی ہے جو اس کا ترکہ سنبھالے۔

اسی طرح امام مستغفریؒ نے ایک اور روایت اکابرین سلف سے نقل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں: میرا ایک ہمسایہ تھا جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُرا بھلا کہتا تھا ایک رات میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے دائیں طرف ہیں اور حضرت عمرؓ آپ کے بائیں طرف ہیں۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرا ایک ہمسایہ ہے جو ان دو بزرگوں کی نشان میں گستاخی کر کے مجھے دکھ دیتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اسے قتل کر دو۔ جب صبح ہوئی تو میں نے کہا: چلو، چل کر دیکھیں تو سہی کہ اس کا کیا بنا ہے۔ جب میں اس کے محلہ میں پہنچا تو اس کے گھر سے شور و شین اٹھ رہا تھا۔ میں نے پوچھا: یہاں کیا ہوا ہے؟ معلوم ہوا کہ کل اس کے گھر آکر کسی نے اسے قتل کر دیا ہے۔

اہل بصرہ سے ایک کا بیان ہے کہ میں نے اپنا مال و متاع اہواز کے رئیس کے ہاتھ فروخت کیا۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ رافضی ہے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بُرے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ جب میرا اس کے ہاں مسلسل آنا جانا ہوا تو ایک دن میری موجودگی میں اس نے شیخین رضوان اللہ علیہما کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ میں اس کے ہاں سے بہت مغموم و محزون ہو کر اٹھا۔ اس اندوہ غم کے باعث میں نے اس

رات افطار نہ کی۔ حضور علیہ السلام کو میں نے خواب میں دیکھا اور عرض کی: یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دیکھئے وہ شخص حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی شان میں کیا کہتا ہے۔ حضور ترقی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس کی باتیں تجھے اچھی نہیں لگتی ہیں؟ میں نے عرض کی: ہاں۔ یا رسول اللہ علیک وسلم۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ اسے میرے پاس لے آؤ۔ میں گیا اور اسے لے آیا۔ پھر فرمایا: اسے سلا دو۔ میں نے اسے سلا دیا۔ پھر آپ نے مجھے ایک چھری دی اور فرمایا: اسے قتل کر دو۔ میں نے عرض کی: حضور صلی اللہ علیہ وسلم! اسے مار دوں؟ میں نے تین بار اسی طرح پوچھا کیونکہ کسی کو قتل کرنا میرے لیے کارِ عظیم تھا۔ حضور علیہ السلام نے قیسری دفعہ فرمایا: اسے مار دو۔ میں نے اسے قتل کر دیا۔ صبح ہوئی تو مجھے اس خبیث کا حال دریافت کرنے کا خیال آیا۔ جب میں محلہ میں پہنچا تو اس کے گھر سے باہر شور و فغاں کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے پوچھا، یہاں کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ کل رات کسی شخص نے اُسے بستر پر ہی ختم کر دیا ہے۔ میں نے کہا، بخدا میں نے حضور علیہ السلام کے حکم سے اسے قتل کیا ہے۔ جب اس کے بیٹے کو صورت حال کا پتہ چلا تو کہا: تم اپنا مال و اسباب سنبھالو اور اسے چھوڑو میں اسے دفن کرنے لگا ہوں۔ میں اپنا مال و متاع لے کر وہاں سے چل دیا۔

اسی طرح امام مستغفریؒ نے دلائل النبوة میں ایک سلف صالح کا بیان نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں: میں بچپن میں ایک ایسے شخص کا شاگرد تھا جو مجھے مذہب شیعہ کی طرف مائل کرتا تھا اور میں اس کے کہنے پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہتا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور لوگ حضور علیہ السلام کی طرف متوجہ ہیں۔ اچانک میری نظر حضور علیہ السلام پر پڑی۔ آپ ایک جگہ جلوہ افروز تھے۔ آپ کی دائیں طرف دوزخوں والا ایک عمر رسیدہ شخص بیٹھا ہوا تھا اور بائیں طرف ایک اور دوزخوں والا مسن شخص بیٹھا ہوا تھا اور لوگ حضور علیہ السلام کو السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہے تھے۔ میں بھی آپ کے قریب ہوا تاکہ آپ کو السلام علیکم عرض کروں۔ ان دو بزرگوں میں سے ایک نے کہا: یا رسول اللہ! یہ شخص ہم سے

کیا چاہتا ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے مجھے پکڑنا چاہا تو میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ اسی وقت میرے سر، ڈاڑھی اور مہوڑوں کے بال جھڑ گئے اور میں چار ماہ تک اسی حالت میں رہا۔ ایک روز میرا ایک دوست مجھے ملنے آیا اس نے مجھ سے پوچھا: تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے کہ تمام لمبیسوں سے تیز علاٹ نہیں ہو سکا۔ مجھے ایسا لگا کہ اس کے تصور میں میرے کسی عشق و محبت کا معاملہ تھا میں نے اُسے سچ سچ بتا دیا اس نے کہا، تو نے حضور علیہ السلام کے سامنے توبہ اور ہدایت کیوں نہیں کی شاید تجھے پتہ نہیں کہ صلوٰۃ و سلام جو حضور علیہ السلام کی رُوح پر فتوح پر بھیجا جاتا ہے وہ حضور کی خدمت میں ہی پہنچتا ہے۔ میں نے اسی وقت ایک لشتری اور لوطا منگایا اور وغیر کیا۔ پھر دو رکعت نماز ادا کر کے کہا، اے خداوند جہاں! میں توبہ کرتا ہوں اور فضیلتِ شیخین کا قائل ہوتا ہوں۔ ابھی تا تب ہوئے ہوئے ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ میرے سر، ڈاڑھی اور مہوڑوں کے بال پھر اُگ آئے۔

اسی طرح ایک سلفی بزرگ کا بیان ہے کہ میں نے شام کے سفر میں صبح کی نماز ایک مسجد میں گزاری۔ جب امام نماز سے فارغ ہوا تو اس نے شیخین کو بد دعائیں دینا شروع کر دیں۔ آئندہ سال جب میں دوبارہ شام گیا تو اتفاق سے پھر صبح کی نماز اسی مسجد میں ادا کرنا پڑی۔ جب امام امامت سے فارغ ہوا تو اس نے حضرت شیخین کے حق میں دعائے خیر کی۔ میں نے نمازیوں سے پوچھا: یہ کیا بات ہے کہ گزشتہ سال تو یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو نرا بھلا کہتا تھا اور اب دعائیں دیتا ہے۔ انہوں نے کہا: آیاتم سابقہ امام کو دیکھنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔ وہ مجھے ایک سرائے میں لے گئے جہاں ایک گنا بندھا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ میں نے اس کتے سے دریافت کیا: کیا تم وہی امام ہو جو پارسا سال حضرت شیخین کو گالیاں دیتا تھا۔ اس نے سر سے اشارہ کیا: ہاں میں وہی ہوں۔

اسی طرح ایک سلف صالح کا بیان ہے کہ جو کچھ عرصہ مدائن قیام پذیر رہا مجھے جب بھی پتہ چلتا کہ فلاں جگہ کسی کی موت واقع ہو گئی ہے میں وہاں جا کر مردہ کی تکفین کر دیتا۔ ایک دن ایک شخص نے بتایا کہ فلاں جگہ کوفہ کے چند آدمی ٹھہرے ہوئے ہیں ان میں سے ایک مر گیا ہے اور اس کے لیے کفن موجود نہیں۔ میں نے اپنے غلام کو اس کے لیے کفن خریدنے کے لیے

سبباً۔ میں وہاں پہنچا، دیکھا کہ وہ مرا پڑا ہے اور اس کے پیٹ پر ایک اینٹ رکھی ہوئی ہے وہ اچانک زندہ ہو کر بیٹھ گیا اور واسٹے حستنا واسٹے حستنا کہنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا: تم لا الہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے؟ اس نے کہا: اس وقت لا الہ الا اللہ سے کیا فائدہ؟ میں اس گروہ سے تعلق رکھتا ہوں جو شیخین کو سب و شتم کرتے تھے اور میں بھی ان کی ہم نوائی کرتا تھا اب جبکہ مجھے موت نے آیا تو کارکنانِ قضا و قدر نے دوزخ میں میرا مقام مجھے دکھایا۔ اب انہوں نے مجھے انگیخت کیا ہے کہ میں ایسے تمام لوگوں کو ڈراؤں دھمکاؤں جو شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالی دیتے ہیں۔

میں یہ باتیں سن کر واپس چلا آیا اور اس کے ساتھیوں کو یہ باتیں بتائیں۔ وہ کہنے لگے: شیطان اس کی زبان سے گویا ہوا ہے۔

فتوحاتِ مکہ میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ سے مذکور ہے کہ اہل اللہ کی ایک جماعت ہے جسے "رجبیون" کہتے ہیں۔ یہ بلا کم و کاست چالیس افراد ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ رجب کی پہلی تاریخ کو وہ اتنے بوجھل ہو جاتے ہیں گویا ان پر آسمان گر گیا ہو۔ وہ مطلقاً حرکت نہیں کر سکتے۔ ان کے دست و پا بالکل بے حس ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ آنکھ بھی نہیں پھیر سکتے۔ پہلی رجب کو ان کی ایسی حالت ہوتی ہے پھر روز بروز یہ بوجھ بھکا ہوتا جاتا ہے جب شعبان شریف کا آغاز ہوتا ہے تو یہ لوگ بالکل ہلکے پھلکے ہو جاتے ہیں اور انہیں ہر قسم کی گرانی و ثقل سے خلاصی حاصل ہو جاتی ہے۔ ان لوگوں کو رجب کے مہینے میں بے شمار کشف ہوتے ہیں۔ ان کے دل تجلیوں سے منور ہوتے ہیں اور ان پر بہت سے اسرارِ غیب کھل جاتے ہیں۔ شعبان میں یہ اسرار و رموز سلب ہو جاتے ہیں لیکن بعض دفعہ بعض احوال سارا سال باقی رہتے ہیں۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ ایسے بزرگوں میں سے میں نے ایک کی زیارت کی ہے جس پر رافضیوں کے احوال و واقعات روشن تھے۔ رافضی لوگ ان کو بصورتِ خنزیر نظر آتے تھے۔ کبھی کبھی کوئی مستور الحال شخص ان کے پاس سے گزرتا اور اس کا مذہب رافضیوں کا مذہب ہوتا تو وہ اسے بصورتِ خنزیر دیکھ کر بلا لیتے اور تائب ہونے

اور رجوع الی اللہ کے لیے کہتے۔ وہ شخص تعجب میں پڑ جاتا۔ اگر وہ صدقِ دل سے توبہ کر لیتا تو وہ اس رجبی بزرگ کو بصورتِ انسان نظر آتا اور آپ سبکی توبہ کی تصدیق کرتے۔ اگر بصدقِ دل تائب نہ ہوتا تو بدستور انہیں بصورتِ خنزیر نظر آتا اور اسے اس کی دردنگوئی پر مطلع کرتے اور اُسے کہتے کہ تم نے صدقِ دل سے توبہ نہیں کی۔

ایک دن چند آدمی مذہبِ شافعیہ چھوڑ کر اس بزرگ کے پاس آئے۔ ان میں سے کسی کو بھی رخصت کی سمجھ بوجھ نہ تھی اور وہ شیعوں بھی نہ تھے بلکہ بغیر کسی کی انگینت اور اپنے فکر و نظر سے مذہبِ رافضیہ اپنا بیٹھتے تھے اور حضرت سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ کے متعلق عقیدہ بد رکھتے تھے اور حضرت علیؓ کی شان میں نہایت مبالغہ سے کام لیتے تھے۔ جب یہ دو مرتد اُس رجبی بزرگ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: ان دونوں کو باہر نکال دو۔ انہوں نے باہر نکالنے کا سبب پوچھا تو وہ فرمانے لگے: تم مجھے بصورتِ خنزیر نظر آتے ہو۔ اور میرے اور خدا کے درمیان ایک راز ہے جس سے رافضی لوگ مجھے سوڑ کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اس وقت غیر اعلانیہ توبہ کر لی تو وہ کہنے لگے: تم نے ابھی توبہ کر لی ہے کیونکہ اب تم مجھے بصورتِ انسان نظر آنے لگے ہو۔ وہ اس حقیقتِ حال سے بہت متعجب ہوئے اور مکمل طور پر اس مذہب سے توبہ کر لی۔

حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دورِ منشورِ قرآن کی سکت بھی
یعنی عثمان صاحبِ قیصرِ ہندی
زوجِ دو نورِ عفت پر لاکھوں سلام
حُذْ پوشِ شہادت پر لاکھوں سلام
(اعلیٰ حضرت بریلویؒ)

حضرت سیدنا عثمانؓ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب ذوالنورین ہے۔ یہ اس لیے کہ حضور پر نورؐ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں۔ حضرت سیدہ زینبؓ نے وفات پائی تو اُمّ کلثومؓ آپ کے نکاح میں آئیں۔ حضور رسالتاً صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اگر میری کوئی اور بیٹی بچی ہوتی تو میں اس کا

بھی حضرت عثمانؓ سے نکاح کر دیتا۔ کہتے ہیں انسانوں میں سے کسی کو یہ دولت سعادت حاصل نہیں ہوئی جس کے نکاح میں پیغمبر خدا کی دو صاحبزادیاں ہوں۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل و کمالات ہیں جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں :

حضرت عثمانؓ کی نگاہ بصیرت صحابہ میں سے ایک شخص حضرت عثمانؓ کے دولت کدہ پر حاضر ہوا تو آپ نے اس سے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے ایک شخص تم میں سے میرے پاس آنا ہے جس کی آنکھوں میں زناد کے آثار نظر آتے ہیں۔ اس صحابی نے عرض کی: یا خلیفہ رسول اللہ! کیا حضور علیہ السلام کے بعد بھی وحی کا سلسلہ جاری ہے آپ نے فرمایا: یہ وحی نہیں بلکہ نور قرآن ہے۔

حضرت عثمانؓ کو شہادت کی بشارت جس رات کی صبح کو آپ شہید ہوئے آپ کو حضور علیہ السلام کی زیارت ہوئی حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے عثمان! کل تم میرے ساتھ ہی افطاری کرو گے۔ اگلے دن آپ نے اپنے کسی ساتھی کو اپنے مخالفوں سے مقاتلہ کی اجازت نہ دی اور خود شہید ہو گئے۔

حضرت عثمانؓ کی دل آزاری انہی ایام میں حجابہ بن سعید غفاری نے حضرت عثمانؓ سے حضور علیہ السلام کا عصا مبارک چھین لیا اور اپنے گھٹنے پر رکھ کر اسے توڑ دیا۔ لوگوں نے اس کے فعل قبیح پر واویلا کیا۔ اسی وقت اس کے گھٹنے میں ایک بیماری پیدا ہو گئی جس کے سبب سال کے اندر اندر مر گیا۔

قاتلان عثمانؓ کا حشر ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک نابینے شخص کو طوافِ محضہ بخش دے، اگرچہ تو مجھے نہیں بخشنے گا۔ میں نے سُن کر کہا: ارے ایسی جگہ ایسی باتیں۔ کہنے لگا، مجھ سے ایک گناہِ عظیم سرزد ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کون سا؟ اس نے کہا: جس روز حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ ہوا میں نے ایک صحابی کے سامنے قسم کھائی تھی کہ اگر حضرت عثمانؓ شہید ہو جائیں تو ہم ان کے نیگے چہرہ پر طمانچہ ماریں گے۔ جب لوگوں نے انہیں شہید کر دیا تو ہم آپ کے گھر میں داخل ہوئے۔ اس وقت آپ کا سر آپ کی بیوی کی گود میں تھا۔ میرے ساتھی

نے آپ کی بیوی سے کہا: ذرا ان کا چہرہ ننگا کرو۔ آپ کی بیوی نے ہم سے مقصد پوچھا۔ میں نے کہا میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد آپ کے منہ پر طمانچہ ماروں۔ آپ کی بیوی نے کہا: کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی صحبت و رفاقت اور آپ کی دو بیٹیوں سے نکاح کا کوئی پاس نہیں۔ آپ کی بیوی نے آپ کے بہت سے اور فضائل بیان کیے۔ میرا ساتھی سن کر واپس چلا گیا لیکن میں نے ان کی باتوں کی طرف چنداں التفات نہ کیا اور آپ کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ آپ کی بیوی نے کہا: اللہ تعالیٰ تجھے معاف نہ کرے، تیرا ہاتھ سوکھ جائے اور تیری آنکھیں اندھی ہو جائیں۔ خدا کی قسم! میں ابھی آپ کے گھر کی دہلیز سے باہر نہ آیا تھا کہ میرا ہاتھ سوکھ گیا، آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ اب مجھے یقین نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے گا یا نہیں۔

جب حضرت عثمانؓ کو شہید کیا گیا تو جن تین دن مسجد نبوی کی چھت پر نوٹھ کرتے رہے اور آپ کی شان میں اشعار بھی پڑھتے رہے۔

حضرت عدی بن حاتم طائی کا بیان ہے جس دن حضرت عثمانؓ شہید ہوئے میں نے ہاتھ کو یہ کہتے ہوئے سنا:

”ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو راحت و آسائش کی نوید دے دو۔ وہ بے غصہ و غضب شہید ہوئے۔ انہیں بخشش و مغفرت اور باغ رضوان کی خوشخبری دے دو۔ جب میں نے دوبارہ دیکھا تو کوئی شخص موجود نہ تھا۔“

جب حضرت عثمانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا تو تین دن تک آپ کی تدفین نہ ہو سکی۔ ناگاہ ہاتھ نے آواز دی کہ:

”اسے دفن کر دو لیکن اس کا جنازہ نہ پڑھو کیونکہ اس کا جنازہ تو اللہ جل و علا نے پڑھ دیا ہے۔“

یہ دن بعد جب رات کے وقت آپ کو جنت البقیع کی طرف تدفین کے لیے لے جانے گئے تو چند سوار جنازہ اٹھانے والوں کے پیچھے ظاہر ہوئے۔ جنازہ اٹھانے والوں پر خوف و ہراس چھا گیا چنانچہ قریب تھا کہ وہ آپ کے جنازہ کو چھوڑ کر بھاگ جاتے کہ ان سواروں میں سے ایک نے کہا: جمع خاطر رکھو اور خائف و ہراساں نہ ہو ہم آگئے ہیں۔ ہم ان کے دفن میں شریک ہوں گے۔ آپ کو دفن کرنے والوں میں سے بعض کا بیان ہے بجز اوہ سوار فرشتگانِ رحمت تھے۔ حج کے

موسم میں ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا، اس قافلہ میں ایک شخص ایسا تھا جو حضرت سیدنا عثمانؓ کو عزت و توقیر کی نگاہوں سے نہیں دیکھتا تھا اچانک وہ قافلہ سے جدا ہو گیا اور قافلہ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے مشہد پر اس بہانہ سے حاضر نہ ہوا کہ وہ دور ہے۔ تمام اہل قافلہ وہاں گئے اور سلامتی سے واپس آ گئے۔ واپسی پر وہ بھی ان سے ملا۔ اچانک قافلہ میں ایک درندہ آدب کا جس نے آتے ہی اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اہل قافلہ سمجھ گئے کہ یہ سب کچھ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بلے حرمی کی وجہ سے ہوا ہے۔

اصحابِ ثلاثہ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ بھی ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ حضرت عثمانؓ کا ذکر خیر کر رہے تھے اور کہتے تھے میں حضرت عثمانؓ کو ہمیشہ بکلمہ خیر ہی یاد کروں گا۔ یہ اس لیے کہ ایک دن حضور علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لائے اور کہیں چل دیئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ ایک جگہ جا کر بیٹھ گئے۔ آپ نے مجھ سے پوچھا: ابوذر! کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے والے ہیں۔ اسی اثناء میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے اور حضور علیہ السلام کے دائیں طرف بیٹھ گئے حضور علیہ السلام نے پوچھا: ابو بکر! کیسے آنا ہوا؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی: اللہ و اعلمہ رسولہ۔ بعد ازاں حضرت سیدنا عمرؓ آئے اور حضرت ابو بکرؓ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ آپ نے ان سے بھی یہی سوال جواب کیے۔ پھر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور حضرت عمرؓ کے دائیں جانب بیٹھ گئے حضور علیہ السلام نے سات سنگریزے اٹھائے اور ہاتھ میں لے کر تسبیح پڑھنا شروع کر دی۔ میں نے سنا کہ آپ کے منہ سے شہد کی مکھی کی طرح آہستہ آہستہ آواز آرہی تھی پھر حضور علیہ السلام نے وہ سنگریزے زمین پر پھینک دیئے اور خاموش ہو گئے۔ پھر سنگریزے اٹھا کر حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر رکھ کر کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ جب سنگریزوں کو زمین پر رکھ دیا تو خاموش ہو گئے۔ پھر حضور علیہ السلام نے سنگریزے اٹھائے اور حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر رکھ کر مشغول تسبیح ہوئے۔ پھر سنگریزے زمین پر رکھ دیئے اور خاموش ہو گئے۔ بعد ازاں حضور علیہ السلام نے سنگریزے اٹھا کر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر رکھے اور تسبیح کرنا شروع کر دی۔ اور پھر ان سنگریزوں کو زمین پر رکھ کر خاموش ہو گئے۔

لہ اس واقعہ سے حضرت جامیؒ نے شاید یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرات اصحابِ ثلاثہ کی ترتیب وار (باقی اگلے صفحہ پر)

انصار میں سے ایک شخص کو میلہ کذاب کے قتل کے دن شہادت نصیب ہوئی تو شہادت سے پہلے اسے لوگوں نے یہ کہتے ہوئے سنا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل و علاء کے رسول ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ شہید ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ حلیم و رحیم ہیں۔

حضرت سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ

مرتضیٰ شیر حق اشجع الاشجعین ساتی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
اصل نسل صفا وجہ و وصل خدا باب فضل ولایت پہ لاکھوں سلام
اولین دافع اہل رفس و خس و ج چارمی رکن ملت پہ لاکھوں سلام
شیر شمشیر زن ، شاہ خیر شکن

پر تو دست قدرت پہ لاکھوں سلام (اعلیٰ حضرت بریلوی)

خطاب ابوتراب آپ بارہ اماموں میں سے پہلے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے اور ابوتراب ہے۔ آپ کو ابوتراب سے زیادہ کوئی نام پسند نہ تھا۔ جب آپ کو اس نام سے پکارا جاتا تو آپ بہت مسرور و شادماں ہوتے۔

ایک دن حضور علیہ السلام حضرت سیدہ زہراؓ کے گھر تشریف لائے تو حضرت علیؓ کو گھر پر نہ پایا۔ آپ نے حضرت فاطمہؓ سے پوچھا: میرا عم زاد بھائی کہاں ہے؟ حضرت سیدہ زہراؓ نے جواب دیا: ہمارے درمیان کوئی بات واقع ہو گئی تھی جس سے آپ ناراض ہو کر چلے گئے ہیں اور میرے ہاں قیلو لہ بھی نہیں کیا۔ حضور علیہ السلام نے کسی سے فرمایا: دیکھو علیؓ کہاں ہیں؟ اس شخص نے آکر جواب دیا: "حضور! آپ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے تو آپ کو اس حال میں سویا ہوا پایا کہ آپ کی چادر کندھے سے سر کی ہوئی تھی اور آپ کے کندھے خاک آلود تھے۔ حضور علیہ السلام نے اپنے دست شفقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) خلافت کا فیصلہ حضور علیہ السلام نے اپنے حین حیات میں ہی فرما دیا تھا۔ اور یہ تینوں حضرات مامور من اللہ و رسول تھے۔

سے ان کے کندھے سے مٹی جھاڑی اور فرمایا: اے ابوتراب اٹھیے! اے ابوتراب اٹھیے! آپ کے فضائل و شمائل اتنے زیادہ ہیں جتنے کہ زبانِ تقریر و قلم ادا نہ کر سکے۔

حضرت احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں صحابہ کرامؓ میں سے حضرت علیؓ سے زیادہ کسی کے فضائل و شمائل دستیاب نہیں۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں اگر حضرت سیدنا علیؓ کی علمی بصیرت کرم اللہ وجہہ الکریم اپنے مخالفوں کے ساتھ جھگڑوں سے فرصت ملتی تو ہمارے لیے علمی اور روحانی مسلمات کا وہ ذخیرہ چھوڑتے جسے دل برداشتہ کرنے کے متحمل نہ ہوتے۔ شرح تعریف میں ہے کہ حضرت علیؓ ابن ابی طالبؓ سرِ عارفان ہیں۔ آپ کے حقایق آمیز کلمات کسی دوسرے سے بیان نہیں ہوئے اور آپ کے بعد بھی کوئی شخص بیان نہیں کر سکے گا۔ حتیٰ کہ ایک دن آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ سلونی عمادون العرش فان ما بین الحوائج علماء بما ہذا العاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نراقا نرقا فوالذی نفسی بیدہ لو اذن للتوریت والا نجیل ان یتکلم لرضعت رصاۃ فاجرت بما فیہا فصدقوا الذی علی ذلک

اسی مجلس میں ایک شخص موجود تھا جو دغلب یعنی کے نام سے مشہور تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ شخص بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتا تھا مجھے اس کے دعوے کبھی بھی اچھے نہ لگے۔ چنانچہ وہ مجلس میں کھڑا ہو گیا اور کہا کہ میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت سیدنا علیؓ نے فرمایا: تم صرف فقہ و دانائی کے متعلق سوال کرنا امتحان اور آزمائشِ قابلیت کے متعلق بات نہ پوچھنا۔ دغلب نے کہا: اب آپ نے مجھے اس کا پابند بنایا ہے چنانچہ آپ بتائیں۔ کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے۔ فرمایا: یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کروں اور اسے نہ دیکھوں؟ اس نے کہا: آپ نے اسے کیسا پایا؟ آپ نے فرمایا: آنکھوں کے مشاہدے سے تم اسے نہیں دیکھ سکتے بلکہ بصیرتِ قلب اور حقایق و ایقان سے دیکھ سکتے ہو۔ وہ واحد ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ بے نظیر ہے مثال ہے۔ اس کا کوئی مکان نہیں اور نہ وہ کسی زمانے کا پابند ہے

اسے جو اس سے پہچانا نہیں جاسکتا اور نہ اسے دوسرے انسانوں پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔
 وعلب یہ باتیں سن کر چپخنی لگا اور ہپوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا، اب میں نے
 اپنے خدا سے غمہ کر لیا ہے کہ کسی سے برسپیل امتحان و آزمائش سوال نہیں کروں گا۔

لہامِ مستغفریٰ نے دلائلِ النبوت میں لکھا ہے کہ روم کے بادشاہ نے حضرت عمرؓ کی خلافت
 کے دوران چند مشکل سوال بھیجے (تفصیل کتاب مذکور میں درج ہے) حضرت عمرؓ نے انہیں پڑھا
 اور لے کر حضرت علیؓ کے پاس چلے آئے۔ جب امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں پڑھا تو
 قلم و دوات طلب فرما کر ان کا جواب لکھا۔ پھر کانڈلیٹ کر قیصر کے سفیر کو دے دیا۔ قیصر کے
 سفیر نے استفسار کیا کہ جواب لکھنے والا کون ہے۔ حضرت امیر المومنین عمرؓ نے فرمایا: یہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زادہ ہیں، آپ کے داماد اور دوست ہیں۔ ان کی جائے ولادت
 مکہ معظمہ ہے۔ آپ واقعہ نبیل سے سات سال بعد پیدا ہوئے۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ
 کی ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔ آپ حضور علیہ السلام کی بعثت کے وقت پندرہ سال کے تھے
 لیکن پہلی بات زیادہ درست ہے۔ ابن جوزی کتاب صفة الصفوة میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی
 عمر کے بارے میں چار اقوال ہیں۔ بعض ان کی عمر تریسٹھ سال، پینسٹھ سال، ستاون سال یا
 اٹھاون سال کی بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

کہتے ہیں ایک روز آپ کے پاس لوگوں کا ایک اجتماعِ عظیم حاضر ہوا۔ لوگوں کی اس
 بھڑ میں آپ کے پاؤں خون آلود ہو گئے۔ آپ نے دعا مانگی: بار الہا! مجھے یہ لوگ پسند نہیں
 اور نہ ہی یہ لوگ مجھے پسند کرتے ہیں۔ مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے خلاصی بخش چنانچہ اسی رات
 وقتِ سحر گا ہی آپ کو مجروح و زخمی کیا گیا۔

روایات صحیحہ سے یہ بات
 ثابت ہے کہ جب آپ
 حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات
 سواری کرتے وقت گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے تو تلاوتِ قرآن شروع کرتے اور
 دوسری رکاب میں پاؤں رکھتے تو ختمِ کلامِ مجید کر لیتے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ گھوڑے
 پر پوری طرح بیٹھنے سے پہلے قرآن کریم ختم کر لیتے۔

اسماء بنت عمیس نے حضرت سیدہ زہراءؑ سے روایت کی کہ جس رات حضرت سیدنا علیؑ نے میرے ساتھ شبِ زفاف گزاری مجھے آپ سے بہت خوف لاحق ہوا کیونکہ میں نے زمین کو آپ سے ہمکلام ہوتے ہوئے سنا۔ صبح ہوئی تو میں نے یہ سارا قصہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل سجدہ کیا اور سراٹھا کر فرمایا: اے فاطمہ! تجھے پاکیزہ اولاد کی خوشخبری ہو جن کو خدا نے تعالیٰ نے تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے اور زمین کو حکم دیا کہ وہ آپ کو ایسے تمام واقعات بلائے جو مشرق و مغرب تک اس پر واقعہ ہونے والے ہیں۔

ایک حیرت انگیز واقعہ امیر المومنین حضرت علیؑ کو فہم میں آئے تو آپ کے پاس لوگ جمع ہو گئے۔ ایک روز حضرت امیرؑ نے صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں قصبہ میں جانوروں کی ایک مسجد ہے جس کے پہلو میں ایک مکان واقع ہے اس میں ایک عورت اور مرد باہم لڑ رہے ہیں انہیں میرے پاس لے آؤ۔ وہ شخص وہاں گیا اور ان دونوں کو ساتھ لے آیا۔ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آج تمہارا جھگڑا طول پکڑ گیا تھا۔ نوجوان نے جواب دیا: اسے امیر المومنین میں نے اس عورت سے نکاح کیا لیکن جب میں اس کے پاس آیا تو مجھے اس سے سخت نفرت ہو گئی۔ اگر یارا ہوتا تو میں اسے اسی لمحہ اپنے پاس سے دور کر دیتا۔ اس نے میرے ساتھ جھگڑنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپ کا فرمان پہنچ گیا۔ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل مجلس کو مخاطب فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص بہت سی باتیں کہنا چاہتا ہے لیکن یہ نہیں چاہتا کہ اس کی باتیں کوئی اور بھی سُن لے۔ یہ سنا تو تمام حاضرین مجلس وہاں سے چلے گئے اور صرف وہ دونوں باقی رہ گئے۔ حضرت علیؑ نے اس عورت کی طرف مُنہ کر کے پوچھا: اس نوجوان کو پہچانتی ہو؟

اس نے جواب دیا: نہیں جناب۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میں تمہیں بتاؤں تاکہ تو اسے پہچان لے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ خواہ مخواہ انکار نہ کرنا۔

اس نے عرض کی، حضورؐ! آپ کی بات کا بلاوجہ انکار نہ کروں گی۔

فرمایا: تم فلاں بنت فلاں نہیں ہو؛

اس نے کہا: ہاں حضورؐ! وہی ہوں۔

فرمایا: کیا تمہارا ایک چچا زاد بھائی نہ تھا اور تم ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے؟

اس نے کہا: ہاں جناب۔

آپ نے فرمایا: ایک رات تم کسی کام کو باہر آئی تو اس نے تجھے پکڑ کر تجھ سے جماع کیا جس کے نتیجہ کے طور پر تو حاملہ ہو گئی۔ یہ واقعہ تو نے اپنی ماں کو تو بتا دیا لیکن باپ سے اس راز کو پوشیدہ ہی رکھا۔ جب وضع حمل کا وقت آیا تو رات کا وقت تھا تیری ماں تجھے گھر سے باہر لے گئی تیرے ماں بچہ پیدا ہوا تو تو نے اُسے ایک کبل میں لپیٹ کر دیوار کے پیچھے پھینک دیا جہاں آدمی آتے جاتے تھے۔ وہاں ایک گٹا آیا جس نے اُسے سونگھا۔ تو نے اس گٹے پر ایک پتھر دے مارا جو پتھے کے سر پر لگا جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ تیری ماں نے اپنے ازار بند سے کچھ کپڑا پھاڑ کر اس کے سر کو باندھ دیا۔ پھر تم دونوں واپس چلی آئیں اور پھر تمہیں اس کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اس عورت نے جواب دیا: ہاں سرکار! ایسا ہی ہوا تھا لیکن اسے امیر المؤمنین! اس واقعہ سے میرے اور میری ماں کے علاوہ کسی کو خبر نہ تھی۔

آپ نے فرمایا: جب صبح ہوئی تو فلاں قبیلہ اس لڑکے کو اٹھا کر لے گیا اور اس کی تربیت کی یہاں تک کہ وہ جوان ہو گیا اور ان کے ساتھ ہی کوفہ میں آیا اور اب تجھ سے شادی کر لی پھر آپ نے اس نوجوان سے کہا: ذرا اپنا سر ننگا کرنا۔ اس نے سر کو ننگا کیا تو زخم کا اثر نمایاں تھا آپ نے فرمایا: یہ تمہارا لڑکا ہے۔ رب العزت نے اسے حرام چیز سے محفوظ رکھا۔ اب جا لے جا۔

اہل کوفہ نے عرض کی: یا امیر المؤمنین! اس سال فرات دریا نے فرات میں پانی آگیا میں طغیانی کے باعث ہماری کھیتیاں ضائع ہو گئی ہیں کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ دریا کا پانی کم ہو جائے۔ آپ اٹھ کر گھر تشریف لائے۔ لوگ گھر کے دروازہ پر آپ کا انتظار کرنے لگے۔ اچانک آپ حضورؐ رسالتاً

سلی اللہ علیہ وسلم کا جتہ پہننے، عمامہ سر پر باندھے اور عصائے مبارک ہاتھ میں لیے ہوئے باہر تشریف لائے۔ ایک گھوڑا منگوا کر اس پر سوار ہوئے۔ اپنے اور بیگانے سب لوگ آپ کے پیچھے پیچھے پیادہ چل دیئے۔ جب فرات کے کنارے پہنچے تو آپ گھوڑے سے اتر آئے اور جلدی سے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر اٹھ کر عصائے مبارک ہاتھ میں لیا اور فرات کی پل پر آگئے۔ اس وقت حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے ساتھ تھے۔ آپ نے عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا تو پانی کی سطح ایک فٹ کم ہو گئی۔

آپ نے فرمایا: کیا اتنا کافی ہے؟

لوگوں نے کہا: نہیں اسے امیر المؤمنین!

آپ نے پھر عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا۔ پانی ایک فٹ پھر کم ہو گیا۔ جب تین فٹ سطح آب گر گئی تو لوگوں نے کہا: یا امیر المؤمنین! بس اتنا کافی ہے۔

جنگِ جمل کا ایک واقعہ جناب بن عبداللہ زدی کہتے ہیں کہ میں جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا۔ مجھے اس

بات میں ذرا بھی شک نہ تھا کہ آپ حق پر ہیں۔ لیکن جب ہم نہروان میں ٹھہرے تو مجھے کچھ شک گزرا کہ ہمارے مخالف سب کے سب قاری اور نیک لوگ ہیں ان کا قتل کرنا تو کارِ عظیم ہے۔

صبح ہوئی تو میں لشکر سے باہر آیا، میرے ہاتھ میں لوٹا تھا۔ میں نے اپنے نیزہ کو زمین میں گاڑ دیا اور اپنے سر کی اس سے ٹیک لگا کر اس کے سایہ میں بیٹھ گیا۔ اچانک جناب امیر المؤمنین

علی کرم اللہ وجہہ الکریم وہاں تشریف لے آئے اور پوچھا: کچھ پانی ہے؟ میں نے پانی سے بھرا ہوا لوٹا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ لوٹا لے کر اس قدر دُور چلے گئے کہ میری آنکھوں سے

اوجھل ہو گئے۔ پھر ظاہر ہوئے تو حضور فرما کر سایہ آسمان میں بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں ایک گھوڑا سوار آ کر مجھ سے آپ کے متعلق پوچھنے لگا۔ میں نے کہا: اسے امیر المؤمنین! یہ سوار

آپ کی کیوں جستجو کر رہا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے بلاؤ۔ میں اسے بلا لایا۔ اس نے عرض کی: اسے امیر المؤمنین! مخالفین نے نہروان سے گزر کر پانی کاٹ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

ہو نہیں سکتا کہ وہ وہاں سے گزر چکے ہوں۔ ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک شخص اور آیا جس نے

مخالفوں کے نہروان سے گزرنے کی اطلاع دی۔ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: بخدا وہ نہیں گزرے۔ وہ بولا: حضور! میں تو انہیں دیکھ کر آیا ہوں۔ پانی کے اس جانب ان کے جھنڈے گڑے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا کی قسم وہ نہیں گزرے۔ جب گزریں گے تو ان کی شکست اور خوزیمی کا مقام تو یہی ہے۔ اس کے بعد آپ اٹھے اور آپ کے ساتھ میں بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے دل میں کہا: الحمد للہ! اب میرے ہاتھ میزان آگیا ہے جس سے میں اس شخص کے احوال جان لوں گا۔ اب معلوم ہو جائے گا کہ یہ جھوٹا ہے یا اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اس پر عیاں ہے یا حضور علیہ السلام نے اسے ہر بات سے مطلع فرما دیا ہو اب میں نے دل میں عہد کر لیا بار الہا! اگر منیٰ لنین کو نہروان سے گزرتا ہوا دیکھ لوں تو پہلا شخص میں ہوں گا جو اس شخص سے لڑوں گا اور اگر منیٰ لنین نہروان سے نہ گزرے ہوں گے تو میں ان کے ساتھ میدانِ کارزار میں ثابت قدم رہوں گا۔ جب ہم صفوں سے آگے بڑھے تو ان کے جھنڈے ویسے کے ویسے ہی زمین میں گڑے تھے۔ حضرت امیر المومنینؑ نے مجھے پیچھے سے پکڑ کر ہتھیار اور فرمایا: اے فلاں! حقیقتِ کار تجھ پر روشن ہو گئی ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کی: ہاں اے امیر المومنین۔ پھر فرمایا: اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ۔ میں نے لڑتے لڑتے ایک آدمی مارا، پھر دوسرا مارا، پھر تیسرے سے گتھم گتھا ہو کر اسے زخمی کر دیا۔ مجھے اس نے زخمی کر دیا۔ ہم دونوں زمین پر گر پڑے۔ میرے ساتھی مجھے پکڑ کر محفوظ جگہ پر لے گئے اور مجھے اس وقت ہوش نہ آیا جب تک امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ سے فارغ نہ ہو گئے۔

جب آپ نے خوارج کی طرف توجہ کی تو فرمایا کہ جب تک وہ اس جگہ سے نہ گزریں گے کبھی بھی قتل نہ ہوں گے اور وہ سب کے سب قتل ہو جائیں گے اور صرف نو آدمی بچیں گے اور میرے ساتھیوں میں سوائے دس افراد کے کوئی بھی شہید نہ ہوگا۔ پھر آپ خوارج سے جنگ میں مشغول ہوئے اور اس طریقے سے جنگ کی کہ ان میں سے صرف نو افراد باقی بچے اور آپ کے صرف نو افراد شہید ہوئے۔

حضرت امیر المومنین علیؑ نے ایک شخص کو قبل از وقت خبردار کیا کہ اُسے سولی پر

چڑھا دیا جائے گا۔ آپ نے وہ درخت جس کے ساتھ اُسے سُولی چڑھایا جانا تھا اور وہ مقام جہاں پر یہ واقعہ ہونا تھا بھی بتا دیئے۔ چنانچہ جس طرح آپ نے فرمایا ویسے ہی ہوا۔

حجاج بن یوسف نے حضرت کیل بن زیاد رضی اللہ عنہ کو بلایا لیکن انہوں نے ان کے پاس آنے سے گریز کیا اور تمام مراعات و وظائف جو انہیں حاصل تھے واپس کر دیئے۔ پھر اپنے آپ سے کہا میں تو اپنی عمر کے آخری ایام پورے کر رہا ہوں۔ یہ مناسب نہیں کہ میں اپنی قوم کو بھی ان مراعات سے محروم کر دوں۔ چنانچہ آپ حجاج کے پاس چلے گئے۔ حجاج نے کہا: میں تجھے سیدھا کر دوں گا۔ حضرت کیل بولے: میری عمر بہت تھوڑی رہ گئی ہے تو جو دل چاہے کر لے ہمارا موند پروردگار ہے لیکن یہ بات یاد رہے میرے قتل کے بعد حساب ہوگا اور مجھے امیر المومنین علیؑ نے بتا دیا ہوا ہے کہ میرا قاتل حجاج ہوگا۔ یہ سنتے ہی حجاج نے انہیں شہید کر دیا۔

ایک دن حجاج کینے لگا: میں چاہتا ہوں کہ حضرت علیؑ کے حضرت قنبرؓ کی شہادت کسی مقرب سے مل کر تقرب ربانی حاصل کروں۔ حجاج کے حاشیہ برداروں نے کہا ہم قنبرؓ کے سو کسی اور شخص کو نہیں جانتے جس نے ان کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو۔ حجاج نے حضرت قنبرؓ کو بلایا اور پوچھا: کیا تم ہی قنبرؓ ہو؟
قنبرؓ بولے: ہاں۔

پھر حجاج نے پوچھا: کیا تو غلامِ علیؑ ہے؟
قنبرؓ نے جواب دیا: میں تو اللہ کا بندہ ہوں اور حضرت علیؑ میرے ولی نعمت ہیں۔
حجاج بولا: ان کے مذہب سے بیزار ہو جاؤ۔
قنبرؓ نے جواب دیا: ان کے مذہب سے بہتر مذہب کون سا ہے؟
حجاج کینے لگا: میں تمہیں قتل کر دوں گا جس طریقے سے مرنا چاہتے ہو تمہیں اختیار ہے۔
قنبرؓ بولے: میرے قتل کا ہر طرح تمہیں اختیار ہے آج کر دو یا کل۔ مجھے تو جناب امیر المومنینؑ علیؑ نے پہلے ہی خبر دے دی ہوئی ہے کہ تمہیں ظلم و ستم کے ہاتھوں شہادت حاصل ہوگی۔
یہ سن کر حجاج نے جلا دے کہا جس نے قنبرؓ کو شہید کر دیا۔

مقام کربلا کی نشان دہی
حضرت امیر المومنین علیؑ نے براہ بن عاذبؓ سے قبل از واقعہ
کرب و بلا کہہ دیا تھا کہ میرے لختِ جگر حسین رضی اللہ تعالیٰ
عنه کو تیری آنکھوں کے سامنے شہید کریں گے لیکن تو ان کی کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ جب حضرت امیر المومنین
حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے تو براہ بن عاذبؓ کہنے لگے۔ جناب امیر المومنین علیؑ نے
سچ فرمایا تھا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے اور مجھ سے ان کی کوئی مدد نہ ہو سکی۔ وہ یہ
کہتے ہوئے اظہارِ ندامت کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت سیدنا علیؑ سرزمینِ کربلا سے گزرے تو گریہ و زاری کرتے ادھر ادھر
دیکھتے ہوئے گزرے اور کہا: بخدا! ان کی شہادت اور ان کے اونٹوں کے مرجانے کے یہی
موضع و محل ہیں۔ آپ کے ساتھیوں نے پوچھا: یہ کون سا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کربلا ہے
یہاں ایک ایسی جماعت کو شہید کیا جائے گا جو بغیر حساب و کتاب جنت الفردوس میں داخل ہوگی
یہ کہہ کر وہاں سے چلے آئے اور کسی کو ان باتوں کی تاویل سمجھ میں نہ آئی یہاں تک کہ حضور حسین
علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ سامنے آیا۔

جس روز آپؑ نے کوفہ سے لشکر طلب کیا تو اہل کوفہ نے بعد قال و قبیل لشکر بھیجا اس سے
پیشتر کہ لشکر آپ کے پاس آتا آپ نے فرمایا کہ کوفہ سے بارہ ہزار ایک آدمی آرہے ہیں۔ آپ کے
ایک ساتھی نے جب آپ کی یہ بات سنی تو لشکر کی گزرگاہ پر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک ایک آدمی
گنا اور اتنے ہی آدمی نکلے جتنے آپ نے بتائے تھے ان میں ایک کم تھا نہ ایک زیادہ۔

جنگ صفین میں چشمہ آب
جس وقت آپؑ جنگِ صفین میں مشغول تھے آپ کے
ساتھیوں کو پانی کی سخت ضرورت پڑی۔ لوگ دائیں بائیں
دوڑے لیکن پانی دستیاب نہ ہوا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے اپنی توجہ ایک کنویں سے ہٹائی تو
لق و دق صحرا میں ایک کلیسا نظر آیا۔ آپؑ نے اس کلیسا میں رہنے والے سے پانی کے متعلق پوچھا
اس نے کہا: یہاں دو فرسنگ کے فاصلے پر پانی موجود ہے۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا: اسے
امیر المومنینؑ! ہمیں اجازت دیجئے شاید ہم اپنی قوتِ ختم ہونے سے پہلے پانی تک رسائی حاصل کر لیں۔
حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا: اس کی کیا حاجت ہے؟ پھر آپ نے اپنے خچر کو مغرب کی طرف

مہینہ لگائی اور ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہاں سے زمین کھودو۔ ابھی تھوڑی ہی زمین کھودی گئی تو نیچے سے ایک بڑا پتھر نکلا جسے ہٹانے کے لیے کوئی ہتھیار بھی کارگر نہ ہو سکا۔ حضرت امیر المومنینؓ نے فرمایا: یہ پتھر پانی پر واقع ہے ذرا ہمت کر کے اسے اکھاڑ پھینکو۔ آپ کے ساتھیوں نے ہر چند کوشش کی لیکن اسے اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے۔ اس پر جناب امیر اپنے نچرے سے نیچے تشریف لائے اور اپنی آستین چڑھا کر اپنی انگلیاں اس پتھر کے نیچے رکھ کر زور لگایا۔ اس پتھر کو پانی سے ہٹایا تو نیچے سے نہایت ٹھنڈا، میٹھا اور صاف پانی نکل آیا۔ ایسا صاف کہ تمام سفر میں انہوں نے ایسا پانی نہ پیا تھا۔ سب نے پانی پیا اور جتنا چاہا بھر لیا۔ پھر حضرت امیرؓ نے اس پتھر کو اٹھا کر چشمہ پر رکھ دیا اور فرمایا: اس پر خاک ڈال دو۔ جب راہب ویر نے ان احوال کا مشاہدہ کیا تو کلیسا سے نیچے اتر کر حضرت امیر المومنینؓ کے حضور میں آیا اور سامنے کھڑا ہو کر پوچھا: کیا آپ پیغمبر و مرسل ہیں؟

حضرت امیرؓ نے فرمایا: نہیں۔

اس نے پوچھا: کیا آپ کوئی ملک مقرب ہیں؟

حضرت امیرؓ نے فرمایا: نہیں۔

اس نے پوچھا: پھر آپ کون ہیں؟

حضرت امیرؓ نے فرمایا: میں وصی پیغمبر مرسل جناب محمد بن عبداللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔

راہب کہنے لگا: ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں۔

حضرت امیرؓ نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو راہب نے کہا: اشہدان لا اللہ

الا اللہ و اشہدان محمدًا رسول اللہ و اشہدانک علی وصی رسول اللہ۔

بعد ازاں حضرت امیرؓ نے اس سے پوچھا: اس کی کیا وجہ ہے کہ تم مدت سے اپنے

دین پر کار بند تھے اور اب تم ایمان لے آئے ہو؟

اس نے کہا: اے امیر المومنینؓ! اس کلیسا کی بنیاد اس پتھر ہٹانے والے کیلئے تھی

مجھ سے پہلے کئی راہب یہاں رہتے رہے ہیں کیونکہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے اور اپنے

علماء سے سنا ہے کہ اس جگہ پر چشمہ ہے اور اس پر ایک نادیدہ پتھر ہے جسے کسی پیغمبر یا وحی پیغمبر کے سوا کوئی اکھاڑ نہ سکے گا۔ جب میں نے دیکھا کہ آپ نے اس پتھر کو اکھاڑ چھینکا ہے تو میری مراد پوری ہو گئی اور مجھے جس چیز کا انتظار تھا وہ مل گئی۔ جب حضرت امیرؓ نے یہ بات سنی تو اتنے روئے کہ آپ کی داڑھی کے بال تر ہو گئے۔ پھر فرمایا: سب تعریف اللہ رب العزت کے لئے ہے کہ میں اس کے ہاں بھولا بسرا نہیں ہوں بلکہ اس کی کتابوں میں میرا ذکر ہے۔

اس کے بعد وہ راسب حضرت امیرؓ کا ملازم بن گیا اور آپ کے ساتھ اہل شام سے مقاتلہ کرتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ حضرت امیرؓ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کیا۔ اس کے لیے دعاء مغفرت کی۔ جس وقت بھی اس کا ذکر ہوتا آپ اسے اپنا غلام کہہ کر پکارتے۔

حیۃ عرفی جو حضرت سیدنا علیؓ کرم اللہ وجہہ کے متوسلین میں تھے کا بیان ہے کہ حضرت معاویہؓ سے جنگ کے دوران میں حضرت علیؓ نے دریا کے کنارے پر پڑا ڈڈالا، اچانک وہاں ایک آدمی آیا اور کہا:

”السلام علیک یا امیر المؤمنینؓ!“
حضرت علیؓ نے کہا: ”وعلیک السلام“

اس نے بتایا: میں سمعوم بن یوحنا ہوں اور اس کلیسا میں رہتا ہوں۔ اس نے کلیسا کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔ پھر کہا: ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے میراث در میراث چلی آرہی ہے اگر آپ چاہیں تو پڑھ کر سناؤں اور اگر آپ چاہیں تو حاضر خدمت کروں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا، پڑھو۔

اس نے پڑھنا شروع کی۔ اس کتاب میں حضور رسالتناکب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت تھی اور آپ کے اوصاف حمیدہ تھے۔ اور آخری مضمون یہ تھا: ایک دن اس دریا کے کنارے وہ شخص اترے گا جو اس زمانہ میں دین اور قرابت داری کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین ہوگا۔ وہ اہل مشرق کے ساتھ اہل مغرب سے مقاتلہ کرے گا۔ اس کے سامنے دنیا کی قدر و قیمت ریت سے بھی کمتر ہوگی۔ وہ شدت جنگ میں طوفانوں سے

بھی زور دار ہوگا اور اس کی نکال ہوں میں موت اتنی عزیز ہوگی جتنا شربت ہوتا ہے۔ اللہ کی مدد اس کے شامل حال ہوگی اور اس کے ساتھ قتل ہونا شہادت ہوگا۔

پھر اس نے کہا: حیب وہ نبی مبعوث ہوئے تو میں ان پر ایمان لے آیا اور اب جبکہ آپ نے یہاں پڑاؤ ڈالا ہے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں تاکہ زندہ و مردہ آپ کے ہی پاس رہوں۔

حضرت علیؓ رو دیئے اور آپ کے ساتھ حاضرین بھی رونے لگے پھر فرمایا: سب تعریفیں اس ذاتِ اقدس کے لیے ہیں جس نے میرا تذکرہ نیک لوگوں کے صحیفہ میں کیا۔

پھر حنیفہؓ سے کہا: اسے چیتہ! اس کی صبح و شام نگہداشت کرتے رہو۔ اس کے بعد آپ جب بھی کھانا کھانے اسے طلب فرماتے۔ وہ راہب اس وقت لیلۃ الہریرہ میں شہید ہوا جب حضرت علیؓ حضرت معاویہؓ سے شدید جنگ کر رہے تھے، حضرت علیؓ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی اور اس کی قبر میں اتر کر فرمایا: "یہ شخص اہل بیت میں سے ہے۔"

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے جب سید عالم و حضرت علیؓ و اوی جنت میں عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے دن

مکہ معظمہ کو مراجعت فرمائی تو مسلمان سخت پیاسے تھے کسی جگہ پانی دستیاب نہ تھا۔ حضور علیہ السلام نے بمقام حجذ قیام کیا اور فرمایا: تم میں سے کون ہے جو فلاں کنویں پر جا کر مشکیں بھر کر پانی لے آئے تاکہ خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے جنت کی ضمانت دے دے۔ ایک شخص اٹھا اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جاتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے اسے ستورا کی ایک

جمعیت کے ساتھ بھیجا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں ان کے ساتھ تھا۔ جب ہم اس کنویں کے نزدیک پہنچے تو وہاں بہت سے درخت دیکھے جن سے طرح طرح کی آوازیں آ رہی تھیں اور وہ درخت عجیب طرح سے حرکت کر رہے تھے۔ ہم نے ان سے آگ کے شعلے بلند ہوتے ہوئے بھی دیکھے جن سے ہم سخت خائف ہوئے۔ اس ڈر کے باعث ہم ان درختوں

سے گزرنے لگے اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں واپس چلے آئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: وہ جنوں کا ایک گروہ تھا جو تمہیں ڈراتا تھا۔ اگر تم میرے کہنے کے مطابق چلتے رہتے تو تمہیں کوئی گزند

یہ سن کر ایک اور صحابی اٹھے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جاتا ہوں۔ وہ بھی مقولوں کی اسی جماعت کے ہمراہ روانہ ہوا لیکن انہیں بھی اسی حالت میں واپس آنا پڑا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگر تم میرے ارشاد پر عمل پیرا ہوتے تو کوئی مکروہ چیز تمہیں آڑے نہ آتی۔ اسی حیرت میں شام ہو گئی اور صحابہؓ پر پاپس کا غلبہ ہونے لگا۔ حضور علیہ السلام نے حضرت سیدنا علیؓ کو بلایا اور فرمایا: فلاں کنویں سے پانی بھراؤ۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں ہم اپنے کندھوں پر مشکیں اور ہاتھوں میں تلواریں لیے ہوئے باہر آگئے۔ حضرت علیؓ ہمارے آگے آگے چلتے گئے اور مندرجہ ذیل رجز پڑھتے گئے:

اعوذ بالرحمن ان ابیلا - عن غرف جن اظہرت تنویلا - وواقدة
نیرانہا تعویلا - وفرعہ مع غرفہا الطویلا۔

جب ہم اس جگہ پہنچے تو وہی آوازیں آنے لگیں اور درختوں نے ہلنا شروع کر دیا۔ ہم پر خوف و ہراس چھانے لگا۔ میں نے دل میں کہا کہ علیؓ بھی پہلے دو آدمیوں کی طرح واپس لوٹیں گے اس پر حضرت علیؓ نے میری طرف دیکھا اور کہا میرے قدم بہ قدم چلتے آئیے جو تمہیں نظر آ رہا ہے اس سے مت ڈرو کیونکہ اب تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گی۔ جو نہی ہم درختوں کے جھنڈ میں آئے تو ان میں آگ کے جیہانک شعلے نکلنے شروع ہو گئے۔ ان شعلوں میں سے کٹے ہوئے سبز ظاہر ہونے لگے جن میں سے سخت ہولناک آوازیں آتی تھیں۔ ان آوازوں سے ہمارے اوسان خطا ہو گئے۔

لیکن حضرت امیر المؤمنین علیؓ ان سروں سے گزرتے ہوئے کہتے جاتے تھے۔ میرے قدم بہ قدم چلتے آؤ اور دائیں بائیں مت دیکھو۔ اب کوئی خوف نہیں رہا۔ ہم آپؐ کے پیچھے چلتے گئے یہاں تک کہ اس کنویں تک جا پہنچے۔ ہم نے ایک ڈول کنویں میں ڈالا براہ بن مالکؓ نے ایک یا دو ڈول ہی پانی نکالا تھا کہ رسی ٹوٹ گئی اور ڈول کنویں میں گر گیا۔ کنویں سے قہقہوں کی آوازیں آنے لگیں حضرت علیؓ نے کہا: کوئی ہے جو لشکر اسلام میں جا کر ایک اور ڈول لے آئے؟ ساتھیوں نے کہا، ہمارے بس سے باہر ہے کہ ہم ان درختوں کے درمیان سے گزریں۔ حضرت علیؓ مکر سے پٹکا بانڈھ کر کنویں میں اتر گئے۔ کنویں سے قہقہوں کی آوازیں اور زیادہ زوردار لہجے سے آنے لگیں جب

حضرت علیؑ کنویں کے درمیان میں پہنچے تو آپ کا پاؤں پھسل گیا اور آپ نیچے گر گئے۔ کنویں سے عجیب و غریب غلغلہ اٹھا اور اس طرح آواز آنے لگی جیسے کسی کا گلا گھونٹا جا رہا ہو۔ اچانک حضرت علیؑ نے اللہ اکبر اللہ اکبر انا عبد اللہ واخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پکارا۔ اور کہا: مشکیں نیچے پھینکو۔ آپ نے تمام مشکیں پانی سے بھر لیں۔ ان کے منہ باندھے اور ایک ایک کر کے باہر نکالیں بعد ازاں آپ نے دو مشکیں اٹھائیں اور ہم نے صرف ایک ایک۔ جب ان درختوں کے پاس پہنچے تو جو کچھ بھی ہم نے پہلے دیکھا اور سنا تھا وقوع میں نہ آیا۔ ہم درختوں سے گزرنے لگے تو ہمیں ایک سہمگیاں آواز سنائی دی۔ ہاتھ نے حضور علیہ السلام کی نعت اور حضرت علیؑ کی منقبت پڑھنا شروع کی۔ جناب امیر المومنینؑ نے تمام قصہ حضور علیہ السلام کو آسنایا۔ جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ہاتھ عبد اللہ بن تھا جس نے بتوں کے شیطان مسعر کو کوہ صفا میں قتل کیا تھا۔

سُورجِ پُحْرَا لَطَمِ قَدَمِ
 خداتعالیٰ نے آپؐ کے لیے دُودِ فَوْحِ سُورجِ کُوْمَغْرِبِ سے لُویا۔
 پہلی دفعہ عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور دوسری دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد۔ حضرت اُمّ سلمہ، حضرت اسماء بنت عمیس، حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن آپ کے ہاں مقیم تھے اور آپ حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے اچانک حضرت جبریل علیہ السلام وحی لائے۔ حضور علیہ السلام نے گرانی وحی کے باعث اپنا سر انور حضرت علیؑ کی ران سے نہ اٹھایا۔ جناب امیر المومنین علیؑ نے بیٹھے بیٹھے اشاروں سے نماز ادا کر لی۔ جب حضور علیہ السلام کی ذات گرامی سے نقل و گرانی وحی ختم ہوئی تو پوچھا: اے علیؑ! تمہاری عصر کی نماز فوت ہو گئی ہے۔ انہوں نے عرض کی: حضور! میں نے بیٹھے بیٹھے اشاروں سے ادا کر لی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا کرو کہ رب العزت سورج کو لوٹا دے تاکہ تم نماز عصر بروقت ادا کرو۔ حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی تو آفتاب پلٹ آیا اور ایسا معلوم ہوا جیسے نماز عصر کا وقت تھا۔ اس طرح حضرت علیؑ نے نماز بروقت ادا کی۔

تیری مرضی پا گیا سورج پھر اٹلے قدم
 تیری انگلی اٹھ گئی مر کا کلیجہ چسپا گیا (اعلیٰ حضرت بیوی)

حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں جب سورج غروب ہوا تو آرا چلنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ یہ قسم چونکہ پہلے گزر چکا ہے اور چونکہ روایتوں میں تفاوت تھا اس لئے دوبارہ مذکور و مرقوم ہوا۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد جو واقعہ پیش آیا وہ یوں ہے:

آپؐ بابل کی طرف جا رہے تھے تو فرات سے گزر کر نماز عصر اپنے ساتھیوں کے ساتھ ادا کرنے کا ارادہ ہوا۔ آپ کے ساتھیوں نے دریائے فرات سے اپنی سواریاں گزارنی شروع کر دیں یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور ان کی نماز قضا ہو گئی۔ وہ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ حضرت علیؓ نے سنا تو اللہ تعالیٰ سے سورج کو لوٹانے کی التجا کی تاکہ ان کے ساتھی نماز گزار لیں۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی، آفتاب نکل آیا اور عصر کا وقت ہو گیا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو سورج غروب ہو گیا اور اس میں سے ہولناک آواز آنے لگی۔ لوگوں پر خوف دہرا اس چھا گیا اور وہ سبحان اللہ، لا الہ الا اللہ اور استغفر اللہ پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔

حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص پر الزام لگایا کہ وہ ان کی خبریں حضرت معاویہؓ کو پہنچاتا ہے۔ اس نے صحتِ اتہام سے انکار کر دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: قسم کھاتے ہو! اس نے قسم کھائی حضرت علیؓ نے فرمایا: اگر تم اس قسم کھانے میں جھوٹے ثابت ہوئے تو خدا تعالیٰ تمہیں اندھا کر دے گا۔ ابھی ہفتہ ہی گزرا تھا کہ وہ عصا پکڑے ہوئے گھر سے باہر نکلا۔ اسے نظر نہیں آتا تھا۔ اسی طرح امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوة میں بیان کیا ہے کہ حضرت امیر المؤمنینؓ نے رجب میں ایک شخص سے کسی بات کے متعلق پوچھا اس نے سچ نہ بتایا۔ حضرت امیر المؤمنینؓ نے فرمایا تم جھوٹ بولتے ہو۔

کننے لگا، نہیں جناب۔

آپؐ نے فرمایا: میں تمہارے حق میں دعا کرتا ہوں اگر تم نے جھوٹ بولا ہو گا تو خداوند کریم تمہیں اندھا کر دے گا۔

کننے لگا، ہاں! آپ دعا کریں۔

ابھی وہ شخص رجب کی حدود میں ہی تھا کہ اندھا ہو گیا۔

ایک دن آپ نے حاضرین مجلس کو قسم دی کہ جس نے رسول اللہ
من کنت مولاهُ فعلى مولاهُ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد من کنت مولاهُ فعلى مولاهُ

سنا ہو وہ گواہی دے۔ اس وقت انصار سے بارہ افراد موجود تھے جنہوں نے گواہی دی۔ لیکن
 ایک شخص جس نے حضور علیہ السلام سے یہ حدیث سنی تھی نے گواہی نہ دی۔ حضرت امیر
 کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: تم گواہی کیوں نہیں دیتے تم نے بھی تو حضور علیہ السلام سے یہ سن رکھا ہے
 وہ بولا: میں نے سنا ہے لیکن بھول گیا ہوں۔ حضرت علی نے دعا کی: اے پروردگار! اگر یہ
 شخص جھوٹ بولتا ہے تو اس کے چہرہ پر برص کے نشان ظاہر کر دے جسے عمامہ بھی نہ ڈھانپ
 سکے۔ رادی کا بیان ہے کہ میں نے بخدا وہ شخص دیکھا ہے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان
 برص کے نشان تھے۔

حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں: میں بھی اس مجلس میں حاضر تھا میں نے بھی یہ حدیث
 سن رکھی تھی لیکن اس کی گواہی نہ دی اور بات چھپائے رکھی۔ خداوند تعالیٰ نے مجھے بصارت سے
 محروم کر دیا کتے ہیں وہ ہمیشہ گواہی نہ دینے پر اظہارِ شرمندگی کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت
 طلب کیا کرتے تھے۔

ایک دن آپ نے برسرِ منبر فرمایا: انا عبد اللہ وَاخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم۔ نیز فرمایا: نبی رحمت کا وارث ہیں ہوں، سیدۃ النساء العالمین کا خاوند میں ہوں
 وصیوں کا سردار میں ہوں، اوصیاء کو ختم کرنے والا ہوں۔ میرے علاوہ جو بھی اس بات کا
 دعویٰ کرے خدا تعالیٰ اسے بدی میں مبتلا کر دے۔ ایک شخص کہنے لگا: اس سے خوش کون
 ہو سکتا ہے جو اپنے آپ کو انا عبد اللہ وَاخو رسول اللہ کہتا ہے۔ وہ شخص ابھی اپنی جگہ سے
 بھی نہ اٹھاتا تھا کہ اس کے دماغ میں جنون و دیوانگی واقع ہو گئے۔ چنانچہ لوگ اُسے پکڑ کر
 مسجد سے باہر لے گئے۔ بعد ازاں جب اس کے رشتہ داروں سے پوچھا گیا کہ اُسے اس سے
 پہلے کبھی ایسا عارضہ لاحق ہوا یا نہیں تو انہوں نے کہا: نہیں، ہرگز نہیں۔

جنگِ صفین کے دوران ایک دن فرمانے لگے: ابو مسلم کہاں ہے؟ محمد بن حنفیہ نے
 عرض کی: آخری صفوں میں ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے میرے بیٹے! پیری مراد ابو مسلم خولانی

سے نہیں۔ میرا مقصد تو صاحبِ حبش سے ہے جو مشرق کی طرف سے فوج کے علم لے کر نکلے اور اس طرح جنگ کرے کہ خداوند تعالیٰ اس کی مدد سے حق کو اپنی جگہ برقرار رکھے۔ کیسے اچھے ہیں وہ لوگ جو دین کی سر بلندی کے لیے اس سے موافقت کر کے ظالموں کی نگوں ساری کے لیے سعی و کوشش کریں گے۔

اہلِ کوفہ کو حضرت علیؓ کی بددعا
جب حضرت علیؓ نے اہلِ کوفہ سے حضرت محمد بن ابوبکرؓ
کی فریادرسی کے لیے کہا تو انہوں نے آپؓ کی بات
نہ مانی۔ حضرت امیرؓ نے کہا:

”بارخدا یا! ان لوگوں پر کسی ایسے شخص کو مسلط فرما جو ان پر ہرگز رحم نہ کرے۔“
آپ نے مزید بددعا کی کہ ان پر بنی تقیف کے کسی غلام کو حاکم بنا دے؛ اسی شب
حجاج بن یوسف طائف میں متولد ہوا اور اہلِ کوفہ کو اس کے ہاتھوں جو فائدہ و نقصان
ہوا سبھی جانتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ
ایک روز حضرت امیر معاویہؓ نے کہا: یہ
کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم بالآخر اپنی عاقبت سے
آگاہ ہو جائیں۔ حاضرین مجلس نے کہا: ہم تو ایسے کسی طریقے سے آشنا نہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ
نے کہا: میں اس طریقہ کو علیؓ سے معلوم کر سکتا ہوں کیونکہ وہ جو بھی کہیں سچ ثابت ہوتا ہے۔
چنانچہ امیر معاویہؓ نے تین باعتبار اشخاص کو بلایا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ ایک دوسرے
کے بعد اکیلے اکیلے کوفہ جائیں اور میری موت کی خبر مشہور کر دیں۔ لیکن یہ امر ضروری ہے کہ تم
میری بیماری، یومِ وفات، وقتِ اجل، جگہ، قبر اور نمازِ جنازہ پڑھانے والے کے تذکرہ
میں باہم متفق رہو۔ یہ سن کر وہ روانہ ہوئے۔ کوفہ کے نزدیک پہنچے تو پہلے روز ایک آدمی
کوفہ میں وارد ہوا۔ اہلِ کوفہ نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟
کننے لگا: شام سے۔

انہوں نے پوچھا: وہاں کے احوال و واقعات کیا ہیں؟
اس نے کہا: امیر معاویہؓ وفات پا گئے ہیں۔

اہل کوفہ نے جناب امیر علیہ السلام (علیؑ) کے پاس آکر امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر سنائی لیکن آپ نے اس طرف توجہ نہ فرمائی۔
دوسرے روز دوسرا آدمی وار دیکو فہ ہوا۔ اس نے بھی امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر سنائی۔

حضرت علیؑ نے پھر اس طرف چنداں التفات نہ فرمایا۔
تیسرے روز ایک اور آدمی آیا اور اس نے بھی ان کی طرح امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر دی۔ حضرت علیؑ کے متوسلین کہنے لگے کہ اب یہ خبر پائیہ تحقیق و صحت کو پہنچ چکی ہے۔ آج ایک شخص پھر آیا ہے جس نے پہلوں کی طرح امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر دی ہے۔ حضرت علیؑ نے اپنی داڑھی مبارک اور سر جس پر خضاب لگا ہوا تھا، کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ وفات پا جائیں جب تک کہ میری داڑھی اور سر رنگین نہ ہو جائیں اور ابن ابکبہ الابدان سے ملاعبت نہ کریں۔ ان تینوں نے اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ سے جا کہا۔

حضرت علیؑ کی پیشگوئی آپ نے اپنے خطبوں میں سے ایک خطبے میں واقعہ بغداد میں سے ایک شخص کو دیکھ رہا ہوں جسے وہاں کے لوگ قربانی کے اونٹوں کی طرح ذبح کر رہے ہیں لیکن اُسے طاقت نہیں کہ وہ اُن سے چھٹکارا حاصل کر سکے۔ اس پر نہایت افسوس ہے کہ اپنے پروردگار کے احکام کو پس پشت ڈال کر اس قوم میں نہایت ذلیل و خوار ہو گیا ہے اور ہنڈہ دنیا ہو کر رہ گیا ہے۔

اسی خطبہ میں آپ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو تمہیں ان کے ناموں، ان کے قال و قیل، ان کے چیلے بہانے اور قتل گاہیں بتا دوں۔

حضرت علیؑ اور عبد الرحمن بن ملجم ایک دن عبد الرحمن بن ملجم کو جو آپ کا کوفہ کی مسجد میں دیکھا تو اپنے آپ کو یوں مخاطب کر کے کہنے لگے : سہ

اشد و حيا ذمك للموت لدقيق

ولا تجرع الى الموت اذا اجل بواديك

سب سے زیادہ بڑی خبر موت کی ہے جو تجھے ملنے والی ہے۔ جب یہ تجھ پر روشن ہو جائے تو اس کی طرف جرم نوش نہ ہو۔

بعد ازاں آپ نے اسے طلب فرمایا اور کہا: اسے لجم کے بیٹے ازمائے جاہلیت یا زمانہ صبا میں تیرے دل میں کوئی خیال گزرا ہے؟
اس نے کہا: مجھے کچھ پتہ نہیں۔

جناب امیر نے فرمایا: اسے بد بخت و صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والے! کیا تیری کوئی یہودی دایہ تھی؟
اس نے کہا: ہاں۔

اس پر حضرت علیؓ خاموش ہو گئے۔

ایک روز فرمایا: مجھے کل حضور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں ملے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی امت کی تمام سختیاں اور دشمنیاں مجھ پر آ پڑی ہیں۔ آپ نے فرمایا: دعا کرو۔ میں نے کہا: اے خداوند عالم! مجھے ان سے بہتر لوگ عطا فرما اور انہیں مجھ سے بدتر حاکم۔ آپ اسی روز شہید ہوئے۔

حضرت امیر المؤمنین سین بیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے وفات پانی تو میں ایک کمنے والے کو کہتے ہوئے سنا کہ باہر چلے جاؤ۔ اس بندہ خدا کو ہمارے پاس چھوڑ دو۔ میں گھر سے باہر نکل آیا۔ اندر سے آواز آئی: حضور علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد وہی رسول اللہ بھی شہید ہو گئے جو دین کی نگہبانی کرتے تھے، حضور کی سیرت پر عمل پیرا ہوتے تھے اور ان کی اتباع کرتے تھے۔ جب یہ آواز آنا بند ہوئی تو ہم اندر آ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت علیؓ کی تغسیل و تکفین ہو چکی تھی۔ چنانچہ ہم نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی اور آپ کو دفن کر دیا۔

حضرت علیؑ نے حضرات حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وصیت کی
حضرت علیؑ کا مدفن کہ میری وفات کے بعد مجھے ایک چارپائی پر لٹا کر باہر لے جانا
 اور غریبین پہنچا دینا وہاں تم ایک سفید پتھر پاؤ گے جس سے نور کی شعاعیں نمایاں ہوتی ہوں گی
 اسے ذرا ہٹاؤ گے تو وہاں سے کشادہ جگہ ظاہر ہوگی مجھے وہیں دفن کر دینا۔

حضرت علیؑ کی وفات کے بعد آپ کی قبر کا نشان
ہارون الرشید مرقد علیؑ پر مٹا دیا گیا۔ ایک دن ہارون الرشید شکار کی
 غرض سے غریبین کے آس پاس جا پہنچا کیونکہ ہرنوں نے غریبین کے قریب پناہ لے لی تھی
 شکاریوں نے ہرچندان ہرنوں کو ڈرانے کے لیے کتوں کو چھوڑا لیکن وہ ان تک نہ پہنچ سکے۔
 غریبین کے بعض بوڑھے سرداروں سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے کہا: ہم نے اپنے
 بزرگوں سے سنا ہے کہ یہاں امیر المومنین علیؑ کی قبر شریف ہے۔ ہارون الرشید نے
 ان کی زبان پر اعتبار کر لیا اور زندگی بھر وہاں حاضری دیتا رہا اور قبر کی زیارت سے
 مشرف ہوتا رہا۔

کتاب دلائل النبوة میں امام مستغفریؒ حضرت خراسن
خارجیوں کا بابائے آدم بن عمرؓ سے بیان کرتے ہیں کہ انہیں حضور علیہ السلام
 کے زمانہ پاک میں سرور و کار خاندہ ہو گیا حضور علیہ السلام نے ان کی آنکھوں کے درمیان
 میں سے کھال کپڑی لی۔ حضور علیہ السلام نے جہاں اپنی انگلیاں رکھیں وہاں سے خار لیشیت
 کی طرح بال اُگ آئے اور درد کا فور ہو گیا۔

جس دن خوارج جناب امیرؓ کے خلاف اٹھ کھڑے جو نے خراسنؓ نے بھی
 ان کی موافقت کی۔ چنانچہ خراسنؓ کی پیشانی سے بال گر گئے۔ وہ سخت بے قرار ہوئے۔
 لوگ کہنے لگے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے حضرت علیؑ کے خلاف خروج کیا ہے۔ انہوں نے
 توبہ و استغفار کیا تو وہ بال اُگ آئے۔ راوی کہتا ہے میں نے پہلی دفعہ بال اُگے ہوئے
 دیکھے پھر گرنے کے بعد دوبارہ اُگے ہوئے دیکھے۔

شام علیؑ کا حشر اسی طرح امام مستغفریؑ نے ایک صالح شخص سے روایت کی ہے،

اس کا بیان ہے کہ ایک رات میں نے دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور تمام مخلوق مقام حساب پر جمع ہے میں پل صراط کے نزدیک پہنچا اور وہاں سے گزر گیا۔ اچانک میری نظر حضور علیہ السلام پر پڑی جو عرض کوثر کے کنارے جلوہ نگیں ہیں اور حضرات حسنینؑ لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے پاس گیا اور پانی کے لیے عرض کی لیکن انہوں نے مجھے پانی نہ دیا۔ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! انہیں فرمائیے مجھے پانی پلائیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: تجھے پانی نہیں دیں گے۔ میں نے عرض کی: کیوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ نے فرمایا: اس وجہ سے کہ تمہارے پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے جو علیؑ کی بدگوئی کرتا ہے اور تو اسے منع نہیں کرتا۔

میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جان سے نہ مار دے اس لیے مجھے اس کو منع کرنے کی طاقت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک چھرا دیا اور فرمایا: جاؤ اسے قتل کر دو۔ میں نے خواب میں ہی اسے قتل کر دیا اور واپس حضورؐ کی خدمت میں چلا آیا اور عرض کی: حضور! میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کر دی ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے حسن! اسے پانی دو۔ حضرت حسنؑ نے مجھے پانی دیا۔ میں نے پیالہ پکڑا لیکن مجھے پتہ نہیں کہ میں نے پانی پیا یا نہیں۔ اس کے بعد میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ میں نے اس خوف کی حالت میں وضو کیا اور نماز ادا کرنے میں مشغول ہو گیا یہاں تک صبح ہو گئی۔ لوگوں میں ایک کھرام بچا ہوا تھا کہ فلاں شخص کو آج رات سوتے ہی قتل کر دیا گیا ہے اور حاکم وقت کے اہل کار آ کر بے گناہ ہمسائیوں کو پکڑ لے گئے ہیں۔ میں نے دل میں کہا: سبحان اللہ! یہ خواب تو میں نے دیکھا ہے جو خدا تعالیٰ نے سچا کر دیا ہے۔ پھر میں اٹھ کر حاکم کے پاس گیا اور کہا: یہ کام تو میں نے کیا ہے اور یہ لوگ بالکل بے گناہ ہیں۔ حاکم نے کہا: ظالم یہ کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا: یہ خواب میں نے دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے سچا کر دیا ہے۔ میرا بھی کیا گناہ ہے۔ پھر میں نے وہ خواب حاکم کو سنایا۔ جس نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ اٹھ اور چلا جا۔ تو اور یہ سب لوگ بے گناہ ہیں۔

شامانِ علیؑ کی سزا

اسی طرح امامِ مستفزیٰ نے روایت کی ہے کہ

حضرت سعید بن مسیبؓ نے علی بن زید رضی اللہ عنہما کو ایک شخص دکھایا اور کہا اسے ذرا اٹھ کر دیکھو۔ علی بن زید نے کہا: آپ مجھے اس کے احوال سے؟ گاہ فرمادیں مجھے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو حضورِ پیدائش کے صحابہ کرام علیؑ اور ان کے بیٹوں کے خلاف بدکلامی کیا کرتا تھا۔ میں نے دعا کی: اے خداوند عالم! اگر اس پر کوئی تیری عنایت ہے تو اس سے مجھے باخبر کر دے۔ اس پر اس شخص کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔

دلائلِ النبوت میں مرقوم ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص تھا جو حضرت علیؑ کو اللہ و جہاد کی بدگوئی کیا کرتا تھا۔ سعد بن مالکؓ نے اس کے حق میں بددعا کی۔ وہ شخص ایک دن اپنی اونٹ مسجد نبویؐ کے باہر چھوڑ کر اندر آ گیا اور لوگوں میں بیچنے لگا۔ اس کا اونٹ کودتا ہوا مسجد میں آیا اور اس شخص کو اپنے سینے سے زمین پر خوب رگڑا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

حضرت حسینؑ بن علیؑ بن حسینؑ سے روایت ہے کہ ابراہیم بن ہشام المخزومی دالی مدینہ تھا وہ ہرجومہ کو ہمیں اپنے منبر کے پاس جمع کرتا اور جناب امیر المومنین علیؑ کے بارے میں نازیبا گفتگو کرتا۔ ایک جمعہ اس جگہ بہت سے لوگ جمع تھے اور میں منبر کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ مجھ پر خواب غالب آگئی۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر بھٹی اور اندر سے ایک شخص نکلا جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھا مجھے فرمایا: اے ابراہیم اللہ! جو یہ شخص کہتا ہے تو اس سے اندوگیں ہوتا ہے؟ میں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: اپنی آنکھیں کھولو اور دیکھو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو وہ ذکر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کر رہا تھا جو بعد ازاں منبر سے گرتے ہی مر گیا۔

حضرت امیر المومنین حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

”بارہ ہائے صمغِ غنیمائے قدس
 آبِ تطہیر سے جس میں پوٹے جھے
 خونِ خیرِ الرسل سے بے جن کا نمیر
 شہدِ خوارِ لعلِ سبِ زبانِ نبی
 ان کی بالا شرافت پہ اعلیٰ درود
 اہلبیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 اُس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
 ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
 چاشنیِ گیرِ عصمت پہ لاکھوں سلام
 ان کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام،“
 (اعلیٰ حضرت بریلویؒ)

شبیرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آپؐ بارہ ائمہ میں سے دوسرے امام ہیں۔
 آپؐ کی کنیت ابو محمد اور القاب تقی و سید

ہیں۔ آپؐ ہجرتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے تیسرے سال نصفِ رمضان المبارک
 مدینہ منورہ میں متولد ہوئے۔ حضرت جبریل علیہ السلام آپؐ کے نام کو بہشت سے ایک نہایت
 عمدہ کپڑے پر لکھ کر حضورؐ کی خدمت میں ہدیہ لائے۔ آپؐ شکل و صورت میں سر سے پاؤں تک
 حضور علیہ السلام سے مشابہ تھے۔ ایک دن حضرت سیدنا صدیقؓ نے آپؐ کو اپنے کندھوں پر
 اٹھایا اور قسم کھا کر کہا کہ یہ ہم شکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم شکل علیؓ ہیں۔ حضرت علیؓ
 بھی وہاں موجود تھے انہوں نے دیکھا تو مبسم فرمایا۔ آپؐ نے پچیس پیدل حج کیے۔

حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کے تعلقات

مدینہ منورہ پر جلوہ افروز ہوئے۔ حضرت حسنؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھے۔ حضور علیہ السلام
 کبھی لوگوں کی طرف اور کبھی حضرت حسنؓ کی طرف دیکھتے اور فرماتے کہ یہ میرا بیٹا سید ہے
 جس کی وساطت سے خداوند کریم مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرانے گا۔ اس سے حضرت
 امیر معاویہؓ کی طرف اشارہ تھا جو جانتے تھے کہ امیر المومنین حضرت حسنؓ ان کے پتے دشمنوں
 میں سے ہیں۔ چنانچہ جناب امیر المومنین حضرت علیؓ کی وفات کے بعد حضرت معاویہؓ نے

حضرت سیدنا حسنؑ سے مصالحت کر لی اور عہد کیا کہ اگر انہیں کوئی حادثہ پیش آجائے تو ان کے بعد حضرت حسنؑ خلیفہ ہوں گے۔ اس کے بعد حضرت حسنؑ نے خطبہ دیا اور کہا کہ اے لوگو! میری ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ میں فتنہ کو براجانوں اس لیے میں نے آج مصالحت کی طرف ہاتھ بڑھایا ہے اور اس کا رُخ عظیم (خلافت) کو امیر معاویہؓ پر چھوڑ دیا ہے اور اگر اس کا حق تھا تو اسے مل گیا اور اگر میرا تھا تو میں نے اپنا حق صرف اصلاح امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اسے بخش دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر حضرت معاویہؓ کو حاکم بنایا اس بھلائی کی خاطر جو اسے معلوم ہے اور اس بدی کی خاطر جو اس نے تم میں دیکھی ہے۔ میں جانتا ہوں یہ ایک مدت کے لیے فتنہ ثابت ہو یا منفعت۔ بعد ازاں وہ منبر سے نیچے اتر آئے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے آپ کی طرف منہ کر کے کہا "اے مسلمانوں کا منہ کالا کرنے والے! تو نے معاویہؓ سے بیعت کر کے مال و منال اس کے حوالے کر دیا ہے۔"

حضرت حسنؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنی امیہ کی مملکت حضور علیہ السلام کو دکھادی ہے اور آپ نے مشاہدہ کر لیا ہے کہ بنی امیہ آپ کے منبر اقدس پر بیٹھے بعد دیگرے بمشکل تمام چڑھ رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف اتنا عطیہ کاکوثر اور اتنا انزلہ فی لیلۃ القدر وما ادرك ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شہر و حی بھیجی۔

"الف شہر" سے مراد ملک بنی امیہ ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے بنو امیہ کی مملکت کے ماہ و سال شمار کیے تو پورے ہزار مہینے نکلے۔ جب خلافت کی ذمہ داری حضرت امیر معاویہؓ کے کندھوں پر آئی تو حضرت امیرؓ نے فرمایا: "اے حسنؑ! تو نے وہ بنا درانہ کام کیا ہے جو کسی بھی شخص سے ممکن نہیں تھا۔"

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: ایک رات حضرت حسنؑ حضور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ حضور علیہ السلام آپ پر بڑی شفقت فرما رہے تھے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت حسنؑ سے فرمایا: اپنی اُمی کے پاس چلے جاؤ۔ میں نے عرض کی: حضور! میں ان کے ہمراہ جاؤں؟ حضور علیہ السلام نے منع فرمایا۔ اچانک آسمان سے بجلی چمکی جس کی روشنی میں حضرت حسنؑ اپنی اُمی کے پاس چلے گئے۔

کرامات حضرت امیر المومنین حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کے کسی موسم میں
مکہ معظمہ تشریف لے جا رہے تھے تو آپ کے پاؤں میں ورم آگیا۔ آپ کے کسی غلام نے عرض
کی کاش کہ آپ کسی سواری پر سوار ہو جائیں تاکہ ورم کم ہو جائے۔ آپ نے اس کی درخواست
قبول نہ کی اور فرمایا: جب تم گھر پہنچو گے تو تمہیں ایک حبشی ملے گا جس کے پاس کچھ تیل ہوگا، تم
اس سے خرید لینا اور جھگڑا مت کرنا۔

آپ کے غلام نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! ہم نے کسی جگہ بھی کوئی ایسا آدمی
نہیں دیکھا جس کے پاس ایسی دوا ہو۔ اس جگہ کہاں دستیاب ہوگی۔ جب وہ اپنی منزل پر پہنچے
تو وہ حبشی دکھائی دیا۔ انہوں نے کہا: یہ ہے وہ حبشی جس کے متعلق میں نے بتایا تھا۔ جاؤ اور
اس سے تیل خرید لاؤ اور قیمت ادا کر آؤ۔ جو نہی وہ غلام اس حبشی کے پاس گیا اور تیل طلب کیا تو
اس نے کہا: اے غلام! یہ تیل کس کے لیے خرید رہے ہو؟ غلام بولا: حضرت حسنؑ کے لیے! اس نے
کہا: مجھے ان کے پاس لے چلو میں ان کا غلام ہوں۔ جب وہ حبشی آپ کے پاس پہنچا تو کہا میں
آپ کا غلام ہوں تیل کی قیمت نہیں لوں گا۔ آپ بس میری بیوی کے لیے جو دروزہ میں مبتلا ہے
و عافرائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک صحیح الاضنا بچہ عطا کرے۔ آپ نے فرمایا: اپنے گھر لوٹ جاؤ
اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا ہی بیٹا عطا کرے گا جیسا تم چاہتے ہو۔ وہ ہمارا پیروکار ہوگا۔ حبشی گھر گیا تو
گھر کی حالت ویسی ہی پانی جیسی سستی تھی۔

ایک دن آپ حضرت زبیرؓ کے کسی نپتے کے ساتھ کہیں سفر پر تھے کہ ایک خشک باغ
میں ڈیرا ڈال دیا۔ حضرت حسنؓ کے لیے باغ کے ایک دامن میں اور ابن زبیرؓ کے لیے باغ کے
دوسرے دامن میں فرش بچھایا گیا۔ ابن زبیرؓ بولے: کاش کہ اس نخلستان میں تازہ کھجوریں
ہوتیں جنہیں ہم کھاتے۔ حضرت حسنؓ نے فرمایا: کیا تازہ کھجوریں چاہتے ہو؟ ابن زبیرؓ بولے: ہاں۔
آپ نے دست دعا اٹھایا اور زبیرؓ کو کچھ پڑھا جو کسی کو معلوم نہ ہوا۔ فوراً کھجور کا ایک درخت
تر و تازہ اور بار آور ہو گیا اس میں تازہ کھجوریں لگ گئیں ان کا ساتھی شترمان بولا: بخدا یہ تو جادو
حضرت حسنؓ نے کہا: یہ جادو نہیں یہ اس دعائے مستجاب کا اثر ہے جو پیغمبر علیہ السلام کے بیٹے

نے مانگی تھی۔ اس کے بعد لوگوں نے اس درخت خرمیا پر چڑھ کر تمام کھجوریں توڑ لیں جن سے تمام سیر ہو گئے۔ آپ کے علم، سخاوت، فیاضی کے علاوہ جتنے بھی اور اعلیٰ اخلاق اساطیر تحریریں آئی ہیں سب درست ہیں اور اتنے زیادہ ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔

حضرت حسنؑ پر زہر کا اثر آپ کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے پوچھا: اے میرے بھائی! تمہیں زہر خورانی کا کس پرشبہ ہے؟ آپ نے فرمایا: بھائی اس لیے پوچھتے ہو کہ تم اسے جان سے رڈالو۔ حضرت حسینؑ نے کہا: ہاں۔ آپ نے کہا: اگر وہی شخص ہے جس پر مجھے شک و شبہ ہے تو بدلہ لینے کے لیے خداوند تعالیٰ کافی ہے اور اگر وہ نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ کسی بے گناہ کا خون ہو۔ عام لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ آپؑ کو حضرت امیر معاویہؓ کے کئے پر آپؑ کی بیوی جعدہ نے زہر دی تھی۔ آپؑ کی وفات ربیع الاول کے اوائل میں ۴۰ھ میں ہوئی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت امیر المومنین حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

”در میان اُمت آں کیواں جناب
ترا برابیم و اسماعیل بود
رمز قرآن از حسین آموختیم
بچو حرف قل ہو اللہ در کتاب
یعنی آں اجمال را تفصیل بود
ز آتش او شعلہ با اندوختیم“
(علامہ اقبالؒ)

آپؑ امام سوم ہیں اور ابو الائمہ ہیں۔ آپؑ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور لقب شہید و سید تھا۔ آپؑ کی ولادت بروز سہ شنبہ چار شعبان المبارک ۴ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپؑ کی مدتِ حمل چھ مہینے تھی۔ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام اور آپؑ کے سوا کوئی بچہ زندہ نہ رہا جس کی مدتِ حمل چھ ماہ ہوئی ہو۔

آپؑ حضرت حسنؑ کی ولادت سے علوقی فاطمہؓ تک صرف پچاس دن کے تھے۔ حضور علیہ السلام نے آپؑ کا نام حسینؑ رکھا۔ آپؑ کا حسن و جمال کچھ اس طرح کا تھا کہ جب آپؑ

اندھیرے میں بیٹھے تو آپ کی پیشانی اور رخساروں سے روشنی نکل کر قرب و جوار کو منور کر دیتی۔ آپ حضور علیہ السلام سے سینہ سے پاؤں تک اور امام حسنؑ سے سینہ سے سر تک مشابہ تھے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ جو حسینؑ کو دوست رکھتا ہے تو مجھ سے دوست رکھ کیونکہ حسینؑ میرے بیٹوں میں سے ایک بیٹا ہے۔

حسینؑ گشتی کرتے ہیں ایک دن حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ گشتی رٹنے لگے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت حسنؑ سے فرمایا: اے حسنؑ! حسینؑ کو پکڑ لو۔ حضرت سیدہ فاطمہؑ بولیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ بڑے کو کہتے ہیں کہ چھوٹے کو پکڑ لے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جبرائیلؑ بھی تو حسینؑ سے کہہ رہے ہیں کہ حسنؑ کو پکڑ لو۔

ام الحارث کا خواب حضرت ام الحارثؑ سے روایت ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی: حضور! میں نے ایک خواب دیکھا ہے جس سے میں ڈر گئی ہوں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا: کیا دیکھا ہے تو نے؟

میں نے کہا: میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جسم سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا: ابھی فاطمہؑ ایک بچہ لائیں گی جو تمہاری گود میں ہوگا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت حسینؑ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

حسینؑ نگاہ رسولؐ میں ایک دن حضور علیہ السلام حضرت حسینؑ کو اپنے دائیں بازو اور اپنے بیٹے حضرت ابراہیمؑ کو بائیں بازو پر

بٹھائے ہوئے تھے کہ جبرائیلؑ علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا: خداوند تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے ہاتھوں پر رکھنے دے گا۔ ان میں سے ایک کو واپس بلا لے گا۔ اب ان دونوں میں سے آپ جسے چاہیں پسند لیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگر حسینؑ رخصت ہو جائیں تو ان کے فراق میں حضرت فاطمہؑ، حضرت علیؑ اور میری جان سوزی ہوگی اور اگر ابراہیمؑ وفات پائیں زیادہ

المیری جان پر ہی ٹوٹے گا۔ اس لیے مجھے اپنا غم ہی پسند ہے۔ اس واقعہ کے تین روز بعد حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وفات پا گئے۔

جب بھی حضرت حسینؑ حضور علیہ السلام کی خدمت میں آتے تو حضور علیہ السلام ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور خوش آمدید کہتے ہوئے فرماتے، اس پر میں نے اپنے بیٹے ابراہیم کو قربان کر دیا۔

حضرت ام سلمہ اور خاکِ کربلا
 حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں ایک رات حضور علیہ السلام گھر سے باہر تشریف لے گئے اور کافی عرصہ کے بعد واپس گھر آئے۔ میں نے آپ کے بال پر لیشان و غبار آلود دیکھے تو عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں آج آپ کو کس حال میں دیکھ رہی ہوں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: مجھے آج (کارکنانِ قدرت) ایک ایسے مقام پر لے گئے جو عراق میں ہے اور جسے کربلا کہتے ہیں یہی حسینؑ کی شہادت گاہ ہے۔ وہاں میں نے اپنی اولاد کا مشاہدہ کیا اور ان کے خون کو زمین سے اٹھا لیا جو میرے ہاتھ میں ہے۔ حضور علیہ السلام نے مٹھی کھولی اور فرمایا: اسے پکڑ لو اور حفاظت سے رکھو۔ میں نے اسے لے کر دیکھا تو یہ سُرخ مٹی تھی۔ پھر میں نے اسے بوتل میں رکھ لیا اور اس بوتل کا سرا چھی طرح سے باندھ دیا۔ جب حضرت حسینؑ بن علیؑ نے عراق کا سفر اختیار کیا تو میں ہر روز اس شیشی کو باہر لاکر دیکھتی رہی۔ اس میں مٹی اسی طرح تھی۔ جب میں نے اسے عاشورے کے روز دیکھا تو اس میں خون تازہ ہو چکا تھا۔ میں سمجھ گئی کہ لوگوں نے حضرت حسینؑ کو شہید کر دیا ہے۔ میں بہت روٹی لیکن دشمنوں کی فوری شہادت سے میں گریہ و زاری سے رُک گئی۔ جب آپؑ کی شہادت کی خبر آئی تو وہی دن تھا۔ آپؑ کی شہادت عاشورہ کے روز ۱۲ گھنٹے میں ہوئی۔ اس وقت آپؑ کی عمر ستاون برس کی تھی۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پاس تھے۔ اچانک حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آ گئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ میرا بیٹا ہے۔ یہ کہہ کر آپؑ نے حضرت حسینؑ کو اپنی گود میں

بٹھایا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: انہیں بہت جلد شہید کر دیا جائے گا۔

حضرت علیہ السلام نے پوچھا: انہیں کون شہید کرے گا؟

جبرائیل علیہ السلام نے کہا: آپ کی امت۔ اگر آپ فرمادیں تو آپ کو وہ مقام بھی بنا دوں جہاں انہیں شہید کیا جائے گا۔

بعد ازاں جبرائیل علیہ السلام نے کربلا کی طرف اشارہ کیا اور کچھ سُرخ مٹی پکڑ کر حضور علیہ السلام کو دکھائی۔ اور کہا یہ مٹی حسینؑ کی شہادت گاہ کی مٹی ہے۔

حضرت سیدنا امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ جب ہم کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تو ہمارے کوچ اور قیام کی کوئی ہی جگہ ہوگی جہاں جناب حسین علیہ السلام نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا ذکر نہ کیا ہو۔ ایک روز فرمایا کہ دنیا کی ذلت و پستی کی یہ واضح دلیل ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے سر مبارک کو ایک عورت کی وساطت سے بنی اسرائیل کے نابکاروں کو بدیہہ پیش کیا گیا۔

سعید بن جبیرؓ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو وحی آئی کہ ہم نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قتل کے بدلہ میں ستر ہزار افراد کو ہلاک کیا اور آپ کے فرزند کے بدلے دو گنا افراد کو ہلاک کریں گے۔ یہ بات بھمت ثابت ہو چکی ہے کہ قاتلان حسینؑ اور ان کے ساتھیوں میں سے کوئی ایسا شخص نہ رہا جو موت سے پہلے ذلیل نہ ہوا ہو۔ وہ سب کے سب قتل ہوئے یا اکثر مصائب میں گرفتار ہوئے۔

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر کوفہ کی مسجد میں لائے گئے تو انہیں رجبہ

میں رکھا گیا۔ میں بھی وہاں گیا۔ میں لوگوں کی زبان سے "آگیا آگیا" کے الفاظ سنے۔ آخر ایک سانپ آیا اور ان کے سروں کے درمیان بیٹھ گیا۔ پھر عبید اللہ بن زیاد کی ناک میں گھس گیا اور کچھ دیر کے بعد باہر نکل کر چلا گیا جہاں تک کہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ پھر لوگوں نے "آگیا آگیا" کہنا شروع کر دیا۔ دوسری دفعہ وہی سانپ پھر آگیا اور جس طرح پہلے کیا تھا اسی طرح

اب بھی کیا۔

شمر بن ذی الجوشن کو حضرت امام حسینؑ کے سامان سے کچھ سونا مل گیا جس میں کچھ اس نے اپنی لڑکی کو دے دیا تھا۔ اس کی لڑکی نے وہ سونا ایک زرگر کو دے دیا تاکہ وہ اس کے لیے کوئی زیور بنا دے۔ جب زرگر نے سونے کو آگ میں ڈالا تو وہ اس میں بھسم ہو کر رہ گیا۔ شمر نے سنا تو زرگر کو بلا کر باقی سونا بھی اسے دے دیا اور کہا کہ میرے سامنے اس آگ میں ڈالو۔ جب زرگر نے اسے آگ میں ڈالا تو وہ بھسم ہو گیا۔ اسی طرح روایت ہے کہ امام حسینؑ کے چند اونٹ جو بیچ گئے تھے انہیں ظالموں نے ذبح کر دیا اور کباب بنائے۔ ان کا ذائقہ اس قدر تلخ تھا کہ ان کے گوشت میں سے کسی کو کھانے کی ہمت نہ ہوئی۔

شہادتِ حسینؑ پر اظہارِ غم ایک ثقہ راوی کہتا ہے کہ میں نے ایک ایسے شخص سے جناب حسین علیہ السلام پر جتوں کو زور کرتے سنا ہے؛

اس نے کہا: ہاں۔ لیکن اس قبیلہ کے ہر آدمی سے نہ پوچھتے رہنا ورنہ ہر آدمی تمہیں اس بارے میں کچھ بتانے لگے گا۔

میں نے کہا میں تو صرف تم سے پوچھنا بہتر سمجھتا ہوں کیونکہ تو نے بھی تو انہی سے سنا ہے اس نے کہا: میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ

مسح الرسول جبینہ فلفہ بویق فی الخدود

ابواہ من علیا وجد خیر الحدود

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا جس کے رخسار تباہاں و رخشاں ہیں۔ اس کے آباؤ اجداد اعلیٰ و اخیر خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

شہادتِ حسینؑ کا مدینہ میں ردِ عمل
جب مدینہ منورہ میں بعض بد بختوں نے خطبہ دیتے ہوئے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر خوشی کا اظہار کیا تو اس شب مدینہ منورہ میں مندرجہ ذیل اشعار سنائی دینے لگے

لیکن ان کا پڑھنے والا نظر نہیں آتا تھا

ایہا القاتلون جہلاً حَسِينًا . البشروا بالعذاب والتنکیل

کل من فی السماء یدعوا علیکم من نبی و ملائک و قبیل

قد لعنت علی لسان ابن داؤد و عیسیٰ صاحب الانجیل

اے حسین علیہ السلام کو جہالت سے قتل کرنے والو تمہیں سخت رسوا کن عذاب

کی خوشخبری ہو۔ آسمان میں جتنی بھی مخلوق ہے خواہ وہ انبیاء ہوں یا ملائکہ

وہ سب تم پر بددعا کرتے ہیں۔ تم پر لعنت ہو بزبان سلیمان بن داؤد اور

عیسیٰ علیہ السلام جو صاحب انجیل ہیں۔

سرزمین روم کے غازیوں میں سے ایک کا بیان ہے کہ میں نے ایک کتبیسہ میں مندرجہ ذیل

شعر لکھا ہوا دیکھا

اترجوا امة قتلت حَسِينًا

شفاعتہ جده یوم المعاد

کیا وہ قوم جس نے حسین علیہ السلام کو شہید کیا ہے اس کے جد امجد

صلی اللہ علیہ وسلم سے بروز شہر شفاعت کی امید رکھتی ہے؟

میں نے پوچھا: یہ شعر کس نے لکھا ہے تو کتبیسہ والوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب ابن زیاد نے

حسینؑ کو کسبناں پر حکم دیا کہ حضرت حسین علیہ السلام کے سر انور کو نیزہ پر چڑھا کر

کوفہ کی گلیوں میں پھریں تو اس وقت میں اپنے مکان کی کھڑکی میں کھڑا تھا۔ جب آپ کا سر انور

میرے پاس سے گزرا تو میں نے اس میں یہ آواز سنی:

حَسْبَتِ ان اصحاب الکہف والرقیہ کا نوا من ایاتنا عجبا۔

اس آواز کی ہیبت سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں پکارا اٹھا خدا کی قسم یہ

سر تو ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور اس میں سے ایسی آواز کا صادر ہونا عجیب بات ہے۔

معمرو زہری رحمہما اللہ تعالیٰ ایک دن
آسماںِ راستی بود گر خونِ مبارکِ بزمیں عبد الملک بن مروان کی مجلس میں
بیٹھے تھے کہ ولید پوچھنے لگا:

”تم میں سے کون بتا سکتا ہے کہ حضرت حسینؑ کی شہادت کے دن بیت المقدس کے
پتھر کس حال میں تھے؟“

امام زہریؒ نے کہا: مجھے یوں اطلاع ملی ہے کہ اس دن جس پتھر کو بھی اٹھاتے تھے اس
کے نیچے تازہ خون پاتے تھے۔“

ایک اور صاحب سے روایت ہے کہ جب حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو آسمان سے
خون برسے لگا اور ہماری ہر چیز خون آلود ہو گئی نیز آسمان کئی روز تک خون آلود نظر آتا تھا۔
ائمہ اہل بیت کے تذکرے کے بعد اب ہم ان تمام ائمہ کا ذکر کرتے ہیں جنہیں اگرچہ
حضور علیہ السلام کی صحبت کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ لیکن سلسلہ اہل بیت سے منسلک تھے
اس سلسلہ کو علمائے دین اور عرفائے اہل یقین نے اس کی نفاستِ نظافت کے باعث
سلسلۃ الذبیب کا نام دیا ہے۔ ان ائمہ کا ذکر یہاں ضروری ہے تاکہ سلسلہ مضمون جاری رہے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما

آپ امام چہارم ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد، ابو الحسن اور ابو بکر ہے اور لقب سجاد
وزین العابدین ہے۔ آپ دینہ منورہ میں ہجری کے تینتیسویں سال پیدا ہوئے۔ بعض
روایتوں میں آپ کا سال پیدائش چھتیس یا اڑتیس ہجری ہے۔ آپ کی والدہ کا نام
شہربانو ہے۔ آپ سے بہت سی کرامات و خرقِ عادات صادر ہوئیں جو ذیل میں بدیہ قارئین
کی جاتی ہیں:

امام زین العابدینؑ بنو امیہ کی قید میں
امام زہریؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت
علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو
دیکھا کہ عبد الملک بن مروان کے حکم سے ان کے پاؤں باندھے گئے، ہاتھوں میں زنجیریں اور

گردن میں طوق ڈالے گئے اور ان پر پاسبانوں کو مقرر کیا گیا میں نے انہیں سلام و دعا کرنے کے لیے اجازت چاہی۔ آپ اس وقت ایک خیمہ میں تھے۔ میں انہیں اس حال میں دیکھ کر رو دیا اور کہا: کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ کی جگہ مجھے پابندِ سلاسل کر دیا جاتا اور آپ سلامت رہتے۔ آپ نے فرمایا: اسے زہری! تو مجھتا ہے کہ میں ان طوق و سلاسل سے تکلیف میں ہوں۔ اگر میں چاہوں تو یہ فوراً اتر جائیں مگر ایسی مثالیں رہنی چاہئیں تاکہ تم عذابِ خداوندی کو یاد رکھو اور محشر میں تم پر آسانیاں واقعہ ہوں۔ اس کے بعد آپ نے زنجیر کو اپنے ہاتھوں سے اتار پھینکا اور پاؤں کو پھیندے سے آزاد کر لیا۔ پھر فرمایا: اسے زہری! میں ان کے ساتھ اس حال میں دو منزلوں سے زیادہ نہ جاؤں گا۔ جب چار دن گزرے تو آپ کے نگاہبان مدینہ منورہ واپس چلے گئے۔ پھر آپ کو مدینہ بلا تے رہے لیکن آپ کو نہ پاسکے۔ ان میں بعض کا بیان ہے کہ ہم ایک جگہ مقیم تھے اور آپ کی سخت نگرانی کر رہے تھے۔ صبح ہوئی تو محل میں ہمیں کچھ نظر نہ آیا۔

امام زہریؒ بیان کرتے ہیں اس کے بعد میں عبد الملک بن مروان کے پاس گیا اس نے مجھ سے حضرت زین العابدینؒ کا حال دریافت کیا۔ مجھے جو علم تھا اس کے مطابق کہہ دیا۔ وہ کہنے لگا جس وقت میرے گماشتوں نے انہیں گم کر دیا تو وہ میرے پاس چلے آئے اور کہنے لگے: میرے اور تمہارے درمیان کون سی چیز واقعہ ہوئی ہے۔ میں نے کہا: ذرا ٹھہریے۔ تو آپ نے فرمایا: میں بالکل نہیں ٹھہروں گا۔ پھر آپ باہر چلے گئے اور میں خدا کی قسم ان کے دبدبہ و جلال سے ڈر گیا۔ امام زہریؒ جب بھی حضرت علی بن حسینؒ کو یاد کرتے تو رو دیتے اور کہتے: وہ واقعی زین العابدینؒ ہیں جو ایران کے بادشاہ یزدگرد کی بیٹی ہیں۔ یزدگرد نوشیروان عادل کی اولاد میں سے تھے۔ آپ اٹھارہ محرم ۹۴ھ میں فوت ہوئے۔ بعض روایتوں میں سال وفات ۹۵ھ بھی ہے۔ آپ زین العابدینؒ کے نام سے یوں مشہور ہوئے کہ ایک رات آپ نماز تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان ایک سانپ کی شکل میں ظاہر ہوا تاکہ اس ہبیت ناک شکل سے آپ کو عبادت سے باز رکھ کر لہو و لعب میں مشغول کر دے۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی یہاں تک کہ سانپ نے آپ کے پاؤں کا انگوٹھا اپنے منہ میں ڈال لیا لیکن آپ نے پھر کوئی توجہ نہ دی۔ اس نے آپ کے انگوٹھے کو نہایت

سنختی سے کاٹا جس سے آپ کو بہت درد محسوس ہوا۔ اس پر بھی آپ نے نماز قطع نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف کر دیا کہ وہ شیطان ہے۔ آپ نے اسے بُرا بھلا کہا اور مارا۔ پھر کہا: اسے ذلیل دیکھنے دُور ہو جا۔ جو نہی سہانپ دُور ہو آپ کھڑے ہو گئے تاکہ درد ختم ہو جائے۔ دریں اثناء آپ نے ایک آواز سنی لیکن قائل نظر نہ آیا۔ کہنے والا کہتا تھا آپ زین العابدینؑ ہیں، آپ زین العابدینؑ ہیں، آپ زین العابدینؑ ہیں۔

جب آپ وضو فرماتے تو آپ کا
امام زین العابدینؑ حالت وضو میں چہرہ زرد ہو جاتا اور جسم میں کپکپی پیدا ہو جاتی۔
 جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: تم جانتے ہو کس کے حضور میں پیش ہونا ہے۔
 ایک دفعہ آپ گھر میں نماز ادا کر رہے تھے
امام زین العابدینؑ حالت نماز میں کہ گھر میں آگ لگ گئی۔ آپ سجدہ میں ہی
 پڑے رہے۔ لوگوں نے ہرچیز شور مچایا: اے ابن رسول اللہ! اے ابن رسول اللہ!
 آگ بھڑک اٹھی، آگ بھڑک اٹھی لیکن آپ نے سجدہ سے سر نہ اٹھایا۔ جب آگ بجھ گئی
 تو آپ سے پوچھا گیا: آپ آگ سے غافل کیوں رہے؟ آپ نے جواب دیا: آخرت کی
 آگ کے ڈر سے۔

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت علی بن حسینؑ
حضرت زین العابدینؑ گفتگو کے ہاں گیا۔ میرا جی نہ چاہا کہ میں انہیں آواز دوں۔ میں،
 بابر بیٹا رہا یہاں تک وہ بابر شریف لے آئے میں نے السلام علیکم کہا اور دُعا دی۔ آپ نے
 بھی مجھے دیکھ کر سلام کہا۔ پھر ایک دیوار کے قریب آئے اور فرمایا: اے فلاں! اس دیوار کو
 دیکھتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں یا ابن رسول اللہ! آپ نے فرمایا: میں ایک دن اس دیوار کے
 ساتھ تھیکہ لگا کر ٹمگین بیٹھا تھا کہ میں نے اچانک ایک خوب صورت دنوشمال بستی جس کے کپڑے
 نہایت عمدہ اور نفیس تھے اپنے سامنے کھڑی دیکھی جو میری طرف دیکھ کر کہہ رہی تھی، اے علی بن
 حسین! تم مجھے ٹمگین کیوں نظر آ رہے ہو؟ اگر دنیا کے باعث غمناک و ٹمگین ہو تو دنیا ایک روزی
 ہے جسے ہر نیک و بد کھاتا ہے۔ میں نے کہا: میرا دکھ درد دنیا کے لیے نہیں ہے کیونکہ دنیا کا معاملہ

وہی ہے جو آپؐ نے بیان فرمایا ہے۔ پھر اس ہستی پاک نے فرمایا: اگر تمہارا غم و اندوہ آخرت کے لیے ہے تو وہ ایک سچا وعدہ ہے جس میں ایک بادشاہ قاهر فیصلہ کرے گا۔ میں نے کہا: میرا غم اس وجہ سے بھی نہیں ہے آخرت تو ویسی ہی ہوگی جیسا آپ فرماتے ہیں۔ پھر انہوں نے فرمایا: اے علیؑ! پھر تمہارا غم و اندوہ کس وجہ سے ہے؟ میں نے کہا: میں فقہ ابن زبیر سے ترساں ہوں۔ وہ ہستی بولی: اے علیؑ! آیا تو نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جس نے خدا سے کوئی چیز مانگی ہو اور خدا نے اسے نہ دی ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ پھر کہا: آیا تو نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو خدا سے ڈرتا ہو اور خدا نے اس کے لیے کفایت کار نہ کی ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ بعد ازاں وہ ہستی غائب ہو گئی۔ پتہ چلا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے جو آپ سے حرف ہانے راز کہہ رہے تھے۔

اسی راوی کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت علیؑ بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس تھا کہ ان کے ارد گرد بہت سی چڑیاں ذبح کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: اے فلاں! تمہیں کچھ پتہ ہے کہ یہ چڑیاں کیا کہتی ہیں؟

میں نے کہا: مجھے کچھ پتہ نہیں۔

آپ نے فرمایا: یہ پروردگار کی تقدیس بیان کرتی ہیں اور آج کی روزی طلب نہیں کرتیں۔ ایک رات ایک سائل یہ کہہ رہا تھا:

“ابن النہدود فی الدنیا السراعیون فی الآخرۃ۔“

”وہ دنیا کے زاہد کہاں ہیں جو آخرت کی طرف راغب ہیں۔“

جنت البقیع کی طرف سے ایک غیر مرئی شخص کی آواز سنائی دی کہ وہ علی بن حسین ہیں۔

ایک دن آپ اپنے غلاموں، بچوں اور دیگر لوگوں کے ساتھ صحرا میں آگے اور چاشت کے کھانے کے لیے دسترخوان بچھا دیا، وہیں ایک ہرن آکر ٹھہر گیا۔ آپ نے اس کی طرف منہ کر کے کہا: میں علی بن حسین بن علی بن ابوطالب ہوں اور میری ماں فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ تم چلے آؤ اور ہمارے ساتھ چاشت کھاؤ۔ ہرن آیا اور آپ کے ساتھ جو کچھ چاہا کھایا۔ پھر ایک طرف چلا گیا۔ غلاموں میں سے ایک نے کہا: اسے ذرا پھر بلائیے۔

آپ نے فرمایا، ہم اسے پناہ دیں گے تم اس کی پناہ نہ ٹھکرانا۔
انہوں نے کہا، ہم ہرگز نہیں ٹھکرائیں گے۔

حضرت زین العابدین بولے، میں علی بن حسین بن علی بن ابوطالب ہوں۔ میری والدہ
فاطمہ بنت رسول اللہ ہے۔ وہ ہرن پھر آگیا اور دسترخوان کے نزدیک ٹھہر گیا اور ان کے ساتھ
کچھ کھانا شروع کر دیا۔ ان لوگوں میں سے ایک نے اس ہرن کی پشت پر ہاتھ رکھا تو وہ
بھاگ گیا۔

حضرت زین العابدین نے فرمایا، تم نے میری پناہ کو ٹھکرا دیا ہے اب میں تم سے کوئی
بات نہ کروں گا۔

ایک دن آپ کی اونٹنی راہ میں سُستی دکاہلی کرنے لگی۔ آپ نے اسے بٹھا دیا اور اسے تازیانہ
دعسا دکھا کر کہا، تیز تیز چلو ورنہ اس تازیانے اور ڈنڈے سے تمہیں سزا دیں گا۔ اونٹنی نے تیز چلنا شروع
کر دیا اور اس کے بعد چلنے میں سُستی سے کام لیا۔

ایک دن اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ سحر میں بیٹھے تھے کہ ناگاہ ایک ہرنی آگئی اور آپ
کے متصل کھڑی ہو گئی اور اپنا پاؤں زمین پر مار کر زور سے چیخنے لگی۔ حاضرین نے پوچھا، اے ابن رسول اللہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ ہرنی کیا کہتی ہے؟

آپ نے فرمایا، یہ کہتی ہے کہ فلاں قریشی کل میرا بچہ اٹھا لیا ہے اور میں نے کل سے دودھ
نہیں پلایا۔

یہ سن کر بعض حاضرین کے دل میں شک گزرا۔ آپ نے اس قریشی کو بلا بھیجا۔ وہ آگیا تو
آپ نے فرمایا، یہ ہرنی شکایت کرتی ہے کہ تم اس کا بچہ اٹھا لائے ہو جسے اس نے ابھی دودھ
نہیں پلایا تھا۔ اب وہ مجھے درخواست کر رہی ہے کہ میں تجھے اس کا بچہ واپس کرنے کے لیے کہوں تاکہ
وہ اسے دودھ پلا لے۔ دودھ پلانے کے بعد واپس کر دے گی۔ اس قریشی نے بچہ لا کر حاضر کر دیا
ہرنی نے دودھ پلایا تو حضرت زین العابدین نے قریشی سے کہا کہ وہ بچہ کو چھوڑ دے۔ اس نے
بچہ کو چھوڑ دیا اور حضرت سجاد نے اس کی ماں سمیت آزاد کر دیا۔ وہ چوکڑیاں بھرتی شور مچاتی
چلی گئی۔ حاضرین مجلس نے پوچھا، یا ابن رسول اللہ! یہ کیا کہتی ہے؟ آپ نے فرمایا، تمہیں بالفاظ

”حزاک اللہ خیراً“ دعا دیتی ہے۔

جس رات آپ کی وفات ہوئی آپ نے اپنے بیٹے حضرت محمد باقرؑ سے فرمایا: بیٹا! میرے لیے وضو کے لیے پانی لاؤ۔ وہ پانی لائے تو آپ نے مزید پانی منگایا کیونکہ پہلے پانی میں کوئی چیز مردہ تھی۔ رات اندھیری تھی حضرت باقرؑ دیا لائے اور احتیاط سے دیکھا تو اس میں چوہا مرا ہوا تھا۔ آپ کے لیے اور پانی لایا گیا جس سے آپ نے وضو کیا اور کہا: اسے بیٹا! آج رات میرا وقت چیل ہے اس کے بعد اپنے بیٹے سے کچھ وصیتیں کیں۔

آپ کی ایک نافرمانی جو مکہ معظمہ جاتی تو آپ اس کے پالان کے آگے تازیانہ لٹکا دیتے۔ ہمیں وجہ تمام راستہ سے مارنے کی ضرورت پیش نہ آتی یہاں تک آتی دفعہ بھی اسے مارنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ جب حضرت زین العابدینؑ نے انتقال کیا تو وہ اونٹنی آپ کی قبر کے سر ہانے آکر اپنی چھاتی زمین پر رکھ کر آہ و زاری کرتی تھی۔ حضرت باقرؑ نے آکر دیکھا تو فرمایا: اٹھ اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔ وہ نہ اٹھی تو انہوں نے فرمایا: اسے چھوڑ دو وہ جا رہی ہے۔ اس کے بعد وہ تین دن زندہ رہی اور پھر مر گئی۔

حضرت امیر المومنین حسینؑ کی شہادت کے بعد محمد بن حنفیہؑ حضرت حجر الاسود فیصلہ کرتا ہے۔ زین العابدین کے پاس آئے اور کہا: میں تمہارا چچا ہوں اور تم سے عمر میں بھی بڑا ہوں اس لیے امامت کا زیادہ حقدار میں ہوں۔ آپ حضور علیہ السلام کے سلاح بچھے دے دیں۔ حضرت زین العابدینؑ نے کہا: اسے چچا! خدا سے ڈرو اور جس چیز کے تم سزاوار نہیں ہو اس کا دعویٰ نہ کرو۔ دوسری دفعہ محمد بن حنفیہؑ نے مبالغہ سے کام کیا تو آپ نے فرمایا: اے چچا! اؤ حاکم کے پاس چلیں جو ہمارے مابین فیصلہ صادر کرے۔ محمد بن حنفیہؑ نے کہا: وہ کون سا حاکم ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ حجر الاسود ہے۔ دونوں وہاں پہنچے تو حضرت زین العابدینؑ نے کہا: اے چچا! بات کرو۔ انہوں نے بات کی تو کوئی جواب نہ ملا۔ بعد ازاں آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کو اس کے صفاتی ناموں سے پکارا جس سے حجر الاسود ہاتھیں گانے لگا پھر آپ نے اپنا چہرہ حجر الاسود کی طرف کر کے کہا: تجھے اس پروردگار کی قسم ہے جس نے اپنے بندوں کے وعدے تجھ پر رکھے ہوئے ہیں۔ ہمیں اطلاع دو کہ حسین علیہ السلام کے بعد امامت و

وصایت کا کہے تھے، حجر الاسود کانپ اٹھا قریب تھا کہ اپنی جگہ سے گر پڑے۔ لیکن پھر نصیح و مبلغ زبان میں کہا: اے محمد بن حنفیہ! یہ چیز مستلزم ہے کہ حسین علیہ السلام کے بعد امامت و وصایت کا حق علی بن حسین علیہما السلام کو ہے۔

ایک دفعہ طواف کرتے ہوئے ایک عورت اور ایک مرد کے ہاتھ حجر الاسود سے چمٹ گئے۔ ہر چیز کو شش کی گئی لیکن وہ چمٹے ہی رہے۔ لوگوں نے رائے دی کہ ان کے ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے۔ اسی اثناء میں حضرت زین العابدین وہاں آنکلیے اور انہیں دیکھ کر آگے آگئے۔ آپ نے اپنا دست مبارک ان کے ہاتھوں پر پھیرا تو ان کے ہاتھ چھوٹ گئے اور وہ وہاں سے چلے گئے۔

عبد الملک اور امام زین العابدین
عبد الملک بن مروان نے حجاج کو تحریری طور پر ہدایت کی کہ وہ بنی عبد الملک کے قتل سے

باز آجائے کیونکہ آل ابوسفیان اس بارے میں مبالغہ کرتی ہے کہ ان (بنو امیہ) کی سلطنت جلد ہی ختم ہو جائے گی۔ عبد الملک نے یہ غلط سیغہ راز میں رکھ کر ارسال کیا جس سے حضرت زین العابدین مطلع ہو گئے۔ آپ نے عبد الملک بن مروان کو لکھا کہ کیا تم نے فلاں دن اور فلاں وقت حجاج بن یوسف کو کوئی ایسا خط تحریر کیا ہے۔ مجھے حضور علیہ السلام نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ خط اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا ہے جس کے باعث تیرے ملک کو اس نے ثبات و دوام بخشا ہے۔ آپ نے وہی عبارت لکھ کر خط ایک غلام کو دیا اور اسے اپنی اونٹنی پر سوار کر کے عبد الملک کی طرف بھیج دیا۔ عبد الملک نے خط کی تاریخ کو اپنے خط کے مطابق پایا تو اسے آپ کے حق پر ہونے کا اعتبار آیا۔ بہت خوش ہوا اور اسی اونٹنی پر اتنے درہم و دینار لاد کر آپ کو بھیج دیئے جن کی وہ متحمل ہو سکتی تھی۔

منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ حج کے دنوں میں
مختار ثقفی کی انتقامی کارروائیاں
میں حضرت زین العابدین کو ملنے گیا تو آپ

نے مجھ سے خزیمہ بن کابل الاسدی کے متعلق پوچھا۔ میں نے عرض کی کہ وہ کوفہ میں موجود ہے۔ آپ نے اس کے لیے بریں الفاظ بددعا کی:

اللہم اوقدہ حرّاً بحدید اللہم اوقدہ حرّاً النار۔

اے اللہ! اسے لوہے کی حرارت سے جلا دے۔ اے اللہ! اسے آگ کی حرارت سے جلا دے۔

جب میں کوفہ میں واپس آیا تو معلوم ہوا کہ مختار بن ابی عبید خروج کر چکا تھا۔ میں نے اس سے زنتہ دوستی مضبوط کیا اور اس سے ملنے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر گیا۔ اس کے ہاں گیا تو وہ بھی گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا۔ میں اس کی معیت میں ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں اس نے ایک شخص کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔ اچانک خزیمہ کو حاضر کیا گیا۔ مختار نے کہا: الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تم پر حاوی کیا ہے اس نے جلاؤ کو بلایا تاکہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دے۔ اس کے بعد اس نے آگ لانے کے لیے کہا جس میں خزیمہ کو پھینک دیا گیا اور وہ جل گیا۔ میں نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا تو کہا سبحان اللہ۔

مختار نے مجھے "سبحان اللہ" کہنے کی وجہ پوچھی تو میں نے حضرت زین العابدینؑ کی بددعا کا قصہ سنا دیا اس نے مجھے قسم دے کر اس کی تصدیق چاہی۔ میں نے کہا: ہاں میں نے ان سے خود سنا ہے۔ مختار گھوڑے سے نیچے اتر اور رکعت نماز نفل ادا کی اور بعد ازاں دیر تک سجدے میں پڑا رہا۔ سر سجدے سے اٹھا کر وہاں سے چل دیا۔ میں بھی اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستے میں

لے مختار بن ابی عبیدہ ثقفی ایک مکار اور شیاد شخص تھا جو حضرت حسین علیہ السلام کا قصاس لینے کے بہانے حُب جہا کے حصول کے لیے منقذ شہود پر آیا اس شخص نے مختلف طریقوں سے لوگوں کو اپنی روحانی طاقتوں کا معتقد بنایا کبھی کہتا ہیں مہدی ہوں کبھی کہتا ہیں نبی ہوں۔ اس نے حصول شہرت کے لیے امام محمد بن حنفیہ کو مہدی موعود قرار دیا اور خود ان کا خلیفہ بن کر مشغول کار ہوا۔ لوگوں میں شہرت و عزت حاصل کرنے کے لیے اس نے قاتلان حسین علیہ السلام کو سخت سزا میں دیں۔ اس نے بعض بے گناہ انسانوں کو بھی اپنے نلکے دستم کا نشانہ بنایا۔ جمعہ میں ہیرہ سے حضرت علیؑ کی کرسی طلب کی تو اس نے ایک روغن فروش سے اسی طرح کی کرسی لا کر دے دی۔ مختار اس کے سامنے نماز ادا کرتا اسے بوسے دیتا اور اسے نشانی فتح و ظفر سمجھتا۔ اس کرسی کو تابوت سکینہ کا ہم پایہ سمجھ کر مریدوں کو اسے بوسہ دینے اور اس کی وساطت سے طلب فتح و نصرت کے لیے تلقین کرتا۔ اس نے بہت سے لوگوں سے محاربہ کیا۔ آخر اس کا پول کھل گیا اور ایک جنگ میں طرفہ و طرف پسران عبد اللہ بن وجاہ حنفی کے ہاتھوں ۶۷ ہجری میں مارا گیا۔ مصعب بن عمیر نے اس کے دونوں ہاتھ کٹوا کر جامع مسجد کوفہ کے دروازے پر لٹکا دیئے جو حجاج کے عہد امارت تک وہاں لٹکے رہے۔

میرا گھر تھا میں نے ازراہ اخلاق اُسے گھر پر ٹھہرنے کے لیے کہا تاکہ کھانا حاضر کروں۔ مختار بولا: اسے منہال! جب تم نے مجھے خود بتایا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے حضرت زین العابدینؑ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا ہے تو پھر مجھے کچھ کھانے کے لیے کیوں کہتا ہے یہ تو آج شکرانے کا روزہ رکھوں گا کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے اس کی توفیق بخشی ہے کہ میں نے حضرت زین العابدینؑ کی فرمائش کے مطابق خزیمہ کو سزا دی ہے۔

حضرت محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم

آپ امام پنجم ہیں۔ آپ کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر ہے۔ آپ کو باقر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ مختلف علوم میں وسعت نظر کے مالک تھے اور ان کی خوب تشریح و تصریح فرماتے آپ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا جو حسن بن علی کی بیٹی تھیں۔ آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں ماہِ سفر کی تیسری تاریخ کو بروز جمعہ المبارک ستاون ہجری میں ہوئی۔ یعنی حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے تین سال پہلے۔ آپ نے ۱۱۴ ہجری میں ستاون سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کی قبر حینت البقیع میں اپنے والد معظم کے پاس ہے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وقت آکر سلام کیا جب ان کی بصارت ختم ہو چکی تھی۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور پوچھا، آپ کون ہیں؟ میں نے بتایا کہ میں محمد بن علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں۔ جابر نے کہا، اسے میرے بیٹے امیرے نزدیک آؤ۔ میں قریب آیا تو انہوں نے میرے ہاتھ چوم لئے اور پاؤں چومنے کے لیے بھی خواہش کا اظہار کیا۔ میں دُور جا کھڑا ہوا تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام بھیجا ہے۔ میں نے کہا: حضور پر بھی صلوة و سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہو۔ پھر میں نے پوچھا: اسے جابر! یہ سب کچھ کیونکر ہوا ہے؟ جابر نے کہا: ایک دن میں حضور علیہ السلام کے پاس تھا تو آپ نے مجھے فرمایا: اسے جابر! شاید تمہاری ملاقات میرے ایک فرزند سے ہو جسے محمد بن علی بن حسین کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ اسے انوار و حکم عطا کرے گا۔ تم اسے میرا سلام ارسال کروینا۔

ایک اور روایت میں حضرت جابر سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مجھے فرمایا: اسے جا بڑا ہو سکتا ہے تو حسینؑ کے ایسے بیٹے سے ملاقات کرنے کے لیے زندہ رہے جس کا نام محمدؑ ہے اور جو علم دین کی خوب اشاعت و تصریح کرے گا جب تیری اس سے ملاقات ہو تو اسے میرا سلام کہنا۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جا بڑے سے فرمایا کہ تمہاری زندگی اس سے ملاقات کے بعد چند روز ہوگی۔ چنانچہ آپؐ سے ملاقات کے بعد حضرت جا بڑے کا انتقال ہو گیا۔

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت سی کرامات و خرق عادات صادر ہوئیں۔

کرامات حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ ہم

ہشام بن عبدالمکب کے گھر کے پاس سے اس وقت گزرے جب وہ اس کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم یہ گھر خراب و خستہ ہو جائے گا اور لوگ اس کی مٹی بھک کو اکھاڑ کر لیا جائے گی یہ پتھر جن سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے کھنڈرات میں تبدیل ہو جائیں گے۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے آپ کی اس بات سے تعجب ہوا کہ ہشام کے گھر کو کون خراب اور تباہ کر سکتا ہے جب ہشام نے وفات پائی تو ولید بن ہشام کے کہنے پر اس کو مسمار کر دیا گیا اور مٹی کو اس حد تک کھودا گیا کہ مکان کی بنیاد کے پتھر نظر آنے لگے میں نے خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

اسی راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت باقر کے ساتھ تھا کہ آپ کا بھائی زید بن علیؑ ہمارے پاس سے گزرا۔ آپ نے فرمایا: بخدا یہ کو فر میں خروج کرے گا اور لوگ اسے قتل کریں گے اور اس کے سر کو گلی کو چوں میں پھراتے ہوئے یہاں لے آئیں گے اور نیزے پر لٹکادیں گے۔ ہمیں آپ کی ان باتوں سے تعجب ہوا کیونکہ مدینہ میں کبھی کسی کو نیزہ پر نہیں لٹکایا گیا تھا لہذا جب ان کے سر کو لایا گیا تو اس سے ساتھ شولی بھی لے آئے۔

ایک دوسرے راوی کا بیان ہے کہ امام جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میرے باپ نے مجھے وصیت کی کہ جب میں مروں تو میری تغسیل و تدفین خود کرنا کیونکہ امام کے لیے یہ کام امام ہی سرانجام دیتا ہے۔ ایک دوسرے شخص نے کہا کہ آپ کا بھائی عبد اللہ جلد ہی دعویٰ امامت

کرنے والا ہے کیونکہ وہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے چھوڑو اس کی عمر بہت کم ہوگی۔ جب میرے والد نے وفات پائی تو میں نے انہیں غسل دیا اور میرے بھائی عبداللہ نے دعویٰ امامت کیا اور اس مدت سے زیادہ زندہ نہ رہا جتنی کہ میرے والد نے بتائی تھی۔

فیض بن مضر کہتے ہیں میں حضرت امام جعفر امام باقر کے ہاں حاضر ہوا تو میں نے چاہا کہ میں نمازِ عشاء گزارنے کے لیے جگہ کے ہاں سوال کروں۔ میں نے ابھی سوال بھی نہ کیا تھا کہ آپ نے حدیث بیان کر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی کٹادہ زمین پر جہاں گھاس کثرت سے ہو نماز ادا کر لیا کرتے تھے۔

ایک اور راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت باقرؑ سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ لوگوں نے مجھے کہا، اجلت سے کام نہ لو کیونکہ ان کے پاس تمہارے بھائی بند بیٹھے ہیں۔ ابھی وہ باہر نہ آئے تھے کہ بارہ افراد تنگ قبائوں میں ملبوس اور ہاتھ پاؤں میں دستا نے اور موزے پہنے ہوئے باہر آئے۔ انہوں نے السلام علیکم کہا اور چلے گئے۔ اس کے بعد میں حضرت باقرؑ کے پاس حاضر ہوا میں نے پوچھا یہ کون تھے جو ابھی ابھی آپ کے پاس سے گئے ہیں مجھے تو کچھ پتہ نہیں چلایا کون تھے آپ نے فرمایا، یہ تمہارے بھائی جن ہیں۔ میں نے پوچھا کیا آپ انہیں دیکھ لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، ہاں جس طرح تم حلال و حرام کے متعلق استفتاء کرتے ہو اسی طرح وہ بھی آکے پوچھتے ہیں۔

حضرت جعفر بن محمدؑ سے روایت ہے کہ ایک دن میرے والد نے مجھ سے کہا میری عمر صرف پانچ سال رہ گئی ہے۔ جب انہوں نے وفات پائی تو ہم نے ماہ و سال شمار کیے وہی مدت نکلی جتنی آپ نے بتائی تھی۔

ایک اور راوی نے کہا ہے کہ ہم حضرت محمد بن علیؑ کے ساتھ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی درمیانی وادی میں سفر کر رہے تھے اس وقت آپ ایک خچر پر سوار تھے، میں ایک گدھے پر سوار تھا اچانک میں نے دیکھا کہ کوئی شخص پہاڑی سے اتر کر ان کے نزدیک آیا۔ وہ آپ کے خچر کی نگہبانی کرتا رہا اور ایک بھڑیا اپنے ہاتھوں کو خچر کی زین کے آگے رکھ کر بہت دیر تک ان سے گفتگو کرتا رہا، وہ سنتے رہے۔ آخر آپ نے اس بھڑیے سے کہا اب چلے جاؤ جس طرح تم چاہتے تھے میں نے کر دیا ہے۔ بھڑیا چلا گیا۔ آپ نے مجھ سے کہا: تجھے پتہ ہے یہ کیا کہتا تھا۔ میں نے کہا

اللہ، اس کا رسول اور اس کا بیٹا زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ کہہ رہا تھا میری جنت اس وقت دروازہ میں مبتلا ہے دعا کیجئے تاکہ خدا تعالیٰ اسے خلاصی دے اور میری نسل سے کسی کو بھی آپ کے ارادت کیشوں پر مستط نہ کرے۔ چنانچہ میں نے دعا کی۔

بزرگانِ سلف میں سے ایک کا بیان ہے کہ مکہ میں مجھ پر محمد بن علی بن حسینؑ کا شوق دیدن غالب آیا تو میں بالخصوص ان کے لیے مدینہ گیا۔ جس رات میں مدینہ منورہ پہنچا، سخت بارش ہوئی جس کے باعث سردی بڑھ گئی۔ نصف شب گزر چکی تھی تو میں آپ کے گھر پہنچا۔ میں ابھی اسی فکر میں تھا کہ آپ کا دروازہ اسی وقت کھٹکھٹاؤں یا صبر سے کام لوں کہ صبح کو وہ خود ہی باہر تشریف لے آئیں اچانک آپ کی آواز سنائی دی۔ آپ نے کہا: اسے لونڈی افلاں شخص کے لیے دروازہ کھولو کیونکہ آج رات اسے سخت سردی لگی ہے۔ لونڈی آئی اور دروازہ کھولا اور میں اندر چلا گیا۔

ایک دوسرے شخص کا بیان ہے کہ میں آپ کے در دولت پہ گیا تو آپ نے میرے سوا ہر ایک کو طے کی اجازت دے دی میں بہت غمگین و اندوہ لگیں گھر واپس آیا۔ مجھے اس رات نیند بھی نہ آئی۔ مجھے بہت تشویش ہوئی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ واپس مکہ مکرہ چلا جاؤں۔ اگر مرجیہ لوگوں کے ساتھ جاؤں تو وہ یوں کہتے ہیں اگر قدریہ کی جماعت کے ساتھ جاؤں تو وہ یوں کہیں گے۔ اگر حروریہ کے ساتھ جاؤں تو وہ یوں کہتے ہیں۔ اگر زیدریہ کے ساتھ جاؤں تو وہ اس طرح کہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی باتیں تخریب و فساد سے خالی نہیں۔ میں اسی ذہنی کشمکش میں تھا کہ صبح کی نماز کی اذان ہو گئی۔ اچانک کسی کے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنائی دی۔ میں نے کہا: کون ہے؟ وہ بولا: میں محمد بن علی بن حسینؑ کا قاصد ہوں۔ میں باہر آیا تو اس نے کہا: آپ تجھے یاد فرما رہے ہیں۔ میں کپڑے پہن کر وہاں گیا اور جب آپ سے ملا تو آپ نے کہا: اسے فلاں! تم نے مرجیہ کے ساتھ لوٹو، نہ قدریہ کے ساتھ نہ زیدریہ کے ساتھ، نہ حروریہ کے ساتھ بلکہ تم ہماری طرف لوٹو۔

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں مدینہ میں تھا کہ اچانک دُور سے تاریکی ظاہر ہوئی۔ یہ تاریکی کبھی گہری ہو جاتی اور کبھی غائب ہو جاتی۔ جو نہی میرے قریب آئی تو میں نے دیکھا کہ ایک سات آٹھ سالہ بچہ مجھے السلام علیکم کہہ رہا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ بعد ازاں میں نے اس سے

پوچھا: آپ کہاں سے آئے ہیں؟

اس نے جواب دیا: میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں۔

میں نے پوچھا: تمہارا زادِ راہ کیا ہے؟

اس نے کہا: میرا زادِ راہِ تقویٰ ہے۔

میں نے پوچھا: تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں ایک عربی انسان ہوں۔

میں نے پوچھا: تمہارا کس خاندان سے تعلق ہے؟

اس نے کہا: میں قریشی ہوں۔

میں نے پوچھا: آپ کا خاص کر کس قبیلے سے تعلق ہے؟

اس نے کہا: میں ہاشمی ہوں۔

میں نے پوچھا: آپ کس کے بیٹے ہیں؟

اس نے کہا: میں سلوی ہوں۔

اس کے بعد اس نے گیت گانا شروع کر دیا۔

ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت باقرؑ سے پوچھا کہ اللہ جل جلالہ پر بندے کا کیا

حق ہے؟ آپ نے اپنا چہرہ مجھ سے پھیر لیا۔ میں نے تین بار اپنا سوال دہرایا۔ تیسری دفعہ آپ

نے فرمایا کہ خدا پر میرا حق یہ ہے کہ وہ اس کھجوروں کے جھنڈ کو کہے کہ ادھر آؤ تو وہ آجائے۔ آپ نے

جڑنی اس جھنڈ کو اشارہ کیا تو میں نے دیکھا کہ وہ حرکت میں آگیا تاکہ آپ کی طرف آجائے۔

لیکن آپ نے اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ پر قائم رہے کیونکہ آپ نے اسے اس طرح آنے کے لیے

نہیں کہا تھا۔

ایک اور بزرگ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت باقرؑ کے ہاں گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔

ایک کنیز باہر آئی، وہ جوانی میں قدم رکھ رہی تھی مجھے بہت اچھی لگی۔ میں نے اس کے پستانوں کو

چموتے ہوئے کہا، اپنے آقا سے کہو فلاں شخص دروازے پر حاضر ہے۔ اندر سے آواز آئی

کہ اندر آ جاؤ، تو میں نے اشارہ کیا کہ میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ میں نے

نہ تھا۔ آپ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو لیکن یہ کبھی تصور نہ کرنا کہ یہ درو دیوار ہماری آنکھوں کے سامنے
 ویسے ہی بحیثیت نجاب ہوتے ہیں جیسے تمہاری آنکھوں کے سامنے! اگر ایسا ہو تو تمہارے ہمارے
 درمیان فرق کیا رہا۔ اب کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔

ایک اور راوی کا بیان ہے کہ دو عورتیں بنام جبابہ اور اہلبیہ حضرت باقرؑ سے ملنے آئیں۔
 آپ نے فرمایا: تم ہمارے پاس دیر سے کیوں آئی ہو؟

جبابہ بولی کہ میرے بال سفید ہو گئے ہیں میں انہیں ٹھیک کرنے میں مشغول رہتی ہوں۔
 حضرت باقرؑ نے فرمایا: مجھے دکھاؤ۔ اس نے دکھائے تو آپؑ نے اپنا دست مقدس
 ان پر پھیرا جس سے وہ سیاہ ہو گئے۔

پھر فرمایا: اسے آئینہ دکھاؤ۔ اس نے آئینہ دیکھا تو اس کے بال سیاہ ہو چکے تھے۔

ایک راوی کہتا ہے کہ میں حضرت باقرؑ کے ساتھ مسجد نبویؐ میں بیٹھا تھا ان دنوں حضرت

زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو چکا تھا۔ اچانک داؤد بن سلیمان اور منصور دوانقی
 آ گئے۔ داؤد حضرت باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن دوانقی کسی اور جگہ بیٹھا رہا۔ حضرت باقرؑ
 نے پوچھا: دوانقی میرے پاس کیوں نہیں آیا؟ داؤد نے معذرت پیش کی۔ آپ نے فرمایا: کچھ
 دنوں بعد دوانقی مخلوق خدا کا سا کم ہو گا اور مشرق و مغرب اُس کی ملک ہوں گے۔ اس کی عمر بھی
 بہت طویل ہوگی اور اتنے خزانے جمع کرے گا کہ اس سے پہلے کسی نے بھی جمع نہ کیے ہوں گے
 داؤد اُسٹھے اور سارا قصہ دوانقی کو سنایا۔ دوانقی حاضر خدمت نہ اور کہا: آپ کے ہاں آنے پر
 بجز آپ کے اجلال و اکرام کے کوئی چیز مانع نہ تھی۔ پھر پوچھا: داؤد کیا کہتا ہے؟ فرمایا:
 سچ کہتا ہے اور ایسا ہی ہو گا۔ پھر پوچھا: آیا ہماری سلطنت آپ کی سلطنت سے پہلے ہوگی۔
 آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے پھر پوچھا: ہماری سلطنت زیادہ دیر چلے گی یا بنو امیہ کی؟ آپ نے
 فرمایا: تمہاری سلطنت زیادہ دیر رہے گی لیکن بچوں کے ہاتھوں میں رہے گی جس سے کھیتے رہیں گے
 جیسے گیند سے کھیتے ہیں۔ بس یہی ہے جو میں نے اپنے والدِ محترم سے سنا ہے۔ چنانچہ جب
 دوانقی والی ملک بنا تو اُسے حضرت باقرؑ کی باتوں پر سخت تعجب ہوا (کیونکہ وہ حرفِ برف
 سچی نکلیں)

حضرت ابو بصیر جو آنکھوں کی روشنی سے محروم ہو گئے تھے کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت باقرؓ سے کہا: کیا آپ محافظِ دین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ آپ نے کہا: ہاں آپ ان کے علوم کے وارث ہیں۔ میں نے کہا: کیا تمہیں بھی وہ علوم میراث میں ملے ہیں؟ آپ نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: آپ کو یہ طاقت ہے کہ مردوں کو زندہ کر دیں، مادرزاد اندھوں کو بینا کر دیں اور کوہڑیوں کو چنگا بھلا کر دیں نیز یہ بتائیں کہ لوگ اپنے گھروں میں کیا کھاتے ہیں اور کیا بچا کر رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں میں اللہ کے حکم سے بنا سکتا ہوں۔ پھر فرمایا: میرے سامنے آ کر بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے چہرے پر پھیرا۔ میری آنکھیں روشن ہو گئیں۔ چنانچہ میں نے کوہ و بیابان اور زمین و آسمان کی وسعتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ نے پھر اپنا ہاتھ میرے چہرے پر پھیرا تو میں اپنی پہلی حالت پر آ گیا آپ نے مجھ سے پوچھا: ان دو حالتوں میں سے کس حالت کو پسند کرتے ہو یہ کہ تمہاری آنکھیں دست ہو جائیں اور تمہارا حساب خدا کے سپرد ہو یا تمہاری آنکھیں ایسی ہی رہیں اور تم بغیر حساب کے جنت الفردوس میں جاؤ۔ میں نے کہا: میں تو اس چیز کو پسند کرتا ہوں کہ میں نابینا ہی رہوں اور جنت میں بے حساب و کتاب جاؤں۔

ایک اور راوی کہتے ہیں کہ ہم تقریباً پچاس افراد حضرت امام باقرؓ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک اور شخص بھی حاضر ہوا جس کا کاروبار خرافہ فروشی تھا۔ اس نے حضرت باقرؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ کوفہ میں ایک شخص یہ گمان رکھتا ہے کہ آپ کے پاس ایک فرشتہ ہے جو کافر کو مومن سے اور دوست کو دشمن سے ممتاز کر کے آپ کو مطلع کر دیتا ہے۔ حضرت باقرؓ نے اس سے پوچھا: تم کیا کام کرتے ہو؟ اس نے کہا: میں کبھی کبھی جو بھی بیچ لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: یہ بھی غلط ہے تم تو کھجوریں بیچتے ہو۔ اس شخص نے کہا: آپ کو یہ کیسے پتہ چلا ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے فرشتہ ربانی مطلع کر دیتا ہے کہ فلاں تمہارا دوست ہے یا دشمن! ہاں دیکھو تم فلاں بیماری کے سوا کسی اور بیماری سے نہ مرو گے۔ راوی کہتا ہے جب میں کوفہ واپس گیا اور اس شخص کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے کہا وہ اسی بیماری سے مر گیا ہے جو حضرت باقر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمائی تھی۔

ایک دوسرے راوی کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت باقرؓ گھوڑے پر سوار کہیں جا رہے تھے تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ابھی تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ دو آدمیوں سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت باقرؓ نے فرمایا: یہ چور ہیں انہیں پکڑ لو اور مضبوطی سے باندھ دو۔ آپ کے غلاموں نے انہیں اچھی طرح باندھ دیا۔ آپ نے اپنے ایک معتمد سے فرمایا: اس پہاڑ پر جاؤ وہاں ایک غار ہے اس میں سے جو بھی ملے وہ لے آؤ۔ وہ لیا اور وہاں سے دو صندوق سامان کے بھر کے لے آیا۔ ایک صندوق میں کسی اور جگہ سے سامان بھر لایا۔ آپ نے فرمایا: ان کے مالکوں میں سے ایک یہاں موجود ہے اور دوسرا موجود نہیں۔ جو نبی ہم دینے واپس پہنچے تو ان میں سے ایک نے دوسرے پر استسحاق کا دعویٰ کر رکھا تھا اور دینے کے گورزا سے سزائش کر رہے تھے۔ حضرت باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان کو سزائش نہ کیجئے۔ پھر آپ نے دونوں صندوق ان کے مالکوں کو دے کر فرمایا کہ چوروں کے ہاتھ کاٹ دو۔ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ ان چوروں میں سے ایک چور نے کہا: اللہ کا شکر ہے میرا ہاتھ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کاٹا گیا اور ان کے دستِ حق پرست پر ہی میری توبہ قبول ہوئی۔ آپ نے فرمایا: ہاں توبہ کا عہد کرو کیونکہ ایک سال کے بعد تم اس دار فانی سے چلے جاؤ گے۔ اس شخص نے توبہ کر لی اور توبہ کے بعد پورا ایک سال جیا۔ اس کے تین روز بعد اس صندوق کا ایک اور مالک آ موجود ہوا۔ آپ نے اس سے کہا: تمہارے صندوق میں ایک ہزار دینار ہے جو تمہارا ہے اور ایک ہزار دینار کسی اور کا ہے اور کچھ اس اس طرح کے کپڑے بھی ہیں۔ اس نے کہا: اگر جناب کو پتہ ہے تو اس کا نام بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: اس کا نام محمد بن عبدالرحمن ہے جو بہت صالح اور نیک بخت آدمی ہے۔ وہ بہت زیادہ صدقہ و خیرات کرتا ہے اور پابندی سے نماز ادا کرتا ہے۔ اب دروائے پر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ جس شخص سے آپ یہ باتیں کر رہے تھے وہ نصرانی تھا۔ اس نے بہ سچی باتیں سنیں تو کہا: لاریب اللہ ہی ایک ایسی بستی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ کہہ کر وہ مسلمان ہو گیا۔

جناب ابولبیبؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت باقرؓ نے فرمایا کہ مجھے ایک ایسے شخص کا حال معلوم ہے جو اگر دریا کے کنارے کھڑا ہو جائے تو دریا کے تمام جانوروں، ان کی ماؤں، چچیوں اور

نہاں کے نام جان لیتا ہے۔

ایک راوی کہتا ہے ہم ایک گروہ کی شکل میں حضرت باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانے پر حاضر ہوئے تو ہمیں ایک شخص کی خوش الحانی سے کچھ سریانی زبان میں پڑھنے کی آواز سنائی دی۔ ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کوئی اہل کتاب کچھ پڑھ رہا ہے ہم اندر گئے تو آپ کے سوا کوئی شخص موجود نہ تھا۔ ہم نے عرض کی کہ ہمیں ابھی ابھی ایک شخص سریانی میں کچھ پڑھتا ہوا سنائی دیا تھا وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا، مجھے فلاں نبی کی مناجات یاد ہے جب میں اُسے پڑھتا ہوں تو وہ مجھے رُلا دیتی ہے۔

ایک دن ابن عکاشہؓ حضرت باقرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کے فرزند ارجمند حضرت امام جعفرؓ بھی آپ کے پاس کھڑے تھے ابن عکاشہؓ نے کہا: اب تو ماشاء اللہ حضرت جعفرؓ جو ان ہو گئے ہیں ان کی شادی ہونی چاہئے۔ آپ ان کی شادی کیوں نہیں کرتے؟ اس وقت حضرت باقرؓ کے پاس سر بھر سونے کی ایک تھیلی تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ تھیلی لے جاؤ اور ایک لوٹھی خرید لاؤ۔ ہم بروہ فروش کے پاس گئے تو اس نے کہا: میرے پاس جو تھی وہ بیچ چکا ہوں۔ ہاں البتہ ایک دو لوٹھیاں ہیں جو ایک دوسری سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ ہم نے کہا: انہیں باہر لاؤ تاکہ دیکھ لیں۔ دونوں باہر آئیں تو ایک کو ہم نے پسند کر لیا۔ میں نے کہا: اس کی کیا قیمت لے گا؟ اس نے کہا: ستر ہزار دینار۔ ہم نے کہا: کچھ تو کم کیجئے۔ کتنے لگا: ایک کوڑی کم نہ ہوگی۔ آخر ہم نے اس سے کہا: ہم اس لوٹھی کو اس تھیلی میں جو بھی ہے کے عوض خریدنا چاہتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ اس میں کتنے دینار ہیں۔ بروہ فروش کے پاس ایک سفید سراور سفید ریش شخص تھا جس نے تھیلی کھولنے کے لیے کہا۔ بروہ فروش بولا: اسے مت کھولئے اگر ستر ہزار دینار سے ایک کوڑی بھی کم نکلی تو میں بگڑ فروخت نہیں کروں گا۔ اس پر اس بزرگ نے تھیلی کھول کر جو بھی اس میں تھا اس کا وزن کرنے کے لیے کہا۔ ہم نے تھیلی کو کھول کر وزن کیا تو سونا بے کم و کاست ستر ہزار دینار کی مالیت کا نکلا۔ چنانچہ ہم نے لوٹھی خریدی اور لا کر حضرت باقرؓ کی خدمت میں پیش کر دی۔ اس وقت بھی حضرت جعفرؓ آپ کے پاس کھڑے تھے۔ ہم نے حضرت باقرؓ کو تمام ماجرا سنایا۔ آپ کی زبان پر فوراً الحمد للہ کے الفاظ آئے۔ پھر میں نے اس لوٹھی سے پوچھا: تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے جواب دیا: میرا نام حمیدہ ہے۔ آپ نے فرمایا: تو دنیا میں

میدو ہے اور آخرت میں سُود۔ پھر آپ نے اس سے یوچھا: کیا تم کنواری ہو یا غیر باکرہ؟ اس نے کہا: میں کنواری ہوں۔ آپ نے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی لونڈی بردہ فروشوں کے ہاتھوں سلامت رو سکتی ہے اس نے کہا: جب یہ بردہ فروش میرے نزدیک آکر کسی بُرائی کا ارادہ کرتے تو یہ سفید سر اور سفید ریش بزرگ آگے آکر اس کے منہ پر طمانچہ مارتے اور اسے مجھ سے دُور کر دیتے۔ اور ایسا کئی بار ہوا۔ یہ سن کر حضرت باقرؑ نے لونڈی کو حضرت جعفرؑ کے حوالے کر دیا، جس کے شکم سے بہترین خلعتی حضرت موسیٰ بن جعفرؑ پیدا ہوئے۔

ایک دن آپؑ مدینہ میں چند آدمیوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپ نے اپنا سر نیچے جھکا لیا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ تمہاری حالت یہ ہوگی کہ کسی وقت کوئی شخص مدینہ میں چار ہزار افراد کے ساتھ آکر نین روز تک قتل عام کرے گا۔ پھر تمہارے مقابلوں کو قتل کرے گا۔ وہ تمہارے لیے بہت سے مصائب پیدا کر دے گا جن کو تم دُور نہ کر سکو گے۔ یہ واقعہ آئندہ سال ہوگا تمہیں اس سے بچنا چاہئے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں سچ کہتا ہوں۔ اسے یقین محکم سے مانو لیکن اہل مدینہ نے آپ کی ان حقیقت افروز باتوں کی طرف توجہ نہ دی اور چند آدمیوں کے سوا سب کہنے لگے: ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ بنی ہاشم کو معلوم تھا کہ آپؑ جو بھی کہہ رہے ہیں سچ کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ آئندہ سال حضرت باقرؑ تمام بنو ہاشم کے ساتھ مدینہ سے باہر چلے گئے۔ اس کے بعد نافع الارزق مدینہ میں آیا اور اس نے وہی کچھ کیا جو آپؑ نے فرمایا تھا۔ اس واقعہ کے بعد اہل مدینہ نے کہا اب حضرت باقرؑ جو بھی فرمائیں گے ہم اس سے سر موٹنا ورنہ نہیں کریں گے کیونکہ یہ اہل بیت نبوت سے ہیں اور جو بھی کہتے ہیں حق و صداقت پر مبنی ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؑ

آپ امام ششم ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور بعض کے نزدیک ابو اسماعیل ہے۔ آپ "صادق" کے اشرہ ترین لقب سے معروف ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام اتم فردہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر الصدیق ہے۔ اتم فردہؑ کی ماں حضرت اسماء بنت عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق ہیں۔ اسی باعث حضرت جعفرؑ نے فرمایا کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو بار جنم دیا۔

آپ کی ولادت بتعام مدینہ منورہ ۳۲ھ میں بروز سوموار ماہ ربیع الاول کے آٹھویں
 عشرہ میں ہوئی اور وفات بروز سوموار نعتِ رجب المرجب ۳۲ھ میں ہوئی۔ آپ کی قبر
 بستان البقیع واقع مدینہ منورہ میں ہے۔ اسی جنت البقیع میں آپ کے والد حضرت امام باقرؑ
 آپ کے دادا حضرت زین العابدینؑ اور ان کے تایا حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبریں ہیں
 اللہ تعالیٰ ان کی قبر سے ہر قسم کا فتنہ دور رکھے اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم و مشرف ہو۔ آپ
 علمائے اہل بیت سے ہیں اور ان میں سے تمام سے اعلم ہیں اور اس قدر کثرتِ علوم مفیضہ
 بر ان کے قلب پر نازل ہوئے ان کا احاطہ فہم و ادراک نہیں کر سکتے اور یہی علوم آپ سے روایت
 کئے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ کتاب جعفر جو عبد المؤمن کے توسط سے مغرب میں رائج ہے
 آپ کا ہی کلام ہے۔ یہ کتاب جعفر کے نام سے مشہور ہے جو آپ کے اسرارِ علوم پر مشتمل ہے
 اور اس کا تذکرہ حضرت سیدنا امام علی بن موسیٰ کے ملفوظات میں صریحاً پایا جاتا ہے۔ یہی
 وجہ ہے جس وقت مامون الرشید نے آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو آپ نے فرمایا: جعفر و جامعہ
 دونوں ایک دوسرے کا خلاف ہیں۔ آپ اس دعویٰ میں سچے تھے کیونکہ آپ فرمایا کرتے
 تھے کہ ہمارے علوم غابر و مزبور ہیں جنہیں ہم سینوں میں چھپانے رکھتے تھے اور کانوں
 تک پہنچا دیتے ہیں اور پھر ہمارے پاس جعفر احمر، جعفر ابیض اور مصحفِ فاطمہؑ بھی ہے۔
 لیکن علم جامعہ میں وہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں جن سے لوگوں کو واسطہ رہتا ہے۔ ان کی
 تفسیر و تشریح بھی لوگ ہم سے پوچھا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: غابر وہ علم ہے جس کی روشنی
 میں مستقبل کے تمام حالات سے آگاہی ہوتی ہے اور مزبور وہ علم ہے جس کی روشنی سے
 گزشتہ واقعات کا علم ہوتا ہے اور وہ علم جو دل میں پوشیدہ ہوتا ہے اس سے مراد الہام ہے
 اور وہ جو لوگوں کے کانوں تک پہنچاتے ہیں یہ ملائکہ کی باتیں ہیں جن کو ہمارے کان ہی سن
 سکتے ہیں اور کوئی ان کی شخصیتوں کو نہیں دیکھ سکتا، لیکن جعفر احمر حضور علیہ السلام کا ایک قسم کا
 اسلحہ ہے اور ہم اہل بیت اس کو کبھی بھی ظاہر نہیں کرتے جب تک کہ اہل بیت سے عین و برکت
 حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔ لیکن جعفر ابیض سے مراد یہ ہے کہ تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک
 کے ماہِ معلوم حاصل کیے جائیں، لیکن مصحفِ فاطمہؑ سے مراد یہ ہے کہ اس میں وہ تمام واقعات و اسما

جو قیامت تک ظاہر ہونے والے ہیں موجود ہیں، اور جامعاً ایک ایسی کتاب ہے جو ستر گز لمبی ہے اس کی عبارت حضورؐ نے ترتیب دی ہے، اس کو حضرت علیؑ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور قیامت تک انسانوں کی ضرورت کی ہر چیز اس میں موجود ہے حتیٰ کہ ریت سے لے کر کوڑے اور آدے کوڑے تک کی سزا بھی ہے۔

آپ کی زبان گوہر نشاں سے جو بھی تعاقب معارف اور دقائق سمجھ - ماور ہونے وہ زبان زرد خاص و عام میں اور اہل اسلام نے اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ذیل میں ان کی شرح عادات اور رومات کا بالاختصار ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر الصادقؑ کی کرامات
خلیفہ منصور عباسی نے ربیع کو حکم دیا کہ حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو میرے

دربار میں پیش کرو۔ جب ربیع ان کو لے کر آئے تو منصور نے کہا:

قتلنی اللہ ان لم ائتک جنداً بحیلۃ۔

(اللہ تعالیٰ مجھے مار ڈالے اگر میں کسی بیٹے یا کسی گروہ کے ذریعے کوئی فتنہ اٹھاؤں تو)

مگر فتنہ انگیزی کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی خوزیزی ہو، حضرت جعفر صادقؑ نے فرمایا میں نے ایسی کسی بات کی خواہش کی ہے نہ عملی طور پر کچھ کیا ہے۔ اگر تمہارے پاس کوئی ایسی بات پہنچی ہے تو محض کسی نہوٹ بکنے والے کی وساطت سے پہنچی ہے۔ اگر عیاذاً باللہ تمہارے بیان کے مطابق کوئی فتنہ انگیزی کی ہے تو اس کی مثال یوں ہے:

جناب یوسف علیہ السلام پر بھائیوں نے ظلم کیا تو انہوں نے معاف فرمایا۔

نہت ایوب علیہ السلام بیماری میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے صبر کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو کچھ عطا ہوا تو انہوں نے شکر ادا کیا۔

یہ سب پیغمبر تھے اور تمہارا نسب بھی ان سے ملتا ہے۔

منصور نے لگا آپ سچ کہتے ہیں۔ چنانچہ اس نے آپ کو بلا کر تخت پر اپنے پاس بٹھالیا

پھر کہا: آپ کی یہ بات فلاں شخص نے مجھے بتائی تھی۔ خلیفہ نے اسے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ وہ حاضر

ہوا تو اس سے پوچھا آیا تم نے یہ باتیں حضرت جعفر صادقؑ سے سنی ہیں؟ اس نے کہا: ہاں!

خلیفہ نے کہا: کیا تم اس کی قسم کھا سکتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ پھر اس نے یوں قسم کھانا شروع کی: **بِاللّٰهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ** (قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ عالمِ غیب و شہادت ہے) حضرت جعفر نے فرمایا: اسے خلیفہ! میں اسے قسم دیتا ہوں۔ خلیفہ نے کہا: ہاں آپ اسے قسم دیں۔ آپ نے اس شخص سے کہا: کہو: **بِوَيْتِ مَنْ حَوْلَ اللَّهِ وَقُوَّتِهِ وَالنَّجَاتِ إِلَى حَوْلِ وَقُوَّتِي لَقَدْ فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا جَعْفَرُ وَقَالَ كَذَا وَكَذَا جَعْفَرُ۔**

وہ اس طرح قسم کھانے سے احتراز کرنے لگا۔ آخر قسم کھالی اور قسم کھاتے ہی حاضرین نے سامنے پھینک کر دیا۔ منصور نے کہا: اس ملعون کو گھسیٹ کر باہر لے جاؤ۔ ربیع کہتے ہیں: جب حضرت جعفر صادقؑ منصور کو ملنے آئے تو آپ نے زیر لب کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ اپنے ہون کو جنبش دیتے رہے اور منصور کا غصہ فرو ہوتا رہا۔ ان نے آپ کو بڑی دیر تک اپنے پاس بٹھایا اور آپ سے خوشنودی کا اظہار کیا۔

جب آپ خلیفہ سے اٹھ کر باہر آئے تو میں نے (ربیع) کہا یہ شخص (خلیفہ) تو آپ پر سخت ناراض تھا جب آپ تشریف لائے تو آپ نے زیر لب کیا پڑھا تھا جو خلیفہ کا غصہ یکدم فرو ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: میں اپنے دادا حسین علیہ السلام کی تلقین کر دو یہ دوا پڑھ رہا تھا:

بَاعِدْتِي عِنْدَ شِدْقِي وَيَا غَوْثِي عِنْدَ كُرْبَتِي أَحْرَسْنِي بِعَيْنِكَ الَّتِي لَا تَنَامُ وَ
الْكُفَى بِرُكْنِكَ الَّذِي لَا يَرَامُ۔

ربیع کہتے ہیں کہ میں نے یہ دوا یاد کر لی اور جب سبھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی ہیں نے اسے پڑھا اور وہ مشکل آسان ہو گئی۔ اور مجھے راست نصیب ہوئی۔ اسی طرح ربیع کا بیان ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے پوچھا آپ نے اس شخص کو قسم پوری کرنے سے پہلے دوسری قسم کیوں دی؟ آپ نے فرمایا: بندہ خدا تعالیٰ کی کیسوئی سے عظمت بیان کرتا ہے تو اسے علم کی دولت عطا ہوتی ہے جس سے وہ اپنی عزت سے مطلع ہو جاتا ہے، چنانچہ میں نے اسے قسم دی تو اللہ تعالیٰ نے جو تمھارے قانون نے سنا ہے کے سبب اس کا جلد ہی مواخذہ کر لیا؟

۲۔۔۔ ایک دن منصور نے اپنے دربان کو ہدایت کی کہ حضرت جعفرؑ کو میرے پاس

پہنچنے سے پہلے شہید کر دینا۔ اسی دن حضرت جعفر تشریف لائے اور منصور کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ منصور نے دربان کو بلایا، اس نے دیکھا کہ حضرت جعفر تشریف فرما ہیں۔ جب آپ واپس تشریف لے گئے تو منصور نے دربان کو بلا کر کہا میں نے تجھے کس بات کا حکم دیا تھا؟ دربان بولا خدا کی قسم میں نے حضرت جعفر کو آپ کے پاس آتے دیکھا ہے نہ جاتے، بس اتنا نظر آیا کہ وہ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔

۳۔ منصور کے ایک درباری کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز اسے غلگین و پریشان دیکھا تو کہا: اے خلیفہ! آپ متفکر کیوں ہیں؟ بولا: میں نے غلو یوں کے ایک بڑے گروہ کو مروا دیا ہے لیکن ان کے سردار کو چھوڑ دیا ہے۔ میں نے کہا: وہ کون ہے؟ کہنے لگا: وہ جعفر بن محمد ہے۔ میں نے کہا: وہ تو ایسی سستی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں محو رہتی ہے اسے دنیا کا کوئی لالچ نہیں۔

خلیفہ بولا: مجھے معلوم ہے تم اس سے کچھ ارادت و عقیدت رکھتے ہو حالانکہ پورے ملک کو اس سے کوئی دلچسپی اور امید وابستہ نہیں۔ میں نے قسم کھانی ہے کہ حبت تک میں اس کا کام تمام نہ کر دوں آرام سے نہ بیٹھوں گا۔

چنانچہ اس نے بلاؤ کو بلا کر حکم دیا کہ جو نبی جعفر بن محمد آئے، میں اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لوں گا تم اسے شہید کر دینا۔ پھر حضرت جعفر صادقؑ کو بلایا۔ میں آپ کے ساتھ ساتھ ہونیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ زیر لب کچھ پڑھ رہے تھے جس کا مجھے پتا نہ چلا لیکن میں نے اس چیز کا مشاہدہ ضرور کیا کہ منصور کے محلوں میں ارتعاش پیدا ہو گیا وہ ان سے اس طرح باہر نکلا جیسے ایک کشتی سمندر کی تند و تیز لہروں سے باہر آتی ہے۔ اس کا عجیب حلیہ تھا، وہ لرزہ بر اندام، برہنہ سر اور برہنہ پا حضرت جعفر صادقؑ کے استقبال کے لیے آیا اور آپ کے بازو کو پکڑ کر اپنے ساتھ تکیہ پر بٹھایا اور کہنے لگا: اے ابن رسول اللہ سلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیسے تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تو نے بلایا اور میں آگیا۔ پھر کہنے لگا: کسی چیز کی ضرورت ہو تو فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے بجز اس کے کسی چیز کی ضرورت نہیں کہ تم مجھے یہاں بلا یا نہ کرو میں جس وقت خود چاہوں آجایا کروں گا۔ آپ اٹھ کر باہر تشریف لے گئے تو منصور نے اسی وقت جا مانے نواب (SLEEPING SUIT) طلب کئے اور رات گئے تک سوتا رہا یہاں تک کہ اس کی نماز قضا ہو گئی، بیدار ہوا تو نماز ادا کر کے مجھے بلایا اور کہا جس وقت میں نے جعفر بن محمد علیہما السلام کو بلایا تو میں نے ایک اثر دیا دیکھا جس کے منہ کا

ایک حشر زمین پر تھا اور دوسرا حصہ میرے محل پر۔ وہ مجھے فصیح و بلیغ زبان میں کہہ رہا تھا مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اگر تم سے حضرت جعفر صادقؑ کو کوئی گزند پہنچی تو مجھے تیرے محل سمیت فنا کر دوں گا۔ اس پر میری طبیعت غیر ہو گئی جو تم نے دیکھ ہی لی ہے۔ میں نے کہا یہ جادو یا سحر نہیں ہے یہ تو اس اسم اعظم (قرآن کریم) کی خاصیت ہے جو حضور علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے جو پاباد ہی ہوتا رہا۔

۴ — ابن جوزی نے کتاب "صِفَةُ الصَّفْوَةِ" میں لیث بن سعد سے بڑھناو

خود روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں موسم حج میں مکہ معظمہ میں نماز عصر ادا کر رہا تھا، فراغت کے بعد میں کوہ ابو قیس کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دعا مانگ رہا ہے یارب یارب کہتے ہوئے اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر کہا یا ربہ یا ربہ۔ اس پر بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا اللہ یا اللہ کہتے ہوئے اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا حی یا قیوم پڑھنے لگا، اس پر بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا پھر اس نے یارحم یارحم پڑھا تو بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا ارحم الراحمین پڑھنے لگا اس دفعہ بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ اس نے سات بار اس طرح کیا۔ پھر کہا: اللھم اتی اشھتني من هذا العیب اللھم وان یرادی قد اخلقتا۔۔۔

ابھی اس کی دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ میں نے وہاں ایک گچھا انگوروں کا اور دونی چادریں پڑی ہوئی دیکھیں اس وقت انگور کہیں بھی دستیاب نہ تھے۔ جب وہ ان انگوروں سے کچھ کھانے لگا تو میں نے بھی شرکت کی درخواست کی، اس نے کہا تم کیوں شریک ہوتے ہو۔ میں نے کہا اس وجہ سے کہ آپ نے دعا فرمائی اور میں نے آمین کہا۔

اس نے کہا میرے پاس آؤ، کھاتے جاؤ اور کوئی دانہ بچا کر نہ رکھنا۔ یہ ایسے انگور تھے جن کا مال بنا محال تھا، میں نے ایسے انگور کبھی نہ کھائے تھے، میں کھا کر سیر ہو گیا، لیکن ان میں ایک ہی ٹم ہوا۔ پھر کہنے لگا: ان دونوں چادروں میں سے جو پابا ہوا اٹھا لو۔ میں نے کہا: مجھے ضرورت نہیں اس نے کہا ذرا ادھر ادھر ہو جاؤ میں ان چادروں کو چھپانا چاہتا ہوں۔ میں ایک طرف اوجھل ہو گیا تو اس نے ایک سے ازار بنا لیا اور دوسری سے اڑھنی بنالی، اور دونوں پرانی چادروں کو چونچے بچھانی تھیں ہاتھ میں پکڑ لیا اور چل دیا، میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہویا، جب صفا و مروہ پر پہنچے تو اسے ایک شخص ملا جس نے کہا اسے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا تن ڈھانپئے اللہ تعالیٰ

۸۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک چادر خریدی اور مستم ارادہ کر لیا کہ وہ کسی دوست کو نہ دوں گا تا کہ میری وفات کے بعد مجھے کفن کا کام دے۔ میں عرفات سے مزدلفہ میں واپس آیا تو چادر گم ہو گئی، مجھے بہت دکھ ہوا۔ جب میں علی الصبح مزدلفہ سے منیٰ میں آیا تو میں مسجد خیف میں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک شخص جو حضرت امام جعفر صادقؑ کے پاس سے آیا تھا آ کر کہنے لگا کہ تجھے آپ بلا تے ہیں۔ میں جلدی سے آپ کے پاس گیا اور السلام علیکم کہہ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: آیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں تمہاری چادر مل جائے جو تمہاری وفات کے بعد کفن کا کام دے۔ میں نے عرض کی: ہاں حضور دے دیجئے لیکن وہ تو گم ہو گئی ہوگی۔ آپ نے اپنے غلام کو آواز دی جو ایک چادر لے کر آ گیا۔ میں نے دیکھا تو یہ وہی چادر تھی۔ آپ نے فرمایا: اسے لے لو اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

۹۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ ایک دن میں مکہ معظمہ میں حضرت جعفر صادقؑ کی معیت میں جا رہا تھا کہ ہمیں ایک ایسی عورت کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا جس کے سامنے ایک مردہ گائے پڑی ہوئی تھی اور وہ عورت اپنے بچوں کے ساتھ گریہ و زاری میں مصروف تھی۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: کیا تم چاہتی ہو کہ خداوند تعالیٰ گائے کو زندہ کر دے۔ وہ بولی: آپ مذاق کیوں کرتے ہیں، میں تو پہلے ہی مصیبت زدہ ہوں۔ آپ نے فرمایا: میں مذاق نہیں کرتا۔ بعد ازاں آپ نے دعا فرمائی، گائے کے سر اور پاؤں کو چھوا، پھر اسے بلایا تو وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بعد ازاں حضرت جعفر صادقؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں میں بل بھل گئے اور وہ عورت آپ کو پہچان نہ سکی۔

۱۰۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ ہم حضرت جعفر صادقؑ کے ساتھ حج کے لیے جا سکتے تھے کہ راستے میں ہمیں ایک جگہ کھجور کے سوکھے دانتوں کے پاس ٹھہرنا پڑا۔ حضرت جعفر صادقؑ نے زریب کچھ پڑھنا شروع کر دیا جس کی مجھے کچھ سمجھ نہ آئی۔ اچانک آپ نے ان سوکھے دانتوں کی طرف منہ کر کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہمارے لیے جو رزق ودیعت کیا ہے اس سے ہماری نیافت کرو۔ میں نے دیکھا کہ وہ جھکی کھجوریں آپ کی طرف جھک رہی تھیں جن پر ترخوش لٹک رہے تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا: یہ سب اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس سے زیادہ رزق دیا ہے۔

ایسی شیریں کھجوریں ہونے پختہ کبھی نہ کھانی تھیں، اس جگہ ایک اعرابی بھی موجود تھا اس نے کہا آج جیسا جاؤ وہیں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت جعفر صادقؑ نے فرمایا: ہم پیغمبروں کے وارث ہیں، ہم ساحر و کاہن نہیں ہوتے، ہم تو دعا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ عز و جلتہ قبول فرماتا ہے۔ اگر تم چاہو تو ہماری دعا سے تمہاری شکل بدل جائے اور تم ایک کتے میں متشکل ہو جاؤ۔ اعرابی چونکہ جاہل تھا اس لیے کتے لگا، ہاں ابھی دعا کیجئے۔ آپ نے دعا کی تو وہ کتا بن گیا، راستہ لمری طرف بھاگ گیا۔ حضرت جعفر صادقؑ نے مجھے فرمایا: اس کا تعاقب کرو میں اس کے پیچھے گیا تو وہ اپنے گھر میں جا کر بال بچوں کے گھروالوں کے سامنے اپنی دم بدلنے لگا۔ انہوں نے اسے دنگ مار کر بھگا دیا۔ میں واپس آیا تو تمام حال کہہ سنایا۔ اتنے میں وہ بھی آگیا اور حضرت امام جعفر صادقؑ کے سامنے زمین پر لیٹنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے پانی ٹپکنے لگا۔ حضرت جعفرؑ نے اس پر رحم کھا کر دعا فرمائی تو وہ شکل انسانی میں آگیا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے اعرابی! میں نے جو کہا تھا اس پر یقین ہے یا نہیں؟ کہنے لگا: ہاں بناب ایک بار نہیں اس پر ہزار بار ایمان و ایقان رکھتا ہوں۔

۱۱۔۔۔ ایک راوی کہتا ہے کہ ایک دن میں بہت سے آدمیوں کے ساتھ حضرت امام

جعفرؑ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا: جب خداوند قدوس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ”خُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اَلَيْكَ“ کا حکم فرمایا تھا تو کیا وہ پرندے ہم جنس تھے یا ایک دوسرے سے مختلف؟ پھر فرمایا: اگر تم چاہو تو تمہیں ویسا ہی کر کے دکھاؤں؟ ہم نے کہا: ہاں۔

آپ نے فرمایا: اے مور! ادھر جاؤ۔ اسی وقت ایک مور حاضر ہو گیا۔

پھر کہا: اے کوس! ادھر آؤ۔ فوراً ایک کوا آ گیا۔

پھر کہا: اے باز! ادھر آؤ۔ اسی وقت ایک باز حاضر ہو گیا۔

پھر فرمایا: اے کبوتر! ادھر آؤ۔ فوراً ایک کبوتر آ گیا۔

چاروں پرندے آگئے تو آپ نے فرمایا: ان کو ذبح کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو، اور ایک کا

۱۱۔ القرآن پارہ: ۳، رکوع ۳، سورہ بقرہ۔ پرندوں میں سے چار پرندے پکڑیے پھر انہیں اپنی طرف بلائیے۔

گوشت دوسرے میں ملا دو لیکن ہر ایک کے سر کو بجنائلت رکھو۔

اس کے بعد آپ نے مور کے سر کو پکڑ کر کہا: اسے مور!

ہم نے دیکھا کہ اس کی ہڈیاں، پر اور گوشت اس کے سر کے ساتھ مل گئے اور وہ ایک صحیح و

سالم مور بن گیا۔ اسی طرح دوسرے تین پرندوں سے معاملہ کیا، وہ بھی زندہ ہو گئے۔

۱۲۔ ایک آدمی آپ کے پاس دس ہزار دینار لے کر آیا اور کہا: میں حج کے لیے

بارہا ہوں آپ میرے لیے اس پیسے سے کوئی سرائے خرید لیں تاکہ میں حج سے واپسی پر اپنے اہل بیال

سمیت اس میں متوطن ہو جاؤں، حج سے واپسی پر وہ حضرت جعفرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے

فرمایا: میں نے تمہارے لیے بہشت میں سرائے خرید لی ہے جس کی پہلی حد حضورؐ پر، دوسری

حضرت علیؓ پر، تیسری حضرت حسنؓ پر اور چوتھی حضرت حسینؓ پر ختم ہوتی ہے۔ اور یہ لوہے کے پروانے

لکھ دیا ہے۔ اس نے یہ بات سنی تو کہا میں اس پر خوش ہوں۔ چنانچہ وہ پروانے لے کر اپنے گھر چلا گیا

گھر جاتے ہی بیمار ہو گیا اور وصیت کی کہ اس پروانے کو میری وفات کے بعد قبر میں رکھ دینا۔ لوگوں نے

نے تدفین کے وقت اس پروانے کو بھی قبر میں رکھ دیا۔ دوسرے دن دیکھا کہ وہی پروانہ قبر پر

پڑا ہوا تھا اور اس کی پشت پر یہ مرقوم تھا کہ امام جعفر صادقؓ نے جو وعدہ کیا تھا وہ ایفا ہو گیا۔

۱۳۔ ایک شخص نے آپ سے امانی التماس کی کہ نہ اتنا مال مجھے اتنا کچھ عطا کرے

کہ میں بہت سے حج کروں۔ آپ نے دنا کی اسے اتنا دے کہ اسے اتنا دے کہ یہ پچاس حج کرے۔

چنانچہ اس نے پورے پچاس حج کیے۔ لیکن جب اکا دن وہاں حج کرنے کے لیے تمام جہد پانچا

غسل کرنے کی خواہش کی۔ بونہی پانی کو ہاتھ لگایا تو پانی کی تند تیز موجیں اسے بہا لے گئیں

اور وہ انہی میں ڈوب گیا۔

۱۴۔ جب زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر کے سولی پر چڑھایا گیا تو حاکم عباسی کلبی

نے مندرجہ ذیل دو بیت کہے: سہ

سَلِّمْنَا لَكُمْ نَزِيدًا عَلَى حِزْبِ نَحْنُلَةٍ وَتَكُمُ أَمْرًا مَهْدِيًّا عَلَى الْجِزْعِ بَصْنَبِ

وَقَتْمِ بَعَثَانَ عَلِيًّا سَفَاهَةً وَعِمَانَ خَيْرًا مِنْ عَلِيٍّ وَاطْيَبِ

سہ ترجمہ: ہم نے زید کو کج جوڑ کے تنے پر چھانسی دے دی اور میں نے کبھی ہدایت یافتہ شخص کو دبا تی انگی نہ

جب یہ دو بیت سنت جعفر صادقؑ کے گوش گزار کیے گئے تو آپؑ نے بددعا کے ساتھ ہاتھ اٹھائے اور کہا: اللّٰهُمَّ اِن كَانَ عَبْدُكَ كَاذِبًا فَسَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبَكَ۔ کتے ہیں اسے بنو امیہ نے کوفہ بھیج دیا لیکن اسے راستہ میں شیر نے پھاڑ دیا۔ جو نہی یہ خبر حضرت امام جعفر صادقؑ کو پہنچی آپ سرسجد ہو گئے اور کہا: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْجَزَنَا مَا وَعَدَنَا۔

حضرت موسیٰ بن جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

آپ ساتویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت کاظم ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کاظم کے لقب نے آپ کے سلم کو بڑھایا اور آپ نے حد سے بڑھنے والوں سے درگزر کیا۔ آپ کی والدہ اُم ولد حمیدہ بربرینہ تھیں۔ حضرت امام کی ولادت مقام ابواہ پر جو موٹو مکرر اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہوئی۔ یہ اتوار کا دن تھا، صفر المظفر کی نو راتیں گزر چکی تھیں اور سن ۱۲۸ھ تھا۔ آپ کو پہلی بار مہدی بن منصور کے حکم سے بغداد لاکر مہبوس کیا گیا۔ ایک رات مہدی نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا آپ فرما رہے تھے:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تَفْسُدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتَقَطَعُوْا۔

ربیع کہتے ہیں کہ ابھی کچھ رات باقی تھی کہ اس نے مجھے بلایا۔ میں گیا تو سنا کہ وہ مذکورہ بالا آیت کو خوش الحانی سے پڑھ رہا تھا پھر مجھ سے کہنے لگا: ابھی جا کر موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے آؤ۔ میں نے تعمیل حکم کی اور آپ کو لے آیا۔ خلیفہ مہدی نے ان سے معاف کیا اور اپنے پاس بٹھا کر اپنی خواب سنائی، پھر کہا کیا آپ یہ نہیں کر سکتے کہ آپ میرے اور میرے بچوں کے خلاف بغاوت نہ کریں۔ آپ نے فرمایا: بخدا میرا تو کوئی ارادہ نہیں اور نہ ہی یہ بات مجھے زیب دیتی ہے کہ

(بقیہ ماضیہ صفحہ نمبر ۳۳۵) تختہ دار پر لٹکتے نہیں دیکھا۔ تم نے حماقت کے باعث حضرت علیؑ کو عثمان سے بڑھا دیا حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ پاک اور بہتر تھے۔

اے اللہ! اگر تیرا بندہ واقعی جھوٹا ہے تو اس پر اپنا کوئی کتا مستط کر دے۔

سے نہ تو اسے جس اللہ تعالیٰ نے جسے میرا بھائی بنا دیا ہے وہ اسے دے دے اور وہ اسے دے دے۔

میں ایسا کروں۔ مہدی بھلا، بالکل درست ہے۔ پھر اس نے ربیع سے کہا کہ ان کو دس ہزار دینار دے دو اور سامان سفر بھی تیار کر دو تاکہ آپ مدینہ چلے جائیں۔ ربیع کہتے ہیں کہ ہم نے راتوں رات تمام بندوبست کر دیا اور انھیں الوداع کہنے کے لیے ساتھ گئے تاکہ کوئی شخص آپ کی مزاحمت نہ کرے، چنانچہ آپ بخیر و عافیت مدینہ پہنچ گئے۔

خلیفہ نے دوسری بار آپ کو مدینہ منورہ سے بغداد بلا دیا اور محبوس کر دیا۔ آپ بروز جمعہ المبارک مطابق ۲۵ رجب المرجب ۱۸۶ھ میں ہارون الرشید کی قید میں فوت ہوئے۔ آپ کی قبر بغداد میں ہے۔ کہتے ہیں آپ کو یحییٰ بن خالد برکی نے ہارون الرشید کے حکم سے کھجوروں میں زہر ملا کر کھلائی تھی۔ آپ سے مروی ہے کہ جب انہیں زہر دی گئی تو فرمایا کہ مجھے آج زہر دے دی گئی ہے اور کل میرا بدن زرد ہو جائے گا، پھر نصف بدن سُرخ ہو جائے گا، پھر سیاہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد میں فوت ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا آپ نے کہا تھا۔ کتابیں آپ کے فضائل و مناقب سے بھری پڑی ہیں۔ آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے عبادت گزار، فقیہ، سخی اور کریم تھے آپ کی بہت سی کرامتیں ہیں جن میں سے چند بالاختصار یہاں رقم کی جاتی ہیں:

۱۔ معتبر کتابوں میں حضرت شفیق بلخی نے روایت موجود ہے وہ فرماتے ہیں کہ

جج کے سفر کے دوران میں میں سمرقند میں قادسیہ میں جا نکلا، وہاں میں نے ایک خوبصورت اور بلند قامت نوجوان کو دیکھا جس نے پشمینہ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، کندھے پر ایک شملہ ڈالا ہوا تھا اور پاؤں میں نعلین تھے۔ وہ بہت سے انسانوں میں سے نکلتا ہوا ایک جگہ اکیلا آکر بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ نوجوان طبقہ صوفیاء سے معلوم ہوتا ہے اور شاید چاہتا ہے کہ اس سفر میں مسلمانوں پر بار بن جائے۔ اس لیے ضروری ہے کہ میں اُسے جا کر سز نش کر دوں تاکہ وہ اس نام سے باز آجائے۔ جونہی میں اس کے نزدیک پہنچا تو اس نے کہا: اے شفیق! اجتنبوا کثیراً مِّنَ الظَّلَاتِ اِنَّ بَعْضَ الظَّلَاتِ اَشْرٌ۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ میں نے دل ہی دل میں خیال کیا یہ عجیب بات ہوتی ہے اس نے تو میرا نام اور مافی الضمیر کہہ دیا ہے یہ کوئی بے ارتیاب نیک آدمی ہے۔

لَعَلَّ الْقُرْآنَ - زیادہ گمانوں سے اجتناب کر دو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

مجھے اس سے معافی مانگنی چاہیے۔ میں نے ہر خرید تیز چلنے کی کوشش کی لیکن اُسے نہ پاسکا۔ دوسری منزل پر پہنچے تو میں نے اسے مشغول نماز دیکھا اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا اور آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ میں نے پھر چاہا کہ اس سے معافی مانگوں۔ چند منٹ توقف کے بعد میں اس کی طرف چل دیا۔ اس نے کہا، اے شفیق! یہ آیت پڑھو، واتی غفاس لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اهتدی۔ یہ کہا اور مجھے چھوڑ کر چل دیا۔ میں سمجھا کہ یہ نوجوان ابدالوں میں سے ہے جس نے دوبار میرے دل کی بات بتادی ہے۔

جب ایک اور جگہ پہنچے تو میں نے اسے ایک کنویں پر گھڑا دیکھا اس کے ہاتھ میں ایک چرمی ڈول تھا جس سے وہ پانی نکالنا چاہتا تھا لیکن وہ ڈول ہاتھ سے کنویں میں جا پڑا۔ اس نے آسمان کی طرف چہرہ کر کے کہا "انت ربی اذا ظلمت الماء وقوتی اذا اردت الطعام اللهم سیدی الی غیرہا فلا تقدیمًا" بخدا میں نے پانی کو اوپر آتے ہوئے دیکھا۔ اس نوجوان نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ڈول کو سطح آب سے اٹھالیا اور اس سے وضو کر کے چار رکعت نماز ادا کی، پھر وہ ایک ریت کے ٹیلے کی طرف چل دیا اور اپنی مٹھی میں تھوڑی سی ریت پکڑ کر اس ڈول میں ڈال دی پھر اسے خوب ہلایا اور پی گیا۔ یہ دیکھا تو میں اس کے پاس گیا اور السلام علیکم کہا۔ آپ نے ولیکم السلام کہا۔ میں نے کہا: مجھے کھانا کھلائیے کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔ اس نوجوان نے کہا: اے شفیق! ہمیشہ خداوند تعالیٰ کی ظاہر و باطن کی نعمتیں مجھے ملتی رہتی ہیں اس لیے تو خدا تعالیٰ کے بارے میں نیک گمان رکھ پھر اس نے مجھے وہی ڈول دیا جس میں سے میں نے پانی پیا۔ اس میں ستوا اور شکر ہے۔ مجھے خدا کی قسم ان سے شیریں اور لذیذ چیزیں نے کبھی نہیں پی تھی۔ میں سیر و سیراب ہو گیا یہاں تک کہ چند دن تک مجھے اکل و شرب کی حاجت نہ رہی۔ اس کے بعد وہ مجھے نظر نہ آیا۔

جب مکہ معظمہ پہنچے تو میں نے اسے تہجد پڑھتے ہوئے دیکھا وہ نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھ رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ یہ سلسلہ تمام رات جاری رہا۔ صبح ہوئی تو نماز فجر کے بعد طواف کرنے لگ گیا۔ طواف کر کے باہر چلا گیا، میں بھی دُکس کے پیچھے ہو لیا۔ میں نے دیکھا کہ

۱۔ القرآن۔ اور میں تو ہر اس شخص کو بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی، ایمان لایا، نیک عمل کیے اور پھر ہدایت پائی۔

اب اس کے پاس کئی غلام اور خدام تھے اور لوگوں نے اس کو گھیر رکھا تھا اور کہہ رہے تھے: السلام علیک یا ابن رسول اللہ۔ میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ میرے منہ سے برحسبہ نکلا کہ اس سید سے اس قسم کی عجیب و غریب باتوں کا صدور کوئی تعجب کی بات نہیں۔

۲۔۔۔ ہارون الرشید نے علی بن یقظین کو نہایت عمدہ کپڑے جن میں ایک گدڑی بھی تھی جو نہایت عمدہ ریشمی کپڑے سے بنی ہوئی تھی عطا کی۔ علی بن یقظین نے اس کمال محبت کے سبب جو اسے حضرت موسیٰ کاظم سے تھی ان کپڑوں کے علاوہ بہت سی اور چیزیں ان کی خدمت میں بھیج دیں۔ آپ نے تمام چیزیں قبول کر لیں لیکن وہ گدڑی واپس کر دی اور فرمایا اسے سنبھال کر رکھنا تمہارے کام آئیگی۔ چند روز کے بعد علی بن یقظین اپنے کسی غلام پر سخت ناراض ہو گیا اور اس سے بھاگ کر ہارون الرشید کے ہاں پہنچ گیا۔ وہاں جا کر کئے لگا: میرے آقا نے موسیٰ بن کاظم کو اپنا امام تسلیم کر لیا ہے اور اس کے لیے بہت سامان و دولت بھیجی ہے اس میں ایک گدڑی بھی ہے جو ان جناب نے ازراہ اعزاز و اکرام بھیجی تھی رشید نے سنا تو بہت آگ بگولا ہوا۔ اسی وقت ایک گماشتہ بھیج کر علی بن یقظین کو بلایا۔ وہ دربار میں حاضر ہوا تو غلینہ نے پوچھا کہ وہ گدڑی جو میں نے تجھے پہنائی تھی اس کا کیا ہوا؟ اس نے کہا: اے خلیفہ! وہ تو میرے پاس ہی ہے۔ خلیفہ نے کہا اسے حاضر کرو۔ اس نے غلام طلب کیا اور اسے کہا: فلاں گھر چلے جاؤ وہاں ایک صندوق ہے، فلاں کیز سے اس کی چابی لے کر اس کا منہ کھولنا اس میں سے ایک سر بھر تین نکلے گا اسے لے آؤ۔ غلام نے چند منٹ بعد وہ برتن حاضر کر دیا، رشید نے اس کی مہر توڑنے کو کہا۔ جب ڈھکنا اٹھا تو اسے وہی گدڑی نظر آگئی جسے اس نے خوب عطر و گلاب میں بسا کر رکھا ہوا تھا۔ خلیفہ کی تسلی ہوئی تو اس کا غصہ بھی فرو ہو گیا۔ پھر کہا اسے وہیں پہنچا دو اور خوش و خرم رہو آئندہ میں کبھی تمہارے بارے میں کسی کے کئے میں نہ آؤں گا۔

۳۔۔۔ ایک شخص کی روایت ہے کہ جب حضرت کاظم کو مہدی نے پہلی بار بعثت داد میں طلب کیا تو آپ نے مجھے ضروریات زندگی بازار سے خرید لانے کو کہا۔ جو نہی آپ کی نظر انتخاب مجھ پر پڑی تو آپ نے بہت مغموم و پریشان دیکھا۔ فرمایا: اے فلاں کیا بات ہے تم پریشان نظر آتے ہو؟ میں نے کہا، مغموم و محزون کیوں نہ ہوں آپ ایک ایسے ظالم کے پاس جا رہے ہیں جس کے

پاس جانے کا انجام معلوم نہیں کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا، کوئی ڈور نہیں میں فلاں بیٹنے کی فلاں تاریخ کو واپس آ جاؤں گا لہذا تم اول شب میرا انتظار کرنا۔ میں نے اس دن سے روز و شب شمار کرنا شروع کر دینے روز موعود آیا تو میری انتظار کشتی کوئی زنگ نہ لائی۔ آفتاب غروب ہو گیا لیکن مجھے کوئی شخص آتا ہوا دکھائی نہ دیا۔ میرے دل میں شیطان بعین نے دوسو سے ڈالے۔ میں ان دوسووں سے بہت ڈرا اور مجھ پر ایک عظیم اضطراب غالب آ گیا۔ ناگہ مجھے عراق کی طرف سے ایک تاریکی نظر آئی اور جناب موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس تاریکی کے آگے آگے ایک خچر پر سواریہ آواز دے رہے ہیں؛ لے فلاں! اسے فلاں۔ میں نے کہا؛ اے ابن رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا؛ قریب تھا کہ تم وہم و گمان میں پڑ جاتے۔ میں نے عرض کی؛ بالکل، حضور یہی بات تھی۔ پھر میں نے کہا؛ الحمد للہ کہ آپ کو اس ظالم سے خلاصی حاصل ہوئی۔ آپ نے فرمایا؛ وہ ایک بار اور مجھے بلائے گا لیکن اس دفعہ مجھے خلاصی حاصل نہ ہوگی۔

۴۔ ایک اور راوی کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ میں مجاور تھا۔ میں نے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا اور زیادہ میں حضرت موسیٰ کاظم کی خدمت میں ہی رہتا۔ ایک دن سخت بارش ہوئی میں نے خدمت میں حاضر ہونے کا لباس پہنا۔ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو السلام علیکم کہا۔ آپ نے وعلیکم السلام کہا، پھر فرمایا؛ اے فلاں! ابھی اپنے گھر چلے جاؤ کیونکہ تمہارے گھر کی چھت تمہارے مال و اسباب پر گر گئی ہے۔ میں واپس آیا تو دیکھا کہ میرے گھر کی چھت بہ گئی تھی، میں نے چند آدمیوں کو کرایہ پر لیا جنہوں نے میرا سامان نیچے سے نکالا۔ میری کوئی چیز سوائے ایک طشتری کے گم نہ ہوئی اس سے میں وضو کرتا تھا، آپ کو پتہ چلا تو آپ نے چند لمحوں کے لیے مراقبہ کیا پھر فرمایا؛ میرا خیال ہے تم اسے کسی جگہ بھول گئے ہو، جاؤ اپنی سرائے کے مالک کی کینز سے پوچھو کہ میری طشتری تم نے تو نہیں اٹھائی، اگر اٹھائی ہے تو مجھے واپس دے دو، وہ تمہیں واپس دے دے گی۔ میں نے واپس جا کر کینز سے کہا میں فلاں جگہ اپنی طشتری بھول گیا تھا تم آئی تھیں اور اٹھا کر لے گئی تھیں وہ مجھے واپس کر دو تاکہ میں وضو کر لوں۔ وہ اسی حالت میں گئی اور لا کر پیش کر دی۔

۵۔ اسی راوی کا بیان ہے کہ جب آپ کو بصرہ لے گئے تو میں مدائن کے نزدیک آپ کے ساتھ کشتی میں سواریہ ہوا۔ سارے عتبہ میں بھی ایک کشتی تھی جس میں ایک عورت تھی،

جس نے اپنے خاوند سے سہاگ رات منائی تھی، اچانک اس کشتی سے شور و غوغا سنائی دیا۔ آپ نے پوچھا: یہ کیسا شور ہے؟ میں نے عرض کی کہ کشتی میں دُلسن جا رہی ہے، ایک گھنٹہ گزرا تو پھر شور و شین سنائی دیا۔ آپ نے پوچھا: یہ آہ و فغاں کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ کشتی میں میٹھی ہوئی دُلسن نے دریا سے تھوڑا سا پانی لینا چاہا تو اس کا طلائی کنگن پانی میں گر گیا ہے اور وہ رورہی ہے۔ آپ نے فرمایا کشتی کا خیال رکھنا۔ لوگوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ نیز آپ نے کہا کہ اس کشتی کے ملاح سے بھی کہہ دو کہ کشتی کو بھناٹت رکھے کشتی کنارے پر لگی تو آپ نے زیر لب کچھ پڑھنا شروع کیا پھر ملاح سے فرمایا کہ وہ لنگوٹا باندھ کر پانی میں کودے اور کنگن کو پکڑ لے۔ ہم نے دیکھا کہ کنگن سطح آب پر آ گیا اور ملاح نے پانی میں کود کر کنگن کو پکڑ لیا۔

۶۔ ایک دوسرے راوی کا بیان ہے کہ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک کے پاس

ایک سو دینار تھے جو اس نے مجھے دے تاکہ میں حضرت امام کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کروں۔ میرے پاس بھی ایک چیز تھی، جب میں مدینے پہنچا تو نہانے دھونے کے بعد اپنی چیزوں کو صاف کیا اور ایک شخص سے مشک وغیرہ لے کر اُن پر چھڑکا۔ پھر جب میں نے اس شخص کے مال کو گنا تو نہانے دینار نکلے، دوبارہ گنا تو اتنے ہی تھے لہذا ایک دینار میں نے اپنے پاس سے ان میں ملا دیا، رات ہوئی تو میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی میری جان آپ پر قربان ہو میرے پاس کچھ رقم ہے جس سے قربِ خدائے قدوس حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: لے آؤ۔ میں اپنے دیناروں کو آپ کی خدمت میں لے گیا اور عرض کی: آپ کے ایک غلام نے بھی مجھے ایک چیز دی ہے۔ آپ نے فرمایا: لے آؤ۔ میں نے تھیلی پیش کی تو آپ نے فرمایا: زمین پر رکھ دو۔ میں نے رکھ دی۔ جو نہی آپ نے اپنا دست اقدس اس پر پھیرا تو میرا دینار علیحدہ ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا: مجھے وزن پر اعتبار ہے عدو پر نہیں۔

۷۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ علی بن یقظین اور ایک اور صاحب نے مجھے کہا کہ

فلاں آدمی کے ساتھ کوفہ جاؤ اور وہاں سے دو سواریاں خرید کر یہ خط اور یہ مال حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں پہنچا دو۔ میں کوفہ میں گیا اور اس شخص کے ہمراہ دو سواریاں خریدیں۔ مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچے تو ایک جگہ قیام کر کے کچھ کمانا شروع کر دیا اچانک ہماری نظر حضرت موسیٰ بن جعفرؑ

پر پڑی جو ایک نچر پر سوار آ رہے تھے ہم ادباً کھڑے ہو گئے اور آپ کی خدمت اقدس میں سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے لے آؤ۔ ہم نے سب کچھ پیش کر دیا اور پھر وہ خط بھی آپ کو دے دیا۔ آپ نے کچھ خط اپنی آستین سے نکالے اور فرمایا: یہ تمہارے خطوط کے جواب ہیں بہ امان خدا واپس چلے جاؤ۔ میں نے عرض کی کہ بار بار زور دہاؤ تم جو چکا ہے آپ اگر اجازت دیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کرنے کے لئے جاؤں۔ آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس تو شہ میں سے کچھ باقی ہے؟ ہم نے عرض کی: ہاں۔ آپ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ۔ ہم نے حاضر کر دیا۔ آپ نے اسے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ یہ زور دہاؤ تمہارے لیے کوفہ تک کافی ہے تم بہ امان خدا واپس چلے جاؤ۔ آپ کے ارشاد کے مطابق ہم واپس لوٹ آئے اور وہ زور دہاؤ کو نہ میں آکر بھی باقی بچ رہا۔

علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ آٹھویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو الحسن ہے جیسے آپ کے والدِ گرامی کی کنیت کاظم ہے۔ حضرت کاظم سے روایت ہے کہ میں نے اپنی کنیت ان کو دے دی۔ آپ کا لقب رضا ہے۔ ابی جعفر محمد بن علی رضا سے کہا گیا کہ ان کا نام ان کے والدِ محترم نے مامون الرضا رکھا تھا اور انہیں عمدہ ولایت کی بھی وصیت فرمائی تھی تو آپ نے کہا اللہ سبحانہ نے ان کا نام الرضا رکھا کیونکہ وہ آسمانوں میں اللہ کی رضا تھے اور زمین میں اس کے رسول مقبول کی رضا تھے۔ آپ کو گزشتہ ائمہ میں اس بنا پر خصوصیت حاصل ہے کہ آپ اپنے موافقوں کی طرح مخالفوں سے بھی راضی رہے۔ آپ کے والد موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے میرے بیٹے کو رضا کہہ کر پکارو، اور جب وہ ان کو مخاطب فرماتے تو کہتے: اے ابو الحسن۔ آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں بروز پنج شنبہ ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ھ میں ہوئی۔ یعنی اپنے دادا جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی وفات کے ۳۵ سال بعد۔ اس کے علاوہ آپ کا انتقال طوس میں سناہاد کے گاؤں میں ہوا۔ ان کا روضہ ہارون الرشید کی قبر کے مغرب کی طرف ہے جسے سرائے حمید بن قحططہ الطائی کہتے ہیں۔ آپ کا انتقال بروز جمعہ المبارک رمضان ۲۰۲ھ میں ہوا۔ آپ کی والدہ ام ولد ہیں جن کے بہت سے نام ہیں مثلاً اُروی، نجمہ، شمانہ اور ام البنین۔ کہتے ہیں کہ حضرت حمیدہ حضرت کاظم رضی اللہ عنہ کی والدہ کی کینز تھیں۔ ایک رات حضرت حمیدہ

نے جناب حضور نبی معظم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا کہ نجمہ کی شادی اپنے بیٹے موسیٰ سے کر دو۔ کیونکہ ان سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو تمام اہل زمین سے بہتر ہوگا۔ حضرت رضا کی والدہ سے روایت ہے کہ نبی میں حاضر ہوئی تو مجھے کسی قسم کا بوجھ محسوس نہ ہوا اور سوتے وقت مجھے اپنے پیٹ سے سُبْحَانَ اللہ اور اللہ اللہ کی آوازیں سُنانی دیتی تھیں۔ مجھ پر ایک بیبت ناسب آجاتی اور میں بیدار ہو جاتی لیکن پھر کوئی آواز نہ آتی۔ پیدائش کے وقت آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ دیے اور چہرہ آسمان کی طرف، لبوں کو جنبش دینے لگے۔ ایسے ہی جیسے کوئی باتیں کرتا ہے اور دُعا مانگتا ہے۔ حضرت کاظمؑ کے ایک خاص آدمی نے مجھ سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ مغرب کے تاجروں میں سے کوئی آیا ہے یا نہیں؟ میں نے کہا: مجھے معلوم نہیں، اس نے کہا: آیا ہے۔ میں اس کے ساتھ سوار ہو کر چلا آیا۔ یہاں تک کہ ہم اس تاجر کے پاس پہنچ گئے۔ اس نے ہمارے سامنے سات کینز پیش کیے لیکن انہوں نے کسی کو قبول نہ کیا اور فرمایا: کوئی اور دکھاؤ۔ وہ کہنے لگا: وہ تو کوئی نہیں، مگر ایک کینز ہے جو بیمار رہتی ہے۔ آپ واپس چلے گئے۔ آپ نے دوسرے دن مجھے بھیجا اور فرمایا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ قیمت پوچھو، جو بھی کہے وہ قیمت اُسے دے کر خرید لو۔ میں نے اس کے پاس جا کر پوچھا تو اس نے کہا کہ میں اس قیمت سے ایک کوڑی بھی کم نہ لوں گا۔ میں نے کہا، جتنی قیمت چاہے لے لو میں خریدنے کو تیار ہوں۔ کہنے لگا: جا میں نے فروخت کر دی لیکن یہ بتا کہ اس کینز کا شوہر کون ہوگا؟ میں نے کہا: قبل از وقت میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اس نے کہا: تجھے ایک بات بتانا ہوں، جب میں نے اس کینز کو مغرب کے ایک دُور دراز شہر سے خریدا تو ایک اہل کتاب عورت کی مجھ پر نظر پڑ گئی۔ اس نے مجھ سے پوچھا: یہ کینز کس کے لیے ہے؟ میں نے کہا: میں نے اپنے لیے خریدی ہے۔ وہ بولی: یہ کینز ایسی کینز نہیں کہ تیرے لیے ہو یہ تو کسی ایسے شخص کے لیے ہے جو اہل دنیا میں سے بہترین انسان ہو کیونکہ اس کے بطن سے تھوڑے ہی عرصہ بعد ایک فرزند عظیم پیدا ہونے والا ہے جس کا مشرق و مغرب میں مشیل نہیں ملے گا۔ راوی کہتے ہیں جب میں اس کینز کو لایا تو کچھ عرصہ حضرت کاظمؑ کے پاس رہی اور حضرت امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ متولد ہوئے۔ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جناب

امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: تیرا بیٹا علی اللہ جل جلالہ کے نور سے ہے جو اس کی حکمتیں بیان کرے گا، اس کی رائے صائب ہوگی جس میں خطائے ہوگی، وہ جاہل نہیں عالم ہوگا اور اس کی مجلس میں حکماء اور علماء ہوں گے۔

کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے اور زبانوں پر جو کچھ بھی مذکور ہے حضرت رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سے فضائل و مناقب میں سے ایک ٹھوڑا سا حصہ ہے یا یوں کہئے کہ بحرِ ذخار میں سے ایک قطرہ ہے جو اپنے اختصار کے باعث بھی کہیں سما نہیں سکتا۔ اسی باعث آپ کے خوارق و عادات اور کرامات کو بالاختصار پیش کیا جاتا ہے:

۱۔۔۔۔۔ جب خلیفہ مامون الرشید نے آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو جب بھی آپ اُسے ملنے کے لیے تشریف لے جاتے خدام و حجاب آپ کا استقبال کرتے اور ماموں کے دروازے پر جو پردہ اویزاں ہوتا اسے اٹھا دیتے تاکہ آپ اندر چلے جائیں۔ آخر کار اس بارے میں مخلص باصفا افراد کے ساتھ چند بندگانِ حرص و جوا لہجہ گئے اور انہوں نے حضرت رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو وہ بیٹھے ہوئے تھے آپ کو دیکھ کر بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے اور استقبال کر کے پردہ کو اٹھا دیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو وہ ایک دوسرے کو کہنے لگے: ہم نے ایسا کیوں کیا؟ دوسری بار پھر اس بات پر متفق ہوئے کہ اب کے ایسا نہ کریں گے۔ جب آپ بار دیگر تشریف لائے تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو السلام علیکم کہا لیکن پردہ اٹھانے میں کچھ لیت و لعل کی اللہ تعالیٰ نے پیشتر اس کے کہ وہ پردہ اٹھاتے ایسی ہوا چلا دی جس نے پردہ اٹھا دیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو ہوا بند ہو گئی اور جب واپس آنے کا ارادہ کیا تو ہوا پھر چلنے لگی اور پردہ اٹھ گیا۔ ان (حاسدوں نے) دیکھا تو کہنے لگے جسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ عزیز رکھے اس کی کوئی بھی سبکی نہیں کر سکتا۔ بعد ازاں وہ اسی طرح خدمت انجام دینے لگے۔

۲۔۔۔۔۔ حضرت وعل بن علی الخزاعی جو اپنے زمانے کے افصح ترین شعراء میں سے تھے

کہتے ہیں کہ جب میں نے ”مَدْرَاسَ آيَاتِ خَلَّتْ مِنْ تِلَاوَةِ“ قصیدہ لکھا اور حضرت علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پیش کیا تو اس وقت خراسان میں مامون الرشید کا ولیعہد بھی موجود تھا میں نے اُسے بھی سنایا تو اس نے پسند کیا اور مجھے کہنے لگا اس قصیدہ کو کسی کے پاس مت پڑھنا

سوائے اس شخص کے جسے میں چاہوں۔ یہ خبر مومن الرشید کو پہنچی تو اس نے مجھے دربار میں طلب کیا اور تمام احوال پوچھنے کے بعد کہا: قصیدہ "مَدْرَاسَ آيَاتِ سَاوُ" میں نے لیت و لعل کیا۔ پھر اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، وہ تشریف لائے تو کہا: اے ابوالحسن! میں نے دعبل سے "قصیدہ مدرّاس آیات" کے متعلق کہا تھا لیکن اس نے نہیں سنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو میں نے پڑھ دیا۔ آپ نے پسند فرمایا۔ مومن نے پچاس ہزار دینار عطا کیے اور اتنے ہی دینار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سپس کئے۔ میں نے عرض کی: یا سیدی! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا عطا کریں جس سے میں اپنا کفن بناؤں۔ آپ نے مجھے ایک کرتہ اور ایک تولیہ دیا۔ یہ دونوں چیزیں نہایت عمدہ تھیں، پھر فرمایا: انھیں سنبھال کر رکھنا کیونکہ ان سے تمہیں تمام آفات سے تحفظ ملے گا۔ اس کے بعد میں عازم عراق ہوا۔ راستے میں ہمیں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ میرے پاس صرف ایک پرانا کرتہ بچا اور مجھے اس کرتے اور تولیے کا بہت افسوس تھا جو آپ نے مجھے دیئے۔ آپ کے اس ارشاد پر کہ "انھیں سنبھال کر رکھنا یہ تمہاری حفاظت کریں گے" بہت متفکر تھا کہ اچانک میں نے چوروں میں سے ایک چور کو گھوڑے پر سوار آتے دیکھا اس نے میرا جامہ بارانی پہنا ہوا تھا وہ میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور اپنے ساتھیوں کا انتظار کرنے لگا۔ وہ سب آگئے تو اس نے "مَدْرَاسَ آيَاتِ خَلَّتْ مِنْ تِلَاوَةِ" پڑھنا شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ روتا بھی رہا۔ میں نے دل میں کہا: یہ عجیب ماجرا ہے کہ یہ ڈاکو بھی طریقی محبت اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کیے ہوئے ہے۔ لہذا مجھے خواہش پیدا ہوئی کہ حضرت رضی اللہ عنہ کی دونوں چیزیں مجھے واپس مل جائیں۔ میں نے کہا: اے سردار! یہ قصیدہ کس نے کہا ہے؟ کہنے لگا: مجھے اس سے کیا؟ میں نے کہا: میں اس کے متعلق کچھ راز رکھتا ہوں جو بتاؤں گا۔ اس نے کہا: اس کا مصنف اس سے بھی مشہور ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ تو اس نے کہا: وہ دعبل بن علی شاعر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ میں نے کہا: اے سردار! دعبل میں ہی ہوں اور یہ قصیدہ میں نے ہی کہا ہے۔ اس نے بہت سی باتیں پوچھیں اور اہل قافلہ کو بلا کر تمام احوال پوچھے۔ تمام لوگوں نے گواہی دی کہ دعبل یہی ہے۔ اس پر اس ڈاکو نے قافلہ والوں سے جو بھی چھینا تھا، سب واپس کر دیا اور کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھی اور ہمارا

محافظ بن کریمیں خطرے کے تمام تقاضات سے گزارا۔ اس طرح میں اور تمام اہل قاعدے سے رستے اور ٹوٹنے کی برکت سے اس بلا سے مخلصی پائی اور ہمارا تحفظ ہوا۔ وعیل کا قصیدہ مندرجہ ذیل ہے:

ذکرت محل الربیع من عرفات
مد رأس آیات غلت من تلاوة
لأل رسول الله بالحنيف من منى
ديار علي والحسين وجعفر
ديار عفاها جود كل معاند
ديار عبد الله والفضل صقوة
منازل كانت الصلوة والمستقى
منازل جبريل الامين يحلها
منازل وحى الله معدن علمه
منازل وحى الله ينزل حولها
فاين الادلى شطت بهم غرة الرى
هم آل ميراث النبي اذا التيموا
مطاعيم فى الاعسار كل مشهد
اذا المشاخ الله فى صلواتنا
ائمة عدل يهتدى بفعانهم
فيارب رزق قلبى وبصيرة
ديار رسول الله اصبحن مبلقعا
وآل رسول الله هلب رقابهم
وآل رسول الله نند فى نهورهم
وآل رسول الله يسبى حريمهم
وآل نرياد فى القصور مصونة

فاسبكت دفع العين بالعبرات
ومنزل وحى مقمتر العرصات
وبالبيت والتعريف والحجرات
وخمرت والسجادى التفتات
ولم تعت بالايام والتنوات
سليل رسول الله ذى الدعوات
والمعصوم والتظهير والحنات
من الله بالتسليم والتركة
سبيل الرشاد واضع الطرفات
على احمد الروحات والعدوات
افانين فى الاقطار مختلفات
وهم خير سادات وخير مبات
نقد شرفوا بالفضل والبركات
بذكر لم يقبل الصلوة
ولو من منهم ذلة العشرات
وزوجهم يارب فى الحسنات
ودار زياد اصبحت حمرات
وآل نرياد غلظ القصرات
وآل نرياد زينوا الحجلات
وآل نرياد امنوا السرايات
وآل رسول الله فى الفتوات

فيا وارثي علم النبي و اله عليه السلام دائم الفضل
لقد امنت نفسي بكم في حياتنا واتي امر جوالا من عند ميات

بعض روایتوں کے مطابق اس قصیدہ کے پچاس بیت اور ہیں۔ جب عجل علیہ الرحمۃ
پڑھتے پڑھتے اس شعر پہنچا سہ

وقبر لبغداد النفس نركيه

تضمتمها الرحمن في العرفات

ترجمہ: اگرچہ اس پاکیزہ جسم کو بغداد میں دفن کیا گیا تھا مگر خدا نے رحمان نے آپ کی

قبر کو میدان عرفات تک وسعت دے دی

تو حضرت علی رضاؑ نے فرمایا: اے عجل! اس جگہ ایک شعر کا الحاق میری طرف سے کر لو تاکہ تمہارا قصیدہ
مکمل ہو جائے۔

عجل نے کہا: اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درست ہے۔

حضرت علی رضاؑ نے کہا: سہ

وقبر بطوس بالسها من مصعة لخت

على الاحشار بالزفرات

عجل نے پوچھا: اے ابن رسول اللہ! یہ قبر کس کی ہوگی؟

آپ نے فرمایا: میری۔ اور بہت جلد طوس اہل بیت کے مجتوں اور دوستوں کے آنے

جانے کی جگہ ہوگی۔ جو بھی میری زیارت کو آئے گا اس غربت میں میرے ساتھ ہوگا اور عرصہ محشر

میں اس کی مغفرت ہوگی۔

۳۔۔۔ اہل کوفہ میں سے ایک کا بیان ہے کہ جب میں خراسان جانے کے لیے

کوفہ سے باہر نکلا تو میری لڑکی نے مجھے ایک بہت اچھا کپڑا دیا اور کہا: اسے بیچ کر میرے لیے فیروزہ

خرید لانا۔ جب میں مرو پہنچا تو غلامان علی رضاؑ نے آکر مجھ سے کہا: ہمارا ایک ساتھی فوت ہو گیا ہے

اس کے کفن کے لیے یہ کپڑا ہمارے پاس بیچ دو۔ میں نے کہا: میرے پاس کوئی کپڑا نہیں۔ یہ سن کر

وہ پلے گئے۔ لیکن دوسری دفعہ پھر آگئے اور کہنے لگے: ہمارے آقاؑ نے تجھے سلام بھیجا ہے اور

فرمایا ہے کہ تمہارے پاس ایک کپڑا ہے جو تمہاری لڑکی نے تمہیں دیا تھا تاکہ تم اسے بیچ دو، اور اس کے لیے فیروزہ خرید سکو۔ ہم اس کی قیمت لانے ہیں۔ میں نے کپڑا انہیں دے دیا اور بعد ازاں دل میں کہا کہ چند منٹے آپ سے پوچھتا ہوں دیکھوں کیا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے چند منٹے ایک کانڈ پر لکھ لیے اور علی الصبح آپ کے درِ دولت پر حاضر ہو گیا، وہاں لوگوں کا ایک ہجوم تھا کسی کو مجال نہ تھی کہ وہ اس بھٹیڑ میں آپ کو باسانی مل سکے۔ میں حیرت و استعجاب کے عالم میں کھڑا تھا کہ آپ کا ایک غلام باہر آیا اور میرا نام لے کر ایک تحریر شدہ کانڈ مجھے دیا اور کہا: اسے فلاں! یہ تیرے سوالوں کے جواب ہیں۔ میں نے دیکھا تو میرے سوالوں کے جواب تھے۔

۴۔۔۔ اہل بناخ میں سے ایک کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ بناخ میں تشریف لائے ہیں اور جس مسجد میں حاجی ٹھہرتے ہیں وہاں قیام فرما ہیں میں نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر السلام علیک عرض کیا۔ آپ کے سامنے ایک طباق تھا جس میں صیحانی کھجوریں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے مٹھی بھر مجھے عنایت فرمائیں۔ میں نے گنیں تو سترہ کھجوریں تھیں۔ میں نے ان سے یہ تعبیر لی کہ میری عمر سترہ سال باقی ہے اس واقعہ کے بیس روز بعد میں نے سنا کہ حضرت امام علی رضی اللہ عنہ اس مسجد میں تشریف لائے ہیں تو میں فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو اسی جگہ تشریف فرما دیکھا جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جلوہ فرماتے۔ آپ کے پاس بھی اسی طرح ایک طبق کھجوروں کا پڑا ہوا تھا، میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا آپ نے جواب دیا اور مجھے اپنے نزدیک بلا کر مٹھی بھر کھجوریں دیں میں نے گنیں تو سترہ تھیں۔ میں نے کہا: اسے ابن رسول اللہ! مجھے تو اس سے زیادہ کھجوریں چاہئیں۔ آپ نے فرمایا: اگر حضور علیہ السلام تجھے ان سے زیادہ دیتے تو میں بھی دے دیتا۔

۵۔۔۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ ربان بن صلت نے مجھ سے کہا میری خواہش ہے تم میرے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حکم باریابی حاصل کرو تاکہ میں آپ کی اس اُمید سے حاضری دوں کہ آپ مجھے اپنے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا پہنائیں اور اپنے نام چند درہم بھی عطا فرمائیں۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر ہوا اور ابھی میں نے کچھ

بھی نہ کہا تھا کہ آپ فرمانے لگے: ریان بن صلت چاہتا ہے کہ یہاں اس اُمید سے حاضر ہو کہ میں اُسے کپڑے پہناؤں اور وہ دراہم جو میرے نام سے جاری ہوئے ہیں اُن میں سے چند است دوں۔ ریان بن صلت کو یہاں لے آؤ۔ ریان اندر گئے تو آپ نے انہیں دو کپڑے عطا کیے اور تینس درہم دیئے۔

۶۔ ایک قزاق نے کسی تاجر کو کرمان کے رستہ میں موسم سرما میں پکڑ لیا، اور اس کے منہ کو برف کی طرف کر کے لٹا دیا، یہاں تک کہ اس کی زبان بے کار ہو گئی اور وہ باسانی بات کرنے سے محروم ہو گیا۔ جب وہ خراسان پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیشاپور تشریف لے گئے ہیں۔ اس نے اپنے آپ سے کہا وہ اہل بیت میں سے ہیں ان کی خدمت میں حاضری سے شاید کوئی علاج ہو سکے۔ اس نے رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت امام رضا کی خدمت میں حاضر ہے اور طلب شفا کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: کمونی، پودینہ صحرائی اور نمک لے کر انہیں پانی میں بھگو لو اور دو تین بار منہ میں رکھو تو شفا پاؤ گے۔ خواب سے بیدار ہوا تو اُسے اس پر اعتبار نہ آیا۔ جب نیشاپور پہنچا تو پتا چلا کہ آپ باہر تشریف لے گئے ہیں اور کسی رباط میں مقیم ہیں وہ تاجر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا ماجرا سنایا لیکن خواب کا ذکر نہ کیا۔ جناب امام رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہاری دوا وہی ہے جو میں نے تمہیں خواب میں بتائی تھی۔ اس نے کہا: اے ابن رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ دوبارہ سفوں آپ نے فرمایا: تھوڑی سی کمونی، پودینہ صحرائی اور نمک لے کر پانی میں تر کر لو اور دو تین بار منہ میں رکھو گے تو شفا پاؤ گے۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور شفا یاب ہو گیا۔

۷۔ ایک دن آپ نے ایک شخص کو دیکھا اور فرمایا: اے بندہ خدا! جو چاہتا ہے اس کی وصیت کر اور جس چیز سے گریز نہیں اس کے لیے تیار ہو جا۔ اس بات کو تین دن ہی گزرے تھے کہ وہ شخص مر گیا۔

۸۔ ابو اسماعیل سندی کہتے ہیں کہ میں حضرت رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لیے گیا تو مجھے عربی کی الف، با بھی نہیں آتی تھی میں نے انہیں سندی میں سلام کیا تب نے اسی زبان میں جواب دیا۔ بعد ازاں میں نے اپنی زبان میں کئی سوال کیے آپ نے

تمام کا اسی زبان میں جواب دیا۔ پھر میں نے آتے وقت عرض کی: مجھے عربی نہیں آتی آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے اس سے کلمہ فرمادے۔ آپ نے اپنا دستِ اقدس میرے ہونٹوں پر پھیرا تو اسی وقت میں نے عربی بولنا شروع کر دی۔

۹۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے حج کا ارادہ کیا تو میری لونڈی نے ایک نہایت عمدہ ریشمی کپڑے سے جامہ احرام تیار کیا۔ جب وقت احرام آیا تو میرے دل میں ریشمی کپڑے کے احرام کی حلت و حرمت کا اندیشہ پیدا ہوا میں نے ریشمی احرام ترک کر دیا اور کوئی اور کپڑا پہن لیا۔ جب میں مکہ پہنچا تو حضرت علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک خط کے ساتھ وہ کپڑا بھی بھیج دیا لیکن اس میں یہ لکھنا بھول گیا کہ ریشمی کپڑے سے احرام باندھنا جائز ہے یا ناجائز۔ حالانکہ میں نے خط اسی نسبت سے ارسال کیا تھا یہاں تک کہ قاصد خط کا جواب لے کر آ گیا۔ خط کے آخر میں لکھا تھا اگر محرم ریشمی احرام باندھ لے تو کوئی حرج نہیں۔

۱۰۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ایک بانٹ میں باتیں کر رہا تھا کہ اچانک ایک چڑیا آ کر زمین پر گر پڑی اور اضطراب کی حالت میں آہ و فغاں کرنے لگی۔ نہایت امام نے فرمایا: تجھے معلوم ہے یہ کیا کہنتی ہے؟ میں نے عرض کی اللہ شانہ اور اس کا رسول علی اللہ علیہ وسلم اور ابن رسول اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ کہنتی ہے کہ اس گھر میں ایک سانپ ظاہر ہوا ہے جو چاہتا ہے کہ میرے بچوں کو چٹ کر باٹے۔ آپ نے مجھے فرمایا: اٹھو اور اس گھر میں جا کر سانپ کو مار دو۔ میں اٹھا اور اس گھر میں جا کر دیکھا تو سانپ چکر کاٹ رہا تھا، میں نے اُسے ہلاک کر دیا۔

۱۱۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ میری بیوی حاملہ تھی جسے میں حضرت امام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لے گیا اور عرض کی: حضور دعا فرمادیں رب العزت ا سے فرزند عطا کرے۔ آپ نے فرمایا: تمہاری بیوی دو بچوں سے حاملہ ہے۔ واپسی پر میں نے خیال کیا کہ ایک کا نام محمد رکھوں گا اور ایک کا نام علی۔ آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: ایک کا نام علی رکھنا اور ایک کا نام عمر۔ جب دونوں بچے دنیا میں آئے تو ایک لڑکا تھا اور ایک لڑکی۔ علی اور ام عمر بالترتیب نام رکھے گئے۔ ایک دن میں نے اپنی ماں سے پوچھا: ام عمر کیا نام ہے؟ میری

ماں نے جواب دیا کہ میری ماں کا نام اُمّ عمر تھا۔

۱۲۔۔۔ ایک راوی سے روایت ہے کہ میں نے خراسان میں حضرت امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے جب مجھے مدینہ منورہ طلب کیا گیا تو میں نے اپنے تمام عمال کو جمع کر کے کہا مجھ پر گریہ کرو تاکہ میں تمہاری گریہ و زاری کو سنوں۔ بعد ازاں میں نے بارہ ہزار درہم ان میں تقسیم کیے اور کہا کہ اب میں تمہارے پاس دوبارہ نہیں آؤں گا۔

۱۳۔۔۔ جب مامون الرشید نے آپ کو عہدہ خلافت پیش کیا تو آپ نے قبول نہ کیا۔ اس کی یہ استدعا اور آپ کا انکار دو ماہ تک چلتا رہا۔ آخر بات جب حد سے بڑھ گئی تو وید و تہدید تک پہنچی تو آپ نے قبول کر لیا۔ آپ نے اس معاملہ میں بہت کچھ لکھا جس کے آخر میں یہ الفاظ ثبت تھے:

والجفرو والجامعہ بدلان علی ذلک وما ادری ما یفعل بی ولا بکم

ان الحکم الا لله یقض الحق و هو خیر الفاضلین لکنی اثلت

امراء امیر المؤمنین و اثرت رضاء و اللہ یعصمی و ایتاہ۔

۱۴۔۔۔ ابوالصلت بروی کے قصہ سے بھی آپ کی کرامات کا ظہور ہوتا ہے وہ قصہ یوں ہے، وہ کتا ہے کہ ایک دن میں حضرت امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کھڑا تھا تو آپ نے مجھ سے کہا اس قبر پر جاؤ یہ قبر ہارون الرشید کی ہے۔ اس کی چاروں طرف سے مٹی اٹھا لاؤ۔ میں آپ کے حکم کے مطابق مٹی اٹھا لیا۔ آپ نے سونگھی اور پھر پھینک دی، اور پھر کہا: جلدی ہی یہاں میرے لیے ایک گڑھا کھودیں گے جس میں سے ایک پتھر نظر آبر ہوگا جسے خراسان کے تمام گورکن بھی نہیں ہلا سکتے۔ پھر آپ نے فرمایا: فلاں جگہ سے مٹی لے آؤ۔ میں لے آیا تو فرمایا: وہاں میرے لیے ایک گڑھا کھودیں گے جو سات ہاتھ گہرا ہوگا، پھر اس کے درمیان قبر شق کریں گے اور اگر فرمان شاہی پورا نہ ہوا تو پھر لحد ہی بنائیں گے، جو دو ہاتھ ہوگی اسے نداء نذکریم جل جلالہ جس قدر چاہے فراخ و کشادہ کر دے گا۔ یہ گڑھا کھودتے وقت میرے سر ہانے کی طرف سے ایک قسم کی تری پیدا ہوگی۔ میں نے جس بات کی تمہیں تعلیم دی ہے وہی کرنا۔ پانی جوش کھائے گا اور لحد اس سے بھر جائے گی۔ اس میں تجھے چھوٹی چھوٹی مچھلیاں نظر آئیں گی۔ یہ

روٹی جو میں تجھے دیتا ہوں چھوٹی چھوٹی کر کے پانی میں ڈال دینا تاکہ وہ کھا لیں۔ جب کچھ نہ بچے گا تو ایک بڑی مچھلی آئے گی جو چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو کھا جائے گی۔ جب ان مچھلیوں میں سے کوئی بھی باقی نہ بچے گی تو بڑی مچھلی غائب ہو جائے گی۔ جب غائب ہو جائے تو تم اپنا ہاتھ پانی پر رکھ دینا اور جو میں نے تمہیں کہا ہے وہی کہہ دینا یہاں تک کہ پانی کی سطح نیچی ہو جائے اور کچھ نہ بچے۔ یہ سب کچھ مامون الرشید کی موجودگی میں کرنا۔ پھر کہا: اے ابوالصلت کل میں مامون کو ملنے آؤں گا۔ اگر میں اپنے سر پر کوئی چیز پہن کر نہ آؤں تو مجھ سے بات کر لینا اور اگر میرے سر پر کوئی چیز ہوئی تو پھر مجھ سے بات نہ کرنا۔ ابوالصلت کہتے ہیں: جب صبح ہوئی تو حضرت امام علی رضی اللہ عنہ نے کپڑے پہنے اور مامون الرشید کے غلام کا انتظار کرنے لگے۔ آپ مامون کے پاس گئے اس کے ہاں میووں کے طبق رکھے ہوئے تھے اور وہ ہاتھ میں انگور کے خوشے پکڑے ہوئے تھا، مامون الرشید آپ کو دیکھ کر اپنی جگہ سے کودا اور آپ سے معاف کر کے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور آپ کو بٹھایا، پھر وہ انگور کے خوشے آپ کو دیئے اور کہا: اے ابن رسول اللہ! کیا آپ نے کبھی ان انگوروں سے بہتر انگور دیکھے ہیں؟ آپ نے کہا: ہاں، انگریزوں نے دیکھے ہیں۔ پھر مامون نے کہا: کھائیے۔ حضرت امام نے فرمایا: مجھے معذور سمجھو۔ مامون نے بات کو ذرا بڑھا کر کہا، آخر کون سی چیز مانع ہے؟ شاید آپ مجھے متمتع تھے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے آپ سے وہ خوشہ لے لیا اور چند دانے کھا کر دوسری دفعہ حضرت امام رضانا کو ملے دیا۔ آپ نے اس میں سے دو تین دانے کھائے اور باقی کا رکھ دیا۔ پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ مامون نے کہا: آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: جہاں تم نے بھیجا۔ پھر اپنے سر مبارک پر کوئی چیز باندھ کر باہر تشریف لے آئے۔ میں نے آپ سے کلام نہ کی۔ آپ اپنی سرائے میں آئے اور فرمایا: سرائے کا دروازہ بند کرو۔ تعمیل حکم پر آپ اپنے بستر پر سو گئے اور میں سرائے میں حیران و غمگین کھڑا رہا، اچانک میں نے ایک خوب صورت نوجوان کو دیکھا جس کے بال مشکبو اور عطر رساتھے۔ اس کی شکل حضرت امام رضانا سے بہت ملتی جلتی تھی میں بھاگ کر اس کے پاس گیا اور عرض کی: آپ کہاں سے تشریف لے آئے دروازہ تو بند تھا؟ اس نوجوان نے کہا: مجھے وہ شخص لایا ہے جو ایک لمحہ میں مدینہ سے لے آتا ہے۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ تو کہا: میں حجۃ اللہ محمد بن علیؑ ہوں اور اپنے باپ کے پاس آیا ہوں۔ اور مجھے کہا کہ چلے آؤ۔ جب حضرت رضانا نے اسے دیکھا تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور

معاذت کر کے اپنے سینے سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے بستر پر لے گئے وہ نوجوان اپنا چہرہ اپنے والد کی طرف کر کے بیٹھ گیا اور کچھ راز کی باتیں کہیں جن کی مجھے کچھ سمجھ نہ آئی۔ بعد ازاں میں نے حضرت رضاعہ کے دونوں لبوں پر برف کی طرح سفید کچھ جھاگ دکھی جسے محمد بن علیؑ نے چاٹ لیا۔ پھر اس نوجوان نے اپنے والد کے کپڑوں میں اپنا ہاتھ ڈالا تو چڑیا کی طرح اُن کے سینہ سے کوئی چیز باہر نکل آئی اور نیچے گر گئی۔ اسی وقت حضرت امام رضاؑ کا انتقال ہو گیا۔ جناب محمد بن علیؑ نے فرمایا: اے ابوالفضل! اٹھو اور بیت المال سے پانی اور تختہ لاؤ۔ میں نے عرض کی: بیت المال میں پانی ہے نہ تختہ۔ آپ نے فرمایا: میں جو کتنا ہوں اس کی تعمیل کرو۔ میں بیت المال میں گیا تو وہاں پانی اور تختہ موجود پایا جسے میں لے آیا۔ میں نے یہ چاہا کہ آپ کی مدد کروں لیکن آپ نے فرمایا: اے ابوالفضل! میری کوئی اور مدد کرنے کو حاضر ہے۔ آپ نے حضرت علیؑ کو نسل دیا اور پھر کہا: بیت المال میں ایک کپڑوں کا صندوق ہے اس میں کفن اور سامانِ حنوط موجود ہیں وہ لے آؤ۔ میں گیا اور دیکھا کہ وہاں دو صندوق موجود تھا جسے میں نے قبل ازیں کبھی نہیں دیکھا۔ اس صندوق کو لاکر رکھا تو آپ نے حضرت علیؑ کو کفن دے کر نماز جنازہ ادا کی۔ پھر کہا: تاہوت لے آؤ۔ میں نے عرض کی: میں جانا ہوں تاکہ بڑھئی کو تاہوت بنانے کے لئے کہوں۔ آپ نے کہا: بیت المال میں جاؤ۔ میں گیا تو وہاں ایک تاہوت دیکھا جو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میں وہ تاہوت لے آیا جس میں آپ نے امام علیؑ کو لٹا دیا۔ پھر دو رکعت نماز پڑھنا شروع کی۔ ابھی نماز ختم نہ ہوئی تھی کہ تاہوت اپنی جگہ سے اٹھنا شروع ہوا۔ مکان کی چھت پھٹ گئی اور تاہوت اس میں سے نکل کر فضا میں چلا گیا۔ میں نے عرض کی: اے ابن رسول! مومن کو بھی بلا لینا چاہیے۔ آپ نے فرمایا: خاموشی سے کام لو تاہوت ابھی واپس آجائے گا۔ پھر فرمایا: اے ابوالفضل! کوئی ایسا پتھر نہیں جس کا انتقال مشرق میں ہو اور اس کا وسیع مغرب میں داخل ہوتی ہو بجز اس کے کہ ان کی رُو میں اور جسم آپس میں مل جائیں۔ یہ بات ابھی تمام کو نہ پہنچی تھی کہ گھر کی چھت پھٹی اور وہ تاہوت نیچے آگیا۔ آپ نے حضرت امام کو تاہوت سے باہر نکالا اور بستر پر اس طرح لٹا دیا گویا وہ بیٹھے ہوئے ہوں اور ان پر کوئی کفن وغیرہ نہیں۔ پھر کہا: اٹھو اور دروازہ کھولو۔ میں نے دروازہ کھولا تو مومن مع اپنے غلاموں کے گریہ و زاری کرتا ہوا، گریبان چاک کرتا ہوا اور سر پر طمانچے مارتا ہوا اندر آیا اور کہا: یا سید اہ فجعنت بک یا سید اہ۔ اس کے بعد

ان کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے تو حضرت امام محمد بن علیؑ نے کہا: جاؤ آپ کی قبر کھودو۔ میں اس جگہ گیا تو جو کچھ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا تھا ویسا ہی مشاہدہ کیا۔ مامون الرشید نے پانی اور مچھلیوں کو دیکھا تو کہا امام رضاؑ سے جس طرف زندگی میں عجیب باتوں کا صدور ہوتا تھا زندگی کے بعد بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔ مامون کے ایک درباری نے سنا تو کہا: اے خلیفہ! تجھے پتا ہے کہ اس کا اشارہ کس طرف ہے؟ یہ اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ تمہاری حکومت کثرت اور اطاعت میں ان مچھلیوں کی طرح ہے جب تمہارے مرنے کا وقت آئے گا اور تمہاری زبان کے بند ہونے کے آثار پیدا ہوں گے تو خداوند تعالیٰ تم پر ایک ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو تمہیں فنا کر دے گا۔ مامون نے کہا: آپ بجا فرماتے ہیں۔ ابوالصلت سے دوسری روایت ہے کہ جب مامون حضرت امام رضاؑ کے دفن سے فارغ ہوا تو کہا: آپ نے جو باتیں تم سے کہی تھیں وہ مجھے بتاؤ۔ میں نے کہا: وہ تو ہیں اسی وقت بھول گیا تھا چونکہ میں نے سچ بولا تھا اس لیے اس نے مجھے قید میں ڈال دیا۔ میں ایک سال قید میں رہا اور میری روزی سخت تنگ ہو گئی۔ میں نے کہا: بار خدا یا! محمد و آل محمد کے عدتے میری روزی میں کشائش پیدا کر دے۔ ابھی میری دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ میں حضرت علی رضاؑ کے دیدار سے مشرف ہوا۔ آپ فرما رہے تھے کہ اے ابوالصلت! پریشان ہو گئے ہو۔ میں نے عرض کی: ہاں حضور! آپ نے فرمایا، اٹھو اور باہر جاؤ۔ آپ نے میرے ہاتھوں کے بندھنوں کو چھوٹا تو وہ کھل گئے۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور سرانے سے باہر تشریف لے آئے نگہبان اور غلام دیکھتے رہے لیکن کسی کو مجھ سے بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اب اللہ تعالیٰ کی امان و تحفظ میں چلے جاؤ۔ اب تم مامون کو ملو گے نہ وہ تمہیں ملے گا۔ ابوالصلت کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت سے مامون کو نہیں دیکھا۔

حضرت محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ نویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو جعفر ہے۔ آپ کا نام اور کنیت حضرت امام باقرؑ سے ہی ہے۔ اسی لیے آپ کو ابو جعفر ثانی بھی کہتے ہیں۔ آپ کا لقب تقی اور جواد ہے۔ آپ کی داد ائمہ و اولیاء میں ہے۔ کانام شیخ زان تھا۔ بعض نے ریحانہ بھی لکھا ہے۔ کہتے ہیں یہ حضرت ماریہ قبطیہ

کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں بمطابق رجب المرجب ۱۹۵ھ میں ہوئی اور وفات بروز بدھ ۲۶ رذوالحجہ ۶۲۱ھ معتمد کے ایام خلافت میں ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات زہر خورانی سے ہوئی۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ آپ کی قبر بغداد شریف میں اپنے دادا حضرت موسیٰ کاظمؑ کی قبر کی پچھلی طرف ہے۔ مامون الرشید آپ کے ادب اور فضل و کمال کا جو آپ کو بچپن میں ہی حاصل تھے معترف تھا اس لیے اس نے اپنی بیٹی ام فضل کا نکاح آپ سے کر دیا اور اسے آپ کے ہواد مدینہ منورہ بھیج دیا اور ہر سال ہزار ہزار درہم بھجواتا رہا۔

کتے ہیں کہ اپنے والد حضرت امام رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد جناب امام تقیؑ بارہ سال کی عمر میں بغداد کے کوچے میں لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے کہ اتفاق سے مامون الرشید کا جو شکار کی غرض سے باہر جا رہا تھا وہاں سے گزر ہوا۔ تمام لڑکے کے ایک طرف بھاگ گئے لیکن حضرت جو آؤ ایک جگہ کھڑے رہے۔ مامون نے نزدیک آکر آپ کو دیکھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں حسن قبولیت بخشا تھا۔ مامون نے پوچھا: اسے لڑکے، تو دوسرے بچوں کے ساتھ ایک طرف کیوں نہیں گیا؟ حضرت امام تقیؑ نے فی الفور جواب دیا: اسے امیر المؤمنین! راہ تنگ تو نہیں جسے میں تمہارے چلنے کے لیے کشادہ کروں اور میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا جس سے میں ڈر کر بھاگ جاتا اور میں یہ حسن ظن رکھتا ہوں کہ آپ کسی کو بلا جرم سزا نہیں دیتے۔ مامون الرشید کو آپ کا یہ نظر ظلم بہت پسند آیا اور آپ سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے کہا: میرا نام محمدؐ ہے۔ مامون نے پوچھا: آپ کس کے بیٹے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: میں امام رضا رضی اللہ عنہ کا لڑکا ہوں۔ مامون آپ کے والد کے نام پر بہت خوش ہوا اور بدھر جانا ماننا چلتا بنا۔ اس کے پاس بہت سے شکاری باز تھے۔ جب شہر سے باہر نکلا تو ایک باز کو ایک چکور کے پیچھے چھوڑا۔ وہ باز غائب ہو گیا اور دیر تک نایاب ہی رہا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک نیم زند پھوٹی سی مچھلی تھی۔ مامون کو اس سے سخت تعجب ہوا اور اسے اپنے ہاتھ میں لیے واپس آ گیا۔ جب اس جگہ پہنچا جہاں حضرت امام تقیؑ لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے تو لڑکے حسب دستور ایک طرف ہو گئے لیکن حضرت امام تقیؑ کھڑے رہے۔ خلیفہ مامون نزدیک پہنچا تو کہا: اسے کھانا آپ نے کھا؟ لبتیب یا امیر المؤمنین! خلیفہ نے آپ سے پوچھا: بناؤ میرے ہاتھ میں کھا ہے؟

آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بجاِ مشیت اپنی قدرت کے سمندر میں ایک چھوٹی سی مچھلی ہے جو خلیق اور بادشاہوں کے ہاتھوں میں جانے سے روک لی جاتی ہے اور اہل نبوت اس سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ مامون الرشید یہ بات سُن کر ششدر رہ گیا اور آپ کی طرف بہت دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر کہا: آپ حقیقتاً ابنِ رضاد ہیں۔ بعد ازاں اس نے وہ انعام جو آپ کو دیا کرتا تھا دوگنا کر دیا۔ اور اسی طرح روایت ہے کہ ام فضل نے اپنے باپ مامون کو مدینہ منورہ سے شکایت لکھنے بھیجی کہ حضرت جوادؑ مجھ سے لڑتے جھگڑتے ہیں اور دوسری بیوی کے خواہشمند ہیں۔ مامون نے اسے جواب میں یوں لکھا کہ میں نے تیرا نکاح اس سے اس لیے نہیں کیا تھا کہ میں حلال چیز کو اس حرام کروں۔ آئندہ خبردار مجھے اس قسم کی باتیں کہنا نہ لکھنا۔

آپ کے کلماتِ قدسیہ

۱۔ العامل بالظلم والمعین له والراضی بہ شرکاء۔
 ۲۔ العلماء یوم العدل علی الظالم اشد من یوم جور علی المظلوم۔

۳۔ العلماء غیر باکثرة الجہال بینہم۔

۴۔ المصیر علی المصیبة علی الشامة بہا۔

۵۔ من امل فاحبراً کان ادنی عقوبۃ الحرمان۔

۶۔ اثنان علیلان ابداً صحیح کتبی وعلیل مخط۔

آپ کی کرامات

جب مامون الرشید نے اپنی بیٹی ام فضل کا نکاح کر کے مدینہ منورہ روانہ کیا تو آپ راستے میں چند روز کے لیے کوفہ میں ٹھہرے۔ آخری دن آپ ایک مسجد میں تشریف لے گئے جس میں پیری کا درخت تھا جو کبھی بھی بار آور نہیں ہوا تھا آپ نے پانی کا کوزہ طلب فرمایا، اس درخت کی جڑ کے پاس بیٹھ کر وضو فرمایا۔ بعد ازاں نمازِ مغرب ادا کرنے کے لیے چلے گئے۔ نماز ادا کر کے درخت کی جڑ کے پاس پہنچے، دیکھا تو اس پر بغیر گٹھلی کے بیٹھا پھل لگا ہوا تھا جسے لوگ بطور تبرک لیتے اور کھاتے۔

۲۔ اسلاف میں سے کسی نے روایت کی کہ جب میں عراق میں تھا تو سنا

کہ کسی نے ملکِ شام میں دعویٰ پیغمبری کر دیا ہے اور اسے ایک جگہ پابجولاں لاکر قید کر دیا گیا ہے

میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ میں دربانوں کو کچھ دے کر اس کے پاس چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ بتاؤگی ہوش و حواس ہے۔ میں نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: میں شام میں خدا تعالیٰ کی عبادت میں اس مسجد میں جس میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک نیزے پر نصب تھا، مشغول تھا۔ ایک رات میں رو بہ قبلہ ہو کر بیٹھا ہوا تھا کہ وہ ذکر الہی میں متوجہ تھا کہ ناگاہ ایک شخص سامنے سے ظاہر ہوا جس نے مجھے کھڑا ہونے کو کہا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ ابھی تھوڑی دور گئے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو مسجد کوفہ میں پایا۔ اس شخص نے مجھ سے پوچھا: تمہیں پتا ہے یہ کونسی جگہ ہے؟ میں نے عرض کی، یہ مسجد کوفہ ہے۔ وہ نماز کے لیے کھڑا ہو گیا میں نے بھی اس کی اقتداء کی۔ نماز سے نارسا ہو کر مسجد سے باہر آ گیا میں اس کے ساتھ باہر آ گیا۔ وہ تھوڑی دیر چلا۔ میں بھی ساتھ چلتا گیا۔ میں نے دیکھا کہ میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ہوں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر صلوٰۃ و سلام پڑھا لیکن وہ نماز میں مشغول ہو گیا۔ میں بھی نماز پڑھنے لگا۔ وہ باہر آیا تو میں بھی باہر آ گیا۔ ابھی تھوڑی دور چلے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو مگر معظہ میں پایا۔ اس نے طواف کعبہ کیا میں بھی طواف کعبہ سے مشرف ہوا۔ وہ باہر آ گیا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر آ گیا۔ وہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور میں نے اپنے آپ کو مکہ شام کی اسی مسجد میں پایا جہاں میں عبادت میں مشغول تھا۔ ان حالات میں مجھے بہت تعجب ہوا اور کچھ سمجھ نہ آئی کہ ایسا کیسے ہوا، آئندہ سال پھر یہی موقع آیا وہ شخص پھر ظاہر ہوا اور مجھے ساتھ لے کر پچھلے سال کی طرح بعینہ پھرتا رہا۔ جب میں اپنی جگہ پر واپس آیا اور ایک دوسرے سے جدا ہونے کا وقت آیا تو میں نے اس سے کہا: تجھے قسم ہے اس خداے مقتدر کی جس نے تجھے وہ چیز بخشی ہے جس کا میں نے مشاہدہ کیا ہے، بتاؤ کون ہے؟ اس نے کہا: میں محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر ہوں۔ صبح ہوئی تو میں نے ان لوگوں کو یہ واقعہ سنایا جنہیں میرے متعلق کچھ تردد تھا۔ یہ خنجر والی شام کو بھی پہنچ گئی۔ اس نے مجھ پر دعویٰ نبوت کا الزام لگا کر مجھے قید و بند میں ڈال دیا، اور اپنے ساتھ لے آیا۔ میں نے اندر میں حالات بادشاہ کو رقعہ لکھا اور اس سے متعلق گزارشات کیں۔ بادشاہ نے اسی رقعہ کی پشت پر لکھ دیا کہ جو شخص تجھے ایک ہی رات میں شام سے کوفہ، کوفہ سے مدینہ منورہ اور مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ اور پھر وہاں سے واپس لے آیا ہے۔ اس سے

کہو کہ وہ نہیں قید و بند سے بھی نجات و مخلصی دلائے۔ مجھے اس کا یہ جواب بہت گراں گزرا اور میں بہت منگوم و محزون ہو گیا۔ صبح اٹھ کر جیل خانہ کی طرف چل دیا تاکہ اُسے صورتِ حال سے آگاہ کروں۔ میں نے دیکھا کہ تمام لشکری اور محافظ اضطرابی حالت میں تھے۔ میں نے پوچھا: تمہیں کیا ہے۔ یہ اضطراب کیسا ہے؟ کئے گئے: جس شخص نے دعویٰ نبوت کیا تھا کل سے قید خانے سے غائب ہو گیا ہے ہمیں کچھ پتا نہیں چلتا کہ اُسے زمین کُل گئی ہے یا آسمانی پرندے لے اڑے ہیں؟

۳۔۔۔۔۔ مامون الرشید کا انتقال ہوا تھا تو آپ نے فرمایا: میری موت آج سے تیس مہینے بعد ہوگی۔ جب مامون الرشید کی وفات کو تیس مہینے گزر گئے تو آپ نے بھی داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

۴۔۔۔۔۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں حضرت جو اور رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ فلاں صالح نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور وہ آپ سے کفن کے لیے کسی کپڑے کا کٹتی ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ ان باتوں سے مستغنی ہو چکا ہے۔ یہ سن کر میں باہر آ گیا لیکن مجھے آپ کے ارشاد کی کچھ سمجھ نہ آئی۔ آخر پتہ چلا کہ وہ اس سے تیرہ چودہ روز پہلے ہی مر چکا تھا۔

۵۔۔۔۔۔ ایک اور شخص بیان کرتا ہے کہ ہم آپ کے اصحاب میں سے ایک کے ساتھ سفر پر جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ سفر اختیار کرنے سے پیشتر ہم حضرت جو اور کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ اوداع کہیں۔ آپ نے فرمایا: آج باہرمت جاؤ، کل تک رُکے رہے۔ باہر آئے تو میرا ساتھی کہنے لگا: میں تو جا رہا ہوں کیونکہ میرا دوست تو باہر جا چکا ہے۔ یہ سن کر میں حیران و پریشان کھڑا رہ گیا اور وہ چلتا بنا۔ رات کو جس وادی میں ٹھہرا تھا سخت سیلاب آیا اور وہ ڈوب کر مر گیا۔

حضرت سیدنا علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر

آپ دسویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ آپ کو ابو الحسن ثالث بھی کہتے ہیں۔ آپ ہادی اور عسکری کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ اُم ولدہ ہیں جن کا نام شمانہ ہے۔ کہتے ہیں یہ اُم فضل بنت مامون کی لونڈی تھیں۔ آپ کی ولادت بمطابق ۱۲ رجب المرجب ۲۱۴ھ

مدینہ منورہ میں ہوئی اور آپ مستنصر کے زمانے میں بغداد کے مضافات میں قصبہ سترمن رائے میں بروز دوشنبہ جمادی الاخریٰ کے آخری ایام میں ۲۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی قبر انور سترمن رائے کی اس سرائے میں ہی ہے جو آپ کی ذاتی ملکیت تھی۔ کہتے ہیں حضرت علی ہادیؑ کا مشہد قم میں ہے لیکن یہ بات درست نہیں۔ ہاں یہ بات درست ہے کہ فاطمہ بنت موسیٰ بن جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما کا مشہد شہر قم میں ہے، اور حضرت رضا علی بن محمد موسیٰ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جس نے ان کے مشہد کی زیارت کی وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

ایک دن آپ سترمن رائے کے کسی گاؤں میں حضرت علی ہادیؑ کے مناقب تشریف لے گئے ہوئے تھے کہ ایک اعرابی

آپ کی تلاش میں آ گیا۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ آپ نے فلاں گاؤں میں گئے ہوئے ہیں۔ وہ اعرابی آپ کے پیچھے چلا گیا۔ آپ سے ملا تو آپ نے اسے پوچھا: کیسے آنے ہو؟ اعرابی کہنے لگا: میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کا قلبی لگاؤ آپ کے جد امجد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ سے تھا۔ اب میں ایک ایسے قرضِ خطیر کے زیر بار ہوں جسے ادا نہیں کر سکتا۔ اور آپ کے سوا کوئی اور میری گردن سے یہ بار اتار نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا: کبیدہ خاطر نہ ہو۔ آپ نے اسے وہیں ٹھہرایا۔ صبح ہوئی تو آپ نے اعرابی سے کہا: دیکھو میں تم سے کچھ باتیں کہوں گا لیکن تمہارا فرض ہے کہ میری کسی بات کی مخالفت نہ کرنا۔ اعرابی نے عرض کی: حضرت! میں آپ کی کسی بات کی مخالفت ہرگز نہیں کروں گا۔ حضرت ہادیؑ نے اپنے دست مبارک سے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اعرابی کو اتنے پیسے دے دو جو اس کے قرض سے زیادہ ہوں کیوں اس کے ذمے قرض ہے پھر آپ نے فرمایا: یہ خط لے جاؤ۔ جب میں سترمن رائے واپس آؤں تو میرے پاس آ جانا اور مجلس میں بیٹھے ہوئے مجھ سے ادائیگی قرض کا مطالبہ کرنا، اور بے شک دو چار سنا بھی دینا۔ ہاں البتہ میری نصیحت کی مخالفت نہ کرنا۔ اعرابی نے اس بات کا وعدہ کیا اور خط ہاتھوں میں تھام لیا۔ جب حضرت ہادیؑ سترمن رائے میں واپس آئے تو آپ کی خدمت میں بہت سے اجاب و محبتیں وغیرہم حاضر ہوئے۔ وہ اعرابی بھی حاضر ہو گیا اور خط باہر نکال کر حضرت کی نصیحت کے مطابق مطالبہ پیش کر دیا۔ آپ نے اس سے نرم نرم باتیں کرتے جاتے اور اظہارِ معذوری بھی کر کے

ادائیگی قرض کا وعدہ بھی کرتے جاتے۔ اس واقعہ کی خبر خلیفہ متوکل کو پہنچی تو کہنے لگا: آپ کے پاس تیس ہزار درہم لے جاؤ۔ درہم پہنچے تو آپ نے انہیں اعرابی کے آنے تک سنبھال کر رکھ چھوڑا۔ اعرابی آیا تو آپ نے فرمایا: لو لے جاؤ اور اپنا قرض ادا کرو اور جو باقی بچے اسے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا، اور مجھے معذور ہی خیال کرنا۔ اعرابی یہ بات سن کر کہنے لگا: یا ابن رسول اللہ! بچا جو آپ نے مجھے رمت فرمایا ہے مجھے تو اس سے تیسرے سے بھی کم رقم کی امید تھی۔ سچ ہے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ فلاں چیز کو کہاں بھیجا ہے۔

آپ کی کرامات

ایک بار خلیفہ متوکل بیمار ہو گیا، اس کے جسم پر پھوڑا نکل آیا جس کے علاج و معالجہ سے اطباء عاجز آ گئے۔ خلیفہ کو موت نظر آنے لگی۔ ایک دن فتح بن خاقان جو خلیفہ کے مقررین میں سے تھا کہنے لگا: کسی کو حضرت ہادیؑ کے پاس بھیجیں شاید وہ کوئی ایسی چیز دیکھتے ہوں جو منفعت بخش ثابت ہو، چنانچہ ایک شخص کو آپ کی خدمت میں بھیجا گیا، آپ نے فرمایا: فلاں چیز کو اس کے پھوڑے پر رکھ دو ان شاء اللہ تعالیٰ نفع اور ثابت ہوگی۔ مجوزہ چیز کو متوکل کے پاس لایا گیا تو حاضرین ٹھٹھا منمول کرنے لگے۔ فتح بن خاقان کہنے لگا: تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے، لاؤ وہ چیز۔ خادموں نے حضرت کی فرمودہ دوانی حافر کی جسے پھوڑے پر رکھ دیا گیا بس رکھنے کی دیر تھی کہ پھوڑا بسنے لگا اور تمام گندامادہ خارج ہو گیا۔ متوکل کی صحت یابی کی خبر اس کی ماں کے گوش گزار کر دی گئی جس نے دس ہزار دینار ایک ہیامانی میں بندیکے اس پر مہر لگائی اور حضرت سیدنا ہادیؑ کی خدمت میں بھیج دی۔ متوکل کو صحت کا طہ مل گئی۔ اس واقعہ سے چند روز بعد متوکل نے کسی سے شکایت کی کہ حضرت ہادیؑ کے پاس بہت سا مال و دولت اور اسلم ہے۔ متوکل نے اپنے دربان سعید سے کہا کہ تمہیں حضرت ہادیؑ کے گھر آدھی رات کے وقت گھس جانا چاہیے اور جو مال و دولت اور اسلم ہاتھ لگے قبضہ میں لے کر یہاں لے آنا چاہیے۔ سعید عاجب کا بیان ہے کہ میں سیرھی اپنے ساتھ ہی لے گیا۔ جب آدھی رات کے وقت میں نیچے اُترا تو گھر بالکل تاریک تھا اور مجھے پتہ نہیں چلتا تھا کہ میں کہاں جاؤں۔ اچانک اندر سے آواز آئی: اے سعید! اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ میں دیا لاتا ہوں۔ کچھ وقفہ کے بعد دیا لایا گیا تو میں نیچے اُتر کر آپ کے پاس چلا گیا۔ دیکھا کہ آپ پشتم کے

۳۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میرے ساتھ سفر میں میرا بچہ تھا۔ میں نے آپ کی خدمت میں دعا کی غرض سے عرض کی کہ میرے بچے کے ہاں بھی بچہ پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا: جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام "محمد" رکھنا۔ بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام محمد رکھا گیا۔

۴۔ اسی طرح ایک اور شخص نے اپنے بچے کے ہاں لڑکا پیدا ہونے کے لیے التجا کی۔ آپ نے فرمایا: لڑکی کنی لڑکوں سے اچھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔

۵۔ متوکل کے گھر بہت سے پرندے تھے جن کی چھپا ہٹ سے کسی کو کسی کی بات کی سمجھ نہ آتی تھی لیکن حضرت ہادیؑ جس وقت بھی اس کے ہاں جاتے تو پرندے خاموش ہو جاتے اور جب گھر سے باہر آتے تو بولنا شروع کر دیتے۔

۶۔ ایک ہندوستانی شعبدہ باز متوکل کے ہاں آیا ہوا تھا جو عجیب و غریب شعبدے دکھاتا تھا۔ ایک دن متوکل نے اسے کہا کہ اگر تم محمد بن علیؑ کو شرمندہ و نجل کر دو تو تمہیں ایک ہزار دینار دوں گا۔ شعبدہ باز نے کہا: اچھا چند تلی تلی روٹیاں دسترخوان پر رکھ دو اور مجھے ان کے پہلو میں بٹما دو۔ خلیفہ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ہادیؑ نے روٹی پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ شعبدہ باز نے ایک ایسا عمل کیا جس کے اثر سے روٹی اٹھ کر حضرت ہادیؑ سے دور چلی جاتی۔ اس نے اس طرح تین بار عمل کیا جس سے اہل مجلس ہنسنے لگے۔ اسی مسجد میں ایک قالین تھا جس پر شیر کی شکل کھینچی ہوئی تھی۔ حضرت ہادیؑ نے اس شیر کو اشارہ کیا کہ اسے پکڑ لو۔ وہ شکل سج سج کا شیر بن گئی۔ پھر اس شعبدہ باز پر جست لگائی اور اسے زمین میں گاڑ دیا اور پھر اسی قالین پر واپس چلا گیا۔ متوکل نے ہر چند مرض کی کہ آپ شعبدہ باز کو زمین سے نکال لیں مگر آپ نے عرض قبول نہ کی۔ اور فرمایا: خدا کی قسم تم اب اس شعبدہ کو پھرنہ دیکھو گے، لہذا وہ مجلس سے باہر آ گیا اور اس کے بعد اسے کسی نے نہ دیکھا۔

۷۔ ایک دن دعوتِ ولیمہ تھی جس میں شرکت کے لیے حلیفوں کی اولاد آئی ہوئی تھی بہت سے لوگ ان کی تعظیم کے لیے جمع تھے۔ اس مجلس میں ایک ایسا نوجوان بھی موجود تھا جو طریقہ ادب و آداب سے بالکل عاری تھا، میں میں باتیں کرتا اور ہنستا۔ حضرت ہادیؑ نے اپنا چہرہ انور

اس کی طرف کر کے فرمایا: تم ہنسی کے گول گپتے کیوں بنے باتے ہو۔ تمہیں اللہ کا ذکر بخوبی گیا ہے۔
 یاد رکھو تم تین دن کے بعد اہل قبور میں سے ہو گے۔ یہ سن کر وہ نوجوان اس بے ادبی سے باز آ گیا۔
 لیکن جب۔ کھانا کھایا تو بیمار ہو گیا اور تیسرے دن فوت ہو گیا۔

۸۔۔۔۔۔ کسی اور دن اہل سامرہ کے ہاں دعوتِ ولیمہ تھی ان میں سے بھی ایک
 لڑکا ایسا تھا جو بے ادب تھا اور مجلس میں بیہودہ گوئی کرتا تھا اور آپ کی عزت کرنے سے بھی ماری تھا۔
 آپ نے فرمایا، یہ شخص اس کھانے سے کچھ نہ کھائے گا۔ اس کے کپڑوں سے یہ پتہ چل جائے گا
 کہ زندگی اس پر تلخ ہو چکی ہے۔ کھانا آیا تو اس شخص نے کچھ کھانے کے لیے ہاتھ دھوئے لیکن
 اس کا غلام روتا ہوا اندر آ کر کہنے لگا: تمہاری ماں کو ٹٹے سے گر کر مر گئی ہے جلدی کیجئے وہاں چلئے
 تاکہ اسے زندہ رکھ سکو۔ وہ شخص بغیر کھانا کھائے اٹھ کر چل دیا۔

حضرت سیدنا حسین بن علی بن محمد بن علی الرضا رضی اللہ عنہم

آپؑ گیارہویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب زکی ہے۔ دیگر القاب: خالص
 و "سراج" ہیں۔ آپ اپنے والد محترم کی طرح مسکری کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔ آپ کی
 والدہ اُم ولد تھیں۔ ان کا نام سوسن تھا لیکن اور نام سے بھی پکاری جاتی تھیں۔ حضرت باوی
 نے اپنی بیوی کا نام حدیث رکھا تھا۔ حضرت کی ولادت مدینہ منورہ میں ۲۲۱ھ میں ہوئی۔ بعض
 نے ۲۳۲ھ بھی کہا ہے۔ آپ کی وفات سمرن راسنے میں ۲۶۰ھ میں ہوئی اور آپ اپنے باپ کے
 پہلو میں دفن کیے گئے۔ آپ سے بہت سی کرامات کا صدور اور بے شمار خوارقِ عادات کا ظہور ہوا۔

محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیان ہے
 آپؑ کی کرامات کہ مجھ پر روزی بہت تنگ ہو گئی۔ میرے والد نے مجھے حضرتؑ کی
 خدمت میں حاضری کے لیے کہا کیونکہ آپؑ جو دو سخا میں مشہور ہیں۔ میں نے والد سے پوچھا: کیا
 آپ انہیں جانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں میں انہیں نہیں جانتا اور میں نے آپؑ کو کبھی
 دیکھا بھی نہیں۔ چنانچہ ہم مقصد برآری کے لیے عازم سفر ہوئے۔ میرے والد نے رستے میں مجھے کہا
 ہم حاجت مند ہیں۔ اگر وہ ہمیں پانصد روپے دے دیں تو دو سو کے ہم کپڑے بنالیں گے دو سو کا

آٹا دانہ خرید لیں گے اور باقی سو روپے دوسری اشیائے خوردنی و ضروری پر خرچ کر دیں گے۔ میں نے اپنے دل میں کہا: ہو سکتا ہے آپ مجھے تین سو روپے دیں، میں سو روپے کے کپڑے، سو روپے کے دیگر اخراجات اور سو روپے کا گدھا خرید کر کوہستان چلا جاؤں گا۔ جب ہم آپ کے دولتکدہ پر حاضر ہوئے اور کوئی بات نہ کی۔ آپ کا غلام باہر آیا اور کہنے لگا: علی بن ابراہیم اور اس کا بیٹا محمد لندرا آجائیں۔ ہم اندر گئے اور السلام علیکم عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: اسے علی تمہیں اس وقت تک یہاں آنے میں کون سی بات مانع رہی۔ میرے باپ نے عرض کی: میرے آقا مجھے شرم آتی تھی کہ اس سال میں آپ کے پاس آؤں۔ جب ہم باہر آئے تو آپ کا سلام ہمارے پیچھے پیچھے آیا۔ اس نے ایک ہمیانی جس میں پانصد درہم تھے میرے والد کو دی اور کہا اس میں پانصد درہم ہیں، دو سو کپڑوں کے لیے، دو سو آٹے دانے کے لیے اور بقایا دیگر خرچ کے لیے بچہ ایک اور ہمیانی مجھے دی اور کہا: اس میں تین سو درہم ہیں، سو درہم کپڑوں کے لیے، سو دیگر اخراجات کے لیے اور سو گدھا خریدنے کے لیے، لیکن یہ ضروری ہے کہ بجانب کوہستان نہ جاؤ، کسی اور جگہ چلے جاؤ۔ اس جگہ کی طرف اس نے اشارہ بھی کر دیا۔ میں نے وہاں جا کر شادی کر لی اور اسی روز مجھے دو ہزار درہم ہاتھ آئے۔

۲۔ ایک شخص کتاب ہے کہ میرا والد سلوتری تھا اور وہ حضرت زکیؓ کے حیوانات کا علاج کیا کرتا تھا۔ خلیفہ مستعین کے پاس ایک خچر تھا جسے کوئی شخص بھی رام نہ کر سکا یعنی اسے زین و لگام دے کر سواری نہ کر سکا۔ مستعین کے مصاحبوں سے ایک نے خلیفہ سے کہا: آپ اپنے خدام سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ حسن بن رضاضہ کو تکلیف میں مبتلا کر دیں، یعنی یہ خچر انہیں دے دیں، یا تو وہ اس پر سوار ہو کر اسے رام کر لیں گے یا پھر یہ خچر انہیں ہلاک کر دے گا۔ مستعین نے آپ کو بلایا، آپ تشریف لائے۔ اس وقت خچر سرائے کے صحن میں کھڑا تھا۔ آپ اس کے قریب گئے اور اس کی پیٹی پر ہاتھ پھیرا۔ اسے پسینہ آنے لگا۔ پھر آپ مستعین کے پاس گئے اور بہت عزت و احترام سے پیش آئے۔ اس نے آپ کو اپنے ساتھ بٹھایا۔ پھر کہا: اے محمد! اس خچر کو لگام دے دو۔ حضرت زکیؓ نے میرے والد (سلوتری) کو لگام دینے کے لیے کہا۔ مستعین بولا: حضرت آپ خود لگام دیں۔ حضرت زکیؓ نے اس پر طلیساں ڈالی اور اسے لگام دی۔

اور اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے۔ مستعین نے دوبارہ کہا: زین بھی آپ ہی کس دیں۔ آپ دوسری بار اٹھے خچر پر زین کسی اور اپنی جگہ پر واپس چلے گئے۔ مستعین نے عرض کی: کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اس پر سواری بھی فرمائیں تو۔ آپ اس پر سوار ہوئے اور مراٹے کے صحن میں ہی دوڑانے لگے۔ دریں اثنا، خچر نے کوئی سرکشی نہ کی۔ آپ نیچے اترے تو مستعین نے پوچھا: حضرت! یہ خچر کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہیں۔ نہ اس سے اچھا خچر نہیں دیکھا۔ مستعین نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے میرے والد سے کہا کہ اسے پکڑو اور لے جاؤ۔ میرا والد اس خچر کو بڑے آرام سے لے گیا۔ خچر نے کسی قسم کی سرکشی نہ کی۔

۳۔۔۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سیدنا زکریاؑ سے اپنی غربت کی شکایت کی۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں تازہ پانہ تھا۔ آپ نے اس سے زمین کھودی اور اسی سبب سے پانچ سو درہم کا سونا نکل آیا۔ آپ نے وہ سارے کا سارا مجھے عطا کر دیا۔

۴۔۔۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں قید خانے میں تھا۔ میں نے قید کی تنگی اور بے لگائی کی شکایت حضرت زکریاؑ کو لکھ بھیجی۔ میں پتا پتا تھا کہ اپنی تنگ دستی کے متعلق کچھ لکھ کر جو بے لگائی میں لکھی تھی اس لیے اس شخص میں کچھ نہ لکھ سکا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: آج ظہر کی نماز اپنے گھر پر ہی پڑھا۔ اللہ کے فضل و کرم سے، میں قید سے رہا ہو گیا اور میں نے نماز ظہر گھر باڑھی۔ اچانک مجھے آپ کا قاصد آتا ہوا دکھائی دیا جو میرے لیے سو دینار لارہا تھا اس کے ساتھ ایک خط بھی تھا جس میں مرقوم تھا کہ جس وقت بھی تجھے پیسوں کی ضرورت ہو بغیر شرم و مار مانگ لیا کرو کیونکہ تم جس چیز کی بھی طلب کرو گے تمہیں وہی ملے گی۔

۵۔۔۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے ایک غریبہ لکھا اور میں پتا پتا تھا کہ چوتھے روز کے بخار کے متعلق بھی آپ سے پوچھ لوں لیکن مجھے یہ بات لکھنا یاد نہ رہی۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ تمہارے مسئلے کا جواب یہ ہے: تم یہ بھی پتا پتا لکھو کہ چوتھے روز کے بخار کے متعلق بھی پوچھو لیکن تم بخول گئے۔ دیکھو آیت شریف "یا نارکونی بردا وسلاما علیٰ ابراہیم" کاغذ پر لکھ کر محوم (جسے تمار چڑھا ہوا ہو) کے گلے میں آویزاں کر دو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور محوم کو آرام آ گیا۔

۶۔۔۔ ایک شخص کتابت کہ میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک خوبصورت

نوجوان اندر آگیا۔ میں نے دل میں خیال کیا بھلا یہ کون ہو سکتا ہے، حضرت زکیٰ نے فرمایا: یہ میری بیوی کا چچا زاد بھائی ہے۔ اس کے پاس پتھر کا ایک ٹکڑا ہے جس پر میرے آباؤں کے نام نے اپنی اپنی انگشتیاں رکھی ہیں اور اس پر مہریں کندہ ہو گئی ہیں۔ یہ میرے پاس بھی اسی غرض سے آیا ہے تاکہ میں بھی اپنی انگشتی اس پر رکھوں۔ چنانچہ آپ اس نوجوان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اپنا سنگ پارہ لاؤ۔ وہ اٹھا کر آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے ایک جگہ اپنی انگشتی رکھی۔ یہ انگشتی سادہ تھی اس پر کوئی نقش نہ تھا لیکن مہر نکل آئی اس پر "الحسن بن علی" کے الفاظ نقش ہو گئے جسے میں پڑھ رہا ہوں۔ بعد ازاں جب وہ نوجوان باہر آیا تو اس نے اس سے پوچھا: کیا تو نے کبھی آپ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا: خدا کی قسم میری مدت سے خواہش تھی کہ آپ کا دیدار کروں۔ اسی وقت ایک نوجوان آیا جسے میں نے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے کہا: اٹھو اور اندر آؤ، تو میں اندر آگیا۔

۷۔۔۔ ایک شخص بیان کرتا ہے کہ میں نے آپ کو خط لکھا تاکہ مشکوٰۃ کے معنی

پوچھوں۔ میری بیوی بھی حاملہ تھی اس لیے میں نے پتا ہا کہ اس کے لیے بھی دعا لے کر آؤں اور بچے کا نام بھی آپ ہی رکھیں۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا: "مشکوٰۃ" قلب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ لیکن فرزند و خاتون کے بارے میں کچھ رقم نہ کیا۔ ہاں خط کے آخر میں یہ تحریر فرمادیا: *عنکم اللہ اجرک واخلف علیک*۔ میری بیوی کے ہاں مردہ بچی پیدا ہوئی لیکن دوسرے حمل میں بچہ پیدا ہوا۔

حضرت سیدنا محمد بن حسین بن علی بن محمد بن علی الرضا

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ بارہویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو القاسم ہے اور آپ الامام باقرؑ، القاسم المہدی، المنتظر اور صاحب زمان کے القاب سے بھی ملقب ہیں۔ آپ خاتم دوازدہ ائمہ ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ سرمن رائے ہیں ایک غار میں داخل ہو گئے آپ کے پیروا بھی تک

آپ کے منتظر ہی ہیں آپ ان کی طرف نکل کر نہیں آتے۔ یہ واقعہ ۲۶۵ھ کا ہے، بعض کہتے ہیں ۲۶۰ھ کا ہے یہی درست ہے۔ لیکن جو چیز لوگ خیال کرتے ہیں وہ ابھی تک مخفی ہی ہے۔

آپ کی والدہ اُم ولدہ تھیں۔ ان کا نام صقیل یا سوسن تھا اور زحس بھی کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ان کے اور بھی نام ہیں۔ حضرت کی ولادت رمضان المبارک کی تیس تاریخ کو ۲۵۸ھ میں ترین راتے میں ہوئی۔ حکیمہ عمہ ابوزکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت ابو محمد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ نے فرمایا: اے عمہ! آج رات ہمارے ہاں قیام کرو کیونکہ آج رات اللہ تعالیٰ ہمیں کچھ عطا کرے گا یعنی ہمارے ہاں کچھ پیدا ہوگا۔ میں نے کہا: حضرت! یہ بچہ کس سے پیدا ہوگا جبکہ بی بی زحس سے تو حمل کے کوئی آثار ہی نظر نہیں آتے۔ آپ نے فرمایا: اے عمہ! زحس کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ایسی ہے اس لیے ان کا حمل ولادت سے پہلے ظاہر نہیں ہوگا۔ حضرت عمہ کہتی ہیں: میں نے یہ رات وہیں کاٹی۔ جب آدھی رات ہوئی تو میں نے اٹھ کر نماز تہجد ادا کی اور بی بی زحس نے نوافل تہجد پڑھے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا صبح ہونے کو ہے مگر جو حضرت ابو محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے اس کے آثار نظر نہیں آتے۔ حضرت ابو محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے آواز دی: اے عمہ! جلد ہی مت کرو۔ میں اسی کوہ میں جس میں بی بی زحس تھی واپس چلی گئی۔ آپ مجھے راہ میں ملیں، آپ پر لرزہ طاری تھا، میں نے انہیں پکڑ کر سینے سے لگایا اور قل هو اللہ احد، انا، انزلنا، آیتہ الکرسی پڑھ کر آپ پر دم کیا آپ کے شکم سے آواز آئی یعنی جو کچھ میں نے پڑھا تھا آپ کے بچے نے بھی وہی پڑھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ تمام گھر نوز علی نور ہو گیا ہے اور بی بی زحس کا بچہ زمین پر سجدہ ریز ہے۔ میں نے بچے کو اٹھایا۔ حضرت ابو محمد نے اندر سے آواز دی: اے عمہ! میرے بچے کو میرے پاس لاؤ۔ میں ان کے پاس لے گئی۔ آپ نے اُسے اپنی گود میں بٹھایا اور اپنی زبان اس کے منہ میں ڈال دی۔ پھر فرمایا: اے میرے بچے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بات کر۔ پس بچے نے کہا: بسم اللہ الرحمن الرحیم و نرید ان من علی التذین استضعفوا فی الارض

۱۔ حضرت حکیمہ عمہ ابوزکی رضی اللہ عنہا کی پھوپھی تھیں۔

وَجَعَلَهُمْ اٰثِمَةً وَنَجَعَهُمُ الْوَارِثِيْنَ - اس کے بعد میں نے دیکھا کہ سبز پرندوں نے مجھے پکڑ لیا ہے۔ حضرت ابو محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سبز پرندے سے فرمایا: اسے پکڑ لو اس کی حفاظت کرو یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ ہمیں اس بارے میں حکم دے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے امر کو پہنچانے والا ہے۔ میں نے حضرت محمدؐ سے پوچھا: یہ دوسرے پرندے کیا ہیں؟ حضرت نے فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام ہیں اور باقی ملائکہ رحمت ہیں۔ پھر فرمایا: اے عمتہ! اسے اس کی والدہ کے ہاں واپس لے جاؤ۔ بھجوائے مضمون "تو آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کر اور محزون نہ ہو اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگوں کو علم نہیں ہے۔" حضرت عمتہؓ آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لے گئیں۔ جب آپ پیدا ہوئے تو نواف بڑیدہ اور مخنون تھے۔ آپ کے دائیں جانب بالشت بھر لبائی میں جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان ساهوقاً کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ وہی روایت کرتی ہیں کہ پیدائش کے وقت زمین پر دو زانو حالت میں تھے اور انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ کو چھینک آئی، آپ نے کہا: الحمد لله سرت العلمین۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں ابو محمد زکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے بعد خلیفہ اور امام کون ہوگا؟ آپ اندر گئے پورے گھنٹے پر ایک بچہ جو چہرہ میں رات کے چاند ایسا سین تھا، اٹھا کر باہر آئے۔ بچے کی عمر تین سال تھی۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا: دیکھو! اگر تم خدا کے ہاں معزز نہ ہوتے تو میں تجھے اپنا یہ بچہ برگزینہ دکھاتا۔ اس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے اور اس کی کنیت یہ ہے:۔

"هو الذي يمسح الامراض قسطاً لما ملئت جوراً وظلماً"

ایک اور شخص کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت ابو محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کی دائیں جانب ایک گھر دیکھا جس پر پردہ پڑا ہوا تھا، میں نے کہا: اے آقا! آپ کے بعد صاحب امر کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ذرا پردہ اٹھاؤ۔ میں نے پردہ اٹھایا تو ایک چھوٹا سا بچہ نہایت پاکیزہ و مطہر جس کے دائیں رخسار پر تل تھا، گیسو کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے، باہر آیا اور حضرت ابو محمدؐ کی گود میں بیٹھ گیا۔ حضرت ابو محمدؐ نے فرمایا: یہ تمہارا صاحب امر ہے۔ اس کے بعد وہ بچہ آپ کے زانو سے اٹھا۔ حضرت ابو محمدؐ نے اس بچے سے کہا: یا بنی ادخلوا الی

الوقت اجماعاً۔ وہ چہ کسر پلا گیا۔ میں استہ دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد حضرت ابو محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اٹھو اور دیکھو کہ گھر میں کون ہے؟ میں نے دیکھا تو گھر میں کوئی بھی نہ تھا۔

ایک اور شخص کا بیان ہے کہ خلیفہ معتضد نے مجھے دو اور اشخاص کے ساتھ طلب کیا اور کہا

کہ حسن بن علی سرمن رائے میں فوت ہو گئے ہیں جلدی جاؤ اور ان کے گھر میں جس شخص کو بھی دیکھو اس کا سر میرے پاس لے آؤ۔ ہم آپ کے مکان میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مکان نہایت پاکیزہ اور صاف ستھرا تھا گویا اس کی تعمیر سے ابھی ابھی فارغ ہوئے تھے۔ ہم نے اس مکان پر پڑھ پڑھا دیکھا۔ پر وہ اٹھایا تو ایک گڑھا نظر آیا۔ وہاں آئے تو یہ گڑھا ہمیں دریا نظر آیا جس کے اوپر بوریا بچھا ہوا تھا اور ایک خوب صورت شخص اس پر قیام کی صورت میں نماز پڑھ رہا تھا اس نے ہماری طرف کوئی توجہ نہ دی۔ میرے ساتھیوں میں سے ایک آگے بڑھا تاکہ آپ تک رسائی حاصل کرے لیکن وہ پانی میں غرق ہو کر پھرتا رہا۔ آخر میں نے اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ ڈوبنے سے بچ گیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص نے آپ تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن اس کا بھی یہی حال ہوا اور میں نے اسے خلاصی دلائی۔ میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ میں نے صاحب خانہ سے معذرت کرتے ہوئے کہا: خدا کی قسم مجھے اس صورت حال سے آگاہی نہ تھی اور نہ ہی یہ پتہ تھا کہ ہم کہاں آ رہے ہیں۔ میں نے جو کچھ کیا ہے اس کے لیے خداوند قدوس کی طرف رجوع کر کے معافی مانگتا ہوں۔ میں نے جو کچھ کہا اس نے اس کی پروا نہ کی۔ ہم معتضد کے ہاں واپس چلے گئے اور تمام قصہ سنا دیا۔ معتضد کہنے لگا: اس راز کو پوشیدہ ہی رہنے دو۔ اگر لوگوں کو پتہ چل گیا تو تمہاری گردن مار دیں گے۔ ان حالات و واقعات سے قاریوں کو ان کی جلالت شان کا پتہ چل گیا ہوگا۔

امامیہ شیعہ حضرات آپ کی دو بار غیبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ایک غیبتِ قصری یعنی چند عرصہ کے لیے غیبت یعنی آپ کے زمانہ ولادت سے لے کر انقطاعِ سفارت تک۔ دوسری غیبتِ طولی یعنی زمانہ انقطاعِ سفارت سے لے کر اس زمانے تک جب خداوند قدوس آپ کے ظہور کا وقت مقرر کیا ہے۔ غیبتِ قصری میں آپ کے لیے سفیروں کا اثبات بھی کیا جاتا ہے جو یکے بعد دیگرے آتے رہے۔ یہ سفیر آپ اور تمام مخلوق کے درمیان ایک واسطہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان سے لوگوں کی حاجات و سوالات پورے ہوتے ہیں۔ یہ سفارت ایک شخص علی بن محمد نامی پر

ختم ہو چکی ہے جس کی وفات ۳۲۶ھ میں ہوئی اس سے روایت ہے کہ اس نے اپنی وفات سے
چھ روز قبل ایک سرکاری دستاویز نکالی جسے حضرت محمد بن العسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے
ہاتھ سے تحریر کیا تھا اس کی نقل مندرجہ ذیل ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم ايا علي بن محمد اعظم الله اجر
اخوانك فيك فانك ميت ما بينك وبين سنت ايام فاجمع امورك
ولا ترض الى احد يقوم مقامك بعد وفاتك فقد وقصت الغيبة
الثامة فلا ظهورا لا بعد اذن الله تعالى وذاك بعد طول الامد
وتسوة القلب وامتلاء الارض وسياتي من شيعتي من يدعي
المشاهدة الا فمن ادعى المشاهدة قبل خروج الستيفاني والصحفة
فهو كذاب مفتر ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم۔

چنانچہ چھٹے روز تک کسی سے وصیت سفارت نہ کی گئی بعد ازاں غیبناہ طولی کا زمانہ آ گیا جو
اللہ تعالیٰ کی مشیت تک چلے گا۔ آپ کی غیبت قصری کے دوران میں طائفہ سفات سے متعلقہ
لوگوں نے آپ سے بہت سی حکایات بیان کی ہیں :

حکایت نمبر ۱ ایک دفعہ اہل حُلہ میں سے ایک شخص جس کا نام اسماعیل تھا، کو زخم
آ گیا جس کے علاج و معالجہ سے حُلہ اور بغداد کے حکماء عاجز آ گئے اور
کہنے لگے کہ اس کا علاج سوائے قطع و برید کے کوئی نہیں لیکن یہ حصہ کاٹنے میں بہت زیادہ خطرہ
کیونکہ وہ نس جس پر زندگی کا دار و مدار ہے اس کے پاس ہی ہے۔ اسماعیل کہتا ہے جب تمام
اطباء مایوس ہو گئے تو میں (ستر من رائے) مشہد شریف چلا گیا۔ اماموں کی زیارت کے بعد میں
ایک حوض میں کود گیا اور خدا سے استمداد و استعانت کرنے لگا۔ بعض راتوں میں قیام بھی کرتا رہا
اور زیادہ وقت وہیں گزارا۔ ایک روز میں نے دجلہ کے کنارے جا کر غسل کیا، پاک و صاف
کپڑے پہنے اور مشہد شریف کی طرف متوجہ ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس طرف چار سوار آ رہے ہیں
دو تلوار بستہ تھے، ایک کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور چوتھے کے کندھے پر تری ہوئی کمان تھی۔ یہ
ب شرفائے مشہد میں سے معلوم ہوتے تھے۔ جب میرے پاس آئے تو انہوں نے السلام علیکم کہا

میں نے وعلیکم السلام کہا۔ نیزہ بردار کمان والے کے دائیں طرف کھڑا ہو گیا اور دوسرے دو اس سے ذرا دور کھڑے ہو گئے۔ جس شخص کے پاس کمان تھی مجھ سے کہنے لگا: کیا تو اپنے اعزہ و اقارب کے ہاں اکیلا ہی جائے گا۔ میں نے کہا: ہاں جناب۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہارے زخم کا معائنہ کروں۔ میں اُن کے پاس گیا۔ آپ نے میرے زخم کو اچھی طرح نچوڑ دیا جس سے مجھے سخت درد محسوس ہوا۔ نیزہ بردار کہنے لگا: اے اسماعیل! کیا تجھے سلاح حاصل ہوئی۔ میں حیران تھا کہ وہ میرے نام سے کیسے آگاہ ہو گئے۔ میں نے کہا: ہم فلاح پاگئے آپ بھی ان شاء اللہ فلاح پائیں گے۔ نیزہ بردار کہنے لگا: یہ امام رضی ہیں۔ میں دوڑ کر آپ کے پاس گیا، آپ سے بغلگیر ہوا پھر آپ کے زانو کو بوسہ دیا۔ آپ چل دیے۔ میں بھی پیچھے پیچھے ہویا۔ آپ نے مجھ سے واپس چلا جانے کو کہا۔ میں نے عرض کی: میں آپ سے ہرگز جدا نہیں ہوں گا۔ آپ نے بار وگیرہ فرمایا: مصلحت اسی میں ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ میں نے وہی جواب دیا۔ نیزہ بردار نے کہا: تجھے شرم نہیں آتی تجھے امام نے دوبار واپس جانے کو کہا ہے اور تو خلاف امر کر رہا ہے۔ یہ سن کر میں کھڑا ہو گیا۔ آپ چند قدم چلے پھر مجھ سے کہا: دیکھو تم جب بغداد جاؤ گے تو مستنصر تمہیں دربار میں طلب کرے گا اس کی کوئی بات نہ ماننا۔ میں اسی حالت میں تھا کہ آپ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اس کے بعد میں مشہد شریف آ گیا اور ان سواروں کے حالات معلوم کئے۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ اس شہر کے آس پاس کے گاؤں کے شریف لوگ تھے۔ میں نے کہا: وہ تو امام تھے۔ انہوں نے پوچھا: امام صاحب نیزہ تھے یا صاحب کمان؟ میں نے کہا: صاحب کمان تھے۔ پھر کہا: کیا تم نے انہیں اپنا زخم دکھایا۔ میں نے کہا: ہاں دکھایا تھا۔ لیکن آپ نے اسے نچوڑ دیا تھا۔ یہ زخم میری دائیں ران پر تھا۔ میں نے اُسے برہنہ کیا تو دائیں ران پر اس قسم کا کوئی نشان نہ تھا۔ مجھ پر دہشت کے مارے شک گزرنے لگا۔ میں کہتا تھا ہو سکتا ہے زخم بائیں طرف ہو۔ میں نے اُسے بھی برہنہ کر کے دیکھا تو کوئی نشان نہ تھا۔ اس پر لوگ میرے گرد جمع ہو گئے، میرے کپڑے پھاڑنے لگے۔ خادمان مشہد مجھے گھر لے گئے اور اس طرح لوگوں سے خلاصی دلائی۔ میرے پیچھے سے پلے خیر بغداد شریف پہنچ چکی تھی۔ یہاں بھی لوگ مجھ پر اُٹھ آئے قریب تھا کہ میں اس جم غفیر میں مارا جاتا لیکن مجھے خلیفہ کے پاس لے گئے۔ مستنصر نے مجھ سے

میری رام کہانی پوچھی۔ میں نے کہانی دُہرائی۔ مستنصر کہنے لگا کہ اسے ہزار دینار دے دو۔ میں نے لینے سے انکار کر دیا کیونکہ حضرت امام نے اس بارے میں مجھے پہلے ہی وصیت فرمائی ہوتی تھی کہ اس سے کوئی چیز نہ لینا۔ یہ حال دیکھ کر مستنصر رونے لگا لیکن میں اس کے ہاں سے باہر چلا آیا۔

جامع الاصول میں قیامت کی علامات و شرائط کے ذکر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دنیا میں سے صرف ایک ہی دن باقی رہے تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل کر دیں گے حتیٰ کہ مجھ سے یا میرے اہل بیت میں سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی پیدا فرمائیں گے جو میرا ہمنام ہوگا اور جو روئے زمین کو انصاف و عدل سے ایسا بھر دے گا جیسا کلاس سے پیشتر روئے زمین ظلم و جور سے مملو تھی۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ دنیا اس وقت اختتام پذیر نہ ہوگی جب تک کہ ایک آدمی میرا ہمنام میرے اہل بیت میں سے پوری مملکت عرب کا مالک و قابض نہ ہو جائے۔ اس کو حضرت امام ابی داؤد نے روایت کیا ہے۔

اور جامع الاصول میں ابو اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسنؑ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرا بیٹا سردار ہوگا جیسا کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا اور اس کی اولاد سے ایک ایسا آدمی پیدا ہوگا جو تمہارے نبی کا ہمنام ہوگا جو خلقاً اگرچہ مجھ سے مشابہ نہ ہوگا تاہم اخلاق میں وہ میرا شبیہ ہوگا۔ پھر اس کے بعد مندرجہ بالا الفاظ گہرائے یعنی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ اس کو بھی ابی داؤد نے بیان کیا لیکن قصے والا حصہ بیان نہیں کیا۔

اور ابن ابی صاحب فتوحاتِ مکہ نے مہدی کے ذکر میں یہ کہا ہے کہ وہ تین سو ساٹھ کالمین میں سے ہوں گے تمہیں معلوم ہونا چاہئے (اللہ تعالیٰ تمہیں اور ہمیں موید کرے) حق تعالیٰ اپنے نائب کو ایسے وقت میں ظاہر فرمائیں گے جبکہ تمام روئے زمین جور و ظلم سے مملو ہوگی۔ تو یہ خلیفہ اس کو عدل و انصاف سے بھر دے گا بالفرض اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی ہوا تو حق تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل کر دے گا حتیٰ کہ یہ خلیفہ جو آلِ رسول ہوگا اور اولادِ فاطمہ رضی

اور میرا ہنام ہوگا۔ اس کی کنیت اس کے دادا حسن بن علیؓ کے ساتھ ملتی ہوگی۔ وہ لوگوں سے
 اہتمامِ ابراہیم اور حجرِ سود کے درمیان بیعت لے گا، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وہ خلقت
 میں مشابہ ہوگا اور اخلاق میں کمتر ہوگا۔ یہ اس لیے کہ کوئی شخص بھی پیغمبرِ اسلام کی طرح نہیں ہو سکتا۔
 اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقِ عَظِيمٍ۔

پھر فرمایا کہ اس شخص کے ہاتھ پر عرفاء، اہلِ حقائق اور اہلِ کشف و شہود بیعت
 کریں گے اور اس کی دعوت کو پھیلائیں گے اور اس کے مدد و معاون ہوں گے۔ وہ اس کے
 وزیر ہوں گے جو مملکت کا بوجھ اٹھائیں گے اور اس کی ہر معاملہ میں اعانت کریں گے۔ پھر فرمایا کہ
 اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک ایسی جماعت کو ظاہر فرمائیں گے جو ابھی تک خزانہِ غیب میں چھپی
 ہوئی ہے۔ حق تعالیٰ ان کو کشف کے ذریعہ سے حقائق اور معاملاتِ مخلوق سے مطلع فرمائیں گے
 ان کے مشورے سے یہ شخص فیصلے کرے گا اور یہ لوگ حقیقتاً عارف ہوں گے اور اس کا نام
 اور جو کچھ اس کے دل میں ہوگا پہچانیں گے اور یہ صرف علمِ عطائی کی برکت ہوگی۔ اسی علم کی وجہ سے
 ہر اس چیز کو جس سے شخص موصوف کا مرتبہ اور منزلت معلوم کریں گے۔ اس لیے کہ وہ
 خلیفہ برحق ہے جو حیوانات کی زبان تک سمجھ لے گا اور اس کا عدل و انصاف جن دنوں
 میں جاری و ساری ہوگا۔ حضرت علاء الدولہ احمد بن محمد سمنانی نے ابدال و اقطاب کے
 بارے میں فرمایا ہے کہ محمد بن حسن عسکریؒ واصل ہو چکے ہیں اور ان کے آبا و اجداد
 اہل بیت بھی اس مرتبہ سے متصف ہیں۔ جب یہ لوگ آنکھوں سے محضی و پوشیدہ ہو جاتے ہیں
 تو ابدال کے زمرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پھر تدریجی طور پر ترقی کرتے کرتے عظمت کی
 انتہائی بلندی تک پہنچ جاتے ہیں اور علی بن حسینؑ بھی ایک قطب تھے جب ان کا انتقال ہو گیا تو
 انہیں شونیز کے مقام پر دفن کیا گیا تو ان کی نماز جنازہ محمد بن حسن عسکری نے پڑھائی اور ان کے
 قائم مقام بن گئے اور قطبیت کے رتبے پر تیس سال تک فائز رہے پھر حکم پروردگار یہ بھی

لے دو اوزہ اللہ کی قطبیتِ بگڑی کی تسلیم و تصدیق کے لیے حضرت سیدی و مرشدی مخدوم العالم (باقی ص ۳۷۴)

وفات پاگئے تو ان کے قائم مقام حضرت عثمان بن لیقوب خراسانی جو نبی ٹھہرے اور ان کے تمام ساتھیوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انہیں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن کیا۔ جب جوینی کا انتقال ہوا تو احد کو چک جو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولادِ امجاد میں سے تھے ان کے قائم مقام ہوئے۔ ان کا انتقال بیرونِ عرب ہوا۔ ان بزرگوں کی قبور اونچی ہیں نہ پختہ۔ انہیں اقطاب کے علاوہ کوئی نہیں پہچانتا اور یہ ہر سال قبور مذکورہ کی زیارتوں سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ نے ائمہ اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے احوال و احوال اور کرامات و خوارقِ عادات کے بیان کے تمام کی توفیق بخشی ہے اس لیے اب بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ یہ بات جاننا ضروری ہے کہ فضیلت و کمال اہل بیت کے ان بارہ نفوس قدسیہ پر ہی ختم نہیں ہوتے اہل بیت میں سے دیگر صحابہ کرام فضل و کمال بھی ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ فضل و کمال کا بہرہ وافر و آزدہ ائمہ کو ہی ملا ہے۔ ائمہ مذکورین میں سے ہم نے بعض متاخرین کے احوال و نفعات الانس میں اور سلمی نے طبقات صوفیہ میں بیان کر دیئے ہیں ان میں مشہور حضرت ابراہیم سعد علوی اور سیدی عبدالقادر گیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ بس یہ توفیق محض حق تعالیٰ کی طرف سے ہی ہے۔

حضرت سیدنا سعید بن زید بن عمرو بن نفیل

رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں جنت کی بشارت دی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک عورت نے حضور علیہ السلام کے کسی صحابی کے پاس آکر شکایت کی کہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری زمین پر قبضہ کر لیا اور اس پر مکان تعمیر کرنے لگے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ ص ۳۷۳) حضرت شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفتر ثالث کے مکتوب نمبر ۱۲۳ کا مطالعہ لابی و ضروری ہے۔ یہ مکتوب آپ نے اپنے ایک ارادت کیش جناب نور محمد تھاری کے نام رقم فرمایا تھا۔

آپ نے حضرت زید سے کہیں کہ وہ میری زمین چھوڑ دیں ورنہ ان کے ظلم سے تنگ آکر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جا کر فریاد کروں گی۔ اس صحابی نے یہ بات حضرت سیدنا سعید رضی اللہ عنہ کو بتا دی۔ آپ نے فرمایا: میں نے حضور رسالتاً صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جس نے کسی کی زمین کا ایک چتہ بھی بغیر حق قبضہ میں لے لیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے سات زمینوں کا طوق پھندا دے گا۔ جانیے آپ اس عورت سے کہیں کہ اس کا جو حق ہے وہ مجھ سے آکر لے لے۔ بعد ازاں حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اسے پروردگار! اگر وہ مجھ پر کذب افتراء کرے تو اسے اندھا کیے بغیر نہ چھوڑ اور اسے موت بھی اسی پر ہی دے۔ یہ خبر اس عورت تک پہنچی تو وہاں آئی۔ حضرت سعید کے مکان کو گرا دیا اور وہاں اپنا مکان بنا کر شروع کر دیا۔ ابھی مکان تھوڑا ہی بنا تھا کہ وہ اندھی ہو گئی۔ جب رات کو اٹھتی تو اپنی لونڈی کو بھی اٹھا لیتی جو اس کا ہاتھ پکڑتی اور اسے وہاں لے جاتی جہاں وہ جانا چاہتی۔ ایک رات اس نے لونڈی کو نہ جگایا اور اکیلی باہر آگئی۔ راستے میں ایک کنواں تھا جس میں گر گئی۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے اُسے کنویں میں مڑوہ پایا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت عبادہ بن بشر و اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عبادہ

بن بشر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے۔ رات سخت اندھیری تھی آپ نے اور حضور علیہ السلام باہر تشریف لائے آپ کا یا حضور علیہ السلام کا عصا نے مبارک روشن ہو گیا اور آپ روشنی میں چلتے رہے۔ جب ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو دوسرا عصا بھی روشن ہو گیا حضور علیہ السلام اور حضرت عبادہ بن بشر و اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اپنے عصا کی روشنی میں چلتے رہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے ہم سفر میں تھے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عمار بن یاسر

کو پانی لانے کے لیے بھیجا۔ شیطان لعین ایک سیاہ شخص کی صورت میں پانی اور حضرت عمار بن یاسر کے درمیان حائل ہو گیا۔ حضرت عمار نے اُسے پکڑ کر زمین پر دے مارا۔ شیطان کہنے لگا: تو

مجھے چھوڑ دے تو میں تمکے پوزوں کا تاکہ تو پانی لے جانے۔ آپ نے شیطان لعین کو چھوڑ دیا۔
 دوسری دفعہ پھر اسی طرح حال ہوا آپ نے پھر اسے پڑ کر زمین پر دس مارا۔ شیطان کہنے لگا،
 مجھے چھوڑو تو میں تمہیں نیوڑوں گا۔ حضرت نماز نے اسے چھوڑ دیا۔ اس نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا
 حضرت نماز نے پانی بھر لیا اور ابھی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر بھی نہیں ہوئے تھے کہ
 حضور علیہ السلام نے فرمایا: شیطان لعین سیاہ شخص کی صورت میں پانی اور عمار بن یاسر کے درمیان
 حال ہو گیا تھا مگر خداوند قدوس نے نماز کو فتح و نصرت عطا کی ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں:
 ہم نے نماز سے کہا کہ حضور علیہ السلام نے کچھ اس طرح کی گفتگو فرمائی ہے۔ حضرت نماز بولے:
 خدا کی قسم اگر مجھے پتہ ہوتا کہ وہ شیطان ہے تو میں اسے مار ڈالتا لیکن میرا ارادہ تھا کہ میں اس کی
 ناک کاٹ کھاؤں مگر اس سے سخت بدبو آ رہی تھی۔

حضرت العلاء بن الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ^{آپ مہاجرین میں سے ہیں اور}
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے بحرین میں گورز تھے۔ حضرت ابو سبریرہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت علاء الحضرمیؓ سے
 تین چیزیں مشاہدہ کیں جو ان سے پہلے یا ان سے بعد کسی میں بھی نہ دیکھ سکا۔ یہ عجیب و غریب
 چیزیں ہیں۔ اول یہ کہ ہم ایک دفعہ دریا کے کنارے گئے تو آپ نے فرمایا: اللہ کا نام لے کر دریا
 میں اتر جاؤ۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا، دریا میں اتر گئے اور پار کر گئے۔ ہمارے اونٹوں کے
 پاؤں کے سوا ہماری کوئی چیز نہ بھسکی۔

دوسری یہ کہ دریا سے گزر کر ہم ایک صحرا میں پہنچ گئے۔ ہم پر تشنگی غالب تھی لیکن پانی
 سے محروم تھے۔ ہم نے آپ کو صورت حال سے آگاہ کر دیا۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی تو بادل کا
 ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور اتنا برساکہ ہم سب سیراب ہو گئے۔ بعد ازاں پانی مشکیزوں میں بھی بھر لیا۔
 تیسری یہ کہ آپ کی وفات کے بعد ہم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ آپ کی قبر پر انٹیں رکھیں

لے آپ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے تھے زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام عبد الشمس تھا۔ اسلام سے مشرف ہونے کے
 بعد عبد الرحمن کے نام سے پکارے جانے لگے مگر کنیت نام پر غالب آگئی۔ (مترجم)

بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ ہم نے اُن کے کفن کے بند نہیں کھولے۔ ہم نے اینٹیں اٹھائیں تو آپ کو قبر میں موجود نہ پایا۔

کتے ہیں بصرہ میں کسی شخص کے کان میں ایک سنگریزہ گھس گیا اور آہستہ آہستہ پر وہ گوشہ تک جا پہنچا۔ اس بچاڑے کا رات کا آرام اور دن کا قرار ٹٹ گیا اور تمام اطباق اس کے معالجہ سے عاجز آ گئے۔ وہ شخص حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی دوست کے پاس گیا اور اپنی رام کہانی سُنائی۔ انہوں نے فرمایا، دیکھو اس ضمن میں اگر کوئی چیز تمہیں نفع آوری ہو سکتی ہے تو وہ حضرت علاء المحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دُعا ہے۔ وہ دُعا آپ بجز وہیں پڑھتے تھے۔ وہ کہنے لگا: خدا تو پر رحم فرمانے وہ کون سی دُعا ہے؟ اُس نے کہا: "يَا عَلِيُّ يَا عَظِيمُ يَا حَلِيمُ يَا عَلِيمُ"۔ راوی کا بیان ہے کہ اس شخص نے جو نہی یہ دُعا پڑھی وہ سنگریزہ مخصوص آواز کے ساتھ کان سے باہر آ گیا اور بڑے زور سے دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا۔

حضرت سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ان متاخرین صحابہ

جو شام میں باقی رہ گئے تھے۔ آپ سے ایک روایت نقل ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے ایک گروہ کے ساتھ بھیجا تاکہ میں انہیں دعوتِ اسلام دوں۔ انہوں نے مجھ سے اسلام کی دعوت قبول نہ کی۔ میں تشنہ لب تھا لہذا میں نے اُن سے پانی مانگا۔ انہوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے تمہیں اسی حالت میں رکھیں گے حتیٰ کہ تم مر جاؤ۔ میرے پاس ایک چادر تھی جسے اوڑھ کر میں دُھوپ میں ہی سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آنے والا آیا جس کے ہاتھ میں شیشے کا پیالہ تھا اور ایسا خوب صورت پیالہ کہ شاید ہی لوگوں نے کبھی ایسا پیالہ دیکھا ہو اس میں ایسا میٹھا شربت تھا کہ لوگوں کو شاید ہی ایسا میٹھا شربت نصیب ہوا ہو اس نے یہ شربت مجھے دیا اور میں نے پی لیا۔ پینے کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ آپ فرماتے ہیں خدا کی قسم جب سے میں نے وہ شربت پیا ہے مجھے کبھی پیاس لگی ہے نہ ٹھوک۔

آپ کی ایک کنیز سے روایت ہے کہ ابو امامہ باہلی صدقے کو اچھا سمجھتے تھے۔ آپ صدقے کے لیے دینار و درہم اور خورد و نوش کی اشیاء جمع کر لیتے اور جو سائل بھی آتا اُسے دے دیتے۔

ایک دن گھر میں کچھ نہ تھا تو سائل نے آصدا کی۔ آپ نے اسے ایک دینار دیا۔ دوسرے سائل کو بھی ایک دینار دیا۔ تیسرے کو بھی ایک دینار ہی دیا۔ مجھے غصہ آ گیا کیونکہ ہمارے لیے گھر میں کچھ بھی باقی نہ رہا۔ آپ گھر میں ٹاٹ پر سو گئے۔ نمازِ ظہر کے لیے اذان ہوئی تو میں نے آپ کو بیدار کیا۔ آپ مسجد میں چلے گئے۔ اس وقت روزہ رکھا ہوا تھا۔ میں نے کچھ قرض لیا اور اس سے آپ کے لیے شام کا کھانا تیار کیا، چراغ جلایا اور اسے دسترخوان پر رکھا۔ پھر میں بستر پر لیٹنے کے لیے آگے بڑھی تو وہاں چند دینار رکھے ہوئے دیکھے ہیں نے دل میں کہا: شاید آپ نے وہ دینار ان دیناروں کے اعتماد پر صدقہ کر دینے نئے میں نے انہیں گنا تو سو دینار تھے جنہیں میں وہیں چھوڑ کر چلی گئی۔ جب نمازِ شام کے لیے حضرت امامہ تشریف لانے تو میں نے جو اہتمام کیا تھا اس کا ملاحظہ کر کے خدا کی حمد و ثنا کرنے لگے پھر مستہم ہو گئے۔ آپ نے کھانا کھالیا تو میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت کرے۔ آپ کیا لانے ہیں؟ پھر دینار آپ کے سامنے رکھ دیتے آپ نے کہا یہ کیا چیز ہے؟ میں نے عرض کی کہ وہی جو آپ یہاں رکھ گئے تھے۔ آپ دینار دیکھ کر خون کھانے لگے اور فرمایا: ہائے! کیا بلا ہے؟ میں نے عرض کی: مجھے کچھ پتہ نہیں میں نے جو پایا لے آئی اور آپ اسے دیکھ رہے ہیں اس کے بعد بھی آپ خائف و ترساں ہی رہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر خیر چھیڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خالد رضی اللہ عنہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جسے کفار پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ کہتے ہیں جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اپنی خلافت کے دوران میں حیرہ کی طرف بھیجا تو اہل حیرہ نے ایک شخص عبدالمسیح کو ایک ایسی زہر دے کر آپ کی طرف بھیجا جو ایک لمحہ میں اپنا اثر دکھا دیتی تھی۔ جب عبدالمسیح نے زہر آپ کو پیش کیا تو آپ نے پوچھا: یہ کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: پل بھر میں اثر دکھانے والی زہر۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے زہر کو اپنی ہتھیلی پر رکھا اور بسم اللہ وباللہ رب الارض والسماء بسم اللہ التذی لَا یَضُرُّ بِأَسْمِهِ دَاءٌ كَمَا كَرِپِي كُنْتُ عَبْدَ الْمَسِيحِ نَعْنِي وَالْأَسْمَاءُ كَمَا كَرِپِي كُنْتُ عَبْدَ الْمَسِيحِ نَعْنِي وَالْأَسْمَاءُ كَمَا كَرِپِي كُنْتُ عَبْدَ الْمَسِيحِ نَعْنِي

وہ تو پل بھر میں تباہ کر دینے والی زہر کو پی گئے ہیں اور انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا اور یہ اُنہی کا کام ہے۔

آپ سے متعلق کہا جاتا ہے کہ ایک دن اپنے لشکر میں گشت کر رہے تھے آپ نے اپنے ایک فوجی کو دیکھا جس کے پاس شراب کا ایک چھوٹا سا مشکیزہ تھا آپ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ سرکہ ہے۔ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میں بار اللہم اجعلہ خلاً پڑھا جب وہ لشکر ہی اس مشکیزے کو اپنے اجاب کے پاس لے گیا اور اس کا منہ کھولا اور دیکھا تو یہ سرکہ تھا ساتھی کہنے لگے بڑا افسوس ہے تم یہ کیا چیز لے آئے ہو۔ اس نے کہا: خدا کی قسم میں شراب ہی لایا تھا تمہارے امیر لشکر مجھے برسرِ راہ ملے تو میں نے کہا کہ یہ سرکہ ہے۔ آپ نے میں بار دُعَا کی اللہ تعالیٰ نے ان کی رُحَا کو شرفِ اجابت بخشا تو شرابِ سرکہ بن گئی۔

آپ حضرت عمرؓ کے سب سے
حضرت عبداللہ بن عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم بڑے صاحبِ زادے تھے
 آپؓ مکہ میں ایمان لائے۔ ابھی نابالغ ہی تھے کہ اپنے والدِ محترم کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کر آئے آپؓ نے مکہ معظمہ میں وفات پائی۔ لوگ کسی شخص کو رجم کر رہے تھے کہ آپ کے پاؤں کی دوا انگلیوں پر کوئی چیز آنگلی جس سے سخت زخم آگیا اور آپ داعیِ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ یہ ۶۴ھ کا واقعہ ہے، بعض ۶۳ھ کا بھی کہتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ سفر میں تھے کہ کچھ لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے آپ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ تو وہ کہنے لگے جناب یہاں ایک شیر ہے جو یہاں کے لوگوں کے رستے میں مزاحم ہوتا ہے۔ آپ اپنی سواری سے اترے اور سیدھے اس شیر کی طرف چل دیئے۔ آپ نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کو چپٹ ماری اور راہ سے دُور ہٹا دیا۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ابنِ آدمؑ پر بھی خوف طاری ہوتا ہے جب وہ اس کے سوا کسی اور سے ڈرنے لگتا ہے اور جب ابنِ آدم اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا تو اس پر کوئی خوف مسلط نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ کی ولادت درہ شعب میں ہوئی۔ اس وقت بنی ہاشم یہیں محصور تھے۔ یہ ہجرتِ نبوی سے

تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ جب حضور علیہ السلام نے انتقال فرمایا تو حضرت عبداللہ ابن عباس کی عمر ۳۳ سال کی تھی۔ آپ کہتے ہیں: میں نے جبریل علیہ السلام کو دو دفعہ دیکھا ہے اور دو دفعہ حضور علیہ السلام نے میرے لیے علم و حکمت کی دعا فرمائی ہے۔ آپ طائف میں ۶۸ھ میں داعیِ اجل کو لبیک کہ گئے۔

آپ کا سالِ وفات ۱۱ھ بھی کہا جاتا ہے۔ میمون بن مہران کہتے ہیں کہ میں طائف میں حضرت عبداللہ ابن عباس کے جنازہ میں شریک تھا۔ جب آپ کے تابوت کو نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے زمین پر رکھا گیا تو ایک سفید پرندہ آکر آپ کے کفن میں گھس گیا۔ لوگوں نے بہت کوشش کی کہ اسے دھونڈا جائے لیکن وہ نہ مل سکا۔ جب آپ کی تدفین ہوئی تو میں نے قبر سے آواز آتی سنی صاحبِ قبر کہہ رہا تھا

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ ارجعي الی ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

نیز آپ سے روایت ہے کہ ایک دن مسجد کو جا رہے تھے کہ راستے میں آپ کو ایک خوبصورت عورت ملی۔ آپ کے دل میں اس کے لیے کچھ رغبت سی پیدا ہو گئی۔ اس پر آپ نے فرمایا: اے اللہ! تو نے مجھے آنکھیں بطور نعمت عطا کی ہیں مجھے ڈر ہے وہ کہیں عذاب نہ بن جائیں اور تو انہیں چھین لے۔ کہنا تھا کہ آپ کی آنکھیں جاتی رہیں۔ آپ جب مسجد میں جاتے تو اپنے ایک بھتیجے کو ہمراہ لے جاتے۔ وہ منبر کے سامنے منہ کر کے آپ کو بٹھا دیتا اور چلا جاتا۔ اور جا کر لڑکوں سے کھیلتا رہتا۔ آپ کو جب بھی کوئی ضرورت لاحق ہوتی آپ اس لڑکے کو بلا لیتے اور اسے کبھی کبھی کھیل کود میں مشغول ہونے کے سبب تنبیہ بھی کر دیتے۔ ایک دن آپ کو کوئی حاجت درپیش ہوئی تو آپ نے اس لڑکے کو بلایا، چونکہ وہ اس وقت کھیل کود میں مصروف تھا اس لیے آپ کے پاس نہ آیا۔ آپ لڑکے کی حکم عدولی کے سبب ڈرنے لگے کہ کہیں میری رسوائی نہ ہو۔ چنانچہ آپ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اے اللہ! تو نے مجھے آنکھیں بطور نعمت عطا کی تھیں مجھے خوف تھا کہ یہ کہیں عذاب نہ بن جائیں پس تو نے انہیں قبض کر لیا اور اب مجھے اپنی رسوائی کا ڈر ہے۔ بس یہ کہنا تھا کہ آپ کی آنکھیں بعینہ روشن ہو گئیں۔ آپ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ راوی کا بیان ہے میں نے آپ کو بینا اور نابینا دونوں طرح دیکھا ہے۔

آپ کی وفات بصرہ میں ۵۲ھ میں ہوئی۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں صحابہ کرام میں سے کسی کو حضرت عمران بن حصین سے مقدم نہیں دیکھا۔ آپ کے پیٹ میں تین سال تک درد ہوتا رہا۔ ہر چند لوگوں نے کہا کہ آپ فلاں جگہ کو داغ دلو الیں لیکن آپ نے ان کی ایک نہ مانی۔ آخر وفات سے دو سال پہلے آپ کے پیٹ کو داغ دیا گیا۔ مطرف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین کو ملائکہ السلام علیکم کہا کرتے تھے لیکن جب ان کا پیٹ داغ دیا گیا تو ملائکہ نے آپ کو السلام علیکم کہنا ترک کر دیا۔ جب داغ اچھا ہو گیا اور اس کا اثر جاتا رہا تو آپ نے مجھ سے کہا کہ وہ لوگ جو مجھ پر سلام بھیجا کرتے تھے پھر سے سلام بھیجنے لگے ہیں۔

آپ سے روایت ہے کہ آپ

حضرت حمزہ بن عمرو الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ کسی سفر میں شریک تھے، رات اندھیری تھی، اونٹ بھاگ گئے اور مال و متاع ادھر ادھر بکھر گیا۔ حضرت حمزہ کی دونوں انگلیاں شمع کی طرح روشن ہو گئیں۔ اس روشنی میں انہوں نے گم شدہ سامان اور اونٹ تلاش کر لیے۔

آپ کا وطن مالون اصغمان تھا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ حضرت

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو مدائن کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ آپ کی وفات

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں بمقام مدائن ہوئی۔ اہل علم نے سیرت کی

کتابوں میں حضرت سلمان کا یوں ذکر کیا ہے کہ آپ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے

ایک وصی جو تقریباً اڑھائی سو سال کی عمر یا اس سے بھی زیادہ تک زندہ رہا، کے ملنے والے تھے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ساؤ

چار ہیں جن میں سے ایک سابق العرب ہے اور سابق دوم حضرت صہیب اور سابق فارس

یعنی ایران حضرت سلمان فارسی ہیں اور سابق جنت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کے دن آپ کے حق میں یوں فرمایا: سلمانؓ میرے اہل بیت میں سے ہے۔ کہتے ہیں جب آپ کا وقت رحلت قریب پہنچا تو آپ نے اپنی بیوی سے کہا تمہارے پاس کچھ مشک تھا اس کا کیا ہوا۔ اُسے پانی میں ڈال کر گھول دے اور پانی کو میرے سر کے ارد گرد چھڑک دے کیونکہ ابھی کچھ لوگ آئیں گے جن کا تعلق انسانوں سے ہو گا نہ جنوں سے۔ آپ کی بیوی کا بیان ہے جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا کر کے میں باہر چلی گئی۔ اندر سے السلام علیک یا ولی اللہ السلام علیک یا صاحب رسول اللہ کی آوازیں گنے لگیں۔

میں اندر آئی تو آپ کی روح قفسِ عنقریب سے پرواز کر چکی تھی اور آپ اپنے بستر پر ایسے پڑے ہوئے تھے جیسے خواب ہوں۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ

ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن سلمانؓ نے مجھ سے کہا، اے بھائی

پتہ نہیں ہم میں سے کون پہلے وفات پا جائے اس لیے ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے کو اپنی

آرام گاہ دکھا دیں۔ میں نے کہا ہو سکتا ہے اور مردے کو اختیار بھی ہے کہ وہ اپنی خواب گاہ

دوسرے کو دکھا دے۔ آپ نے فرمایا: ہاں، بندہ مومن کی روح جہاں بھی چاہے جا سکتی ہے

مگر کافروں کی رُو میں مقامِ سخن میں مقید رہتی ہیں۔ چنانچہ جب حضرت سلمانؓ نے وفات پائی تو

بس اس دن قیلو لہ کر رہا تھا۔ جب میری آنکھیں گرم ہوئیں تو ناگاہ مجھے حضرت سلمانؓ نظر آئے

آپ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ رہے تھے میں نے وعلیکم السلام کے بعد

کہا، اے عبداللہ! آپ نے اپنی منزل کیسی پائی۔ سلمانؓ نے کہا، بہت اچھی۔ اور تجھ پر بھی

اسی اچھی شے کا توکل کرتا ہوں۔ آپ نے اس بات کو تین بار دہرایا۔

طفیل عمر والدوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد مکہ میں آیا تو بعض قریشی

میرے پاس آئے اور کہنے لگے: اے طفیلؓ! تو ہمارے گاؤں میں تو آ گیا ہے لیکن یہ شخص محمد

صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمارے درمیان مبعوث ہوا ہے ہم میں تفرقہ ڈال رہا ہے۔ ہمارے

کاروبار کو تباہ کر رہا ہے۔ اس کی باتوں میں ایسا جادو ہے کہ بھائی کو بھائی سے جدا کر دیتا ہے

بیوی کو خاوند سے جدا کر دیتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ جیسا حال ہماری قوم کا ہوا ہے ویسا ہی تمہاری

قوم کا بھی نہ ہو جائے۔ اس سے قطعاً کوئی بات نہ کرنا اور اس کی باتوں پر ہرگز کان نہ دھرنا۔ انہوں نے کچھ اس مبالغہ سے کام لیا اور مجھے آمادہ کر لیا کہ میں آپ سے قطعاً کوئی بات نہ کروں اور کوئی بات نہ سنوں۔ یہاں تک کہ جب میں مسجد حرام کی طرف جا رہا تھا تو میں نے اپنے کانوں میں روٹی ٹھونس لی تاکہ میرے کانوں میں آپ کی کوئی بات نہ پڑے۔ صبح صبح میں مسجد حرام میں داخل ہوا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس نماز ادا کر رہے تھے، میں وہاں کھڑا ہو گیا۔ اور چونکہ خدا کو منظور تھا کہ میں آپ کا کلام سنوں لہذا میں نے آپ کا کلام سنا جو بہت خوب تھا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں تو زیرک اور شاعر آدمی ہوں اور کلام کی اچھائی اور برائی کو بھی جانتا ہوں مجھے اُن کے پاس جانا چاہیے اگر کوئی اچھی بات کہیں گے تو قبول کروں گا ورنہ رد کر دوں گا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ پر تشریف لے جانے لگے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے ہویا اور آپ سے ملاقات کر لی۔ میں نے عرض کی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری قوم نے مجھے تمہارا کلام سننے سے اتنا ڈرایا کہ میں نے اپنے کانوں میں روٹی ٹھونس لی۔ اب چونکہ خدا تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کہ میں آپ کا کلام سنوں تو میں نے سن لیا۔ لہذا آپ کے پاس جو بھی کوئی اچھی چیز ہے پیش کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے قرآن پاک کی آیات پڑھیں۔ خدا کی قسم میں نے اس سے اچھا کلام کبھی بھی نہیں سنا تھا۔ میں اسلام لے آیا اور کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی قوم کا مخدوم و سردار ہوں۔ میری یہ خواہش ہے کہ میں اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دوں، آپ دعا فرمائیں کہ مجھ میں ایسی علامات و نشانیاں پیدا ہو جائیں کہ جب میں اپنی قوم کو دعوتِ اسلام دوں تو وہ میری معاون و مددگار ہو جائے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے پُروردگار مجھے اس کے لیے نشانی بنا دے۔ لہذا میں اپنی قوم کے پاس گیا۔ جو نہی اُن کے قریب پہنچا تو میری دونوں آنکھوں سے ایک ایسا نور شعلہ بار ہوا جو چراغ کی طرح چمکتا تھا۔ میں نے کہا: خداوند! یہ نشانی میرے سوا کسی اور چیز میں بھی پیدا کر دے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ میری قوم کے افراد کہیں گے کہ یہ تبدیلی صرف اپنے آبائی دین کو خیر باد کہنے کی وجہ سے ہے وہ نور میرے کوڑے کے سرے میں منتقل ہو گیا اور قندیل آویزاں کی طرح چمکنے لگا۔ جبنا عرصہ میں اُن کے درمیان بیٹھارہا

ان میں سے چند ایک کے سوا کوئی ایمان نہ لایا ہیں پھر حضور کی خدمت میں مکے چلا آیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قبیلہ دوس کے لیے بددعا فرمائیے کیونکہ ان میں زنا کی لعنت بہت زیادہ ہے۔ حضور نے فرمایا: اے اللہ! انہیں ہدایت فرما۔ مجھے واپس جانے کے لیے فرمایا اور انہیں دعوتِ اسلام دینے کی تلقین فرمائی۔ میں ان کے درمیان جا کر تبلیغ کرنے لگا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور بدر و احد و خندق کے غزوات واقع ہوئے تو میں غزوہ خیبر میں ایک گروہ کے ساتھ جو مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا حضور کی خدمت میں آیا اور فتح مکہ تک آپ کی خدمت میں ہی رہا آپ نے مجھے الکفن بت کو جلانے کے لیے بھیجا۔ میں گیا اور اسے جلا کر خاکستر کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس چلا آیا۔ پھر پروردگار کے فضل و کرم سے زندگی کے تمام دن حضور کی وفات تک حضور کے پاس ہی گزارے۔

جب حضور کی وفات کے بعد کچھ عرصہ مرتد ہو گئے اور مسلمانوں کی ایک جماعت پیام کو روانہ ہو گئی تو حضرت طفیل دوسی نے بعض صحابہ سے کہا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرا سر روند دیا گیا میرے منہ سے پزندے نکل کر فضا میں اڑنے لگے ہیں۔ ایک عورت نے مجھے دیکھا ہے جو مجھے اپنی فرج میں لے گئی۔ میرے لڑکے نے مجھے بلایا لیکن نہ پایا۔ صحابہ کرام نے خواب کی تعبیر کرتے ہوئے کہا: اچھی بات ہوگی۔ آپ نے کہا کہ میں تو اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ میں شہید ہوں گا اور وہ پزندہ جو میرے منہ سے باہر نکل کر فضا میں اڑنے لگا تھا میری روح ہے جو مجھ سے جدا ہو جائے گی۔ اس عورت جو مجھے اپنی فرج میں لے گئی ہے مراد قبر ہے جس میں مجھے دفن کریں گے میرے بیٹے کا مجھے بلانا اس امر پر دال ہے کہ وہ اس بات کی از حد کوشش کرے گا کہ میں جہاد میں شریک نہ ہوں اور مجھے شہادت نصیب نہ ہو۔ حضرت طفیل معرکہ یمامہ میں شہید ہوئے آپ کے لڑکے کو سخت زخم آیا لیکن جانبر ہو گیا۔ بعد ازاں حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں جنگ یرموک کے سال میں شہادت پائی۔

غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مجھے حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس شرط پر آزاد کیا تھا کہ میں تا زندگی حضور کی خدمت میں رہتی رہوں۔

میں رہوں۔ میں نے عرض کی: خدا کی قسم اگر آپ یہ شرط نہ بھی عائد کرتیں پھر بھی میں تاحیات حضورؐ کی خدمت میں رہتا۔ حضرت سفینہؓ نے حضورؐ کی دس سال تک خدمت کی۔ اُن سے پوچھا گیا: تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میرا کوئی نام نہیں بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام سفینہ رکھا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: تمہارا نام سفینہ کیوں رکھا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو آپ کے پاس بہت سا سامان تھا۔ حضورؐ نے فرمایا: اپنی چادر بچھاؤ۔ میں نے چادر بچھائی تو حضورؐ نے اپنا سامان اس میں رکھ دیا اور فرمایا کہ اٹھاؤ۔ اس دن مجھ پر ایک اونٹ کا سامان لا دیا گیا اور اگر ایسا سامان سات گنا بھی لا دیا جاتا تو مجھے گراں نہ گزرتا۔

آپ فرماتے ہیں ایک دن میں کشتی پر سوار تھا کہ کشتی ناگہاں پارہ پارہ ہو گئی۔ میں ایک تختے پر پڑا رہ گیا۔ موجوں نے مجھے ایک جنگل کے کنارے پھینک دیا اس جنگل میں ایک شیر تھا میں نے اسے کہا، اے ابو الحارث! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام سفینہ ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنے سر کو برسم تو اٹھ نچا کر لیا اور اپنے ایک پہلو کو میرے ساتھ لٹنے لگا۔ پھر مجھے راہ دکھائی۔ میں راہ پر گا مزن ہوا تو چیخے سے اس کی نرم نرم آواز بھی سُنتا گیا۔ میں سمجھا کہ وہ الوداع کہہ رہا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے روایت ہے کہ جب جملہ غسانی مرتد ہو کر قیصر روم

سے جا ملا تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آلِ حفصہ کے کچھ آدمی تھے۔ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسان کے لیے تحفہ بھیجا اور پھر انھیں اپنے پاس طلب فرمایا۔ حضرت حسانؓ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر جا کر کھڑے ہو گئے اور السلام علیکم کہا۔ پھر کہنے لگے: اے امیر المومنین! کیا یہ درست ہے کہ مجھے آپ سے آلِ حفصہ کے تحفوں کی خوشبو آرہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہاں درست ہے جملہ غسانی نے تمہارے لیے کوئی چیز تحفہ بھیجی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ بخدا میں اس عجیب و غریب چیز کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا جو مجھے حضرت حسانؓ کے پاس نظر آئی۔ یہ ایسی چیز تھی جس سے آلِ حفصہ کی خوشبو آتی تھی حالانکہ حضرت حسان کو اس کی کوئی خبر نہیں تھی۔

حضرت عمرو بن مرّة الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے روایت ہے کہ جب

صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے میری قوم کے پاس بھیجا جائے ہو سکتا ہے کہ خداوند تعالیٰ میری وجہ سے انہیں دولتِ اسلام سے مشرف کر دے جس طرح میں آپ کے سبب سے مشرف بہ اسلام ہوا۔ جب آپ اپنی قوم میں گئے تو ایک شخص کے سوا سب نے اسلام قبول کر لیا۔ وہ شخص کہنے لگا، اے عمرو بن مرّة! اللہ تیرے حکم کو دوام بخشتے مجھے اپنے خداؤں کو چھوڑنے کے لیے کہتے ہو اور اپنے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کا حکم دیتے ہو۔ اس نے حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذمت میں چند شعر بھی کہہ ڈالے۔ حضرت عمرو نے کہا: جھوٹ بولنے والا تجھ سے اور مجھ سے ہے اللہ تعالیٰ اس کے حکم کو دوام بخشتے۔ وہ شخص اس حالت میں مرا کہ اس کے دونوں لب ایک دوسرے سے مل گئے۔ خوراک اندر نہیں جاسکتی تھی، آنکھوں سے بھی اندھا ہو گیا، زبان بھی گنگ ہو گئی۔ ابوزر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرضِ موت میں وصیت کی کہ اسے کپڑوں میں مگنون کیا جائے چنانچہ اسے دو کپڑوں اور ایک قمیص سے کفن دیا گیا۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ وہ قمیص اس کٹڑی پر پڑی ہے جس پر کپڑے رکھتے ہیں۔ لوگوں کو بہت حیرانی ہوئی کہ آیا یہ وہی قمیص ہے یا کوئی اور۔ درزی سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم یہ وہی قمیص ہے جسے پہنا کر اسے دفن کیا گیا تھا۔

حضرت ابو قریظہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک کلی پہنائی تھی جس سے لوگ خیر و برکت حاصل

کیا کرتے تھے۔ آپ ان کے لیے دعائے خیر کرتے۔ لوگوں پر آپ کی دعا کا بہت اثر ہوتا۔ ایک دفعہ آپ عسقلان میں تھے اور آپ کا بیٹا قریظہ روم میں جنگ لڑ رہا تھا۔ جونہی صبح ہوئی تو حضرت ابو قریظہ نے عسقلان سے باواز بلند کہا: اے قریظہ! اے قریظہ! نماز، نماز۔ قریظہ نے روم سے ہی جواب دیا کہ حاضر ہوں میرے باپ۔ قریظہ کے ساتھیوں نے کہا: ارے کس سے باتیں کر رہے ہو؟ قریظہ بولے: اپنے باپ سے باتیں کر رہا ہوں۔ خدا کی قسم وہ عسقلان سے مجھے نماز کے لیے بیدار کرتے ہیں۔ آپ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ جو کوئی رات کو بسترِ خواب پر سورۃ تبارک الذی پڑھتا ہے اور

بعد میں چار مرتبہ یہ پڑھتا ہے: اے رب حل و الحرام و اے رب بلدة الحرام و اے رب مشعر الحرام ہاتھوں نے تمام آیات رمضان المبارک کے مہینے میں نازل فرمائی ہیں میری طرف سے حضور علیہ السلام کی رُوح انور کو تحفہ سلام بھیج تو خداوند قدوس اس کے لیے دو فرشتے مقرر فرمادیتا ہے جو حضور علیہ السلام کی خدمت میں جا کر کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم فلاں شخص آپ کو تحفہ سلام پیش کرتا ہے۔ پھر حضور علیہ السلام کا پیغام لے کر جاتے ہیں کہ اے فلاں ابن فلاں میری طرف سے بھی تجھ پر سلام و رحمت ہو۔

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی کنیت ابو حمزہ ہے۔

آپ نے دس سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اس وقت حضرت انس کی عمر دس سال تھی۔ آپ نے سب سے آخری صحابی ہیں جنہوں نے بصرہ میں وفات پائی۔ حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو غسل دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت مال و اولاد، لمبی زندگی اور بخشش و مغفرت کی دُعا دی تھی۔ آپ کا بیان ہے کہ میری کھجوریں سال میں دو بار بار آور ہوتی ہیں اور میری پشت سے ایک سو ایک (۱۰۱) بچے پیدا ہوئے، اور مجھے اتنی لمبی زندگی عطا ہوئی کہ میرا نام ہی زندگی پڑ گیا اور چوتھی چیز جو بخشش و مغفرت ہے مجھے امید ہے کہ میری عمر سو سال سے زیادہ ہوگی۔ کہتے ہیں کہ آپ ایک سو تریسٹھ یا ایک سو ستر سٹھ ہجری میں فوت ہوئے۔ کہتے ہیں آپ کے پاس ایک زمیندار آیا اور کہنے لگا: اے ابو حمزہ! تیری زمینیں تشنہ آب ہیں۔ آپ نے وضو کر کے نماز پڑھی تو ایک دم آسمان پر بادل چھا گئے اور ایسا برسے کہ جل تھل ہو گیا۔ یہ واقعہ موسم گرما میں ہوا۔ آپ نے اپنے غلام کو یہ پتہ کرنے کے لیے بھیجا کہ بارش کہاں تک ہوئی ہے۔ اس نے بتایا کہ بارش صرف آپ کی زمین پر ہی ہوئی ہے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم ایک لڑائی میں دیکھا، ہم ان کی طرف چل دیئے۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک کا گھوڑا الغزش پاس سے ان کی

ران پر گر پڑا جو ٹوٹ گئی۔ ہم نے چاہا کہ انہیں دوسری چار پائی پر لٹاویں، لیکن وہ چار پائی پر لیٹ نہیں سکتے تھے۔ کہنے لگے کہ مجھے قتل کر دو۔ ہم نے انہیں وہیں چھوڑ دیا اور برابر ایک دن اور رات سفر کرتے رہے۔ اچانک ہم نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ اچھے بھلے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے پاؤں پر کسی قسم کی خراش نہ تھی۔ ہم نے پوچھا: تمہاری ران کیسے صحت یاب ہوئی؟ تو اس نے کہا: ایک آنے والا سفید گھوڑے پر سوار ہو کر آیا جس نے میری ران پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ پڑھو: ”فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الاہو علیہ توکلت وھودت العرش العظیم“ میرا زخم ٹھیک ہو گیا اور میں کلی طور پر صحت یاب ہو گیا۔

تمیم الدارمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ حضورؐ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لے چکے تھے۔

آپ کے ساتھ دارمی لوگوں کا ایک گروہ تھا جو اسلام لے آیا۔ آپ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں گرمی کے موسم میں آگ لگ گئی۔ آپ کے پاس حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور کہا: اٹھئے، اس آگ کے پاس چلئے۔ حضرت تمیم نے کہا: اے امیر المومنین! میری کیا حیثیت ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زیادہ اصرار کیا تو آپ اٹھ کر آگ کی طرف چل دیئے۔ راوی کہتا ہے کہ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہوا۔ میں نے حضرت تمیم کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے جاتے تھے اور آگ آگے آگے دوڑتی جاتی تھی یہاں تک کہ آگ ایک غار میں جا پہنچی۔ حضرت تمیم بھی اس کے پیچھے ہو لیے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لیس من یری لمن لم یواہ۔

حضرت زید بن خارجه رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت زید بن خارجه

رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ کے باصحت انسانوں میں سے تھے ناگاہ آپ کے گلے میں درد ہوا جس کے باعث آپ ظہر و عصر کے درمیان انتقال کر گئے۔ میں نے آپ کو لٹا دیا اور آپ پر ایک چادر ڈال دی۔ پھر مسجد میں جا کر میں نے عصر اور شام کی نمازیں اکٹھی ادا کیں۔ کسی نے مجھے آکر بتایا کہ حضرت زید بن خارجه بعد از وفات بھی باتیں کرتے ہیں۔ میں جلدی سے مسجد سے

نکلا اور وہاں پہنچ گیا۔ انصار کی ایک جماعت بھی وہاں موجود تھی۔ میں بیٹھا ہی تھا کہ انہیں باتیں کرتے سنا۔ لوگ ان کے حوالہ سے کہنے لگے کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی جلیل القدر ہستی تھی جسے کسی کا ڈر تھا نہ خوف۔ آپ (رضی اللہ عنہ) نے راہِ خدا میں ملامتیں اٹھائیں، لوگوں کو بڑے کاموں سے منع کیا اور خاص کر ان لوگوں کا مواخذہ کیا جو نادار و ضعیف لوگوں کا مال کھاتے تھے اس کے بعد حضرت زید بن خارجهؓ نے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا حال بیان کر کے لوگوں کو ہونے والے تمام فتنہ و اختلاف سے آگاہ کیا۔ پھر جنت و دوزخ والوں کا حال بیان کیا۔ بعض صحابہ بعد میں آئے تو حاضرین سے پوچھنے لگے: آپ نے کیا کہا ہے؟ حاضرین کہنے لگے: آپ نے سیدنا عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال و واقعات سنائے ہیں اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال سے بھی آگاہ کیا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ایک انصاری عورت رضی اللہ عنہا کا حال میں انصار میں سے ایک ایسے نوجوان کی عبادت کے لیے گیا جس کی ماں نابینا ہونے کے علاوہ بوڑھی ہو چکی تھی۔ میں اس کے سر ہانے ہی کھڑا تھا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ میں نے کپڑے سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا اور اس کی نابینا ماں سے کہا خداوند تعالیٰ آپ کو اس مصیبت میں اجر دے۔ اُس نے پوچھا: کیا میرا بیٹا فوت ہو چکا ہے؟ میں نے کہا: ہاں انتقال کر گیا ہے۔ یہ سنا تو کہنے لگی: اے خدا! اگر تُو جانتا ہے کہ میں نے تیری اور تیرے پیغمبر کی طرف ہجرت کی ہے تو تُو میری ہر سختی و آفت میں فریادرسی کر، اور اس مصیبت کے بوجھ کو آج میرے لیے پسند نہ فرما۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ابھی باہر بھی نہیں آئے تھے کہ اس کا بیٹا اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا کر کھانا کھانے لگا اور ہم نے بھی اس کے ساتھ ہی کھانا کھایا۔

حضرت زایدہ خادمہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس گئیں اور السلام علیک یا رسول اللہؐ کہا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے زایدہ! میرے پاس دیر بیریوں آتی ہو؟ تو تو میری

موقفے میں تجھے پسند کرتا ہوں۔ حضرت زایدہؓ کہنے لگیں: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج میں ایک عجیب و غریب واقعہ سنانے کے لیے حاضر ہوئی ہوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: وہ کون سا واقعہ ہے؟ آپ نے عرض کی کہ میں ایندھن کے لیے گئی ہوئی تھی۔ جب میں نے گٹھڑی باندھ کر اٹھانے کے لیے ایک پتھر پر رکھی تو ایک سوار کو آسمان سے زمین پر آتے دیکھا جس نے مجھے السلام علیکم کہا۔ پھر کہا کہ سید کو میری طرف سے سلام کہنا، اور یہ بھی کہنا کہ رضوانِ خازنِ جنت کہتے تھے آپ کو بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کی تین قسمیں کی ہیں:

پہلی قسم ان لوگوں کی ہے جو بغیر حسابِ حجت میں داخل ہوں گے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جن پر حساب و کتاب بالکل آسان کر دیا جائے گا۔

تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جو آپ کی شفاعت سے بخشے جائیں گے۔

یہ کہہ کر وہ آسمان کی طرف صعود کر گیا اور میری طرف دیکھا جاتا تھا۔ میں کھجوروں اور کٹڑیوں کی گٹھڑی اٹھانے لگی تو مجھ سے اٹھائی نہ گئی۔ اس نے مجھ سے کہا: اے زایدہؓ! ان کھجوروں کو پتھر پر ہی پڑا رہنے دو۔ پھر پتھر سے کچھ کہا تو پتھر میرے ساتھ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کھجوریں اور ایندھن اٹھائے چلا آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زایدہؓ کی بات سن کر حضرت سیدنا فاروقِ اعظمؓ کے گھر تشریف لے آئے اور اس پتھر کو دیکھا۔ پھر فرمایا: الحمد للہ خداوندِ قدوس نے مجھے اپنی امت کی بخشش کی نوید دینا ہی ہی دے دی ہے اور اس نے میری امت کی ایک عورت کو درجہِ مریم سے بھی نوازا ہے۔

رکن ہفتم

تابعین ————— تبع تابعین ————— اور صوفیہ کرام رضی اللہ عنہم

حضرت ربیع اخو ربیع بن خراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ربیع بن خراش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چار بھائی تھے مگر حضرت ربیع اخو تمام بھائیوں میں سے زیادہ نماز و روزہ کا اہتمام فرماتے تھے سخت گرمی کے روزے تھے کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ ہم نے ایک چارپائی پر لٹا دیا۔ منہ پڑے سے ڈھانپ دیا اور تمام چارپائی کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ ایک آدمی کو کفن لانے کے لیے بھیجا۔ اچانک ہم نے دیکھا حضرت ربیع نے پڑے سے باہر منہ نکالا اور سارے حاضرین کو السلام علیکم کہہ کر مخاطب کیا۔ ہم نے وعلیکم السلام کہنے کے بعد دریافت کیا مڑے کیسے باتیں کر سکتے ہیں؛ وہ فرمانے لگے؛ ہاں میں نے آپ لوگوں سے جدا ہو کر اپنے اللہ کی زیارت کی۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے نہایت مہربانی سے قبول فرمایا۔ میری روح کا استقبال کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کے ساتھ فرمایا؛ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں تم ہمیشہ ہم پر درود بھیجا کرتے تھے، آج تمہیں انعامات سے نوازا جائیگا۔ جب یہ خبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنی تو فرمایا؛ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری امت سے جو شخص مرنے کے بعد گفتگو کرے گا وہ بہترین تابعی ہوگا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ مرنے کے بعد کبھی کوئی شخص نہیں سکتا تا وقتیکہ اسے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس کا صحیح مقام کون سا ہے۔ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد جب انہیں غسل دیا گیا تو غسل دینے والے نے دیکھا کہ لبوں پر مسکراہٹ ہے۔ اسلاف میں سے ایک بزرگ کے متعلق

بیان کرتے ہیں کہ میرا ایک ہمسایہ نصرانی تھا۔ مرنے کے بعد دوسرے نصاریٰ اسے نہلا رہے تھے کہ وہ تختے پر اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کسی مسلمان کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ میں نے سنا تو اس کے پاس گیا وہ کہنے لگا: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللهِ“ چند لمحوں بعد وہ مر گیا، غسل دیا گیا، نماز جنازہ ادا کی گئی اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ کبھی دنیا داری کی بات نہ کرتے۔

ابو مسلم الخولانی رحمۃ اللہ علیہ اگر کسی ایسی مجلس میں جا پہنچتے جہاں دنیا کی باتیں ہوتیں تو آپ وہاں سے اُٹھ کر چلے جاتے۔ ایک دن مسجد میں آئے تو ایک مجمع دیکھا اس امید پر کہ شاید ان سے کوئی نیکی کی بات سُن سکیں۔ ان کے پاس چلے گئے۔ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ میرا غلام تجارت کے سفر سے لوٹا ہے اور اس قدر نفع لایا ہے۔ دوسرا کہنے لگا: میرے پاس چار غلام ہیں جو فلاں شہر کو سفر تجارت پر جا رہے ہیں۔ ابو مسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ میری اور تمہاری کیسی مثال ہے۔ ہم اس شخص کی طرح ہیں جسے شدید بارش آئے اور وہ پناہ لینے کے لیے ایک بہت بڑے مکان کی طرف دوڑے۔ جب نزدیک جائے تو یہ سوچنے لگے کہ میں کس دروازے سے مکان میں داخل ہوں۔ لیکن جب داخل ہو تو اسے یہ معلوم ہو کہ یہ مکان تو چھت ندارد۔ میں آپ لوگوں کے پاس اسی ارادے سے آیا تھا کہ کوئی نیک بات سنوں مگر آپ لوگ دنیا کی باتوں کے سوا کچھ کہتے ہی نہیں۔

آپ کے متعلق ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں یمن میں اسود غنسی نے دعویٰ نبوت کیا تو اس نے ابو مسلم خولانی کو بلایا اور کہا تم گواہی دو کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہیں ہو سکتا۔ اسود غنسی نے کہا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد رسول اللہ، رسول خدا ہیں؛ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اسود غنسی نے یہ بات کئی بار دہرائی تو آپ نے انکار کیا اور سرکارِ دو عالم کی رسالت کا اعلان کرتے رہے۔ اسود غنسی نے حکم دیا کہ آگ جلائی جائے۔ آگ جلا کر حضرت مشلم کو اس میں پھینک دیا مگر آپ کو قطعاً کچھ نہ ہوا۔ لوگوں نے اسود غنسی کو کہا: اس شخص کو یہاں سے نکال دو ورنہ ہم سب کے اعتقاد آپ کی نبوت سے دور ہو جائیں گے چنانچہ آپ کو یمن چھوڑ کر مدینہ منورہ جانا پڑا۔ ان دنوں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ مسجد میں آکر نماز پڑھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھا اور پوچھا کہ کس قوم اور قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ آپ نے بتایا کہ میں یمن سے آیا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ اسوہ غسی کذاب نے جس مسلمان کو آگ میں ڈال دیا تھا اس کے بارے آپ کچھ جانتے ہیں۔ آپ نے بتایا کہ میں ہی وہ بندہ خدا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم کھا کر بتاؤ کہ تم وہی ہو۔ جب حضرت مسلم نے یقین دلایا تو حضرت عمر نے آپ کو بغل میں لیا، پیشانی کو چوما اور رونے لگے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور اپنے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درمیان بٹھایا اور کہا: الحمد للہ! میں نے آج اپنی آنکھوں سے ایک ایسے اُمّتی کو دیکھا ہے جس کے ساتھ سیدنا ابراہیمؑ جیسا واقعہ ہوا۔

آپ کی ایک کینز تھی۔ ایک دن وہ بڑی حیرت سے کہنے لگی: ابو مسلم! کب تک میں آپ کے کھانے میں زہر ملائی رہوں گی۔ آپ پر اثر ہی نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا: تم ایسا کیوں کرتی ہو؟ کینز نے بتایا کہ میں ایک جوان سال عورت ہوں، ز تو مجھے آپ اپنے پاس آنے کی اجازت دیتے ہیں اور نہ مجھے آزاد کرتے ہیں کہ میں کسی دوسرے سے شادی کروں۔ ابو مسلم نے فرمایا: میں جس وقت کھانا کھاتا ہوں تو یہ دُعا پڑھ لیتا ہوں: بسم اللہ خیر الاسماء بسم اللہ لا یضر مع اسمہ ورب الارض والسماء۔

آپ کے متعلق ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ روم کی جنگی مہموں پر جاتے تو راستہ میں ایک دریا آتا آپ بسم اللہ تعالیٰ کہہ کر دریا میں پاؤں رکھتے اور سارے ساتھیوں کو کہتے کہ پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اس طرح سارے صحیح سلامت پار ہو جاتے۔ کنارے پر پہنچ کر دریافت کرتے کہ کسی کی کوئی چیز تو دریا میں نہیں رہ گئی۔ ایک دفعہ ایک ساتھی نے قصداً اپنا توبرا دریا میں پھینک دیا تھا۔ کنارے پر پہنچ کر شکایت کی کہ میرا توبرا دریا میں گر گیا ہے۔ آپ نے اسے ساتھ لیا اور دریا کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ تھوڑی دُور جا کر دیکھا کہ توبرا ایک درخت کی ٹہنی سے رُکا ہوا ہے۔ ساتھی دریا میں گیا اور اپنا توبرا لے آیا۔

ایک بار آپ بازار گئے اور آٹا خریدنا چاہتے تھے۔ ایک سوالی نے نہایت ہی عاجزی سے آٹا مانگا۔ آپ تھوڑی دُور تو اس سائل سے بچتے چلے گئے مگر وہ سائل آپ کے سامنے

آگیا۔ آپ کے پاس جتنے روپے تھے سائل کو دے دیئے اور خود ایک لکڑی کے آرسے پر جا کر بوسے سے بوری بھری اور سر سے سی کر گھر لے آئے اور خود گھر سے باہر چلے۔ بیوی نے ضرورت کے وقت بوری کھولی تو آٹے سے بھری پڑی تھی۔ کھانا پکایا۔ کچھ دنوں بعد حضرت مسلم نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ اس بوری کا کیا کیا۔ آپ کو بتایا گیا کہ اس بوری میں بہت عمدہ آٹا بھرا ہوا تھا۔ آپ کا معمول تھا کہ باہر سے آتے تو اپنے گھر کے دروازے کے سامنے ایک تکبیر کہتے اور کھانا کھاتے۔ ایک دن آپ کی بیوی کو آپ کی ایک ہمسائی نے کہا کہ آپ ابو مسلم خولانی تھی بیوی ہیں۔ اپنے ہاتھ سے گھر کے کام کرتی ہیں۔ اگر ابو مسلم حضرت معاویہ کو ایک بار کہہ دیں تو وہ ایک خادمہ بھیج دے اور کچھ انعامات بھی دے دیں گے جس سے آپ لوگ خوشحال زندہ رہ سکیں گے۔ رات کے وقت حضرت ابو مسلم گھر آئے، تکبیر کہی مگر بیوی نے حسب دستور کھانا سامنے نہ رکھا۔ آپ نے معلوم کر لیا کہ کسی نے اسے غلط فہمی میں مبتلا کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ! جس نے میرے گھر کو ویران کرنے کی کوشش کی ہے اسے اندھا کر دے۔ اُدھر وہ عورت اپنے گھر بیٹھی بیٹھی اہل خانہ کو کہنے لگی: چراغ تو جلاؤ مگر انہوں نے بتایا کہ چراغ تو جل رہا ہے۔ وہ کہنے لگی: میرے سامنے تو سب اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ جب اسے معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ ابو مسلم کی بددعا کا نتیجہ ہے تو توبہ کرنے لگی۔ حضرت ابو مسلم نے دعا کی: اے اللہ! اگر یہ سچے دل سے توبہ کرتی ہے تو اس کی آنکھوں کو روشنی بخش دے۔ آپ کے نزدیک سے ہرنوں کا غول گزرتا تو نیچے کہتے: ابو مسلم! دعا کرو یہ ہرن رُک جائیں اور ہم انہیں پکڑ لیں۔ آپ دعا کرتے ہرن کھڑے ہو جاتے اور نیچے ان کے گلوں میں رسیاں ڈال لیتے۔

عامر بن عبد قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کو جو کچھ ملتا اپنی جھولی میں ڈال لیتے۔ جو گھر پہنچتے تو جھولی اپنی بیوی کے سامنے انڈیل دیتے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس چیز میں سے کچھ بھی کم نہ ہوتا۔ ایک دفعہ ایک قبیلہ کے لوگوں نے آپ کو ایک دعوت پر بلایا۔ رخصت کے وقت ایک مشکیزہ دودھ بھر کر آپ کے حوالے کیا۔ آپ رخصت ہوئے۔ راستہ میں آپ کے دل میں خیال گزرا وضو کے لیے پانی نہیں میں دودھ اٹھائے پھرتا ہوں۔ واپس آئے اور اس قبیلہ والوں کو کہنے لگے: یہ دودھ لے لو مجھے پانی کی مشک بھر دو۔ راستہ میں جب وضو کرنا چاہتے

تو مشک سے پانی برآمد ہوتا اگر پینا پاستے تو دودھ برآمد ہوتا۔ آپ جب نماز ادا کرنے لگتے تو شیطان سانپ کی شکل بن کر آپ کے دامن کے نیچے آگھستا اور آستین سے باہر نکل آتا۔ لوگوں نے کہا: آپ اس سانپ کو مار کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا: مجھے اللہ سے شرم آتی ہے، وہ کے گا کہ میں غیر اللہ سے بھی ڈرتا ہوں۔ واللہ مجھے تو پتہ بھی نہیں چلتا کہ یہ سانپ کب میرے پیراہن میں آتا ہے۔

آپ کو ذہن سے تعلق رکھتے تھے اور تابعی تھے۔
زادان کنذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن کئے گئے: اللہ! میں بھوکا ہوں، مکان کے روشن دان سے ایک روٹی گری جو چکی کے پاٹ جتنی بڑی تھی۔

بصرے کے تابعی تھے۔ ایک دن مسجد میں عمت
زرارہ بن اونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کر رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے فاذا
 نقر فی الناقور توزین پر گر پڑے۔

آپ کے زمانہ میں اسلامی اقتدار یزید
سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں چلا گیا۔ یزید کے بعض امرا

مدینہ پہنچے اور علی بن الحسین، قاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم کو جمع کیا۔ ایک گورزنے
 ان بزرگوں سے پوچھا کہ سعید بن مسیب کہاں ہیں؟

علی بن الحسین رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ مسجد میں ہی قیام فرما رہے ہیں اور وہاں سے باہر
 نہیں آتے اور امر کی صحبت میں آنا پسند نہیں کرتے۔

گورزنے کہا: تم علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہو اور قاسم محمد بن ابی بکر کے بیٹے ہیں
 اور سالم عبد اللہ ابن عمر کے بیٹے ہیں۔ تم لوگ تو میرے سامنے کھڑے ہو مگر سعید بن مسیب کون ہوتا ہے
 جو میرے پاس نہ آئے ہیں تو اس کی گردن اڑا دوں گا یہ بات اس نے تین بار دہرائی۔

حضرت علی بن حسین فرماتے ہیں کہ یہ مجلس ہمارے لیے تنگ ہو گئی۔ جب ہم باہر آئے تو
 سعید بن مسیب کے پاس گئے اور سارا واقعہ سنایا۔ ہم نے مشورہ دیا ان حالات میں اگر آپ
 عمر کرنے چلے جائیں تو مناسب ہوگا۔ آپ نے فرمایا: عمر کرنے کی نیت تو میرے دل میں نہیں ہے۔

ہم نے مشورہ دیا کہ آپ کسی رشتہ دار کے گھر چلے جائیں۔ آپ نے فرمایا: یہ اذان جو مجھے پانچ بار سنائی دیتی ہے کہاں سے سنوں گا۔ پھر ہم نے کہا: آپ مسجد میں جس جگہ قیام کرتے ہیں وہاں سے کسی اور جگہ بیٹھا کریں کیونکہ یہاں سے آپ کو آسانی سے طلب کر لیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: میں اپنی مجلس ترک کرنا نہیں چاہتا مجھے یہاں عبادت کا مزہ آتا ہے۔ ہم نے پوچھا: آپ ڈرتے نہیں۔ آپ نے فرمایا: آپ کیوں پوچھتے ہیں جب کہ آپ کو پتہ ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ لیکن سب سے اول میں خدا کی حمد و ثناء کرتا ہوں۔ اپنے آقائے دو عالم پر ہزاروں درود بھیجتا ہوں اور اللہ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ گورنر مجھے جھول ہی جائے۔ کہتے ہیں وہ گورنر ایک عرصہ تک مدینہ منورہ میں رہا مگر آپ کو طلب نہ کیا گیا حتیٰ کہ اس کی معزولی کے احکام آگئے اور وہ مدینہ چھوڑ کر چلا گیا وہ شام کو روانہ ہوا تو راستے میں ایک دن اسے حضرت سعید بن مسیبؓ یاد آئے اپنے نوکروں سے کہنے لگا: مجھے یاد آیا ہے کہ ایک دن میں نے علی ابن الحسینؓ، قاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کے سامنے قسم کھانی تھی کہ سعید بن مسیبؓ کو قتل کروادوں گا مگر خدا کی قسم وہ تو مجھے کبھی یاد ہی نہ آئے۔ ایک غلام نے کہا: جو اللہ چاہتا تھا وہ آپ کی خواہش سے بہتر تھا۔

ایام حرہ میں جب یزیدی لشکر مدینہ پر حملہ آور ہوا بہت سے مہاجر و انصار کو تیغ کرتا گیا حضرت سعید بن مسیبؓ کے بغیر کوئی شخص مسجد نبویؐ میں نہ ٹھہر سکا۔ وہ کہتے ہیں کہ نماز کے وقت روضہ منورہ سے اذان کی آواز سنائی دیتی۔ میں اٹھا اور نماز بروقت ادا کر لیتا۔ شامی لوگ مسجد میں آتے تو کہتے کہ اس دیوانے بوڑھے کو دیکھو۔

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذر کے تابعی تھے۔ فقیہ، عابد و زاہد اور فاضل بگنا شہید کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۴ سال کی تھی۔ مورخ آپ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حجاج بن یوسف نے اپنی فوج کے دس خاص الخاص افراد کو حضرت سعید بن جبیر کے طلب کرنے کو بھیجا۔ وہ تلاش کرتے کرتے ایک راہب کے حجرے میں باپنیچے اور راہب سے آپ کا پتہ دریافت کیا۔ جب آپ کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ آپ مصلے پر سر بسجود تھے۔ جب وہ اندر آئے تو آپ ابھی تک نماز میں مشغول تھے نماز پوری کر کے آنے والوں کے سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے

حجاج بن یوسف کے بلائے کا ذکر کیا۔ آپ نے محمد خداوندی ادا کی۔ سرکارِ دو عالم پر درود پڑھا اور اٹھ کر ان کے ساتھ ہو لیے۔ راستے میں راہب کے حجرے سے ہو کر گزرے تو راہب نے انہیں کہا کہ آؤ میرے حجرے کی چھت کی جانب دیکھو کہ چاروں طرف شیر اور بھیڑیے پہرے دے رہے ہیں۔ سب کے سب دیکھنے کو گئے مگر سعید بن جبیر نہ گئے اور کہا: میں ایک مشرک کے گھر جانا پسند نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا کہ یہاں کھڑے رہو گے تو بھیڑیے اور شیر چیر چھاڑ جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: فکر نہ کرو میرا اللہ حافظ و ناصر ہے ان کی بہمیت ختم ہو جائے گی بلکہ وہ میری پاسبانی کریں گے۔ راہب نے کہا: ان سے عہد لے لو۔ سعید فرمانے لگے: میں نے اللہ سے عہد کر لیا ہے کہ صبح تک یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔ راہب نے ان دس افراد کو کہا کہ تم حجرے کی چھت پر بیٹھ کر تیر کمان تیار رکھو۔ جو نہی کوئی درندہ ادھر آئے اسے نشانہ بنا دیا جائے۔ رات کے وقت ایک شیر بر آیا۔ آپ نماز میں مشغول تھے وہ پاسبانی کرنے لگا۔ اس کے بعد دوسرے شیر بھی آ کر حلقہ باندھتے رہے۔ راہب چھت سے یہ کیفیت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ علی الصبح نیچے اترے۔ حضرت سعید کے پاس بیٹھا اور گزارش کی کہ اسے اسلام سکھایا جائے اور سنتِ رسول کی تشریح کی جائے آپ نے اسے مسلمان کیا۔

حضرت سعید بن جبیر نے اپنے قتل ہونے سے پہلے حجاج کے لیے یہ بردعا کی:

اللہم لا تسلط علی احد بقتلہ بعدی۔

یا اللہ! اسے میرے قتل کے بعد کسی دوسرے کو قتل کرنے کی توفیق نہ دے۔

واقعہ یہ ہے حجاج آپ کے قتل کرنے کے بعد صرف پندرہ دن زندہ رہا۔ ہر وقت

دیوانوں کی طرح بڑبڑاتا تھا؛ ہاتھ میں نے سعید بن جبیر کو کیوں قتل کیا۔ ہر وقت وہ میرے پاؤں گھسیٹتے رہتے ہیں اور پسند حرام ہو گئی ہے۔

آپ کا ایک اور واقعہ ہے کہ آپ نے ایک مرغ پال رکھا تھا جو سحری کے وقت اذان

دیتا۔ آپ بیدار ہوتے اور نماز تمجد ادا کرتے۔ ایک دن مرغ نے بانگ نہ دی تو آپ بیدار نہ ہوئے

آپ نے صبح اٹھ کر مرغ پر غصے کا اظہار کیا۔

قطع اللہ صوتہ۔ اے اللہ! اس مرغ کی آواز سلب کر لے۔

اس دن کے بعد دوسرے بائگ نہیں دے سکا۔ آپ کی والدہ نے کہا: سعید! اب کسی کیلے بدو مانہ کیا کر سکتے ہیں جب آپ کا سرتن سے جڈا کیا گیا تو لا الہ الا اللہ کی آواز سرکشتہ سے آتی تھی۔ یہ آواز دوبار بلند اور ایک بار آہستہ آتی رہی۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں حج کے موقع پر باہر سے آنے والوں کے ایک مجمع میں گئے اور لوگوں کو کھڑے ہونے کے لیے کہا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: تمام کے تمام بیٹھ جائیں مگر کوفہ کے لوگ کھڑے رہیں۔ پھر آپ نے کوفہ والوں کو بھی بیٹھ جانے کی ابازت دی مگر کوفہ والوں میں سے قبیلہ مراد کے لوگ کھڑے رہے۔ آپ نے فرمایا: مراد والے بھی بیٹھ جائیں مگر ان میں سے صرف وہ کھڑے رہیں جو قرن سے آئے ہیں۔ سارے لوگ بیٹھ گئے مگر ایک شخص انیس نامی جو انیس کے چچا تھے اور قرن سے آئے تھے کھڑے رہے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ اویس کو پہچانتے ہیں؟ انیس نے کہا: آپ اس کے متعلق کیوں دریافت کرتے ہیں؟ اسے امیر المومنین! وہ تو ایک غریب دیوانہ سا آدمی ہے۔ حضرت عمرؓ روئے اور فرمایا، میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ایسے ہی لوگوں کی شفاعت سے قیامت کے روز لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی تو میں کوفہ میں گیا۔ مجھے حضرت اویس قرنی سے ملنے کے علاوہ کوئی کام نہ تھا۔ اچانک ایک دن دوپہر کے وقت میں دریائے فرات کے کنارے جا پہنچا۔ میں نے حضرت اویسؓ کو دیکھا کہ وضو فرما رہے ہیں میں نے آپ کو پہچان لیا۔ کیونکہ میں نے لوگوں سے آپ کا علیہ دریافت کر لیا تھا۔ میں نے سلام عرض کیا۔ مجھے جواب ملا۔ مصافحہ کرنے کی کوشش کی لیکن آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔ میں نے کہا: اویس! یرحمک اللہ، غفر لک کیف انت مرحمک اللہ۔ یہ بات کہتے ہی میں زور زور سے رونے لگا۔ چونکہ مجھے آپ سے بہت محبت ہو گئی تھی۔ میری حالت دیکھ کر حضرت اویسؓ رونے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم خاموش ہوئے تو آپ نے فرمایا: حیاک اللہ یا ہرم بن حیان۔ میرے بھائی تمہارا کیا حال ہے؟ آپ کو میری طرف کس نے راہنمائی کی ہے؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے۔ میں نے

پوچھا: آپ کو میرا اور میرے باپ کا نام کس نے بتایا تھا؟ آپ نے فرمایا: مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا۔ اس کے بعد بہت سی باتیں ہوئیں۔ لیکن آخر بار جو نصیحت کی اس میں فرمانے لگے: حضور کا وصال ہو گیا، حضرت ابو بکر صدیقؓ رخصت ہو گئے۔ میرے بھائی حضرت عمرؓ کا انتقال ہو گیا۔ میں نے کہا، حضور! حضرت عمرؓ تو ابھی زندہ ہیں۔ فرمایا، نہیں۔ مجھے ابھی اطلاع کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ شہید ہو گئے ہیں۔ پھر اس قسم کی باتیں کرتے رہے اور دعائے خیر کر کے مجھے اجازت دی اور ساتھ ہی کہا: السلام علیکم رحمۃ اللہ۔ میں آج کے بعد آپ کو نہ مل سکوں گا۔ یہ کہتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ میری خواہش تھی کہ چند قدم آپ کے ساتھ چلوں۔ آپ نے مجھے اجازت نہ دی اور دوڑنا شروع کر دیا۔ میں آپ کے پیچھے دوڑتا اور دوڑتا رہا حتیٰ کہ کوفہ کے کوچوں گلیوں میں آگئے لیکن طلب بسیار کے باوجود میں انہیں نہ پاسکا۔ ابھی چند ہفتے گزرے تھے کہ میں نے خواب میں ایک بار زیارت کی۔ کہتے ہیں کہ آپ آذربائیجان کی جنگ میں شریک مجاہدین اسلام تھے کہ شہید ہو گئے دوستوں نے چاہا کہ کفن پہنا کر دفن کریں مگر ایک پتھر کے پاس پہنچے تو ایک قبر قدرتی طور پر تیار تھی کفن تیار کرنا چاہا تو آپ کے کپڑوں میں کفن تیار پڑا تھا۔ ایسا دکھائی دیتا تھا کہ یہ کفن انسانی ہاتھوں سے نہیں بنا تھا۔ چنانچہ آپ کو وہیں دفن کر دیا گیا۔

میسون شلبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حجاج بن یوسف کے زمانے میں ایک دن میں نے ارادہ کیا کہ نماز جمعہ جامع مسجد میں ادا کروں مگر پھر خیال آیا کہ اس ظالم کو مسجد میں دیکھ کر کیا کروں گا۔ میں اسی تردد میں تھا کہ میں نے تہیتہ کر لیا کہ چلو ایک بار جامع مسجد میں ہو آؤں۔ میں نے دُور سے سنا کہ مسجد سے آواز آرہی تھی،

یا ایہا الذین امنوا اذا نودی للصلاة من یوم الجمعة۔

آپ نے ایک اور جگہ بیان فرمایا کہ میں ایک دن خط لکھ رہا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا اگر میں یہ بات مکتوب الیہ کو لکھ دوں تو خط بڑا اچھا اور خوشگوار ہو جائے گا۔ مگر بات جھوٹی تھی۔ اسی تردد میں تھا کہ کبھی دل چاہتا لکھوں کبھی چاہتا چھوڑ دوں۔ مجھے گھر کے ایک گوشہ سے آواز آئی،

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔

صلہ بن الاثیم روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آپ کے ساتھ ایک جنگی مہم میں گیا۔ ہم کابل کے علاقہ میں پہنچے۔ رات کے وقت ایک مکان میں فروکش ہوئے۔ رات کو میرے دل میں خیال آیا آج رات میں خیال رکھوں گا کہ وہ کتنی عبادت کرتے ہیں کیونکہ لوگوں میں آپ کی عبادت گزاری کے متعلق بڑی شہرت تھی۔ آپ نمازِ عشاء پڑھ کر سو گئے۔ جب سارے لوگ سو گئے تو آپ اٹھے اور قریب ہی ایک ویرانے کی طرف چل پڑے۔ میں بھی پیچھے پیچھے ہر لیا، وضو کیا اور ایک ویران جگہ پر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ دفعۃً ایک شیر دھاڑتا ہوا ادھر آ گیا میں تو ڈر کر ایک درخت پر چڑھ گیا مگر آپ نے نماز میں اس شیر کی طرف التفات نہ کیا۔ میرا خیال تھا کہ شیر ابھی آپ کو چیر چاڑھے گا۔ مگر آپ نماز پوری کرنے کے بعد شیر کو کہنے لگے، جاؤ! یہاں تمہاری خوراک نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی شیر واپس ہوا مگر ایک بار گر جا جس سے ساری وادی دہل گئی۔ آپ نماز میں مشغول ہو گئے اور صبح تک نماز ادا کرتے رہے۔ آپ نے مزید بتایا کہ جب ہم دشمن کے قریب پہنچے تو امیر لشکر نے حکم دیا کہ کوئی شخص لشکر سے علیحدہ نہ ہونے پائے۔ میں نے اپنے اونٹ سے بوجھ اتار لیا اور نماز کے لیے کھڑا ہو گیا اور کہا:

اللهم اقسمت علیہم ان تود علی بقلتی وقلما فی الحال۔

اونٹ پر بوجھ خود لادا گیا اور وہ کھڑا رہا۔

صلہ بن الاثیم نے ایک اور روایت کی ہے کہ ایک دن ابوز کے علاقے میں جا رہے تھے بھوک اور پیاس نے شدت اختیار کر لی۔ ادھر ادھر سے کھانے کی تلاش کی مگر کچھ مل سکا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے کھانے کی دعا کی اور اسی حالت میں اپنی سواری پر بیٹھا سو گیا۔ خواب میں آواز آئی، میں نے دیکھا کہ ایک گڑی پڑی ہے اور اس میں کچھ لپٹا ہوا ہے۔ میں نے اٹھائی، کھولی تو ایک برتن ملا جس میں کھجوریں بھری تھیں حالانکہ وہ تازہ کھجوروں کا موسم نہ تھا۔ میں نے پیٹ بھر کر کھائیں۔ باقی ماندہ اٹھالے گیا۔ ایک راہب کی خانقاہ پر جا پہنچا اور اسے دے دیں۔ کچھ عرصہ کے بعد میں پھر اسی راستے سے گزرا اور اس راہب سے ملاقات ہوئی۔ میں نے دیکھا تو وہاں کھجوروں کے درخت کھڑے ہیں۔ راہب نے مجھے بتایا کہ یہ وہی کھجوریں ہیں

جو تم نے مجھے دی تھیں۔

آپ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ
ہرم ابن حیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرمیوں میں سخت لوچل رہی تھی کہ آپ کا
 انتقال ہو گیا۔ ہم نے قبر میں دفن کرنے کا ارادہ کیا تو بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا اور صفت قبر پر برسے لگا
 ہم حیران رہ گئے کہ یہ بارش کیسی ہے۔ اس بارش سے آپ کی قبر پر سرسبز گھاس نمودار ہو گیا۔

حضرت **عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ** کنیت ابو حفص، والدہ کا نام ام عام
 بن عمر الخطاب اور مدت خلافت
 دو سال پانچ ماہ اور پندرہ روز تھی۔ آپ کی وفات ۲۰ رجب سنہ ۱۹۸ھ کو ہوئی۔ اس وقت
 آپ کی عمر ۳۰ سال تھی۔

کہتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات مدینہ منورہ کی گلیوں میں
 گشت کر رہے تھے۔ سحری کے وقت ایک ایسے گھر سے گزرے جہاں سے ایک عورت کی آواز
 آئی۔ وہ اپنی بیٹی کو کہہ رہی تھی: اٹھو اور دودھ میں پانی ملا لو۔ لڑکی نے کہا: ایسا نہیں ہو سکتا۔
 امیر المومنین حضرت عمرؓ نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے اور اس حکم کا سارے شہر میں اعلان کر دیا
 گیا ہے۔ ماں نے کہا: اٹھ، یہاں نہ عمر دیکھ رہا ہے نہ اعلان کرنے والا۔ لڑکی نے کہا: خدا کی قسم
 میں تو ایسا نہیں کروں گی اور حضرت عمرؓ کے فرمان کی خلاف ورزی نہیں کروں گی اور اس کی
 مخالفت کی تکیب نہ ہوں گی۔ صبح ہوئی تو امیر المومنین نے اپنے بیٹے عاصم کو بلایا اور کہا کہ فلاں
 گھر میں چلے جاؤ، وہاں ایک خوب صورت لڑکی ہوگی۔ اگر ابھی تک اس نے کسی سے نکاح نہیں
 کیا تو اس کے ساتھ نکاح کر لو۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے نیک اور صالح اولاد دے
 عاصم گئے اور اس لڑکی کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اسی لڑکی کے بطن سے ام عاصم پیدا ہوئیں جس سے
 حضرت عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے والد مکرم عبدالعزیز بن مروان نے ام عاصم سے شادی
 کرنا چاہی تو اپنے وکیل نکاح کو فرمایا کہ میری حلال کی کمائی سے چار سو دینار حق مہر لاؤ۔ میں اس
 خانوادہ اصلاح سے زوجیت کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء چار نہیں پانچ ہیں، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر ابن الخطاب، حضرت عثمان غنی، حضرت علی اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

رباح بن عبیدہ نے فرمایا کہ جس وقت عمر بن عبدالعزیز مدینہ کے گورنر بنے تو میں نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جس نے اپنے ہاتھ چھپائے ہوئے تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آیا جب آپ نماز ادا کرتے یا گھر آتے تو ساتھ ساتھ رہتا۔ میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے پوچھا کہ یہ نیک و صالح بوڑھا کون ہے؟ آپ نے فرمایا: رباح! آپ انہیں نہیں جانتے۔ یہ ہمارے بھائی حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور مجھے خوشخبری دے رہے ہیں کہ ایک دن ساری مملکت اسلامیہ کی خلافت کی ذمہ داریاں مجھے سونپی جائیں گی۔ میں اس زمانہ میں عدل و انصاف کے اصول قائم کروں گا اور انہیں نافذ کروں گا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے زمام خلافت ہاتھ میں لی تو ویرانوں اور پہاڑوں پر بکریوں کے چرانے والوں کو حیرت ہوئی کہ یہ کون شخص ہے جس کے آنے سے شیروں اور بھیرپوں نے بکریوں پر ظلم کرنا چھوڑ دیا ہے۔ ایک اور شخص نے بیان کیا کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دوران خلافت ایک وادی میں گیا۔ میں نے دیکھا بھیرپے بکریوں میں پھر رہے ہیں مگر کسی پر ہاتھ نہیں اٹھاتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ایک گورنر نے آپ کو لکھا کہ میرے علاقے میں فلاں شہر ویران ہو گیا ہے اس کی مرمت کے لیے مناسب رقم دی جائے اور اختیار دیئے جائیں حضرت نے جواب میں لکھا: اس شہر کو عدل و انصاف سے آباد کرو اور اس کی راہوں کو ظلم و ستم سے محفوظ کرو تو اس کی ویرانی ختم ہو جائے گی۔

آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے لوگوں کو کہا: مجھے بٹھا دیا جائے۔ جب بٹھا دیئے گئے تو آپ نے فرمایا: اے اللہ! میں وہ گنہگار ہوں کہ تو نے مجھے حکم دیا لیکن میں کما حقہ بجا نہ لاسکا۔ تو نے مجھے بعض امور سے منع کیا میں صحیح طور پر عمل نہ کر سکا۔ اب میں "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہتا ہوں اور تیری بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہوں۔ یہ کہہ کر سر اٹھایا اور تیز تیز نظروں سے دیکھنے لگے۔ حاضرین نے پوچھا: آپ تیز تیز کیا دیکھ رہے ہیں۔ آپ نے بتایا:

میں ایسے لوگوں کو آسمان سے اترتے دیکھ رہا ہوں جو نہ انسان ہیں نہ جن۔ انہی باتوں میں آپ اصل بچی ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ آپ کی قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی کہ آسمان سے ایک کاغذ اڑتا ہوا گرا جس پر لکھا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ هَذَا اِمَانٌ مِّنَ اللّٰهِ لِعَمْرِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ
مِنَ النَّاسِ۔

فترحاتِ مکہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ اقطاب بعض اوقات اپنی معنوی خلافت کے ساتھ ساتھ ظاہری امورِ سلطنت کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں ان میں سے ایک عمر بن عبدالعزیز ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

آپ کو ذکے معروف تابعین میں سے تھے۔ ایک روز عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ شدید گرمی میں بکریاں چرانے چلے گئے۔ آپ کا ایک ساتھی آپ کے پیچھے ہو گیا۔ بیابان میں جا کر دیکھا کہ بکریاں چر رہی ہیں مگر آپ ایک کھلی جگہ سوئے ہوئے ہیں اور آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا آپ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ جب بیدار ہوئے تو اس شخص نے کہا: عمر و! آپ کو مبارک ہو کہ بادل بھی غلامی کے لیے حاضر رہتے ہیں۔ عمر و نے اسے قسم دے کر کہا کہ میری زندگی میں یہ بات کسی کو نہ بتانا۔

ایک دفعہ آپ جنگی ہم پر گئے تو اپنے ساتھیوں کے گھوڑوں کی نگہداشت کی ذمہ داری سنبھالی اور انہیں آرام کے وقت چراتے۔ مگر بادل کا ایک ٹکڑا آپ پر سایہ کرتا۔ آپ نماز میں مشغول رہتے مگر درندے آپ کے گھوڑوں کی پاسبانی کرتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے تین چیزوں کو اللہ تعالیٰ سے طلب کیا ہے دو چیزیں مل گئی ہیں مگر ایک باقی ہے۔ پہلی چیز تو یہ ہے کہ وہ مجھے دنیا سے بے رغبت کر دے، سو ایسا ہی ہو گیا ہے۔ دوسرے مجھے نماز کی توفیق عطا فرمائے۔ چنانچہ یہ نعمت بھی عطا کی گئی ہے۔ اب نعمتِ شہادت کی تمنا ہے شاید وہ بھی عطا ہو جائے۔

آپ اندھیری رات میں سفر کرتے تو مطرف بن عبداللہ بن شجر رحمۃ اللہ علیہ آپ کے تازیانے (حصا) سے روشنی نمودار ہوتی جس سے سارا راستہ منور ہو جاتا۔ ایک شخص نے آپ کے

یہ بات نہ کروں گا۔ آپ نے کوہِ حرا پر اپنا پاؤں مارا، پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔ میں نے جی بھر کر پیا
برتن بھر لیا۔ آپ کی زندگی میں میں نے یہ واقعہ کسی سے بیان نہیں کیا۔

آپ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ چالیس سال
حضرت سالم نبہانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس کی صحبت میں رہے۔ ہمیشہ
روزہ رکھتے اور ہر رات ایک قرآن پاک ختم کرتے۔ ایک عرصہ تک لوگ حضرت سالمؓ کی قبر سے
سحری کے وقت تلاوتِ قرآن پاک کی آواز سنتے رہے۔ ایک دن اپنی زندگی میں حضرت سالمؓ
نے حمید طویل سے پوچھا کہ کیا تمہیں یہ خبر ملی ہے کہ انبیاءِ علیہم السلام کے ماسوا بھی کوئی شخص اپنی
قبر میں نماز ادا کرتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر اللہ نے ایسی اجازت دی تو
سالمؓ کو ضرور اجازت دی جائے گی۔ ایک معتبر راوی نے بیان کیا کہ واللہ الذی لا اللہ الاھو
کہ جب میں نے سالمؓ کو قبر میں اتارا میرے ساتھ حمید طویل بھی تھے۔ ہم لحد پر اٹھیں درست کر رہے تھے
کہ ایک اینٹ نیچے گر گئی۔ میں نے جھانک کر دیکھا تو آپ نماز کے لیے کھڑے تھے۔ میں نے
حمید کو اشارہ کیا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ اس نے کہا خاموش رہو۔ تجمیز و تکفین سے فارغ ہو کر
ہم دونوں حضرت سالمؓ کے گھر گئے اور آپ کی بیٹی سے دریافت کیا کہ سالمؓ کیا عمل کرتے تھے
اس نے کہا: آپ لوگوں نے کیا دیکھا ہے؟ ہم نے قبر کا واقعہ سنایا تو کہنے لگی: وہ پچاس سال
تک ساری رات عبادتِ الہی میں کھڑے رہتے۔ سحری کا وقت ہوتا تو یہ دعا کرتے:

اللہم ان کنت اعطیت احدا من خلقک الصلوٰۃ فی قبرہ فاعطنتا۔

”اے اللہ! اگر اپنی مخلوق سے کسی کو قبر میں نماز ادا کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے
تو مجھے بھی فرمانا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا ہے۔“

حضرت ابو حلیم حبیب بن سالم الراعی رحمۃ اللہ علیہ سلمان فارسی

آپ حضرت
کے صحبت یافتہ تھے۔ بکریاں چراتے۔ دیہانے فرات پر رہتے اور گوشہ نشینی کو پسند فرماتے تھے۔
ایک شیخِ طریقت نے بیان کیا ہے کہ ایک دن میں وہاں سے گزرا، آپ نماز میں مشغول تھے۔
آپ کی بکریوں کو بھیڑیے چرا رہے تھے۔ میں نے دل میں کہا، اس شخص میں بزرگوں کی علامتیں

پانی جاتی ہیں۔ میں وہاں کھڑا رہا۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ میں نے سلام کیا۔ آپ نے پوچھا
 بیٹا! کس کام کیلئے آئے ہو؟ میں نے کہا، زیارت کے لیے۔ آپ نے فرمایا، خیرک اللہ۔ میں نے
 پوچھا، حضرت! یہ بھیڑیئے بھیڑوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بکریوں کا چرواہا
 (راعی) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ یہ کہہ کر ایک پتھر کے نیچے سے لکڑی کا ایک پیالہ نکالا
 جس میں دودھ تھا اور پھر ایک پیالہ نکالا جو شہد سے مبرا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا، حضرت! یہ
 کیا مقام ہے اور کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری سے۔ آپ نے
 مزید کہا، بیٹا! تم جانتے ہو کہ حضرت موسیٰ کے امتی اگرچہ ان کے مخالف تھے اللہ تعالیٰ انہیں پتھر
 سے پانی عنایت فرمایا کرتا تھا۔ موسیٰ کا مقام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم تر تھا۔
 یہاں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کی تابعدار امت کے لیے پتھر کے نیچے سے دودھ اور شہد کا پیالہ
 عطا کرے تو تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ میں نے نصیحت کے لیے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا، لا
 تجعل قلبك صندوق الحرام وبطنك وعاء الحرام۔ دل کو حرام کا صندوق اور
 پیٹ کو حرام غذا کا مقام نہ بناؤ۔ انہی دونوں چیزوں میں تباہی ہے اور انہی دونوں چیزوں میں
 نجات ہے۔

آپ مشہور تابعین میں سے تھے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کا
حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ زمانہ پایا۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے
 پچاس کی زیارت کی۔ بعض روایات میں ہے کہ ایک سو تیس صحابہ کی زیارت کی۔ ماہِ رجب
 ۱۰۰ھ میں وفات پائی جبکہ آپ کی عمر ۹۰ سال کی تھی۔ اسلاف فرمایا کرتے تھے کہ حسن بصریؒ کا
 کلام انبیاء کی طرح پُر نور تھا۔ ان کی گفتگو کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

مرحم اللہ عبداً جعل الہموم ہما واحداً فاکل کسوة ولیس خلقاً
 لقص بالارض واجہد فی العبادۃ وبکی علی الخطیۃ وطلب ہذہ
 الرحمة وھرب من ہذہ العذاب وھنا لا تضحک فانک لا
 تدری لعل اللہ قد اطلع علی بعض اعمالنا فقل لا اقبل منکم
 شیئاً لا تخرج نفس ابن آدم من الدنیا الا الحسرات ثلاث اسنہ

لويشبع مما جمع ولم يدرك ما اهل و لم يحسن الزار مما قدم

عليه ط

آپ کی مجلس میں ایک خارجی آیا جایا کرتا تھا اور بیٹھا رہتا۔ وہ اکثر اہل مجلس کی دلازاری بھی کرتا۔ ایک دن اہل مجلس نے درخواست کی: حضرت! آپ اس خارجی کا علاج نہیں فرماتے کہ وہ اس مجلس میں آنا چھوڑ دے۔ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ ایک دن آپ اپنے اجاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اس خارجی کو آنا دیکھ کر فرمانے لگے:

التمم عدمت اذاه لنا فاكفناها بما شئت -

وہ شخص وہیں گر پڑا۔ لوگوں نے اٹھایا۔ اس کے گھر کی طرف لے چلے مگر وہ راستے میں ہی دم توڑ گیا۔

کنیت ابو عبد الرحمن تھی۔ مین کے رہنے والے تھے

طاؤس بن کیان رحمۃ اللہ علیہ مرنے سے پہلے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ مجھے

دفن کرنے کے بعد قبر پر نگاہ رکھنا۔ اگر اللہ نے مجھے قبر سے اٹھالیا تو بہتر، اور تم اللہ کا شکر ادا کرنا۔

اگر وہیں پاؤ تو انا باللہ و انا الیہ راجعون ط پڑھنا۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے ایک بیٹے نے

بیان کیا کہ جب آپ کو قبر میں اتارا گیا تو چند لمحوں بعد آپ قبر سے غائب تھے۔ اس پر ان کے

بیٹے خوش ہو گئے۔

ابو یحییٰ کنیت تھی اور تابعین میں سے تھے۔ ایک

سید عبد اللہ مطر رحمۃ اللہ علیہ دفعہ جہاز میں بیٹھے کچھ سی رہے تھے۔ آپ کی سُونی

سمندر میں گر گئی۔ کہنے لگے: سمندر! تمہیں اپنے خدا کی قسم ہے میری سُونی واپس کر دو۔ کہتے

ہیں سُونی پانی کی سطح پر نمودار ہوئی آپ نے اٹھالی۔ کہتے ہیں اسی اثناء میں سمندر میں ایک

زبردست طوفان آیا۔ آپ نے فرمایا: تم آرام کرو۔ تم سمندر نہیں ہو تم تو ایک حبشی غلام ہو۔

کہتے ہیں سمندر کو ایسا سکون آ گیا کہ اس کی تہ تک کی چیزیں صاف دکھائی دینے لگیں۔

قیام کو فد اور قبر ہات ہیں ہے۔ ایک شخص نے

کرزین و برہ العابد رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خادمہ سے دریافت کیا کہ آپ کا نان و

نفقہ کہاں سے آتا ہے۔ کہنے لگی: جب بھی مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوتی آپ فرماتے: فلاں

روزن میں دیکھو۔ میں جاتی تو وہ مطلقاً چیز پڑی ہوتی۔ جرجان کے بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ ہم نے خواب میں دیکھا کہ ہم جرجان کے قبرستان سے گزر رہے ہیں تمام مردے قبروں سے باہر بیٹھے ہیں۔ بڑے سفید براق کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ میں نے دریافت کیا: قبرستان والو! تمہیں کیا ہوا ہے کہ سفید کپڑے زیب تن کیے بیٹھے ہو انہوں نے بتایا کہ کرزین دبرہ کی آمد پر ہمیں یخلعتیں ملی ہیں۔ مورق اعلیٰ بصرے کے ایک تابعی تھے۔ وہ اپنی ضروریات اپنے سر ہانے کے نیچے سے نکال لیتے۔

حبیب بن علیٰ الحمی رحمۃ اللہ علیہ کنیت ابو محمد تھی۔ فارس کے رہنے والے تھے۔ مستجاب الدعوات تھے۔ آپ کے متعلق بیان کیا گیا ہے یوم التزویر بصرہ میں نظر آتے عرفہ کے دن میدان عرفات میں دکھائی دیتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں ہر روز ایک خشک کھجور سے روزہ افطار کیا کرتا تھا۔ یہ اہتمام میری بیوی کرتی تھی۔ ایک دن افطار کے وقت نہ آئی۔ میرا دل بڑا متاثر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ دوسرے دن وہ کھجوریں مجھے پیش کر رہی۔ بھ اور میں نے کھجوریں کھالیں۔ ان کا معمول تھا کہ خالی جیب نکلتے مگر شام کو خزینہ غیب سے جیب بھری ہوتی۔

حضرت سفیان سعید ثوری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو شیخ ثقہ و صادق کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ زہراء جن کی کنیت ابو عبد اللہ ہے کہتے ہیں کہ میں صبح کے وقت چاہ زمزم پر آکر بیٹھ گیا ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک مرد بزرگ زمزم کے دروازے سے اندر آیا۔ وہ کپڑے سے اپنا چہرہ ڈھانپے ہوئے چاہ زمزم کے کنارے آیا اور ایک ڈول پانی نکال کر پیا۔ میں نے بھی وہاں جا کر باقی ماندہ پانی پی لیا۔ یہ پانی باوام کی طرح لذیذ و شیریں تھا اور میں نے اس سے بہتر اب تک کوئی چیز نوش نہیں کی تھی۔ جب میں نے دوبارہ اس کی طرف مڑ کر دیکھا تو اسے اپنی جگہ پر نہ پایا۔ میں دوسرے دن پھر وہاں آکر بیٹھ گیا اور دیکھا کہ وہی بزرگ اسی شکل و صورت میں آیا اور اسی طرح پانی کا ڈول نکال کر پی لیا باقی ماندہ میں پی گیا۔ یہ پانی شہد کی طرح میٹھا تھا۔ میں نے دیکھا تو وہ جا چکا تھا۔

اگلی صبح میں اسی جگہ پر بیٹھ گیا وہ بزرگ بھی اپنی پہلی شکل و صورت میں آیا اور پانی نوش کیا بچا ہوا پانی میں پی گیا تو ایسا محسوس ہوا کہ وہ قند آمینختہ دودھ تھا۔ میں نے اس بزرگ کا دامن ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑ لیا اور اسے کہا کہ تجھے اس خانہ پاک کی قسم بتاتا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں تجھے اس شرط پر بتاتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں یہ راز کسی کو نہ بتانا۔ میں نے پابند رہنے کا وعدہ کیا تو اس نے کہا: "میں سفیان بن سعید ثوری ہوں۔" اور انہی سے روایت ہے کہ آپ (سفیان ثوری) اپنے دوستوں میں سے بصرہ میں کسی ایک کے گھر وارد ہوئے۔ صاحب خانہ کئے لگا کہ میرے بیٹے کے پاس ایک بیل تھا جسے میں ایک روز حضرت سفیان ثوری کے پاس لے آیا۔ کئے لگے: اس پرندے کو کب تک قیدی بنانے رکھو گے۔ کیا ہی اچھا جو کہ تم اسے آزادی کی نعمت بخش دو۔ میں نے کہا کہ یہ بیل میرے لڑکے کا ہے جسے میں آپ کی نذر کرتا ہوں آپ اسے آزاد کر دیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں میں اسے ایک دینار کے عوض لوں گا۔ آپ نے اسے ایک دینار دیا اور بیل اس سے لے کر آزاد کر دیا۔ پرندہ ہر روز صبح اڑ جاتا اور شام کو اسی مکان میں واپس آ جاتا جہاں حضرت سفیان ثوری مکین تھے۔ جب آپ نے انتقال فرمایا تو وہ پرندہ آپ کے جنازے کے پیچھے پیچھے اضطرابی کیفیت میں اڑتا ہوا آیا۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ آپ کی قبر پر آتا رہا۔ کبھی رات آپ کی قبر بسر کرتا تھا اور کبھی گھر میں۔ آخر کار اُسے بھی ایک روز آپ کی قبر کے پاس مردہ پایا گیا اور قبر کے پہلو میں ہی دفن کر دیا گیا۔

یہ بھی آپ ہی سے مروی ہے کہ جب رحلت کے بعد آپ کو غسل دیا گیا تو آپ کے جسم پر "فسیکفیکم اللہ" کے الفاظ لکھے ہوئے پائے۔ آپ نے بصرہ میں ۱۴۱ ہجری میں وفات پائی۔ آپ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ جمعۃ المبارک حضرت شیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ کے روز ایک عرصے سے بکریوں کے ارد گرد خط کھینچ کر نماز کی ادائیگی کے لیے چلے آتے۔ بکریاں اس دائرہ سے آپ کی واپسی تک باسز بکلتیں۔ آپ کو ایک دفعہ غسل جنابت کی حاجت ہوئی لیکن پانی ندرود۔ یک لخت بادل کا ایک ٹکڑا نمودار ہو کر بارش برسانے لگا۔ آپ نے اس بارش میں غسل کر لیا تو وہ پارہ ابر او جھسل ہو گیا۔ کہا جاتا ہے ایک دفعہ آپ کو قید خانے میں بند کر کے دروازہ کو اچھی طرح بند کر دیا گیا۔ کچھ

دیر بعد دروازہ کھولا گیا تو آپ وہاں موجود نہ تھے۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں: ایک دن میں اور حضرت شیبانؒ بغرض حج گھر سے نکلے تو راستے میں ایک شیر نمودار ہوا۔ میں نے حضرت شیبانؒ سے کہا: اس کتے کو دیکھتے ہمارے راہ روکے کھڑا ہے۔ حضرت شیبانؒ نے فرمایا: اسے سفیانؒ! ڈرینے مت۔ آپ نے اس شیر کو اپنی طرف بلایا اور وہ پالتو کتے کی طرح دم ہلانے لگا۔ آپ نے حضرت سفیانؒ سے فرمایا، اس کی گوشمالی کرو۔

یہ (سفیان ثوریؒ) نے آپ سے پوچھا یہ کس قسم کی شہرت ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے سفیانؒ! یہ شہرت جو تجھے نظر آئی کچھ بھی نہیں۔ اگر میں شہرت کو اچھا سمجھتا تو اس شیر کو واپس نہ کرتا بلکہ اس پر سوار ہو کر ہی مکہ معظمہ چلا جاتا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ وفات موضع ہیت جو دریائے فرات کے کنارے ایک گاؤں ہے میں ہوئی۔ آپ کا مزار بھی وہیں ہے۔

کہتے ہیں آپ میں وہ جملہ خصال مجتمع تھے جو آپ کے ہم عصر اہل علم میں سے کسی میں بھی مجتمع نہیں ہو سکتے تھے۔ آپ فقیہ، عالم، متقی اور حافظ تھے اور سنت نبویؐ پر سفرد حضرت ہیں بالاستقامت عمل کرتے۔ شجاع اتنے تھے کہ طبل جنگ سنتے ہی میدان کارزار میں چلے جاتے ادب میں یہ مقام تھا کہ شعر روانی و تسلسل سے کہتے۔ سخاوت میں یہ پایہ تھا کہ جو چیز پاس ہوتی خیرات کر دیتے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ میں نے از حد کوشش کی کہ سال میں تین دفعہ حضرت ابن مبارک کے ساتھ شب و روز گزاروں لیکن ناکام۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں مجھے رب کعبہ کی قسم! میری آنکھوں نے حضرت عبداللہ ابن مبارک ایسی ہستی دیکھی ہی نہیں۔

کہتے ہیں آپ کی خدمت میں ایک نابینا حاضر ہو کر کہنے لگا: حضور! میرے لیے دعا کیجئے کہ پروردگار مجھے بصارت کی نعمت سے مالا مال فرمائے۔ آپ نے کھڑے ہو کر دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے بینائی کی نعمت بخش دی۔ اس نابینا کو اسلاف میں سے ایک نے پشم خود

دیکھا۔

آپ (حضرت عبداللہ ابن مبارک) نے مرض الموت کی حالت میں اپنے غلام سے کہا کہ مجھے آج رات اپنی موت کا یقین ہو گیا ہے۔ میں دنیا سے فانی ہو چھوڑے جا رہا ہوں۔ میری یہ کتابیں لے جاؤ اور دریا میں پھینک دو۔ غلام کتابیں لے کر دریا کے کنارے پہنچا تو اس کی نیت کتابیں دریا بڑھ کر نہ لے سکا۔ وہ واپس آ گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا: کیا تمام کتابیں دریا میں پھینک دی ہیں؟ غلام نے عرض کی: ہاں پھینک دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر کیا کیا علامات دیکھیں؟ غلام کہنے لگا: حضرت کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: پھر تم نے کتابیں دریا میں نہیں پھینکیں۔ غلام کا بیان ہے کہ جب میں نے دریا کے کنارے جا کر کتابیں دریا میں پھینک دیں تو میں نے دیکھا کہ دریا سے نور کی شعاعیں اٹھ اٹھ کر آسمان کی طرف جا رہی تھیں۔ میں نائف و ترساں واپس آ گیا۔ آپ نے پوچھا: کیا آئے ہو؟ میں نے عرض کی: حکم کی تعمیل کر آیا ہوں۔ آپ نے پوچھا: پھر کیا دیکھا؟ میں نے عرض کی: دریا سے نور کی شعاعیں آسمان کی طرف اٹھتی ہوئی دیکھیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں! اب تو نے تعمیل حکم کی ہے۔

پھر فرمایا: آج رات میرا سفر آخرت ہے مجھے غسل دے کر میرا احرام ہی بجائے کفن استعمال میں لے آنا اور جب لوگ جمع ہو جائیں تو میری تدفین کر دینا۔

حاضرین کہتے ہیں کہ جب ہم آپ کی وصیت کی تعمیل میں آپ کا جنازہ باہر لائے تو ہم نے دریا سے ایک کشتی نکلتی دیکھی جس میں بہت سے حضرات باہر نکلے اور ہمارے قریب آ کر کئے گئے الحمد للہ! ہمیں آپ کی نماز جنازہ نصیب ہوئی۔ ہم نے آپ کو نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ فراغت کے بعد ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتہ چل گیا کہ حضرت وفات پا گئے ہیں؟ قائدِ جماعت نے کہا: ہمیں خواب میں بشارت ہوئی تھی کہ فلاں شخص فوت ہو گیا ہے۔ جو شخص بھی اس کی نماز جنازہ میں شریک ہوگا اللہ تعالیٰ اسے جنتِ ماویٰ عطا فرمائے گا۔ ہم اس کشتی کو کرائے پر لے کر نماز جنازہ میں شرکت کے لیے دوڑے آئے ہیں۔

ایک سدید القول شخص بیان کرتے ہیں
حضرت ابو معویۃ الاسود رحمۃ اللہ علیہ کہ میں طرموس میں حضرت ابو معویۃ الاسود

کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ دیکھ نہیں سکتے تھے لیکن آپ کے ہاں قرآن کریم آویزاں تھا۔

میں نے عرض کی: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے جب آپ دیکھ نہیں سکتے تو یہ قرآن کریم کیوں رکھا ہوا ہے؟

آپ نے فرمایا: میں تمہیں ایک ایسی بات بتاتا ہوں جسے تم میرے سفرِ آخرت تک کسی کو نہ بتانا۔ بات یہ ہے کہ جب میں قرآن کریم پڑھتا ہوں تو میری آنکھوں سے پردے ہٹ جاتے ہیں۔

کہتے ہیں آپ جس وقت بھی قرآن کریم کھولتے آپ کی بینائی لوٹ آتی اور جب قرآن کریم بند کرتے تو آپ کی بصارت چلی جاتی۔

ایک شخص جو آپ کو جانتا نہیں کہتا ہے کہ ہم سفر کرتے کرتے ایک جگہ ٹھہرے اور دیکھا کہ ایک سفید سانپ مردہ پڑا ہے۔ ہم نے کہا: شاید یہ مسلمان ہو۔ ہم نے اس پر پانی انڈیلا اور زیر زمین گاڑ دیا۔ رات ہوئی تو ہمیں کچھ باتیں سنائی دینے لگیں لیکن تکلم آنکھوں سے اوجھل تھا۔ ان باتوں کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تم نے جو کچھ ایک مسلمان کے حق میں کیا ہے ہم نے ملاحظہ کر لیا ہے۔ تم چاہو تو تمہیں کچھ ایسی دوائیں بتادی جائیں جن سے تم اپنا اور دیگر مسلمانوں کا علاج معالجہ کرو۔ اور اگر تم پانی اور جانور چرانا ہی کافی سمجھتے ہو تو ہم تمہیں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ ہمارے لیے یہی کام اچھا ہے اس لیے آپ ہمارے لیے اسی کام کی ذمہ داری اٹھالیں۔ اس غیر مرئی آواز نے ہمیں دواؤں کے بارے میں بھی کچھ تعلیم دی اور کہا کہ جب تم کسی جگہ مقیم ہو جاؤ تو اونٹوں کی گردنوں کے ساتھ مشک آویزاں کر دو تاکہ جب اونٹوں کو چراگروا پس لائیں تو مشک پُر آب ہوں۔ لہذا جب ہم ایک جگہ مقیم ہوتے تو ہم مشک اونٹوں کی گردنوں کے ساتھ باندھ دیتے اور اونٹوں کو اپنے ہاں سے بھگادیتے جب اونٹ نمازِ مغرب کے وقت واپس آتے تو وہ خود سیر ہوتے اور مشک پُر آب ہوتی۔

خاتمہ

دشمنانِ اسلام کو سزائیں

جس طرح اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی کرامات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ہی ہوتی ہیں۔ اسی طرح وہ سزائیں جو حضور علیہ السلام کے مخالفوں، دشمنوں اور بے ادبوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت ادب رعایت شریعت و طریقت نہ کرنے میں ملیں وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ہی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ،

ایک نصرانی مسلمان ہو کر سورہ بقرہ شریف اور سورہ آل عم ان پڑھا کرتا تھا اور کتابت وحی پر بھی مامور تھا۔ عاقبت مرتد ہو گیا۔ اپنا دین اختیار کرنے کے بعد کہا کرتا تھا کہ جناب محمد کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو معاذ اللہ کچھ نہیں آتا بس وہی جانتے ہیں جو میں لکھ دیتا ہوں۔ جب اس شخص کو قضا کے ہاتھوں نے آدلو پچا تو اسے زیر زمین کر دیا گیا لیکن اگلی صبح اسے قبر سے باہر پڑا ہوا پایا گیا۔ لوگ کہنے لگے یہ کام محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے کیا ہے۔ چنانچہ دوسری دفعہ قبر کھود کر اسے دفن کیا گیا۔ اگلے روز پھر قبر سے باہر تھا۔ کفار نے پھر وہی الفاظ دہرائے کہ اسے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر سے نکال کر زمین پر رکھ دیا ہے۔ تیسری دفعہ اس کی قبر کھودی گئی اور اسے حتی المقدور گہرا کھودا گیا۔ اگلے روز وہ پھر زمین پر پڑا ہوا دیکھا گیا اس پر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ انسانی عمل نہیں بلکہ اس کے ساتھ قدرت نے ہی ایسا کیا ہے۔

(۲) انہی سزائوں میں سے ایک سزا کا واقعہ یہ ہے کہ ایک زندقہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا کہ ملائکہ طالب علم کے کام سے خوش ہو کر اس کے راہ پر اپنے پروں کا سایہ کرتے ہیں۔ وہ زندقہ کہنے لگا: بخدا میں فرشتوں کے پروں کو اپنے پاؤں کے نیچے مل دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے جوتوں کو زمین پر مارتا جاتا اور کہتا کہ میں فرشتوں کے پروں کو توڑ رہا ہوں۔ ناگاہ اس کے پاؤں میں لغزش واقع ہو گئی۔ وہ گر پڑا اور اٹھنے کی طاقت نہ رہی اسے اٹھا کر گھر لے گئے۔ اس کے دونوں پاؤں کو ماسخورہ ہو گیا اور وہ مرتے دم تک زیر زمین رہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس شخص کو ہرن کے نیچے کی طرح چوڑیاں بھرتے دیکھا ہے۔ پھر وہ ایک جگہ پڑا رہتا رہا اور اسی حالت میں مر گیا۔

(۳) انہی عقوبات میں سے ایک یہ ہے کہ ابن متودہ اسفہانی جو امام علم حدیث ہیں اور اسما نے

صاحب پر ایک لافانی تصنیف کے علاوہ اور بہت سی تصانیف کے مالک ہیں نے فرمایا کہ شام میں میں ایک عالم حدیث کے پاس سماع حدیث کے لیے حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے سامنے ایک پردہ ڈالا تھا۔ میں بیٹھ گیا اور پھر پس پردہ حدیث پڑھنا شروع کر دی۔ میں اس بات پر حیران تھا کہ انہوں نے درمیان میں پردہ کیوں ڈال رکھا تھا۔ جب حدیث شریف کی قرات ختم ہوئی تو اُسے علم ہو گیا کہ میں ابن متدہ ہوں۔ کہنے لگے: اے ابوعبداللہ کچھ پتہ چلا کہ میں پس پردہ کیوں بیٹھا ہوں؟ میں نے کہا: نہیں جناب میرے علم میں نہیں۔ انہوں نے کہا: میں بتاتا ہوں ایسا کیوں ہے۔ ایک دفعہ اہل علم میں سے کسی نے کوئی حدیث شریف پڑھی۔ میں ایک روز ایک معترض شخص کے پاس بیٹھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث شریف جو امام سے پہلے سرائٹھانے سے نہیں ڈرتا اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھا کا سر بنا دے گا۔ اس کے سامنے پڑھ رہے تھے۔ وہ بڑھا اس حدیث پر تکرار کرتا رہا اور مختلف طریقوں سے روایت کرتا رہا۔ میرے دل میں شقاوت کے باعث کچھ شک سا گزرا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اسی رات جب میں سو کر بیدار ہوا تو میرا سر گدھے کی طرح ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے میں علماء کی مجلسوں سے محروم رہا اور بہر طالب علم کو پس پردہ درس حدیث دیتا ہوں اور چونکہ میں اہل علم و دین میں سے جانتا ہوں اس لیے اس سر کا واسطہ دے کر تجھے خدا سے یہ عہد کرنے کا واسطہ دیتا ہوں کہ جب تک میں زندہ رہوں کسی سے نہ کہنا اور جب مر جاؤں پھر کسی سے کہنا تاکہ سماع حدیث کے وقت لوگ باادب رہیں اور دل میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ لائیں۔ ابن متدہ کہتے ہیں کہ میں نے خداوند قدوس سے عہد کیا تو انہوں نے درمیان سے پردہ اٹھایا۔ میں نے ان کے جسم کو دیکھا تو دھڑک اُڑی کا تھا اور سر گدھے کا۔ اور جب تک وہ زندہ رہے میں نے یہ بات کسی کو نہ بتائی۔ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر جاننے والا اور ستم کرنے والا ہے۔

۴۔ ظلم کی سزا
 امام ستغفری نے سلف صالحین میں سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سفر کے دوران ایک جگہ جنازہ پڑا ہوا دیکھا، پاس ہی قبر بھی کھودی جا رہی تھی۔ میں بھی لوگوں کی مدد و اعانت کے لیے وہاں چلا گیا۔ ناگاہ ایک بوڑھا آدمی جس کے سر کے بال سفید تھے اور اس سے بھینی بھینی خوشبو آرہی تھی، سفید

گھوڑنے پر سوار وہاں آیا اور پوچھنے لگا: یہ میت کس کی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ کسی مسلمان کی ہے۔ اس بزرگ نے پوچھا، تم میں سے کسی کا اس سے نزدیک تعلق ہے؟ لوگوں نے ایک غلام کی طرف اشارہ کیا۔ بزرگ نے اس سے پوچھا: کیا تمہارا آقا نقیب قوم ہوتے ہوئے بادشاہ کے عمال میں سے کسی عہدہ پر فائز تھا؟ غلام نے عرض کی: مجھے ان چیزوں کا تو پتہ نہیں لیکن اس کا ضرور پتہ ہے کہ وہ مالِ غنیمت میں خیانت کیا کرتا تھا۔ اس بزرگ نے مجھے اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے کہا۔ ہم اُٹھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس بزرگ نے ہم سے منہ پھیر لیا اور چند ساعت بعد آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ ہم نے مردہ کو قبر میں اتارا لیکن ایک تیشہ قبر میں ہی بھول گئے۔ غلام نے کہا: یہ تیشہ تو تیشہ ایک شخص سے اس شرط پر عاریتاً لیا تھا کہ میں اسے واپس کر دوں گا۔ اس پر اس کی قبر کھودی گئی، دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے اور تیشہ اس کی گردن میں اوڑھنا ہے اور اس کا دستہ اس کے ہاتھ میں ہے۔ ہم اسے اس حالت میں وہیں چھوڑ کر واپس آ گئے۔ تیشہ کے مالک کو بتایا تو اس نے بھی وہ نظارہ دیکھا جو ہم نے دیکھا تھا۔

(۵) اسی طرح امام مستغفریؒ نے ایک بزرگ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم حج کے ایام میں مکہ معظمہ کے کسی کوچہ میں پھر رہے تھے ہم نے دیکھا کہ ایک کچھ لوگ جمع تھے میں بھی دماں چلا گیا اور دیکھا کہ ایک آدمی کو زمین نے جکڑا ہوا ہے اور وہ زمین میں دفنسا جا رہا ہے۔ لوگ اسے پہچاننے کے لیے مختلف ہتھیار لے کر آنے لگے۔ لیکن اسے رہائی نہ دلا سکے۔ جب اسے رستہ کا وہی دلانے سے مایوس ہو گئے تو اس سے پوچھنے لگے کہ آخر تو اس حالت میں کیوں نہ پہنچا ہے حقیقت حال سے آگاہ کرتا کہ لوگ عبرت پڑیں اور اس قسم کے عمل سے باز آجائیں۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ہوتے ہوتے وہ کمر تک زمین میں دفن ہو گیا اور آہ و بکا کرنے لگا۔ آخر کار لوگوں نے زور پوچھا: بتاتا کیوں نہیں؟ لوگ حقیقت حال سے آگاہ ہو کر نصیحت پڑیں گے مگر اس نے پھر بھی بات بتانے سے انکار کر دیا۔ جب سینہ تک زمین میں دفن گیا تو لوگوں نے پھر زور دیا، کہہ کر کہہ کر بتاتا کیوں نہیں؟ اس پر وہ روتا ہوا کہنے لگا: میری عادت تھی کہ میں حرم شریف کے کبوتروں کو پکڑ کر حلال کرتا اور کھایا کرتا تھا۔

(۶) نیز امام مستغفریؒ نے روایت کی ہے کہ کچھ لوگ حج کو جا رہے تھے، حرم شریف میں پہنچے تو

ایک جگہ قیام پذیر ہو گئے۔ ایک ہرن دوڑتا ہوا اسی کے نزدیک آ گیا۔ ان میں سے ایک نے اسے پکڑ لیا مگر دوسرے لوگوں نے کہا، اسے چھوڑ دو۔ اس نے اسے نہ چھوڑا اور ہنتا بھی رہا۔ یہاں تک کہ ہرن نے ڈر کر لید کر دی اور اس کا پیشاب بھی نکل گیا۔ آخر اس نے چھوڑ دیا۔ ایک دن کسی گرم جگہ پر سو رہا تھا کہ ایک سانپ اس کے پیٹ پر گنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے آواز دے کر کہا، ارے حرکت کیے بغیر دیکھو تمہارے پیٹ پر کیا ہے؛ سانپ اس کے پیٹ سے اس وقت تک نہ اترتا جب تک اس نے ہرن کی مانند اس کے پیٹ پر بول و براز نہ کر لیا۔

(۷) انہی عقوبات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ حضرت امام مستغفریؒ کہتے ہیں کہ ایک جماعت حرم شریف کے درختوں کے زیر سایہ قیام پذیر ہوئی۔ انہوں نے روٹی تو پکالی لیکن روٹی کھانے کے لیے سالن نہیں تھا۔ کمان میں تیر رکھ کر ایک ہرن شکار کیا اور دیگ میں ڈال کر چولھے پر چڑھا دیا۔ ہرن کا گوشت پک رہا تھا کہ اچانک دیگ کے نیچے سے آگ کا مہجھو کا اٹھا اور اس جماعت کے تمام افراد کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ ان کے کپڑے اور مال و متاع بچ گیا کیونکہ یہ حسینیں ان درختوں کے نیچے پڑی ہوئی تھیں جہاں آسب کا اثر نہیں ہو سکتا تھا۔

امام مستغفریؒ سلف صالحین میں سے ایک

۸۔ اہل اعتزال کو سزا نہیں صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ ان کا ایک

نامینا ہمسایہ تھا جو مانتھ کلام اللہ تھا وہ ایک دن ایک شخص سے اس بات پر جھگڑ پڑا کہ اگر قرآن کریم مخلوق نہ ہوتا تو خداوند تعالیٰ اس کی کوئی آیت میرے سینے سے محو نہ کرتا۔ اسی رات سو کر اٹھا تو اس کے سینے سے قرآن کریم محو تھا کیونکہ صبح کے وقت اسے قرآن کریم کے متعلق یہ بھی یاد نہ رہا کہ قرآن کریم ہے کیا چیز۔ جب اسے قرآن کریم کی تلاوت کے متعلق کہا جاتا تو وہ زبان ہلاتا جس سے کسی کو پتہ نہ چلتا کہ وہ کیا کہ رہا ہے۔ اس کے گھر والے اس سے تنگ آ گئے۔ انہوں نے اس کا گلا گھونٹ دیا جس کی وجہ سے اس کی جان نکل گئی۔

(۹) اسی طرح امام مستغفریؒ نے ایک سلفی سے روایت کی کہ اس کے والدین عذابِ قبر کے منکر تھے وہ جتنا بھی اس بارے میں ان سے جھگڑتا رائیگاں جاتا۔ ایک دن میں گھر میں اس کے ساتھ سو رہا تھا کہ اچانک وہ اضطرابی حالت میں بیدار ہو کر کہنے لگا، ارے اٹھو،

اور دیا جلاؤ۔ میں دیا لے کر آیا تو دیکھا کہ اس کے پاؤں کے تلوے میں سوختگی کا اثر تھا اور آبلے پڑ چکے تھے۔ پھر کئے لگا، میں نے خواب یوں دیکھا جیسے میں قبرستان میں ہوں، میرا پاؤں قبر میں دھنس کر جمل رہا ہے۔ بس یہ اسی کا اثر ہے۔ اس واقعہ کے بعد وہ غدا بقیہ پر ایمان لے آیا اور اس سے کبھی بھی انکار نہ کیا۔

(۱۰) انہی عقوبات میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دن خلیفہ مشوکل ایک ایسے گھر میں داخل ہوا جو شیخے کا بنا ہوا تھا اور ایک وزیر کے گھر سے اونچا تھا۔ اس کی لونڈیاں اور مساحب بھی اندر آگئے۔ جو نبی انہوں نے اپنی جگہ پر بیٹھا شروع کیا وہ ہنسنے لگا۔ پھر کئے لگا، میرے ہنسنے کا سبب کیوں نہیں پوچھتے؟ حاضرین نے کہا: اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ آپ کو منقسم رکھے۔ آخر ہنسی کی وجہ کیا ہے؟ خلیفہ بولا: والتق بالنداسی جگہ اپنے خواص و مساحب کے ساتھ بیٹھا تھا اور میں بالائے سر کھڑا تھا۔ والتق نے اپنے مساحب سے کہا: میں نے اس امر میں بہت غور و تفکر کیا ہے کہ قرآن کریم مخلوق سے اور بہت سے لوگوں کو بھی اس عقیدہ کی تبلیغ کی ہے جن میں سے بعض نے مال و متاع کے حصول کے لیے خلق قرآن کے عقیدہ کو اپنا لیا۔ بعض نے زجر و فہمائش کے ڈر سے اختیار کر لیا اور کچھ لوگوں نے قید و منرانے بدنی کے خوف سے تسلیم کر لیا لیکن چند لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے اتقاء اور پرہیزگاری کے سبب اس عقیدہ کو قبول نہیں کیا۔ اب میرے دل میں شک پیدا ہو گیا اور میں چاہتا ہوں کہ ایسے مسئلے پر غور و فکر کا کبھی ارادہ نہ کروں اور اسے حتمی طور پر ترک کر دوں۔ اس وقت قاضی احمد بن ابی وودود مجلس میں موجود تھا جو اس مسئلہ کو بہ نہایت غلو بیان کیا کرتا تھا۔ کئے لگا: اے امیر المؤمنین! آپ نے خود ہی تو اس سنت کو زہد کیا ہے اور آپ کی بدوجہد سے یہ مسئلہ ایسے مقام پر پہنچ چکا ہے کہ آپ کے پیشرو بھی اسے ایسے مقام پر لانے سے قاصر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ نے جو کچھ کہا ہے

لے قاضی احمد بن ابی وودود معتزلہ میں سے تھا۔ اس نے مسئلہ خلق قرآن کی حقیقی المقدور تبلیغ کی جس کے باعث بعض خلفاء بعد اس کے دام زور میں آگئے۔ اس ظالم نے بعض متورع و متدین حضرات کو سخت شرانیں دوائیں لیکن وہ توفیق باللہ سے اپنے عقیدہ پر قائم و دائم رہے۔ (مترجم)

محض اسلام کی ناطق کیا ہے۔ غرضیکہ اس نے اس مسئلہ میں نہایت مبالغہ سے کام لیا کیونکہ وہ خائف تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس مذہب سے برگشتہ ہو جائے۔ واثق باللہ کہنے لگا: آؤ اس مسئلہ میں مبالغہ کر لیں۔ ابن ابی داؤد کہنے لگا: رب العزت مجھے اس دنیا میں ہی مفلوج کر دے۔ اگر مسئلہ خلقِ قرآن درست نہ ہو تو۔ دوسرا شخص کہنے لگا: میرے جسم میں لوسے کی میخیں ٹھونک دی جائیں اگر قرآن مخلوق نہ ہو تو۔ تیسرا کہنے لگا: خداوند تعالیٰ میرے بدن کو بدبو دار بنا دے اور اپنے بیگانے مجھ سے بھاگنے لگیں۔ اگر مسئلہ خلقِ قرآن جھوٹ ہو تو۔ چوتھا کہنے لگا: خداوند قدوس مجھے تنگ ترین جگہ میں موت دے اگر یہ مسئلہ غلط ہو تو۔ پانچویں نے کہا: اگر مسئلہ خلقِ قرآن غلط ہو تو خدا نے تعالیٰ مجھے دریا میں غرق کر دے۔ سب سے آخر میں واثق باللہ کہنے لگا: خداوند تعالیٰ مجھے آخرت کی زندگی سے پہلے دنیا میں ہی جلا کر خاکستر کر دے اگر قرآن کریم مخلوق نہ ہو تو۔ پھر متوکل نے کہا: میرے بننے کا سبب یہ تھا کہ یہ تمام واقعہ میرے ذہن میں آ گیا تھا۔ ان اشخاص میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا اور ان کی دُعا میں ان کے حق میں قبول ہوئیں اور جس کسی نے جو بھی کہا وہ بھی اسی میں مبتلا ہوا ہے۔

ابن ابی داؤد مفلوج ہو گیا۔ دوسرے شخص کے بدن میں آہنی میخیں ٹھونکی گئیں اور انہی سے مر گیا۔ تیسرے شخص کے بدن میں بدبو پھیل گئی جس کے تعفن سے کوئی شخص اس کے پاس نہیں ٹھہراتا۔ ہر چند وہ عطر و مشک کا استعمال کرتا لیکن بے سود ثابت ہوتا۔ چوتھے نے مکان کی بنیاد رکھی لیکن ایک دو گز کی بلندی سے ہی گر کر مر گیا۔ پانچواں دریائے دجلہ میں غرق ہو کر مر گیا۔ واثق باللہ کو ایسی مرض لاحق ہو گئی جس کے علاج کے لیے اطباء نے بالاتفاق یہ نسخہ تجویز کیا کہ ایک زیتون کی ٹکڑی کو تنور میں گرم کیا جائے اور جب اس میں چنگاریاں پیدا ہوں تو اُسے خالی کر دیا جائے۔ پھر اس میں سوئے کا ساگ بھر دیا جائے۔ اس کے بعد انہوں نے واثق کو اس پر نہیں گھنٹے تک بٹھایا پھر باہر لے آئے۔ جب بیرونی ہوانے اُسے متاثر کیا تو اُسے سخت درد ہوئی۔ چنانچہ وہ ہائے مر گیا ہائے مر گیا پکارتا ہوا کہتا کہ مجھے اندر لے جاؤ، اندر لے جاتے تو وہ کہتا مجھے باہر لے چلو۔ جب اسے اندر سے باہر لاتے تو گائے کی طرح بولنے لگتا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر مرد وزن اور نکر چاکر رحم کھاتے تھے۔ مگر اسے تنور کی جانب لے جاتے تو اس کی آہ و فغاں کم ہو جاتی۔

اس کے بدن کے آبلے پھٹ گئے اور جسم سیاہ انگلی کی طرح ہو گیا اور وہ اسی حالت میں مر گیا۔ مخالفوں اور دشمنوں کو جو سزائیں ملیں ان کی تفصیلات مندرجہ بالا واقعات سے بھی زیادہ ہیں جو تقریر زبان اور تحریر بیان میں نہیں لائی جاسکتیں کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ ہرزمانے اور ہر جگہ اس طرح کا وبال اربابِ ظلم و دروغ اور اربابِ فسق و فجور جنہوں نے سنتِ نبویؐ سے تجاوز کیا، پر آتا ہی رہتا ہے اور ان چیزوں کا مشابہہ عوام و خواص کرتے ہی رہتے ہیں اور اس قسم کے مشاہدات بیان سے باہر ہیں لیکن جس شخص کا باطن نورِ ایمان سے منور ہے وہ اپنے ملاحظہ احوال کی بدولت اوقاتِ طاعات و زبانِ معاسی میں فرق و تفاوت معلوم کر سکتا ہے کیونکہ بندگی و طاعت کا نتیجہ ذوقِ حضورِ مکارمِ اخلاق اور محاسنِ افعال ہیں اور گناہوں کا نتیجہ کدورت و ظلمت، بُرے اخلاق اور بُرے افعال ہوتے ہیں اور اس میں شک و شبہ نہیں۔ اس قسم کی طاعات کا بدلہ بھی نیک ہی ملتا ہے اور بُرے کام کا بدلہ سزا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور مجملہ مسلمانوں کو فیضِ رساں نیکی و طاعت کی توفیق دے جو ہمیں نیک بدلے کی طرف لے جائے اور ہمیں ایسی برائیوں کے قریب جانے سے نجات دے جن سے ہمارا مواخذہ ہو اور ہم سزاوارِ عقوبت ٹھہریں۔ بے شک وہی بہتر توفیق دینے والا ہے اور مددگار ہے۔ اس کتاب کی تیاری میں اس نے توفیق بخشی جو بہتر فیضِ رساں ہے اور نیک خیالات کا انشاء کرنے والا ہے۔ امید ہے کہ جب فارسی حضرات ان مسنہدین کا مطالعہ کریں جو ان پر روشن و واضح ہوئے اور انہوں نے ان کے مطالب و معانی کے ادراک سے جو فائدہ اٹھایا اس کو مد نظر رکھتے ہوئے اس جمع و تالیف کے لیے دعائے خیر و رحمت کریں گے اور فضل و محرمت طلب کرنے میں بھی مدد و معاون ثابت ہوں گے

کہ وصفِ تمامی گرفت این مقال	کمال الحمد والشکر یا ذوالجلال
کہ تمتہ بود تاریخ سال	در آں وقت امام آں دست داد
کز دیانت طور نبوت کمال	خدا یا باں سرور انبیاء
فروغِ ہدیٰ بسز باں صبح و آل	بصوب و بالش کہ بر کس نافت
مقدم نشینانِ صفتِ رجال	باتباع و اتباع، اتباعِ شان

کہ در کامِ جامی لب تشنه ریز ز نماند عشقِ نشاں یک شمال
 باں جُرمِ بستان چنان از خورش که افتد ز خود پیخبر لا یزال
 در آن بے خودی باز گشتش تو باش
 کہ حسن المبانی و نعم المآل

تمت بالخمیر





